وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا (القرآن)

سیرة امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

تالیف

الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترجمان سپریم کورٹ الخبر، سعودی عرب

ترتیب وتبییض

حافظ ارشاد الحق صاحب

ناشر

اہل حدیث یوتھ فورس

تحصیل ڈسکہ

باہتمام

حافظ محمد سلمان اعظم

مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

(سلسلۂ منشورات ریڈیو متحدہ عرب امارات اُم القیوین)

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ﴾

عبد الرحمن طاہر

سیرۃ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

تالیف وپیشکش

ابو عدنان محمد منیر قمر

ترتیب وتدوین

حافظ ارشاد الحق

مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ نشر محفوظ ہیں

نام کتاب	....	سیرۃ امام الانبیاء ﷺ
تالیف وپیشکش	....	ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترتیب وتدوین	....	حافظ ارشاد الحق
بہ تعاون	....	جناب محمد ایوب مشتاق، الخبر
باہتمام	....	سلمان اعظم، متعلم مدینہ یونیورسٹی
تاریخ طباعت	....	1431ھ۔ 2010ء

ملنے کے پتے

- مکتبہ سلفیہ، 4۔شیش محل روڈ، لاہور فون: 7237184
- حدیث پبلیکیشنز، 2۔ شیش محل روڈ، لاہور فون: 7232808
- نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 8657321
- اسلامی اکیڈمی، اردو بازار، لاہور
- مدینہ کتاب گھر، اردو بازار، گوجرانوالہ
- مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ
- مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 73511
- مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ، ڈاک خانہ بھوپالوالہ، تحصیل ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ، (پاکستان)
- توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا
- چار مینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور-1
- بیت یعقوب، الخبر (سعودی عرب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب

سیرت سیّد البشر کانفرنس

کچہری چوک ڈسکہ کے موقع پر شائع کی جا رہی ہے۔

باہتمام

حافظ محمد سلمان اعظم

مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب

رابطہ

قاری محمد عرفان

صدر اہل حدیث یوتھ فورس، تحصیل ڈسکہ

فون: 0300-6456048

ملنے کے پتے

۱۔ مرکزی دفتر اہل حدیث یوتھ فورس، 106 راوی روڈ، لاہور

۲۔ دفتر اہل حدیث یوتھ فورس، عیدگاہ ابراہیمی، سیالکوٹ

۳۔ دفتر اہل حدیث یوتھ فورس، تحصیل ڈسکہ، مسجد عزیزیہ، کچہری چوک، ڈسکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

* ابتدائیہ ۱۷
* تمہید ۱۹
* تبصرہ جات ۲۴

حصہ اوّل

سِیرۃُ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باب اوّل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل از ولادت ۳۵

* میثاقِ انبیاء .... //
* دعائے خلیل علیہ السلام، نوید مسیحا علیہ السلام ۳۸
* نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت اور اسمائے گرامی ۴۰
* اہل کتاب کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل کتاب اللہ کی روشنی میں ۴۴
* نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل حدیث شریف کے حوالوں سے ۴۸
* ثعلبہ بن ہلال کی شہادت ۵۱
* بائیبل کے عہد قدیم یا تورات میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* چند بشارتیں ۵۹
* بائیبل کا عہد جدید یا انجیل اور اس کی ملحقہ کتابیں ۶۲
* انجیل برناباس عیسائیوں کے یہاں غیر معتبر کیوں؟ ۶۵
* موجودہ اناجیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارتیں ۶۷
* ہندوؤں کی کتب میں بشارات ۷۰
  1. سام وید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ۷۱
  2. اتھر وید کے کنتاپ سوکت میں بشارات ۷۲
  3. کنتاپ سوکت کا پہلا منتر اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۷۳
     واضح اسم گرامی .... //
  4. جنگ احزاب کا مفصل ذکر ۷۵

باب دوم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ولادت وقبل از بعثت ۷۸

* شب ظلمت، ولادت وبعثت کے وقت دنیا کی مذہبی حالت .... //
  ایک اجمالی خاکہ .... //
* بوقت ولادت دنیا کی سیاسی واخلاقی ابتری ۸۰
* طلوع صبح سعادت کے وقت عربوں کی مذہبی حالت ۸۲
* عربوں میں بت پرستی کی ابتداء ۸۴
* طلوع صبح سعادت کے وقت عربوں کی اخلاقی حالت ۸۶
* سیاسی حالت ۹۰
* آفتاب نبوت کے لیے ملک عرب ہی کا انتخاب کیوں؟ ۹۳
* عطائے خلعت نبوت کے لیے قوم عرب ہی کیوں؟ ۹۵
* نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ ۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* ہاشم بن عبد مناف ۱۰۴
* عبد المطلب بن ہاشم ۱۰۶
* عبد اللہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قربانی کا واقعہ ۱۰۹
* والدین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ۱۱۱
* شجرۂ طیبہ ۱۱۴
* پہلا حصہ .... //
* دوسرا حصہ ۱۱۵
* تیسرا حصہ ۱۱۷
* شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ لرسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۰
* خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم .... //
* حصہ اول .... //
* حصہ دوم ۱۲۴
* نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام .... //
* حصہ سوم ۱۲۷
* تعداد ایام قیام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بعالم دنیوی ۱۲۸
* ولادت مبارک .... //
* تعداد ایام تبلیغ رسالت و نبوت .... //
* ظہور قدسی یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تاریخ ولادت باسعادت ۱۳۰
* عید میلاد کے نام سے کی جانے والی یہ خوشیاں ولادت پر ہیں یا وفات پر؟! ۱۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* مروجہ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کتاب وسنت کی روشنی میں ۱۳۸
* صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی نظر میں ۱۴۲
* قائلین عید میلاد النبی ﷺ کے دلائل اور اُن کا جائزہ ۱۴۷
* ایام رضاعت ۱۶۰
* فیوض وبرکاتِ رسول ﷺ ۱۶۴
* بچپن رسول ﷺ اور شق صدر ۱۶۷
* والدہ اور دادا کی کفالت اور وفات ۱۷۱
* دعوتِ فکر ۱۷۵
* بشریت رسول ﷺ بریلوی مکتب فکر کے علماء کے اقوال میں ۱۷۷
* نورِ مجسم نہیں، نورِ ہدایت ۱۸۳
* عنایت وحکمت الٰہی ۱۸۵
* ابو طالب کی آغوشِ کفالت اور آپ ﷺ کا بکریاں چرانا ۱۸۸
* سفر شام اور بحیرہ راہب کا قصہ ۱۹۱
* داستانِ بحیرہ پر عیسائی مصنفین کے برگ وبار ۱۹۴
* داستان بحیرہ کی علمی تحقیق ۱۹۷
* حرب الفجار میں شمولیت ۲۰۱
* حلف الفضول میں شرکت ۲۰۳
* مالِ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تجارت ۲۰۶
* حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ۲۰۸
* حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا اور دوسرا نکاح ۲۱۱
* ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اولاد رسول ﷺ، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ مختار کل ۲۱۲
* وفات ابراہیم رضی اللہ عنہ پر سورج کو گرہن لگ جانا ۲۱۶
* صلوٰۃ الکسوف ۲۱۷
* عقیدہ ''مختار کل'' اور حضرت پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ .... //
* ایک وظیفہ کی حقیقت ۲۲۰
* از بطن خدیجہ رضی اللہ عنہا تعداد اولاد رسول ﷺ کے بارے میں غلط فہمی! ۲۲۱
* فضیلت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۲۲۶
* صادق و امین اور تعمیر کعبہ ۲۲۸
* تعمیر کعبہ اور نبی ﷺ کا حکم مقرر ہونا ۲۳۰
* بعثت نبوی ﷺ کے بعد تعمیر کعبہ، اور چند حکایتیں ۲۳۳
* سیرت النبی ﷺ قبل از بعثت اجمالی نظر ۲۳۴
* ایک مشہور روایت ۲۳۷
باب سوم سیرت النبی ﷺ بعد از بعثت ۲۴۰
* طلوع آفتاب رسالت اور بعثت نبوی ﷺ ۲۴۳
* ورقہ بن نوفل کی شہادت و گواہی .... //
* مکی دور میں دعوت کا پہلا مرحلہ - خفیہ تبلیغ ۲۴۷
* تصدیق و ایمان ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ ۲۴۸
* خلاصۂ کلام ۲۴۹
* دوسرا مرحلہ - علانیہ تبلیغ ۲۵۰
* لمحۂ فکریہ ۲۵۳
* کفار و مشرکین کی ایذا رسانی ۲۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* ترغیب وترہیب ۲۵۷
* سوشل بائیکاٹ ۲۵۸
* عام الحزن ۲۶۲
* دعوت وتبلیغ کا تیسرا مرحلہ اور سفر طائف .... //
* تیسری شادی ۲۶۶
* شق صدر اور اسراء ومعراج .... //
* ہجرت صحابہ رضی اللہ عنہم سوئے حبشہ ومدینہ ۲۷۰
* ہجرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷۵
* وصول مدینہ منورہ ۲۸۰
* دولت اسلامیہ کا قیام ۲۸۴
* کیلنڈر کا آغاز وارتقاء ۲۸۷
* ہجری کیلنڈر کا آغاز ۲۹۱
* اسلامی تقویم کا واقعۂ ہجرت سے آغاز کیوں؟ ۲۹۶
* ہجری سنہ کی ابتداء واقعۂ ہجرت سے کیوں؟ ۳۰۰
* واقعۂ ہجرت کی عظمت .... //
* فتح مندیوں کا بیج ۳۰۱
* سنہ ہجری کی ابتداء ۳۰۲
* احساس ضرورت اور مشورہ ۳۰۳
* حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے ۳۰۴
* قومی سنہ کی ضرورت واہمیت ۳۰۵
* اجنبی سنہ سے اجتناب کیوں؟ ۳۰۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* صحابہ رضی اللہ عنہم کے دماغ کا سانچہ ۳۰۷
* قومی زندگی کی بنیادی اینٹ .... //
* سنہ اپنا ضروری تھا ۳۰۸
* واقعۂ ہجرت کا اختصاص ۳۰۹
* واقعۂ ہجرت کی اہمیت ۳۱۰
* ہجرتِ مدینہ کی حقیقت ۳۱۱
* قرآن مجید کی اصطلاح ''تزکیہ'' ۳۱۳
* داخلی استعداد کا دور ۳۱۵
* تکمیل کار کا اعلان .... //
* مدینے کی فتح .... //
* واقعۂ ہجرت اور فتح ونصرتِ الٰہی ۳۱۶
* سالِ نو مبارک ۳۱۷
* سالِ نو کے آغاز پر محاسبۂ نفس اور روزے ۳۲۱
* یادگارِ ہجرت نبوی ﷺ یا مغرب کی نقالی ۳۲۵
* مشرکین کی دیسہ کاریاں اور مسلمانوں کو اذنِ جہاد ۳۲۷
* غزوات وسرایا - ایک جائزہ ۳۳۲
* حدیثِ افک ۳۳۶
* براءت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مِنْ فوقِ سبع سمٰوات ۳۳۹
* حلِ مسائل ۳۴۳
* اُمہات المومنین حضرت حفصہ وزینب اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن سے نکاحِ نبوی ﷺ ۳۴۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* علم الغیب- شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ۳۵۰
* علم غیب- بریلوی مکتبِ فکر کی نظر میں ۳۵۳
* حضرت زینب بنت جحش اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما سے نکاحِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ...
* ملوک و امراء اور سلاطین و حکام کو تبلیغ .... //
* حضرت صفیہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما سے نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۵۴
* حضرت صفیہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما سے نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۵۷
* فتح مکہ اور رحمۃ للعالمین کی رحم گستری ۳۵۸
* حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۶۱
* دوسری عورتیں اور کنیزیں ۳۶۲
* حجۃ الوداع اور تکمیل اسلام کی بشارت .... //
* مرض الموت اور وصیتیں ۳۶۵
* آخری وصیتیں اور نصیحتیں ۳۷۰
* آخری لمحات اور سانحہ ارتحال ۳۷۴
* وفاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، غسل اور تکفین و تدفین ۳۷۹

حصہ دوم

سِیرۃُ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تذکارِ صحابہ و مناقبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حوالے سے

باب اوّل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تذکارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تناظر میں ۳۸۴

* مقامِ صحابیت و شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سب و شتم پر وعید شدید ۳۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* مقام صحابہ رضی اللہ عنہم ۳۹۲
* مقام و مرتبہ شہادت اور بین و نوحہ خوانی ۳۹۴
* نوحہ خوانی اور سوگ و ماتم ۳۹۹
* خلاصۃ الکلام ۴۰۴
* فضیلت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما، بزبانِ علی رضی اللہ عنہ ۴۰۷
* فضائل و مناقب صدیق رضی اللہ عنہ ۴۱۱
* فضائل و مناقب ۴۱۲
* مقام صدیق رضی اللہ عنہ بزبانِ فاروق رضی اللہ عنہ ۴۱۵
* فضائل و مناقب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۴۱۷
* نام و نسب و حالاتِ زندگی .... //
* فضائل و مناقب ۴۱۸
* صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے چند مشترکہ فضائل و مناقب ۴۲۵
* فضائل و مناقب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ۴۳۱
* نام و نسب اور مختصر حالاتِ زندگی .... //
* فضائل و مناقب .... //
* فضائل و مناقب صدیق و فاروق و غنی رضی اللہ عنہم ۴۳۶
* فضائل و مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۳۹
* نام و نسب اور حالاتِ زندگی .... //
* فضائل و مناقب .... //
* فضائل و مناقب عشرہ مبشرہ و خلفاء راشدین اربعہ وغیرہم رضی اللہ عنہم ۴۴۵
* فضائل و مناقب اہل بدر رضی اللہ عنہم ۴۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❊ فضائل ومناقب اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم ۴۵۲

❊ فضائل ومناقب انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم ۴۵۴

باب دوم سیرت النبی ﷺ، مناقب اہل بیت کی روشنی میں ۴۵۸

❊ اہل بیت کون کون؟ .... //

❊ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب الٰہی ۴۶۰

❊ امہات المومنین رضی اللہ عنہن ۴۶۸

❊ تذکرہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۴۷۰

❊ فضائل ومناقب ۴۷۲

❊ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اولادِ رسول ﷺ ۴۷۷

❊ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بنات الرسول ﷺ کی تعداد ۴۸۱

❊ ربائب النبی ﷺ ۴۸۴

❊ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بنات رسول ﷺ کا مختصر تذکرہ ۴۸۵

❊ حضرت زینب رضی اللہ عنہا .... //

❊ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۴۸۷

❊ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۴۸۸

❊ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ۴۹۰

❊ شیعہ کتب ومصنفین کے یہاں تعداد بناتِ رسول ﷺ ۴۹۳

❊ شیعہ کے اعتراضات اور ان کے مختصر جوابات ۴۹۵

❊ فضائل ومناقب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ۴۹۸

❊ فضائل مناقب حضرت فاطمہ وعلی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم ۵۰۱

❊ فضائل ومناقب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ۵۰۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* فضائل ومناقب حسنین رضی اللہ عنہما ۵۰۹
* ذکر ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ۵۱۲
* ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۵۱۴
* فضائل ومناقب ۵۱۶
* ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر وزینب بنت خدیجہ رضی اللہ عنہن ۵۲۱
* ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ۵۲۴
* ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۲۵
* نکاح ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ۵۲۹
* حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح سے متعلقہ آیت کی وضاحت ۵۳۲
* حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں اہتمام الٰہی اور اس کی وجہ ۵۳۶
* حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر کفار ومنافقین کے اعتراضات اور ان کا رد ۵۴۰
* حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر عیسائیوں کو تکلیف ۵۴۴
* ظہار اور اس کا حکم وکفارہ ۵۴۷
* ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ۵۵۰
* ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ۵۵۲
* ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ۵۵۴
* ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ۵۵۷
* نقشہ ۵۶۰
* تعدد زوجات کے سلسلہ میں ۵۶۱
* تعدد زوجات اور قانون ۵۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ تعددِ زوجات ہندوؤں اور اہلِ کتاب میں ۵۶۹

❁ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائی اکابرین سے تعددِ زوجات کی تائید ۵۷۲

❁ تین اہم نقاط ۵۷۶

❁ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعددِ ازواج کی حکمتیں، مصلحتیں اور فوائد ۵۷۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَسْتَھْدِیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

اَمَّا بَعْدُ:

اس کتاب کو میں نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے جو کہ مولانا محمد منیر قمر صاحب (مترجم شرعی کورٹ اُمّ القیوین۔ متحدہ عرب امارات حال، الخبر، سعودی عرب) کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جو متحدہ عرب امارات کی ریاست اُمّ القیوین کے ریڈیو اسٹیشن کی اردو سروس سے سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے کی گئی تھیں جنہیں بعد میں اکٹھا کر کے کتابی شکل دی گئی ہے۔

سیرت النبی ﷺ کا موضوع اتنا وسیع و جامع ہے کہ اس پر بہت لکھا جا چکا ہے اور قیامت تک مسلمان اس پاکیزہ و بابرکت موضوع پر لکھتے رہیں گے۔ کیونکہ ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ سیرتِ رسول ﷺ پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھ یا پڑھ کر سعادتِ دارین حاصل کرے۔

میں اپنے فاضل دوست مولانا محمد منیر قمر صاحب کا مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنے سیرت النبی ﷺ کے پروگرام کو ترتیب دینے کے لیے بندۂ عاجز کا انتخاب کیا۔ اور پروگرام کا مسودہ لکھنے اور کتابی شکل میں ڈھالنے کے لیے مجھے دیا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ پروگراموں کی ترتیب میں ربط برقرار رہے۔ ہاں اگر کسی جگہ میں نے تکرار کو ضروری ومفید سمجھا تو برقرار رکھا۔ اب اگر کسی جگہ تکرار یا کلام کے ربط وترتیب میں کمزوری نظر آئے تو وہ بندے کی طرف سے ہوگی۔

اس کتاب میں اصل محنت تو قمر صاحب کی ہے کیونکہ یہ کتاب ان کی ہی تقاریر ہیں۔ اور میں نے تو صرف تھوڑا بہت ترتیب کا کام کیا ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب قارئین کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

قارئین سے التماس ہے کہ اپنی نیک دعاؤں میں قمر صاحب کے ساتھ ساتھ مجھے بھی یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہمارے اس عمل کو خالص اپنے لیے بنائے اور شرف قبولیت سے نوازے اور آخرت میں ہمارے اور تمام قارئین کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

حافظ ارشاد الحق
رکن اسلامک مشن دبئی
(متحدہ عرب امارات)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَسْتَهْدِيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

اَمَّا بَعْدُ:

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی ہدایت کیلئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان ﷺ تک بعض روایات کی رو سے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جو تمام ہی اپنی اپنی جگہ بڑی قدر و منزلت والے اور مقربینِ الٰہی تھے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ جس پیغمبر کا نام لیں، پڑھیں یا ذکر سُنیں تو پورے احترام سے نام لیں، پڑھیں اور سُنیں۔ اور ساتھ ہی علیہ السلام بھی کہیں۔ اور جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذاتی اسمِ گرامی یا صفاتی نام آئے تو "عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ضرور کہیں، کیونکہ سورۂ احزاب، آیت: ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود و سلام بھیجا کرو"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خود نبی اکرم ﷺ نے اس کی تائید فرمائی ہے اور حدیث شریف میں تو یہاں تک آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

«رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ أَوْ بَعُدَ (مَنْ) ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: آمِينَ». ❶

''وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جس کے سامنے آپ (ﷺ) کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ (ﷺ) پر درود نہ بھیجے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے اس پر آمین کہا''۔

ایمان کے چھ ارکان ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے نبی ہونے کا پختہ عقیدہ رکھنا بھی جزوِ ایمان ہے۔ رہا معاملہ اتباع کا، تو وہ ہم پر صرف حضرت محمد ﷺ ہی کی فرض ہے جن کی بعثت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ ❷

ایسے ہی یہ بھی نہایت ضروری ہے اور جزوِ ایمان ہے کہ ہم انکے مابین نبی ہونے کی حیثیت سے کوئی تفریق نہ کریں جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آخری سے پہلی آیت ۲۸۵ میں اللہ تعالیٰ نے اصولِ ایمان کا ذکر کرتے ہوئے اہلِ ایمان کی زبان سے کہلوایا ہے:

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ﴾

''ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے''۔

---

❶ رواہ الحاکم. و قال: صحیح الاسناد و رواہ ابن حبان. ابن خزیمہ و ابن حبان کما فی الترغیب و الترغیب للمنذری ٤/ ٢٢٠ . ٢٢١ و قال الاعظمی فی تحقیق صحیح ابن خزیمہ (١٩٢/٣): اسنادہٗ جید و قال البنا فی الفتح الربانی (٩/ ٢٣٠)، اخرجہ الامام احمد والترمذی و الحاکم.

❷ ایمان کے چھ ارکان ہیں: ① اللہ پر ایمان لانا، ② فرشتوں پر ایمان لانا، ③ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، ④ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا، ⑤ اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لانا، ⑥ حیاتِ اُخروی پر ایمان لانا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی سورۂ آل عمران، آیت: ۸۴ میں حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، انبیاء آلِ یعقوب اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام، اور بالا جمال تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا اور ایمان لانے کی کیفیت سکھلاتے ہوئے فرمایا کہ یہ کہیں:

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾

''ہم ان تمام (انبیاء علیہم السلام کی نبوت) میں کوئی تفریق نہیں کرتے''

البتہ خود اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض انبیاء ورسل علیہم السلام کو بعض دیگر پر کچھ درجۂ فضیلت و بزرگی عطاء فرمایا ہے جیسا کہ قرآنِ پاک کے تیسرے پارے کی پہلی ہی آیت (یعنی سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾

''ان سب رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اُن میں سے کوئی ایسا تھا جس سے اللہ تعالیٰ خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے درجے دیئے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو روشن نشانیاں عطاء کیں، اور جبرائیلِ امین سے اس کی تائید و مدد کی''۔

اس سلسلۂ انبیاء علیہم السلام میں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ فضیلت و عظمت، قدر و منزلت اور شرف و رفعت امام الانبیاء خاتم الرسل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے صرف اس ایک پہلو پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کیا تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء سے ممتاز کرتے تھے؟ اور دلائلِ نبوت کیا کیا ہیں؟ اہلِ علم نے اس پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں، جن میں اس موضوع کا بڑی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حد تک حق ادا کر دیا ہے جن میں سے :

① الخصائص الکبریٰ امام سیوطی.

② دلائل النبوۃ امام بیھقی.

③ دلائل النبوۃ امام ابو نعیم.

④ دلائل النبوۃ امام ابن قتیبہ صاحبِ "غریب الحدیث و مختلف الحدیث".

خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم سیرت النبی ﷺ، تذکارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور مناقب اہلِ بیت رضی اللہ عنہم پر پیش کیے گئے اپنے ریڈیو پروگرام کی متعلقہ اقساط کو کتابی صورت میں ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اپنے فاضل دوست جناب مولانا حافظ ارشاد الحق صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی، مقیم الذید، شارجہ) کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے مسودہ اور اضافوں کی ترتیب وتدوین کی ذمہ داری بطریقِ احسن سرانجام دی۔

فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ.

دوحہ (قطر) میں مقیم اپنے ایک بھائی جناب عبد الودود اور جناب ضیاء اللہ خان صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جو اس کتاب کو چھاپنے کے سلسلہ میں سب سے سبقت لے گئے اور دوحہ میں دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرمِ عمل علماءِ کرام جناب مولانا شمیم احمد خلیل اور جناب مولانا عبد الحکیم صاحب کو بھی اپنا ہمنوا بنا کر کتاب کی طباعتِ اول کے تقریباً نصف اخراجات کا انتظام کیا۔ ان کے علاوہ متحدہ عرب امارات (دبئی، شارجہ اور الذید) کے جن احباب نے اس کتاب کی پہلی طباعت کے سلسلہ میں تعاون کیا ہے، ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

اس کا دوسرا ایڈیشن برائے ایصالِ ثواب مہتاب خان رحمہ اللہ ان کے بیٹے ریاض مہتاب خاں (دوحہ، قطر) کے خرچ پر شائع ہوا تھا، جبکہ یہ زیرِ نظر ایڈیشن جناب محمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایوب مشتاق (ڈائریکٹر جنرل شرکتہ رکن السنسنہ للمقاولات، الریاض۔ الجبیل۔ مقیم الخبر) کے خرچ پر انکے والدین کے ایصالِ ثواب کیلئے شائع ہوا ہے۔ **فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا.**

اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور نبیِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ان اوراق کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیئے رشد و ہدایت اور بالیدگیٔ ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ.

ابوعدنان **محمد منیر قمر** ابن حاجی نواب الدین غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ
متحدہ عرب امارات
ترجمان شریعت کورٹ ام القیوین
۲۱ رجب ۱۴۱۰ھ
(حال، الخبر، سعودی عرب)
۱۷ فروری ۱۹۹۰ء

☆ راقم ۱۴۱۵ھ سے سعودی عرب منتقل ہو چکا ہے۔ (ابوعدنان)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبصرہ جات

برکتاب "سیرۃ امام الانبیاء"

تبصرہ نگار : شیخ محمد اقبال لاسی

اسلامک سنٹر بی بلاک۔ نارتھ ناظم آباد کراچی (پاکستان)

میرے محترم! کل ہی کی بات ہے کہ مجھے آپ کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب "سیرۃ امام الانبیاء ﷺ" مل چکی ہے۔ یہ کتاب چونکہ کل رات ملی ہے اس لیے میں اس سے کوئی استفادہ نہیں کر سکا ہوں۔ لیکن مضامینِ فہرست دیکھ چکا ہوں۔ آپ نے بڑی محنت سے کام لیا۔ خصوصاً عیسائی اور دیگر مغربی مورخین و مفکرین کی آراء کو نہ صرف پیش کرنے میں بلکہ ان کی تحریروں میں پائے جانے والے بے جا تعصبات اور سقم کو بھی ظاہر کیا ہے اور ان کے اعتراضات کا تجزیہ بھی فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ برِ صغیر پاک و ہند کے علمائے کرام کے نزدیک پچھلی تقریباً پون صدی سے اُٹھے ہوئے مسائل جن میں سے اکثر و بیشتر کا رُخ رسولنا ونبینا حضرت محمد ﷺ کی طرف ہے تو آپ نے ان مسائل میں سے بالخصوص نور و بشر، علم غیب اور عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت اور مروجہ انداز پر بحث کی ہے۔ میں نے چونکہ ان مباحث کو جستہ جستہ دیکھا ہے، باالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ اپنے علمی ذوق اور سابقہ عادت شریف، جو ہر بات میں میانہ روی اور اعتدال کو پسند کرتے ہیں، برقرار رکھا ہوگا اور مسائل کے صرف بیان تک ہی نہیں بلکہ ان دقیق تحقیقی اور علمی مسائل کا جو میرے نزدیک زیادہ تر "روحانی" ہیں، بہترین انداز سے حل کیا ہوگا۔

آپ کا مخلص

شیخ محمد اقبال لاسی۔ کراچی

مورخہ ۴ر دسمبر ۱۹۹۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ الاعتصام جلد:۴۴ شمارہ:۵۲

۲۹؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ،۲۵؍دسمبر ۱۹۹۲ء

تبصرہ نگار: جناب علیم ناصری صاحب ؒ ایم-اے

مولانا محمد منیر قمر ایک طویل عرصے سے ام القیوین (عرب امارات) میں شرعی کورٹ کے ترجمان ہیں۔ وہ ہمارے جوان سال علماء میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ شرعی عدالت میں ترجمانی کے فرائض انجام دیتے ہیں بلکہ وہاں ریڈیو عرب امارات سے دینی امور کے سلسلے میں ان کی تقاریر بھی نشر ہوتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی ان کی انہی تقاریر کا مجموعہ ہے جو کہ انہوں نے سیرتِ طیّبہ کے مختلف پہلوؤں پر فرمائی تھیں۔ مولانا موصوف سرتاپا صالح الفکر شخص ہیں اور انہوں نے سیرت کے جملہ پہلوؤں کو قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تالیف فرمایا ہے۔ کتاب کی خصوصیّت یہ ہے کہ دَورِ حاضر میں بعض غالی حضرات نے سیرتِ طیّبہ کے بعض پہلوؤں پر غیر ثقہ روایتوں اور وضعی حدیثوں سے حاشیہ آرائی کی ہے مثلاً:

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ ، لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ.

معراج النبی ﷺ، اور میلاد النبی ﷺ کی روایات، نور و بشر، مختارِ کل کا عقیدہ، علم غیب، حاضر و ناظر، وفات یا وصال اور بعض غیر ثقہ معجزے وغیرہ کی غلط روایات رائج ہیں۔ مولانا قمر نے ان مضامین پر موقع بہ موقع کتاب وسنّت کی روشنی میں محاکمہ کیا ہے اور حقائق سے پردہ کشائی کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور بعثت سے قبل عرب کی عام معاشرتی، مذہبی اور سیاسی بے راہ روی پر بھی مدلّل قلم فرسائی کی گئی ہے جس سے فکر و فہم کے دریچے واہوتے ہیں، اور ایامِ جاہلیت سے آنحضرت ﷺ کی وفات تک کے تمام مراحل بالترتیب بیان ہوتے چلے گئے ہیں۔ اس حادثۂ فاجعہ پر کتاب کا پہلا حصہ تمام ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو صفحہ ۴۰۰ تک محیط ہے اس کے بعد حصہ دوم کا سلسلہ چلتا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب ہیں اور بعض دینی مسائل بھی جو ہماری زندگیوں میں راہنمائی کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان محترم شخصیات میں خلفائے اربعہ، امہات المؤمنین، بنات الرسول ﷺ شامل ہیں۔ نیز عیسائی مستشرقین کے بعض اعتراضات کے جوابات بھی اس حصے میں مندرج ہیں۔ غرض یہ کتاب سیرت الرسول ﷺ کے موضوع پر نہایت مدلّل اور مرتّب کتاب ہے جس کا ظاہر بھی دیدہ زیب اور باطن بھی دلکشا اور نظر افروز ہے۔ مکتبہ کتاب و سنّت ریحان چیمہ اس کی طباعت کے بہترین اہتمام پر مبارکباد کا مستحق ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مولانا منیر قمرؔ کے حسنات میں شمار کر کے فوز و فلاحِ آخرت کا سبب بنائے۔ آمین

علیم ناصریؒ ایم۔اے

❁❁❁

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور جلد: ۲۴ شمارہ: ۵

۵رشعبان ۱۴۱۳ھ، ۲۹رجنوری ۱۹۹۳ء

تبصرہ نگار: بشیر انصاری صاحب ایم۔اے

مولانا محمد منیر قمرؔ کی شخصیت دینی، علمی اور اجتماعی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ ایک عرصہ سے دعوت وارشاد کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے نامور فرزند ہیں۔ طلب علمی کے دَور سے ہی ان کے مضامین اعلیٰ جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنّف، مؤلّف اور مترجم ہیں۔ ان میں سے ''آئینہ نبوت، رمضان المبارک: روحانی تربیّت کا مہینہ، کشف الشبہات، مناسکِ حج وعمرہ، دعوۃ الی اللہ، وجوب عمل بالسنۃ، قبولیتِ عمل کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرائط، سوئے حرم (حج وعمرہ اور قربانی کے مسائل) نماز مسنون، اور درآمد شدہ گوشت کی شرعی حیثیت'' بہت اہم ہیں۔

زیر نظر کتاب مولانا محمد منیر قمر مترجم شرعی کورٹ ام القیوین کی اُن تقاریر کا مجموعہ ہے جو ام القیوین ریڈیو اسٹیشن کی اردو سروس سے سیرۃ النبی ﷺ کے عنوان سے نشر کی گئی تھیں جنہیں بعد میں اکٹھا کر کے کتابی شکل دی گئی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تمیض میں حافظ ارشاد الحق صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی مقیم الذید نے بھی بڑی محنت و کاوش صرف کی ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے جس میں رنگارنگ کے بیسیوں عنوانات پر علمی جواہرات بکھرے ہوئے ہیں۔

حصہ اول میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے کے حالات سے لے کر آپ ﷺ کی وفات، غسل اور تکفین وتدفین تک سیرت کے پہلو اختصار کے ساتھ آ گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں تذکارِ صحابہ ومناقب اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا تذکرہ موجود ہے۔ وہ بھی بڑا مدلل، تحقیقی اور علمی انداز کا حامل ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے موصوع کی وسعت اور جامعیت کا اندازہ لگانا ہی بڑا مشکل ہے کیونکہ اس موضوع پر ہر زبان میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہر مصنف نے اپنے اپنے انداز میں گلدستۂ سیرت میں گل بوٹے سجائے ہیں اور دارین کی سعادتیں سمیٹی ہیں۔ مولانا محمد منیر قمر صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے تقریر کے محدود وقت کے باوجود ہر عنوان پر قارئین کو خاصہ مواد مہیا کیا ہے۔ بحمد اللہ ان کا سلسلۂ تصنیف وتالیف روبہ ترقی ہے۔ جن دوست واحباب نے کتاب کی ترتیب واشاعت میں حصہ لیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے اور قارئینِ کرام کو اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

(مدیر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ مجلہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن جلد:٦ شمارہ:٦
شعبان ۱۴۱۳ھ، فروری ۱۹۹۳ء

تبصرہ نگار: جناب ابوالریاض سلفی صاحب

سیرۃ النبی ﷺ ایک ایسا سدا بہار پھول ہے۔ جس میں کبھی خزاں نہیں آتی۔ یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ دنیا بھر کے ریفارمروں، مصلحین، جرنیلوں اور فاتحین، سیاسین اور انقلابی انسانوں کو سوانح عمریاں جو کسی بھی زبان میں لکھی گئی ہیں، ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور نبی ﷺ کی سوانحات حیات دوسرے پلڑے میں رکھی جائیں تو نبی ﷺ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ عربی میں آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک پر بے شمار اور قیمتی کتابیں موجود ہیں۔ اردو میں ''رحمۃ للعالمین'' علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو اولیت حاصل ہے ان کے مقام کو کوئی نہ پہنچا ہے۔

''سیرۃ النبی ﷺ'' مصنفہ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اردو میں اعلیٰ پائے کی کتاب ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''الرحیق المختوم'' نے بھی سیرت کے موضوع پر عالمی شہرت حاصل کی ہے۔ ''محبوب خدا'' مصنفہ چوہدری فضل حق مرحوم بھی علم وادب کا مرقع ہے۔

ہمارے فاضل دوست مولانا محمد منیر قمر (جوام القیوین کے شرعی کورٹ میں ترجمان ہیں) نے بھی ''سیرۃ امام الانبیاء ﷺ'' مرتب کر کے سیرت نگاروں میں اپنا نام ورج کرانے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔

مولانا محمد منیر قمر نے گمنامی کی صفوں سے اٹھ کر اپنی محنت اور علمی خدمات کی بدولت نہایت اچھی شہرت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے پڑھنے کی بہترین صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ وہ ہمیشہ لکھتے پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ مولانا منیر قمر متحدہ عرب امارات اُم القیوین کے ریڈیو اسٹیشن سے سیرۃ النبی ﷺ اور فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موضوع پر اردو میں تقریریں نشر کرتے رہے ہیں۔ یہ کتاب بھی دراصل ان کی ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ ہے۔ جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ جس میں دو سو ستر (۲۷۰) عنوان قائم کر کے سیرۃ النبی ﷺ کی جامعیت کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ مولانا منیر قمر نے کتاب پر خاصی محنت کی ہے اور آخر میں چھ صفحوں پر مراجع و مصادر بھی لکھ دیئے ہیں۔ کتاب کی ترتیب و تبییض میں مدینہ یونیورسٹی کے فاضل حافظ ارشاد الحق نے ان کا خوب ہاتھ بٹایا ہے۔ اور اردو میں اس کی طباعت و کتابت اور پوری پروف ریڈنگ میں مولانا سید محمد اسلم سلیم ترمذی نے اپنی ذمہ داریاں بطریقِ احسن انجام دی ہیں۔

کتاب بڑے سائز کے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت و طباعت اور کاغذ نہایت عمدہ ہے۔ خوبصورت جلد پانچ رنگ جاذبِ نظر ٹائیٹل اس کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے۔ قیمت درج نہیں۔ اسے مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے شائع کیا ہے۔

❁❁❁

مجلہ الدعوۃ لاہور جلد: ۴، شمارہ: ۳

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مارچ ۱۹۹۳ء

تبصرہ نگار: مدیر اعلیٰ! (مولانا أمیر حمزۃ)

مولانا محمد منیر قمر گلف کی ایک ریاست ''ام القیوین'' میں ایک عرصہ سے دعوت و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ وہاں وہ اردو دان طبقہ کیلئے ریڈیو پر دعوتی درس بھی دیتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب دراصل ان کے انہی دعوتی دروس اور تقاریر پر مشتمل ہے جو کہ سیرت النبی ﷺ پر ہیں۔ چھ سو صفحات کی اس کتاب میں ''صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم'' کے فضائل بھی ہیں۔ عقائد کی اصلاح کی جانب بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اور بدعات کا ردّ بھی دلائل کے ساتھ موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صراطِ مستقیم" برمنگھم جلد ۱۳، شمارہ: ۱۱-۱۲

مئی، جون ۱۹۹۳ء

تبصرہ نگار: مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی ایم اے (عربی و اسلامیات)

ایم، او، ایل نائب امیر المرکزیہ (برطانیہ) سب ایڈیٹر ماہنامہ "صراطِ مستقیم" برمنگھم

سیرۃ طیبہ بڑا مبارک، مقدس اور نازک موضوع ہے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ اصحاب جو اس قلم پر اٹھا کر اپنے آپ کو سیرت نگاروں کی صف میں شامل کر لیتے ہیں۔ سیرت نگاری پر قلم چلانے والے آنحضرت ﷺ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں کرتے۔ جس ہستی کی تعریف میں قرآن نازل ہو، دوسرا کیا کر سکتا ہے۔

بقول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

مَا اَنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِي

وَلٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

(میں نے حضرت محمد ﷺ کی شان میں مقالہ لکھ کر آپ ﷺ کی شان میں تو کوئی اضافہ نہیں کیا، البتہ نبی ﷺ کے ذکرِ جمیل کی وجہ سے میرے مقالے کی شان ضرور دوبالا ہو گئی ہے)۔

یہ موضوع نازک اس لیے ہے کہ جس ذاتِ گرامی کے حالات و واقعات تحریر کرتے ہیں، کہیں ان کی شانِ اقدس میں گستاخی نہ ہو جائے اگر تھوڑا سا بھی شائبہ پایا گیا تو تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ بڑا پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ اس ہستی کے آگے بڑے بڑے بھی دم نہیں مار سکتے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید اینجا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت نگاری میں کئی اصحاب نے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق خامہ فرسائی کی ہے۔آنحضرت ﷺ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو چھان مارا، آپ ﷺ کی خلوت اور جلوت کے قیمتی موتی اکٹھے کیے اور اس بحرِ بیکراں میں بڑے بڑے سیرت نگاروں نے اپنے قلم کے گھوڑے دوڑائے مگر انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا۔

اردو زبان میں بھی سیرت کی کئی مشہور کتب ہیں جن میں سرِ فہرست سیرۃ النبی ﷺ، رحمۃ للعالمین، سیرتِ طیبہ، الرحیق المختوم، اور ہادیٔ دو عالم ہیں۔

مولانا محمد منیر قمر بڑے مشہور فاضل عالمِ دین ہیں۔کئی کتب کے مصنف ہیں۔ام القیوین شرعی کورٹ کے یہ ترجمان ہیں، ''سیرت امام الانبیاء ﷺ'' ان کی مشہور تصنیف ہے۔یہ کتاب دراصل متحدہ عرب امارات کی ریاست ام القیوین کے ریڈیو اسٹیشن کی اردو سروس کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو مولانا نے سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر کی تھیں۔یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں آنحضرت ﷺ کی بشارت دیگر کتب میں، عربوں کے حالات، بچپنِ رسول ﷺ، امینِ کعبہ، بعثتِ نبوی ﷺ، ہجرتِ رسول ﷺ، غزوات اور تجہیز و تکفینِ رسول ﷺ جیسے موضوعات بیان کیے گئے ہیں۔دوسرے حصے میں مقامِ صحابہ، مناقبِ اہل بیت، خلفاء اربعہ، امہات المؤمنین، بناتِ رسول ﷺ اور تعددِ ازواج جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مؤلف نے سیرۃ النبی ﷺ کے وسیع و عریض موضوع کو کوزہ میں بند کرنے کی کوشش کی ہے، تمام واقعات و حالات اختصار کے ساتھ اس میں سمو دیے ہیں سلفی انداز اور خیالات سے کتاب لکھی گئی ہے۔کتاب کا انداز مناظرانہ ہے۔بریلوی اور شیعہ حضرات کے عقائد اور ان کے سوالات کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے۔مؤلف نے انہیں تفصیل سے بیان کیا ہے جس وجہ سے واقعات و حالات میں تسلسل قائم نہیں رہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکا۔ کتاب پڑھ کر ''رحمۃ للعالمین'' کی جھلک اس میں نظر آتی ہے۔ وہ اصحاب جو اختصار کے ساتھ سیرۃ النبی ﷺ کی کسی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، ان کیلئے نایاب تحفہ ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی محنت وکاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور انہیں مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ثناء اللہ سیالکوٹی ایم۔ اے

❀❀❀

ماہنامہ ''البدر'' ساہیوال جلد: ۳، شمارہ: ۱۲

زیرِ ادارت: سیّد ضیاء اللہ شاہ بخاری۔ دسمبر ۱۹۹۳ء

تبصرہ نگار: حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

یہ کتاب بھی مولانا محمد منیر قمر صاحب کی تحریر کردہ ہے جس کی ترتیب وتبییض کا کام حافظ ارشاد الحق صاحب نے کیا ہے۔

اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ سیرت النبی ﷺ کا۔ دوسرا حصہ نبی کریم ﷺ کے فیض یافتگان، یعنی شمعِ رسالت کے پروانے صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کے حالات کا۔ اِس کتاب میں بھی فاضل مصنف نے روایات کی صحت وتحقیق کا خصوصی اہتمام کیا ہے، بالخصوص سیرت سے متعلقہ حصہ اوّل میں جس کی وجہ سے یہ کتاب بھی سیرت کی دوسری کتابوں سے ممتاز ہوگئی ہے۔ صحتِ روایات کے التزام و اہتمام کی وجہ سے ہی بہت سے مشہور واقعات بالخصوص ولادتِ نبوی ﷺ وغیرہ سے متعلقہ اس میں بار نہیں پاسکے۔

بہر حال یہ کتاب بھی نہایت مفید اور عوام وخواص کے مطالعہ کے لائق ہے۔

❀❀❀

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ اہلحدیث جلد: ۳۵، شمارہ: ۲۹

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ - ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء

تبصرہ نگار: محمد بلال حماد

تالیف: الشیخ محمد منیر قمر حفظہُ اللہ۔ ترتیب: حافظ ارشاد الحق

سیرتِ طیّبہ ایک ایسا پاکیزہ اور روح پرور عنوان ہے کہ جس کا ہر عنوان محبت وعقیدت اور ایمان وسلامتی والا ہے۔ رسولِ پاک ﷺ سے والہانہ محبت، آپ ﷺ کی کامل اطاعت اور اسوۂ رسول ﷺ کی صحیح اتباع ہی نجات اور کامیابی کا راستہ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''سیرت امام الانبیاء ﷺ'' دراصل تقاریر و لیکچرز کا ایک مجموعہ ہے جو کہ فاضل مؤلف نے متحدہ عرب امارات میں اپنے قیام کے دوران وہاں کی ریاست ام القیوین کے ریڈیو کی اردو سروس میں سیرتِ طیّبہ کے مقدس عنوان پر دیئے تھے۔ ان کی موجودہ ترتیب کا کام حافظ ارشاد الحق فاضل مدینہ یونیورسٹی نے سرانجام دیا ہے۔

اس کتاب میں بائبل کے عہدِ قدیم وجدید اور دیگر حوالوں سے نبیٔ اکرم ﷺ کے بارے میں پیش گوئیوں کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے عربوں کی مختلف حالتوں کا بیان اور پھر قبل از نبوت کے احوال وواقعات کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کی دلآویزیوں کا تذکرہ بھی ہے مکی دور اور ہجرت کے واقعات کو بھی قلمبند کیا گیا ہے۔ اس دوران نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں مسلمانوں میں پائے جانے والے غلو (عالم الغیب یا آپ ﷺ کو مختارِ کُل سمجھنا وغیرہ) اور عید میلاد کی شرعی حقیقت کو بھی واضح کیا ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں نبیٔ اکرم ﷺ کی وفات تک کی سیرتِ طیّبہ کا حسین ودلآویز تذکرہ ہے۔

جبکہ دوسرے حصے میں بناتِ رسول اللہ ﷺ (قرآن وسنّت اور شیعہ کتب کے حوالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا ایمان افروز بیان بھی ہے۔اس طرح کتاب انتہائی مفید اور ایمان و نور کو اپنے جلو میں لیئے ہوئے ہے۔اسے پڑھیں ، دوسروں کو پڑھائیں ، اس سے سیرۃِ طیبہ اور سنتِ مطہرہ کی روشنی مزید پھیلے گی اور شرک و کفر ، بدعت و نفاق اور بداخلاقی و بے راہ روی کی تاریکی کافور ہوگی۔اِنْ شآءَ اللّٰہ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ اوّل

سِیرۃُ النّبی
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

باب اوّل

سیرت النبی ﷺ قبل از ولادت

میثاقِ انبیاء

عام طور پر اساطینِ علم وفکر، اصحابِ قوت وسلطنت، ملوک وامراء، ریفارمرز یا مصلحین ومجدّدِ دین، دانشمندوں اور سیاستدانوں میں سے کسی بھی بڑی شخصیت کا سوانحی خاکہ تیار کرنا ہو تو اس کا آغاز اس کی ولادت سے کیا جاتا ہے، یا زیادہ سے زیادہ اس کی مساعی اور کارناموں کو اُجاگر کرنے کیلئے اس زمانے کی اخلاقی وسیاسی حالت ذکر کردی جاتی ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت اور حیاتِ طیبہ کا معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا آغاز آپ ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ولادتِ باسعادت سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ آپ ﷺ تو اپنی ولادت سے پہلے ہی مشہور و معروف ہو چکے تھے۔ تو آیئے پہلے سیرت النبی ﷺ کے اِس جزوِ اول یعنی ''سیرت قبل از ولادت'' کا مختصر مطالعہ کریں۔ اور دیکھیں کہ نبی ﷺ اپنی ولادت سے بھی پہلے کب سے اور کس طرح مشہور و معروف تھے؟

اس سلسلہ میں ہمیں تاریخ انسانیت یا تاریخ عالَم کے اوراق کھنگالنے کی بجائے صرف خود اللہ تعالیٰ کی اپنی نازل کردہ کتابوں سے ہی کافی مواد مل جاتا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصائص و فضائل سے نوازا تھا، ان میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ آپ سب میں سے جس کسی کے عہدِ رسالت و نبوت میں میرا رسول ﷺ مبعوث ہو جائے تو آپ کا فرض ہے کہ ان پر ایمان لائیں، ان کی اتباع کریں، اور مدد و نصرت میں لگ جائیں، اگر کسی کی زندگی میں یہ واقعہ رونما نہ ہوا تو اپنی امت کو اِسی بات کی وصیت کر کے جائیں۔ [1]

اس عہد و پیمان کا ذکر سورۂ آلِ عمران، آیت: ۸۱، ۸۲ میں یوں مذکور ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ: ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ کتاب و حکمت (اور شریعت) میں تمہیں عطا کروں، پھر آپ کے پاس

---

[1] مختصر تفسیر ابنِ کثیر للرفاعی ٤/ ٢٣٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا رسول آ جائے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو آپ سب اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے۔ اور اُس کی مدد و نصرت کرو گے، فرمایا: کیا آپ سب نے اقرار کیا؟ اور میرے اس عہد کو قبول کیا؟ ان سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا، فرمایا: اب پھر گواہ رہو اور میں بھی آپ سب کے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر اس (عہد و اقرار) کے بعد جو کوئی پھر جائے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں''۔

اس آیت میں اہلِ کتاب کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لا کر اس عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہو جو تمہارے انبیاء اور انکے ذریعے تم سے لیا گیا ہے، اب بتاؤ کہ تمہارے فاسق ہونے میں کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے؟ ❶

حضرت علی اور ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اس آیت میثاق کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت میں رسول سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا تھا کہ اگر وہ خود ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں۔ اور ان کی تائید ونصرت کریں ورنہ اپنی امّت کو اس بات کی وصیت کر کے جائیں''۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہورِ عالم تفسیر میں اسی قول کو اولیت دی ہے۔

جبکہ دوسرا قول حضرت طاؤس، حسن بصری اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ میثاق اس لیے لیا گیا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام آپس میں ایک دوسرے کی تائید ونصرت کریں گے، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یکے بعد دیگرے دونوں تفسیریں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان دونوں میں بھی کوئی تناقض وتعارض نہیں ہے۔ ❷

---

❶ تفسیر کبیر رازی بحوالہ فوائد سلفیہ المسمّی باشرف الحواشی

❷ ابن کثیر مختصر نردمی ۱ ۲۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ نبی رحمت ﷺ اللہ تعالیٰ کے علم میں ازل سے ہی نبی تھے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء میں آپ ﷺ معروف تھے۔

نوٹ: اس موضوع سے متعلقہ احادیث اگلے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

دعائے خلیل علیہ السلام، نویدِ مسیحا علیہ السلام

سورۃ البقرہ، آیت: ۱۲۶ تا ۱۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تعمیرِ کعبہ کا واقعہ بالتفصیل ذکر فرمایا ہے یہاں تک کہ جب یہ دونوں باپ بیٹا خلیل و ذبیح علیہما السلام تعمیرِ کعبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء فرمائی:

﴿رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾

"اے میرے رب! اس شہر مکہ کو امن والا بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما"۔

اسکے بعد والی دعاء میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اپنے والدِ گرامی کے ساتھ دعا میں شامل ہوگئے اور فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ﴾

"اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنادے۔ اور ہماری اولاد میں سے ایسی امت پیدا فرما، جو تیری فرمانبردار ہو"۔

اور دعاء کے آخر میں فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

"اے ہمارے رب! اُن میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو۔ ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے تیری آیات بیان کرے۔ انہیں کتاب وحکمت سکھلائے، اور انہیں (شرک وبدعت) سے پاک کرے۔ بے شک تو غالب وحکمت والا ہے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء میں جس رسول کا ذکر ہے، تمام مفسّرین کے نزدیک اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ہی سورۃ الجمعہ، آیت نمبر۲ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اُن ناخواندہ لوگوں میں ایک رسُول کو مبعوث فرمایا، جو اُن ہی میں سے تھے''۔ ❶

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ساری دعائیں مِن وعَن قبول ہوئیں۔ مکہ مکرّمہ کو اللہ تعالیٰ نے بلد الامین یعنی امن وآشتی والا شہر بنایا۔ اور اہلِ مکہ ہی میں سے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

نبیٔ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً چھ سو برس پہلے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہدِ نبوت تھا تو انہوں نے اپنی امت کو اُسی وقت ایک نبی ورسول کی آمد کی بشارت دی اور معاملہ بالکل مبہم نہیں چھوڑا بلکہ صفات کے طور پر نبیٔ اکرم ﷺ کے دو ذاتی ناموں (محمد واحمد) میں سے ایک نام احمد بھی لیا۔ ﷺ۔ جیسا کہ سورۂ صف، آیت:۶ میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾

''اور یاد کرو مریم کے بیٹے کی وہ بات جو انہوں نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل!

---

❶ مختصر ابن کثیر للرفاعی ۱/ ۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے۔ اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا"۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح پیشین گوئی کا ذکر ہے جو کہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے آخری نبی تھے۔

نبی ﷺ کی کنیت اور اسمائے گرامی:

جہاں تک آپ ﷺ کے اس نام کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ لِيْ أَسْمَاءً ....أَنَا مُحَمَّدٌ، أَنَا أَحْمَدُ».

"میرے کئی نام ہیں.... میں محمد ہوں، میں احمد ہوں"۔

ان دونوں ناموں میں سے پہلا نام دادے نے رکھا، اور دوسرا نام آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے رکھا تھا۔ اور یہ حدیث بخاری و مسلم میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے اور صحیح مسلم ترمذی، نسائی، دارمی، اور مسند ابو داود طیالسی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

نبی ﷺ کی کنیت اپنے پہلوٹھے لختِ جگر قاسم کے نام سے (ابو القاسم) تھی۔ جس کا ذکر صحیح بخاری (مع الفتح ۱۰/۵۷۱ کتاب الادب) اور صحیح مسلم (مع النووی ۱۴/۱۱۲ کتاب الادب) اور دیگر کتب حدیث میں مذکور صحیح احادیث میں آتا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے چند ناموں کا تذکرہ تو خود فرمایا ہے۔ جیسے: احمد، الحاشر، الماحی، العاقب، المقفی، نبی الرحمہ، نبی التوبہ، خاتم النبیین، نبی الملاحم یا نبی الملحمہ۔ [1]

---

[1] بخاری حدیث ۳۵۳۲ و مسلم مع النووی ۸/ ۱۵/ ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۵، حاکم ۴/ ۲۷۳۔ ۲۷۴، مسند طیالسی ۲/ ۸۵ مسند احمد ۵/ ۱۰۴، ۱۰۵، و مسند بزار حدیث ۲۳۷۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اسمائے گرامی کی طرح ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی دیگر صفاتی اسمائے گرامی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اور امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر ذکر ہونے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کو جمع کیا ہے۔ جن کی مجموعی تعداد سرسٹھ (٦٧) تک پہنچ گئی ہے۔ ❶

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اوصاف میں سے ایک ایک کا نام لیا جائے تو ان کی تعداد دوسو (٢٠٠) سے بھی متجاوز ہو جائے گی۔ ❷

اور حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ناموں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے حتیٰ کہ ان کی تعداد چار سو تیس (٤٣٠) کے لگ بھگ پہنچ گئی ہے۔ اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نے اس طرح ان ناموں کو جمع اور مرتب کیا ہو۔ ❸

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اسی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبَشَارَةُ عِيسَى وَ رُؤْيَا أُمِّي».

''میں ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں''۔ ❹

---

❶ عارضة الاحوذی شرح جامع ترمذی ٢٨١/١٠.

❷ زاد المعاد لابن القیم ٨٨/١.

❸ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص: ٨٠ ـ ٨٣ بحوالہ تخریج و تعلیق فرقہ ناجیہ مولانا حکیم محمد اشرف سندھو از حفید المؤلف مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب، تخریج نمبر ٦.

❹ مسند احمد ٤/ ٢١٧ عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ، ابن حبان و صححہ موارد الظمآن: ٢٠٩٣. مستدرک حاکم ٢/ ٤١٨ عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ وصححہ ووافقہ الذہبی و صححہ الالبانی فی المشکوٰۃ ٥٧٥٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا حالی نے اس حدیث کا ترجمہ اس مصرعہ میں کیا ہے ع

دعائے خلیل علیہ السلام اور نوید مسیحا علیہ السلام

یہ حدیث مشکوۃ شریف میں شرح السنۃ کے حوالے سے یوں ہے:

«إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُم بِأَوَّلِ أَمْرِي، دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَ بِشَارَةُ عِيسٰى وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ».[1]

''میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوں جبکہ آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر تیار ہوا تھا اور میں تمہیں اپنے ابتدائے امر کی خبر بھی دوں گا، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو اس نے مجھے جنم دیتے وقت دیکھا اور اس کیلئے ایک نور نکلا جس سے اُس کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے''۔

اسی موضوع کی بعض دیگر روایات بھی ہیں جن کا مجموعی مفاد یہ کہ آپ ﷺ علم الٰہی میں ازل سے ہی نبی تھے۔ البتہ بعض غالی لوگوں نے جو یہ مفہوم نکالا ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی، یہ عقیدہ سراسر غلط اور خلاف ارشادِ نبوی ﷺ ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«أَوَّلُ مَا خُلِقَ الْقَلَمُ وَقَالَ: اُكْتُبْ، قَالَ: رَبِّي! وَ مَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبْ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

''سب سے پہلے قلم پیدا کی گئی، اور اللہ تعالیٰ نے (اس قلم کو) فرمایا: لکھ، تو

---

[1] معجم طبرانی کبیر۔ دلائل النبوہ ابو نعیم۔ مجمع الزوائد ۸/۲۲۳، صحیح الجامع ۲۲٤ وحسنه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے (سب کچھ) لکھ دے''۔

ام الکتاب میں تو آپ ﷺ کا نبی آخر الزماں ہونا مرقوم تھا جو کہ وجودِ علمی ہے نہ کہ وجودِ خلقی اور وجودِ علمی کے اعتبار سے تو تمام مخلوقات بھی نبی ﷺ کے برابر ہیں کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ عَلِمَ الْأَشْيَاءَ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ عَامٍ».

''زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم تھا''۔

اور علم الٰہی اُس کی غیر مخلوق ذاتی صفت ہے۔[1]

بعض دیگر وہ روایات جو آپ ﷺ کے علم الٰہی میں ازل سے نبی ہونے پر دلالت کرتی ہیں یہ ہیں:

«عَنْ مَيْسَرَةَ الْفَجْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَتٰى كُنْتَ نَبِيًّا؟ - وَفِيْ لَفْظٍ: مَتٰى كُتِبْتَ؟ - قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ».

''حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کب سے نبی ہیں؟ (اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کب سے نبی لکھے گئے ہیں؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (میں علم الٰہی میں اُس وقت سے نبی ہوں) جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہو رہی تھی''۔[2]

---

[1] حاشیہ مختصر ابن کثیر ۱/۱۱۱
اور مزید تفصیل کیلئے دیکھئے "محمد ﷺ افضل الخلق"... للعلامۃ محمد نسیب الرفاعی.

[2] مسند احمد ۵/۵۹ و صححہ و حاکم ۲/ ۶۰۷، ۶۰۹ و صححہ و اقرہ الذہبی و قال الہیثمی ۸/۲۲۳ رواہ احمد و الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ».

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کب نبوت واجب ہوگئی؟ (یعنی آپ کب سے نبی ہیں؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہو رہا تھا''۔ ❶

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَتٰى جُعِلْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ». ❷

''حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی (صحابی رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کب نبی بنائی گئے تھے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبکہ آدم علیہ السلام ابھی جسم و روح کی درمیانی کیفیت میں تھے''۔

ان تمام روایات کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی میں اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق ہو رہی تھی۔

اہل کتاب کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل

کتاب اللہ کی روشنی میں

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدیوں پیشتر ہی معروف ہو چکے تھے، اور اہلِ کتاب کو اس کے بارے میں علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں مبعوث ہوں گے۔ کہاں ہجرت کریں

---

❶ ترمذی. كتاب المناقب ٣٦/٩ وصححه. و حاكم ٢/ ٦٠٩ و صححه ووافقه الذهبی وصححه الالبانی فی المشكوة ٥٧٥٨.

❷ مسند احمد ٦٦/٤ و ٣٧٩/٥ و قال الهيثمی فی مجمع الزوائد ٢٢٣/٨: رجاله رجال الصحيح.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے؟ یہاں تک کہ نہ صرف آپ ﷺ کے بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف بھی کتبِ سابقہ میں موجود تھے۔ قرآنِ کریم کے کئی مقامات پر ان کا تذکرہ ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ، آیت:۸۹ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

''اور جب اللہ کی طرف سے ایک کتاب (قرآن کریم) اُن کے پاس آئی جو تصدیق کرتی ہے۔ اُس کتاب (تورات) کی جو اُن کے پاس تھی۔ اور اس سے پہلے وہ کافروں کے مقابلے میں اس کی مدد مانگا کرتے تھے۔ اور جب وہ چیز آ گئی جس کو پہچان چکے تو اس کا انکار کرنے لگے۔ کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے''۔

تفسیر ابن کثیر اور طبری میں لکھا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہودی لوگ جب عرب مشرکین سے مغلوب ہوتے تو وہ دعا کیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان ﷺ جلد ظاہر ہوں تا کہ ہم ان کے ساتھ مل کر ان کافروں پر غلبہ حاصل کریں''۔ [1]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

''یہودی لوگ کہا کرتے تھے: عنقریب نبی آخر الزمان ظاہر ہوں گے اور ہم ان کے ساتھ مل کر تم پر غالب آئیں گے۔ چنانچہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ قبائلِ عرب میں ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی نہ جانتا تھا۔ یہ اس

---

[1] ابن كثير ۱/۱۲۴ طبع حلبى مصر و مختصر طبرى ص: ۱۵ طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ ہم یہودیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ اہلِ کتاب اور ہم بُت پرست تھے۔ وہ جب ہم سے مغلوب ہوتے تو کہتے کہ ایک نبی کی بعثت ہونے والی ہے اور اس کا زمانہ آ پہنچا ہے۔ اس کے ساتھ مل کر ہم تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کر دیں گے۔ جب رسول ﷺ کی بعثت ہوئی تو ہم نے آپ ﷺ کی پیروی اختیار کر لی۔ اور وہ یہودی منکر ہو گئے"۔ ❶

معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کے یہاں آپ ﷺ اس حد تک معروف تھے کہ روزمرہ کی زندگی میں بھی وہ آپ ﷺ کی آمد و بعثت کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ اور سورہ بقرہ ہی کی آیت: ۱۴۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی۔ وہ آپ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو، اور ان میں سے ایک فرقہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے"۔ ❷

اور سورہ اعراف، آیت: ۱۵۷ میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ﴾

"یہ (رحمت کے مستحق) وہ لوگ ہیں جو اس اَن پڑھ نبی (محمد) کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں"۔

محققین بائیبل نے دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کر رکھا ہے کہ عہدِ قدیم اور عہدِ جدید میں، یا تورات و انجیل میں زبردست تحریف واقع ہوئی ہے۔ اور اس بات کا

---

❶ ابن جریر و فتح القدیر بحوالہ فوائد سلفیہ لاستاذی محمد عبدہ الفلاح.

❷ یہاں ایک فرقہ اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ پر ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، قرطبی، ابن کثیر کمافی اشرف الحواشی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار تو خود اہلِ کتاب بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے یہاں تحریف جائز سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (ایڈیشن ۱۹۴۶ء) کے مضمون ''بائیبل'' کا مصنّف لکھتا ہے:

''اناجیل میں ایسے نمایاں تغیرات دانستہ کیئے گئے ہیں جیسے مثلاً بعض پوری پوری عبارتوں کو کسی دوسرے ماخذ سے لیکر کتاب میں شامل کر دینا... یہ تغیرات صریحاً کچھ ایسے لوگوں نے بالقصد کیئے ہیں، جنھیں اصل کتاب کے اندر شامل کرنے کے لیے کہیں سے کوئی مواد مل گیا۔ اور وہ اپنے آپ کو اس کا مجاز سمجھتے رہے کہ کتاب کو بہتر یا زیادہ مفید بنانے کے لیے اس میں اپنی طرف سے اس مواد کا اضافہ کر دیں.... بہت سے اضافے دوسری صدی میں ہو گئے تھے۔ اور کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ماخذ کیا تھا؟''۔ ❶

اور ہنری واسکٹ نے اپنی تفسیر کی جلد اوّل میں اگسٹائین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''یہودیوں نے عبرانی نسخہ میں طوفان سے پہلے اور بعد والے اکابر کے زمانوں میں یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک اس میں تحریف کی۔ انہوں نے یہ کام دینِ مسیح کے عناد اور یونانی ترجے کو غیر معتبر بنانے کیلئے کیا۔ اور قدیم مسیحی بھی اسی طرح ہی کہتے تھے۔ اور ان کا کہنا تھا کہ یہودیوں نے ۱۳۰ء میں تورات میں تحریف کی۔ ❷ ان کی یہاں تحریف جائز و مستحسن سمجھی جاتی تھی۔ اور ان کے احبار و رہبان زمانہ قدیم سے یہ شغل کرتے آئے ہیں۔ مگر ان تمام تحریفات کے باوجود بھی تورات و انجیل میں آج تک بیسیوں مقامات ایسے ہیں۔ جن میں کہیں صراحت کے ساتھ اور کہیں اشارات میں نبی ﷺ کے بارے میں بشارتیں مذکور ہیں۔

---

❶ تفهيم القرآن ٤٦٤/٥.

❷ محمد نبی الاسلام فی التوراۃ و الانجیل ص: ۸۵ و۹۲-۹۷ لک محمد عزت طحطاوی مصری.
اس موضوع پر مزید تفصیلات کیلئے دیکھیئے: یروشلم کی تاریخ طبع ۱۸۳۲ء بیان علماء قرن ثانی ص: ۶۵ و ۸۶ از کتاب محمد نبی الاسلام (اظہار الحق شیخ رحمت اللہ کیرانوی مجلد اول کامل)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کا ذکرِ جمیل
حدیث شریف کے حوالوں سے

ہم نے قرآنِ کریم کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ ولادت و بعثت سے قبل ہی اہلِ کتاب کے یہاں معروف تھے۔ ایسے ہی کتب حدیث و سیرت میں بھی کئی دلائل موجود ہیں کہ آپ ﷺ کے اس جہانِ رنگ و بو کو سعادت بخشنے سے پہلے بھی یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکرِ جمیل پڑھا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کے بعد دنیا کی سب سے صحیح اور معتبر کتاب بخاری شریف (كتاب البيوع: ۲۱۲۵ و كتاب التفسير) کو دیکھیں جس میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جب تورات میں مذکور نبی ﷺ کے اوصاف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

«أَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ».

''ہاں بخدا قرآن پاک میں آپ ﷺ کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ اُن میں سے بعض اوصاف خود تورات میں بھی موجود ہیں''۔

جیسا کہ قرآن پاک سورۂ احزاب، آیت: ۴۵ میں ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴾

''اے پیغمبر! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور (مسلمانوں کو) جنت کی خوشخبری دینے والا اور (کافروں کو خدا کے عذاب سے) ڈرانے والا (بنایا ہے)''۔

اور تورات میں ان الفاظ پر مستزاد بھی ہے جو کہ بخاری شریف میں یوں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي وَسَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَ يَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنٌ عُمْيٌ وَ آذَانٌ صُمٌّ وَ قُلُوبٌ غُلْفٌ».

''آپ ان ناخواندہ لوگوں کی پناہ گاہ ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ تو بدخو، اور سخت دل ہیں، اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں۔ آپ نہ تو کوئی برائی کا جواب برائی سے دینے والے ہیں۔ بلکہ عفو و درگذر کرنے اور بخش دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ آپ کے ہاتھوں کج رو ملت کو سیدھا نہ کر لے۔ اور وہ یہ کلمہ نہ پکارنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جب تک اس کلمہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور غافل دلوں کو نہ کھول دے''۔

یہ بخاری شریف کے حوالے سے تورات کے الفاظ کا ترجمہ ہے جو کتنی وضاحت سے نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ گرامی پر صادق آتا ہے۔

مسند احمد، طبرانی کبیر اور بزار میں حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح مروی ہے کہ انھیں عموریہ (مدینہ القدس) کے ایک اہلِ کتاب (عیسائی) عالم نے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

«قَدْ أَظَلَّكَ زَمَانُ نَبِيٍّ وَ هُوَ مَبْعُوثٌ بِدِينِ إِبْرَاهِيمَ، يَخْرُجُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ، وَ مُهَاجِرُهُ إِلَى أَرْضٍ بَيْنَ حَرَّتَيْنِ بَيْنَهُمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَخْلٌ بِهِ عَلَامَاتٌ لَا تُخْفیٰ، يَأْكُلُ الْهَدِيَّةَ وَ لَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَلْحَقَ بِتِلْكَ الْبِلَادِ فَافْعَلْ» ❶

''تجھے ایسے زمانے نے آلیا ہے جس میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ جو دینِ ابراہیمی لے کر آئے گا جو عرب کی سرزمین پر ظہور فرمائے گا اس کا دارِ ہجرت ایسی سرزمین ہوگی جو دو حرہ کے مابین ہے۔ اور ان دونوں کے مابین نخلستان بھی ہے۔ اسکے پاس ایسی علامتیں ہوں گی جو چھپی نہ رہیں گی، وہ ہدیہ کھالے گا، مگر صدقہ وزکوۃ نہیں کھائے گا، اسکے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ اگر تم اس سرزمین تک پہنچ سکو تو ضرور پہنچ جاؤ''۔

آپ ﷺ کا دارِ ہجرت مدینہ منورہ ہے اور وہ واقعی نخلستان کے ساتھ ساتھ دو حروں کے مابین ہی ہے اور ان دونوں حروں کے نام یہ ہیں:

① حرہ واقم ۔ مشرقی جانب۔

② حرہ وبرہ ۔ مغربی جانب۔

حرہ سے مراد، جلے ہوئے سیاہ رنگ کے پتھروں کی زمین ہے۔ ❷

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل واولاد ہدیہ کھایا کرتے تھے اور صدقہ و زکوۃ نہیں کھایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے مابین مہرِ نبوت بھی تھی۔ ان امور سے معلوم ہوا کہ عموریہ والے عیسائی عالم نے جو نشانیاں بتائی تھیں، وہ سب آپ ﷺ میں موجود تھیں اور اس نے یقیناً اپنی کتاب میں پڑھی ہوں گی، جو کتبِ سابقہ میں آپ ﷺ کے بارے میں مذکور تھیں۔

---

❶ احمد ٤٤١/٥ بأسانيد. الطبراني في الكبير ٢٧٢/٦، ٢٧٧ رقم ٦٠٦٥. مجمع الزوائد ٣٣٦/٩،
(الرحمة المهداة) للدكتور خليل ابراہيم ملا خاطر، ص: ١٤، طبع مدينه منورة.

❷ فقه السنة محمد عاصم الحداد ٥٥٩/٢ حاشيه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثعلبہ بن ہلال کی شہادت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو مالک ثعلبہ بن ہلال سے پوچھا جو کہ احبارِ یہود میں سے تھا کہ مجھی تورات میں مذکور نبی ﷺ کی صفات بتا تو اس نے کہا کہ نبی ہارون علیہ السلام کی تورات جس میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔ اس میں آپ ﷺ کی صفات یوں مذکور تھیں:

«اَحْمَدُ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ، وَهُوَ النَّبِيُّ الْعَرَبِيُّ الَّذِيْ يَأْتِيْ بِدِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَنِيْفَ، يَأْتَزِرُ عَلٰى وَسَطِهٖ وَيَغْسِلُ اَطْرَافَهٗ، فِيْ عَيْنَيْهِ حُمْرَةٌ وَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَتْمُ النُّبُوَّةِ، لَيْسَ بِالْقَصِيْرِ وَ لَا بِالطَّوِيْلِ يَلْبِسُ الشَّمْلَةَ وَ يَجْتَزِيْ بِالْبُلْغَةِ وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ، سَيْفُهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ لَا يُبَالِيْ مَنْ لَقِيَ مِنَ النَّاسِ، مَعَهٗ صَلٰوةٌ لَوْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ مَا اُهْلِكُوْا بِالطُّوْفَانِ وَلَوْ كَانَ فِيْ عَادٍ مَا اُهْلِكُوْا بِالرِّيْحِ وَلَوْ كَانَ فِيْ ثَمُوْدَ مَا اُهْلِكُوْا بِالصَّيْحَةِ، يُوْلَدُ بِمَكَّةَ وَهُوَ اُمِّيٌّ لَا يَكْتُبُ وَلَا يَقْرَأُ الْمَكْتُوْبَ وَهُوَ الْحَمَّادُ يَحْمَدُ اللّٰهَ شِدَّةً وَ رَخَاءً، سُلْطَانُهٗ بِالشَّامِ، وَ صَاحِبُهٗ مِنَ الْمَلَا ئِكَةِ جِبْرِيْلُ، يَلْقٰى مِنْ قَوْمِهٖ اَذًى شَدِيْدًا ثُمَّ يُدَالُ عَلَيْهِمْ ــ يَعْنِيْ تَكُوْنُ لَهُ الدَّوْلَةُ فَيَحْصِدُهُمْ حَصْدًا، تَكُوْنُ الْوَاقِعَاتُ بِيَثْرِبَ مِنْهَا عَلَيْهِ وَمِنْهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ لَهُ الْعَاقِبَةُ، مَعَهٗ قَوْمٌ هُمْ اَسْرَعُ اِلَى الْمَوْتِ مِنَ الْمَاءِ مِنْ رَاْسِ الْجَبَلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلٰی أَسْفَلِهٖ، صُدُوْرُھُمْ أَنَاجِیْلُھُمْ وَ قُرْبَانُھُمْ دِمَاءُ ھُمْ، لُیُوْثُ النَّھَارِ رُھْبَانَ اللَّیْلِ، یُرْعِبُ عَدُوَّهٗ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ یُبَاشِرُ الْقِتَالَ بِنَفْسِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ وَ یَحْکُمُ لَا شُرَطَ مَعَهٗ وَ لَا حَرَسَ، اَللّٰهُ یَحْرُسُهٗ».❶

''آپ ﷺ کا نام احمد (ہوگا جو) اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آخری نبی ہوں گے۔ آپ ﷺ وہ آخری نبی ہوں گے جو دین ابراہیم (علیہ السلام) یعنی دین حنیف لے کر آئیں گے۔ اور آپ ﷺ اپنی کمرِ مبارک پر اپنی چادر باندھتے ہوں گے۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں دھوتے ہوں گے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں لال ڈورے ہوں گے۔ اور دونوں کندھوں مبارک کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی نہ چھوٹے قد کے ہوں گے اور نہ ہی بڑے قد کے (یعنی درمیانے قد کے ہوں گے) آپ ﷺ شملہ پہنیں گے اور خچر و گدھے پر سواری کرتے ہوں گے۔ اور بازاروں میں (پیدل) چلتے ہوں گے۔ آپ ﷺ کی تلوار آپ کے کندھے مبارک پر ہوگی۔ لوگوں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچے گی اُس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک ایسی نماز (دعاء) ہوگی۔ اگر وہ قوم نوح علیہ السلام کے ساتھ ہوتی تو وہ طوفان کے ذریعے ہلاک نہ کیے جاتے۔ اور اگر وہ نماز (دعاء) قومِ عاد کے پاس ہوتی تو وہ سخت ہوا کے ساتھ ہلاک نہ کیے جاتے۔ اگر وہ نماز (دعاء) قوم ثماد کے پاس ہوتی تو وہ بھی چیخ (یعنی سخت تیز آواز) کے ساتھ ہلاک نہ کیے جاتے۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہوں گے اور اُمّی ہوں گے جو نہ لکھتے ہوں گے اور نہ ہی خط

❶ رواہ الواقدی. محمد نبی الاسلام فی التوراۃ و الانجیل والقرآن ص: ۷. و فی مقدمۃ الکتاب بقلم الدکتور محمد طیّب النجار ص: ۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حماد ہوں گے جو شدت و رخاء میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے۔ آپ کی حکومت شام (عرب) میں ہوگی۔ فرشتوں میں سے جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھی ہوں گے۔ آپ کو اپنی قوم سے سخت تکالیف وایذائیں پہنچیں گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم پر غالب آئیں گے۔ اور انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات (جنگیں) یثرب (مدینہ) میں ہوں گے۔ بعض واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہوں گے۔ اور بعض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوں گے پھر انجام کار فتح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی قوم ہوگی۔ جو موت کی طرف پہاڑ کی چوٹی سے پانی گرنے کی رفتار سے بھی زیادہ تیز دوڑے گی۔ ان کے سینے قرآن ہوں گے اور وہ خود اپنی جانوں (نفسوں) کی قربانیاں دیں گے۔ دن کہ میدان کارزار کے شیر اور راتوں کے زندہ دار ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمن پر ایک ماہ کی مسافت سے رعب طاری ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جہاد کریں گے۔ پھر جب فارغ ہوں گے تو فیصلے (حکومت) کریں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی باڈی گارڈ (محافظ) نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائیں گے"۔

اور ایسے ہی شاہِ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے جب مہاجرین حبشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دربار میں بلایا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سنیں تو اس نے کہا:

«مَرْحَباً بِکُمْ وَ بِمَنْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِہٖ اَشْھَدُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَنَّہُ الَّذِيْ نَجِدُ فِي الْاِنْجِیْلِ وَ اَنَّہُ الَّذِيْ بَشَّرَ بِہٖ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ».

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مرحبا تم کو اور اس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ اور وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے دی تھی''۔ ❶

اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ساتویں صدی کے آغاز میں نجاشی کو یہ معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی کی پیشین گوئی کر گئے ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس نبی کی ایسی صاف نشاندہی انجیل میں موجود تھی۔ جس کی وجہ سے نجاشی کو یہ رائے قائم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں۔ ❷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اندازہ تو اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ذکر بھی پہلے ہی کتابوں میں آ چکا تھا۔ مثلاً مسند احمد، بزار اور طبرانی کبیر و اوسط کی حدیث شریف میں ہے:

«عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: يَا عِيسَى إِنِّي بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِكَ أُمَّةً، إِنْ أَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّونَ حَمِدُوا وَ شَكَرُوا وَ إِنْ أَصَابَهُمْ مَا يَكْرَهُونَ احْتَسَبُوا وَ صَبَرُوا وَ لَا حِلْمَ وَ لَا عِلْمَ، أُعْطِيتُهُمْ مِنْ حِلْمِي وَ عِلْمِي». ❸

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک اللہ عزوجل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) فرماتے ہیں: اے عیسیٰ علیہ السلام!

---

❶ احمد عن ابن مسعود، جعفر و ام سلمه رضي الله عنهما.

❷ فهم القرآن ص ٤٦٦

❸ مسند احمد ٦/٤٥٠، مجمع الزوائد ١٠/٦٧ وقال: رجاله رجال الصحيح الا اثنين وهما ثقات.

زاد المعاد ١/٤٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقیناً میں تیرے بعد ایک (ایسی) امت بھیجنے والا ہوں، اگر انہیں وہ چیز ملے جسے وہ پسند کرتے ہوں (یعنی آسائش وفراخی) تو وہ حمد وشکر کریں گے۔ اور اگر انہیں وہ چیز پہنچے جسے وہ ناپسند کرتے ہوں (یعنی کوئی تکلیف یا مصیبت) تو وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرتے ہوئے صبر کریں گے۔ نہ علم نہ حلم۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے پروردگار! ان کے لیے نہ علم نہ حلم کیسے ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں اپنے حلم وعلم سے نوازوں گا‘‘۔

اور مسند بزار کی ایک حدیث میں ہے:

«عَنِ الْفَلَتَانِ بْنِ عَاصِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ فَشَخَصَ بَصَرُهُ إِلَى رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ يَمْشِي فَقَالَ: أَيَا فُلَانُ! قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَا يُنَازِعُهُ الْكَلَامَ إِلَّا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ لَهُ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَتَقْرَأُ التَّوْرَاةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَ الْإِنْجِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ وَ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَشَاءُ لَقَرَأْتُهُ ثُمَّ نَاشَدَهُ هَلْ تَجِدُنِي فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنْجِيلِ؟ قَالَ: نَجِدُ مِثْلَكَ وَ مِثْلَ مَخْرَجِكَ وَ مِثْلَ هَيْئَتِكَ، فَكُنَّا نَرْجُو أَنْ يَكُوْنَ فِينَا، فَلَمَّا خَرَجْتَ خِفْنَا أَنْ تَكُوْنَ أَنْتَ هُوَ، فَنَظَرْنَا فَإِذَا أَنْتَ لَسْتَ هُوَ، قَالَ: وَ لِمَا ذٰلِكَ؟ قَالَ: مَعَهُ مِنْ أُمَّتِهِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ وَ لَا عَذَابٌ، وَ إِنَّمَا مَعَكَ نَفَرٌ يَسِيرٌ، فَقَالَ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنَا هُوَ، وَ إِنَّهُمْ لَأُمَّتِي وَإِنَّهُمْ لَأَكْثَرُ مِنْ سَبْعِينَ أَلْفًا وَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَبْعِيْنَ أَلْفًا»۔❶

''حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی نگاہیں ایک مجلس میں ایک شخص پر جم گئیں، جو مسجد میں چل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے فرمایا: ای فلان! (یعنی آپ ﷺ نے اُسے یا فلان کہہ کر پکارا) تو اُس نے لبیک یا رسول اللہ! (اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں) کہا۔ اور اُسے آپ ﷺ کو یا رسول اللہ کہنے کے سوا کوئی چارۂ کلام ہی نہ ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی شہادت دیتا (اقرار کرتا ہے) میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اُس شخص نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو تورات پڑھتا ہے؟ اُس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو انجیل پڑھتا ہے؟ اُس نے کہا: ہاں، پھر آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا: کیا تو قرآنِ پاک کی تلاوت بھی کرتا ہے؟ تو اُس نے کہا: اگر میں چاہتا تو (اس قرآنِ پاک) کی تلاوت بھی کر لیتا پھر آپ ﷺ نے اُسے قسم دلوائی (اور پوچھا کہ) کیا تو مجھے (یعنی میرا ذکر) تورات و انجیل میں پاتا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ: ہم آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے شہر مکہ کی مثال پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی ہیئت کی مثال بھی پاتے ہیں۔ پس ہمیں اُمید تھی کہ وہ (نبی) ہم میں سے ہوگا جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو میں خدشہ (ڈر) ہوا کہ وہ (نبی جس کی صفات تورات و انجیل میں مذکور ہم پاتے ہیں) آپ ﷺ ہی ہیں۔ پھر جب ہم نے (غور سے) دیکھا تو وہ (نبی) آپ ﷺ نہیں ہیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں میں وہ (نبی) نہیں ہوں؟ اُس شخص نے کہا: اس لیے کہ اس (نبی) کی امت میں سے ستر ہزار لوگ تو ایسے ہوں گے جن کا

❶ مجمع الزوائد ۱۰/۲۰۱۰ و قال: رجاله ثقات.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا۔ یعنی بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں ہی وہ (نبی) ہوں (جس کا ذکر تم تورات وانجیل میں پاتے ہو) اور یقیناً میری امت میں سے ستر ہزار اور وہ ستر ہزار میں سے کئی مرتبہ زیادہ ہوں گے (جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے)''۔

بائبل کے عہد قدیم یا تورات میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامی کتب کے حوالوں سے جائزہ پیش کیا جاچکا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت سے بھی صدیوں پہلے بنی اسرائیل کی کتابوں میں مذکور ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقوام یہود ونصاریٰ میں معروف تھے۔ مگر ایک غیر مسلم یہ سن کر کہہ سکتا ہے کہ ہم جب ان کتابوں کو سرے سے جانتے اور مانتے ہی نہیں تو ہمیں یہ کیسے یقین آئے کہ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر سابقہ کتابوں میں موجود تھا؟

اسی طرح ہی ایک مسلمان بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ غیر مسلموں کو ہماری کتابوں کے حوالے دینے سے کیا حاصل؟ ان کو ان کے مذہب اپنے مذہب کی کتابوں کے حوالے سے ہی قائل کیا جاسکتا ہے۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر خود تمہاری کتابوں میں بھی موجود تھا۔ اور تحریفات وتغیرات کے باوجود اب تک بھی باقی ہے۔

لہٰذا آیئے پہلے بنی اسرائیل کی قوم یہود کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان میں کہاں کہاں اور کیا کیا بشارتیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکور ہیں۔

کتب بنی اسرائیل کے مجموعہ ''بائبل'' کا تقریباً نصفِ اوّل کتب یہود پر مشتمل ہے جس کو مجموعی طور پر عہد قدیم کہا جاسکتا ہے۔ جس کے تین حصے ہیں، پہلا حصہ ہے: اسفار قدیم، جس کی چار قسمیں ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 پہلا حصہ ہے اسفارِ قدیم، جس کی چار قسمیں ہیں:

① پہلی قسم ہے کتب موسیٰ علیہ السلام یا تورات اور یہ عہدِ قدیم کے پانچ اسفار، سفرِ تکوین یا پیدائش، سفرِ خروج، سفرِ تثنیہ یا استثناء، سفرِ لاویین یا احبار اور سفرِ عدد پر مشتمل ہے۔

② دوسری قسم ہے اسفارِ تاریخیہ: جس میں بارہ اسفار ہیں۔ جن میں ہی ایک سفرِ یوشع علیہ السلام بھی ہے۔

③ تیسری قسم ہے اسفارِ منظومہ: اس میں پانچ اسفار ہیں۔ جن میں سفرِ ایوب علیہ السلام، سفرِ داؤد علیہ السلام اور سفرِ سلیمان علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

④ اور چوتھی قسم ہے اسفارِ انبیاء علیہم السلام: جو سترہ اسفار پر مشتمل ہے۔ جن میں سفرِ اشعیا علیہ السلام، سفرِ یونس علیہ السلام اور سفرِ زکریا علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

2 اور عہدِ قدیم کا دوسرا حصہ سفرِ یہودیت، سفرِ بنیامین علیہ السلام، سفرِ یسوع علیہ السلام اور کتب مقابیین پر مشتمل ہے۔ جنہیں احبارِ یہود نے عوام الناس سے مخفی رکھنے کی غرض سے عہدِ قدیم میں داخل ہی نہیں کیا۔ اگرچہ سفرِ بنیامین علیہ السلام کے سوا یہ سب ان کے ہاں نہایت معتمد علیہ اسفار ہیں۔

3 اور عہدِ قدیم کا تیسرا حصہ عقیدہ و شریعت اور تاریخ مقدس کے موضوعات پر مشتمل (۶۳) (تریسٹھ) اسفار کا مجموعہ ہے۔ جو اصل فریسی فرقۂ یہود کے احبار و فقہاء کی تالیفات ہیں اور اسی مجموعے کا نام (تلمود) ہے۔ ❶

یہود کی کتابوں میں سے اسفارِ عہدِ قدیم یا تورات کے دو اجزاء سفرِ تکوین یا پیدائش اور سفرِ تثنیہ یا استثناء کے متعدد مقامات پر نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں۔ ایسے ہی اسفارِ منظومہ میں سے

❶ محمد نبی الاسلام فی التوراۃ والانجیل۔ ص ۹۰، ۹۱ طبع مصر۔ اظہار الحق ۹۶،۹۰/۱ طبع قطر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفرِ مزامیر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل موجود ہے۔ اور اسی طرح ہی اسفارِ انبیاء میں سے سفرِ اشعیاء، سفرِ میخا، سفرِ حبقوق، سفرِ حجی اور سفرِ ملاخی میں بھی بالتصریح اور بالتلمیح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پایا جاتا ہے۔

ان میں سے کئی مقامات پر نہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بھی مذکور ہیں۔ جن سے سورہ الفتح کی آخری آیت:

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ﴾

کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔

چند بشارتیں:

بائبل کے عہد قدیم یا تورات اور اس کی ملحقہ کتب میں ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل موجود ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ پر مشتمل وہ بشارتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا پیش کرنا تو کوئی ضروری نہیں اور باعثِ طوالت بھی ہے۔ البتہ ان میں سے چند عبارتوں کا بحوالہ ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

چنانچہ سفرِ استثناء، باب ۱۸، آیات ۱۵ تا ۱۹ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوشخبری دی اور فرمایا:

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے، تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا، یہ تیری (یعنی بنی اسرائیل کی) اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حواب (پہاڑ) میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے۔ اور نہ ایسی بڑی آگ کا ہی نظارہ ہو، تاکہ میں مر ہی نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ میں ان کیلیے انہیں کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا۔ نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ ❶

یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے جو حضرت محمد ﷺ کے سوا کسی پر چسپاں نہیں ہوتی۔ اور خود قرآنِ پاک نے سورہ نجم کی آیت: ۳، ۴ میں اس کی تصدیق ان الفاظ میں کر دی:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۞ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾

''اور (نبی) اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ اُن کی جو بات ہے وہ وحی ہے جو اُن کی طرف بھیجی جاتی ہے''۔

اور تورات کے اِسی سفرِ استثناء کے باب ۳۳ میں ہے:

''اللہ تعالیٰ نے فاران سے اپنے نور کو روشن کیا، اور اس کے ساتھ دس ہزار قدسی بھی آئے''۔

ایک نو مسلم فاضل شیخ عبد اللہ ترجمان (سابق عیسائی) نے ایک کتاب ''تحفة الاريب فى الرد على اهل الصليب'' لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

''جبل فاران سے مراد مکہ اور وادئ حجاز ہے۔ کیونکہ شاہانِ عمالقہ میں سے ایک بادشاہ کا نام فاران تھا، اور زمین تقسیم کرتے وقت یہ علاقہ اس کے حصے میں آتا تھا۔ لہٰذا اس کے نام پر اس کا یہ نام معروف ہوا''۔ ❷

---

❶ تفهيم القرآن ٥ ، ٤٥٩، رحمة للعالمين قاضى سليمان منصور پورى ١/٩٦-٩٧ حاشيه، محمد فى الكتاب المقدس پروفيسر عبد الاحد داؤد سابق بشپ ص ٣١ طبع قطر آية واحدة.

❷ محمد نبى الاسلام ص: ٤، ٥.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اب آپ فاران کے متعلق بحث کرنے والی تمام تاریخوں کو پڑھ ڈالیں۔ آپ کو مذکورہ بالا آیتِ تورات کا مصداق فتح مکہ کے سوا دوسرا کوئی واقعہ نظر نہیں آئے گا، اس وقت آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں دس ہزار قدسی نفوس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ داخل ہوئے''۔ ❶

اور سفرِ تکوین یا پیدائش باب: ۲۱، آیت: ۱۷ تا ۱۹ میں ایک عبرانی جملے کا ترجمہ یہ ہے:

''اے ہاجر! (یعنی حضرت اسماعیل کی والدہ) کھڑی ہو جاؤ اور اپنے اس بچے کو اٹھا لو، اور اسے سنبھال کر حفاظت سے رکھو، بے شک اِسی سے محمد اور ان کی اولاد پیدا ہوگی، جو آسمان کے ستاروں کی طرح ہوں گے''۔ ❷

سفرِ حبقوق باب: ۳، آیت: ۳ میں نبی ﷺ کا اسمِ گرامی (محمد ﷺ) دو مرتبہ آیا ہے۔ اور آپ کے یہ اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ:

''وہ اہلِ زمین کے ساتھ برّی و بحری محاذوں پر جہاد کریں گے، اور آپ ﷺ جبلِ فاران سے نمودار ہوں گے''۔ ❸

ایسے ہی سفرِ تکوین یا پیدائش کے سات مقامات، سفرِ استثناء کے دو مقامات، سفرِ مزامیر کے دو مقامات، اشعیاء کے چودہ مقامات، میخا، حبقوق اور حجی کے ایک ایک اور سفرِ ملاخی کے دو مقامات پر ایسی بشارتیں موجود ہیں، جن میں نبی اسلام ﷺ کا ذکرِ جمیل موجود ہے۔

سفر ملاخی باب ۵ آیت ۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''میں روزِ قیامت سے پہلے پہلے ایک نبی ایلیاء بھیجوں گا''۔

---

❶ محمد فی الکتاب المقدّس ص: ٣٤. خاتم النّبيّين. محمد ابو زهره ١٥/ ٩٣.
معالم النور عبّاس محمود عقاد.

❷ محمد نبی الاسلام ص: ٧ محمد عزّت طحطاوی.

❸ محمد نبی الاسلام ص: ٢٥ محمد عزّت طهطاوی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ ایلیاء اور احمد دونوں کا عدد ایک ہی ہے ۵۳ ،محمد نبی الاسلام ص: ۲۷ تفہیم القرآن ۴/۵/۶۱ میں کلمہ ایلیاء کے بعد قوسین میں (حضرت الیاس علیہ السلام) لکھا ہوا ہے جبکہ مؤلف محمد نبی الاسلام نے لفظوں کے عددوں پر بکثرت اعتماد کرنے والی یہود کی عادت کے پیشِ نظر ثابت کیا ہے کے ایلیاء سے مراد (احمد) ہیں کیونکہ دونوں کا عدد ۵۳ ہے۔

بائبل کا عہدِ جدید یا انجیل اور اس کی ملحقہ کتابیں

بائبل کے عہدِ قدیم یا تورات اور اس کی ملحقہ کتابوں کی طرح ہی عہدِ جدید یا انجیل اور اس کی ملحقہ کتابوں میں بھی نبی ﷺ کے بارے میں بکثرت بشارتیں موجود ہیں اور تورات کی طرح ہی انجیل بھی کسی ایک کتاب کا نام نہیں، بلکہ اس کے ضمن میں بھی بیسیوں نام آتے ہیں اور اس بات پر تعجب کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک تورات، اور ایک انجیل نازل فرمائی تھی۔ مگر اتنی ساری توراتیں اور انجیلیں کیسے ہوگئیں۔ یہی چیز دراصل ان کی تحریف شدہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

چوتھی صدی عیسوی کے اوائل تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب شدہ انجیلوں کی تعداد ستر (۷۰) تھی اور بعض عیسائی مؤلفین نے تو ایک سو تک ان کی تعداد لکھی ہے پھر ۳۲۵ء میں اہلِ انجیل کا ایک عالمگیر اجتماع ہوا۔ جس میں اڑتالیس ہزار عیسائی علماء جمع ہوئے۔ اور انہوں نے کسی ایک رائے پر متفق ہونے کی بجائے بے شمار اختلافات کی ایک خلیج پیدا کردی۔ اور بالآخر اس وقت کے شاہ قسطنطین نے ۳۱۸ پادری اور بشپ منتخب کیے جو اس کی طرح ہی الوہیت مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔ انھوں نے پھر جو قرار دادیں پاس کیں ان میں سے ہی یہ بھی تھیں کہ:

① ایک قرار داد الوہیتِ مسیح علیہ السلام کے اثبات اور عقیدۂ تثلیث کے قرار پر مبنی تھی۔

② دوسری ایک قرار داد میں حضرت مسیح علیہ السلام کو انسان سمجھنے والے کو کافر قرار دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔

③ بشپ اریوس کو کافر قرار دے کر اسے دھتکار دیا گیا۔ جبکہ یہ شخص اسکندریہ (مصر) کے کنیسہ کا پادری تھا اور وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ مسیح علیہ السلام بشر و مخلوق ہیں، نہ کہ الٰہ یا ابن اللہ۔

④ اور ایک قرارداد میں یہ پاس کیا گیا کہ ہر وہ کتاب جو اُلوہیتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کے خلاف مواد پر مبنی ہو اسے جلا دیا جائے۔ یا کم از کم اس کے مطالعہ کو حرام قرار دیا گیا۔

اس ضمن میں عیسائیوں کے اہلِ توحید فرقوں کی معتبر کتابیں آ گئیں، جو بشریتِ مسیح علیہ السلام اور ان کے نقطِ رسول ہونے کا پتہ دیتی تھیں۔ اور ان ہی سے انجیل برناباس بھی تھی۔ ❶

اہلِ انجیل کے ۳۲۵ء میں منعقدہ اجتماع میں یہ طے پایا کہ:

صرف اناجیلِ اربعہ یعنی انجیلِ متی، انجیلِ مرقص، انجیلِ لوقا، اور انجیلِ یوحنا۔ اور ان چار انجیلوں کے ساتھ ساتھ پطرس کی طرف منسوب انجیلِ صبوہ کو کتبِ مقدسہ قرار دیا جائے اور باقی تمام انجیلوں کو ضائع کر دیا جائے۔ جبکہ اس زمانے تک یہ پانچوں انجیلیں ہی انتہائی غیر معروف تھیں۔ بس بات صرف اتنی تھیں کہ ان میں کچھ ایسا مواد موجود تھا جو الوہیتِ مسیح علیہ السلام، اور ایسے بعض دیگر فاسد و باطل عقائد پر مبنی تھا۔ لہٰذا انہیں مقدس قرار دے دیا گیا۔

اور خود یہ پانچوں انجیلیں (کتابیں) بھی تحریف اور تغیر و تبدّل سے نہ بچ سکیں اس بات کا اعتراف مسیحی عالم ہاروں نے اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء کی جلد چہارم قسمِ ثانی اور بابِ دوم میں، اور لارڈ نر نے اپنی تفسیر کی جلد پنجم میں اور بعض دیگر عیسائی اہلِ علم نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

---

❶ محمد نبی الاسلام فی التوراۃ و الانجیل و القرآن ص:۷۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پروٹسٹنٹ عقیدہ کے مشہور کرسچن عالم یارنز کے حوالے سے ایک جرمن عیسائی لکھتا ہے کہ:

''عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کی عبارتوں میں تیس (۳۰) ہزار مقامات میں اختلاف پایا جاتا ہے جب کہ ان کے بشپ مَل کا کہنا ہے کہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے، تو ایک لاکھ پچاس ہزار عبارتوں میں اختلاف ملتا ہے''۔

۳۲۵ء میں ہونے والے نیقیہ کونسل کے عالمگیر اجتماع کے بعد عہدِ جدید میں جو کتب و رسائل شامل کیے گئے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم میں بیس (۲۰) کتابیں ہیں۔ جن میں ہی مروجہ اناجیلِ اربعہ بھی ہیں۔ اور دوسری قسم میں سات کتب و رسائل شامل ہیں۔

پھر ۳۶۴ء میں سات اور ۳۹۷ء میں پانچ مزید کتابیں عہدِ جدید میں شامل کر دی گئیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ (۱۲) سو سال بعد جب پروٹسٹنٹ فرقے کا ظہور ہوا تو انہوں نے ان کتابوں میں سے سات مکمل کتب اور ایک کتاب کے بعض ابواب کو ردّ کر دیا۔ ❶

آج عیسائیوں کے پاس موجودہ اناجیلِ اربعہ میں بھی تمام تحریفات کے باوجود کئی مقامات پر ایسے واضح اشارات موجود ہیں جن میں ہمارے نبیٔ اکرم ﷺ کی بعثت کی بشارتیں دی گئی ہیں۔

ایسے ہی ایک انجیل برناباس ہے جسے اگر کوئی بھی شخص تعصب کی عینک اتار کر کھلی آنکھوں سے پڑھے۔ اور دوسری چاروں انجیلوں سے اس کا مقابلہ کرے تو وہ یہ محسوس کرے گا کہ یہ ان چاروں سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات دوسری انجیلوں کی نسبت زیادہ واضح، مفصل اور مؤثر طریقے سے بیان ہوئی ہیں۔ اس میں بھی آپ ﷺ کا بکثرت ذکر ہے۔

---

❶ محمد نبی الاسلام ص:۸۱ تا ۸۸ و اظهار الحق ۹۷/۱ تا ۱۰۰ طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجیل برناباس عیسائیوں کے یہاں غیر معتبر کیوں؟

اناجیلِ اربعہ کی نسبت سب سے زیادہ بشارتیں اور نبی ﷺ کا ذکرِ جمیل انجیل برناباس میں ہے۔ اور وہ ہے بھی صحیح ترین انجیل، کیونکہ عیسائیوں کے یہاں جو چار انجیلیں معتبر مانی جاتی ہیں ان میں سے کسی ایک کا مؤلف بھی ایسا نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہو۔ اور ان ہی میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

''ان کی اناجیل میں درج معلومات انہوں نے کسی صحابی یا حواری سے سُنی ہوں، اور نہ ہی کوئی سند یا حوالہ ہے''۔

اس کے برعکس انجیل برناباس کے مصنف کہتے ہیں:

''میں مسیح علیہ السلام کے اوّلین بارہ (۱۲) حواریوں میں سے ایک ہوں، شروع سے آخر تک مسیح علیہ السلام کے ساتھ رہا ہوں، اور اپنی آنکھوں دیکھے واقعات اور کانوں سُنے اقوال اس کتاب میں درج کر رہا ہوں''۔

یہی نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں کہتے ہیں:

''دنیا سے رخصت ہوتے وقت حضرت مسیح علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے متعلق جو غلط فہمیاں لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کو صاف کرنا اور صحیح حالات دُنیا کے سامنے لانا تیری ذمہ داری ہے''۔

اس انجیل برناباس میں توحید کی تعلیم، شرک کی تردید، صفاتِ باری تعالیٰ، عبادات کی رُوح، اور اخلاقِ فاضلہ کے مضامین بڑے ہی پرزور اور مدلّل و مفصّل ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان، طرزِ بیان، طبیعت و مزاج سے کوئی شخص اگر تھوڑا سا بھی آشنا ہو تو اس انجیل کو پڑھ کر یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ اناجیلِ اربعہ کی نسبت انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اصلی شان میں بہت زیادہ نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مگر مسیحی لٹریچر میں جہاں کہیں اس انجیل کا ذکر آتا ہے، اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ یہ ایک جعلی انجیل ہے جسے شاید کسی مسلمان نے تصنیف کر کے برناباس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے جو صرف اس بنا پر بول دیا گیا ہے کہ اس میں کئی جگہ بصراحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئیاں ملتی ہیں۔

اوّل تو اس انجیل کو پڑھنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی تصنیف کردہ نہیں ہو سکتی۔

دوسرے یہ کہ اگر مسلمان کی تصنیف کردہ ہوتی تو مسلمانوں مین یہ کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہوتی۔ مگر یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ جارج سیل کے انگریزی مقدمہ قرآن سے پہلے مسلمانوں کو سرے سے اس کے وجود تک کا علم نہ تھا۔

امام طبری، یعقوبی، مسعودی، البیرونی، ابن حزم اور دیگر مسلم مصنفین جو مسیحی لٹریچر پر وسیع معلومات رکھنے والے تھے ان میں سے کسی کے ہاں بھی مسیحی مذہب پر بحث کرتے ہوئے انجیل برناباس کی طرف اشارہ نہیں ملتا۔ دنیائے اسلام کے کتب خانوں میں پائی جانے والی کتابوں کی بہترین فہرستیں مثلاً ندیم کی الفہرست اور حاجی خلیفہ کی کشف الظنون ہیں۔ اور وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہیں۔ انیسویں صدی سے پہلے کسی مسلمان عالم نے انجیل برناباس کا نام تک نہیں لیا ہے۔

اور اس بات کے جھوٹ ہونے کی تیسری اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی ۷۵ سال پہلے پوپ گلاسیس اوّل کے زمانے میں بد عقیدہ اور گمراہ کن کتابوں کی فہرست مرتب کی گئی تھی، اور ایک پاپائی فتوے کے ذریعے سے جن کا پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا تھا، ان میں سے انجیل برناباس بھی شامل تھی۔

سوال یہ ہے کہ اس وقت کونسا مسلمان تھا جس نے یہ جعلی انجیل تیار کی تھی؟

یہ بات تو خود عیسائی علماء نے تسلیم کی ہے کہ شام، اسپین، مصر وغیرہ ممالک کے ابتدائی کلسیا میں ایک مدت تک برناباس کی انجیل رائج رہی ہے۔ اور چھٹی صدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آکر اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ❶

اسے رد کرنے اور ممنوع قرار دینے کا سبب دراصل اس کے سوا کوئی نہیں کہ اس میں عیسائیوں کی موجودہ بدعقیدگی کے خلاف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بکثرت مواد موجود تھا۔

موجودہ اناجیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے عیسائیوں کے ہاں معتبر مانی جانے والی اناجیلِ اربعہ اور انجیل کے صحیح ترین نسخہ "انجیل برناباس" میں بشارتیں موجود ہیں مثلاً انجیلِ یوحنا اس بات پر گواہ ہے کہ:

"مسیح علیہ السلام کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصوں کے منتظر تھے، ایک مسیح علیہ السلام، دوسرے ایلیاہ (یعنی حضرت الیاس علیہ السلام کی آمد ثانی)، اور تیسرے وہ (جس کی خبر تورات میں دی گئی تھی)"۔

اس انجیل کے باب اوّل آیات: ۱۹ تا ۵۲ میں ہے:

"اور یوحنا (حضرت یحیٰی علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی ہے پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا، اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ اس نے کہا، میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح علیہ السلام ہے، نہ ایلیاء علیہ السلام، نہ وہ نبی، تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟"۔

---

❶ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: تفہیم القرآن ۵/ ۴۵۹ تا ۴۷۰، محمد نبی الاسلام فی التوراۃ والانجیل والقرآن ص: ۴۳ تا ۴۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل حضرت مسیح علیہ السلام، اور حضرت ایلیاء علیہ السلام کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے اور وہ یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) نہ تھے۔ (بلکہ وہ نبی منتظر محمد رسول اللہ ﷺ ہی تھے)۔

اور اسی انجیل یوحنا کے باب: ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دی ہے جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ:

''وہ دنیا کا سردار (سرورِ عالم) ہوگا۔ ابد تک رہے گا۔ یعنی اس کی شریعت قیامت تک کیلئے ہوگی۔ وہ سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا۔ اور خود ان کی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دے گا''۔

ان تینوں ابواب میں ''رُوح القدس'' اور ''سچائی کی رُوح'' وغیرہ الفاظ شامل کر کے (اہلِ کتاب کی طرف سے) مدّعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، مگر اس کے باوجود اگر غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی رُوح نہیں بلکہ انسان [1] اور خاص شخص ہے جس کی تعلیم عالمگیر، ہمہ گیر اور قیامت تک رہنے والی ہوگی۔[2]

انجیلِ یوحنا کے باب ۱۳۶ کی آیات ۷ تا ۱۲ کے مابین یہ چیز بالصراحت موجود ہے کہ وہ نبی ''بشری جسم والے'' ہوں گے۔[3]

اور انجیل متی باب: ۱۱، آیت: ۱۴ میں ہے:

''اگر تم اتباع کرنا چاہتے ہو تو اس ایلیاء کی اتباع کرنا۔ جو اپنی بعثت و رسالت کے وقت آئیں گے جس کے سُننے کے لیے دو کان ہیں وہ اچھی

---

[1] انجیل یوحنا کے باب ۱۳۶ کی آیات ۷ تا ۱۲ کے مابین یہ چیز بالصراحت موجود ہے کہ وہ نبی ''بشری جسم والے'' ہوں گے۔ محمد نبی الاسلام ص: ۶۱۔

[2] تفہیم القرآن ۵/۶۴ ـ ۶۱ ۴۶، محمد نبی الاسلام ص: ۳۵ تا ۴۰، خاتم النبیین محمد ابوزہرہ ار ۷۹ طبع حکومت قطر۔

[3] محمد نبی الاسلام ص: ۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح یہ بات سُن لے''۔

یہاں ایلیاء کی بشارت دی گئی ہے جبکہ یہ لفظ اپنے اعداد کے لحاظ سے نبی اُکرم ﷺ کے اسمِ مبارک ''احمد'' کے برابر ہے۔ (محمد نبی الاسلام ص: ۲۷، ۲۸، ۳۱)۔

اور انجیلِ مرقس کے بابِ اوّل، آیت: ۷ میں ہے کہ:

''وہ (یوحنا) بالتکرار کہا کرتے تھے کہ میرے بعد (نبی) آنے والا ہے۔ جو مجھ سے زیادہ قوی ہوگا''۔

اس آیت میں تحریف کر کے اہلِ کتاب نے یہ لکھ دیا ہے کہ:

''انہی دنوں یسوع علیہ السلام آ گئے''۔

حالانکہ یوحنا کی بشارت یہ ہے کہ:

''وہ قوی نبی میرے بعد آئے گا۔ جبکہ یسوع علیہ السلام ان کے ہمعصر تھے''۔

لہٰذا یہ واضح اشارہ ہے کہ وہ قوی نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔

ایسے ہی انجیلِ لوقا کے باب: ۲۰، اور آیت: ۱۶ میں بھی آپ ﷺ کے متعلق بشارت موجود ہے۔

الغرض عیسائیوں کے ہاں معتبر مانی جانے والی اناجیلِ اربعہ میں سے انجیلِ متی کے تین مقامات، انجیلِ مرقس کے دو مقامات، انجیلِ لوقا کے ایک مقام اور انجیلِ یوحنا کے چار مقامات پر نبی ﷺ کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں۔ جبکہ انجیلِ برناباس کے دو چار نہیں بلکہ چالیس مقامات پر ہمارے نبیِ رحمت ﷺ کے بارے میں بشارات پائی جاتی ہیں۔

ان تمام بشارتوں کی نصوص محمد عزت طہطاوی نے اپنی کتاب ''نبی الاسلام'' کے ص: ۳۱ تا ۶۷ میں نقل کی ہیں۔ جبکہ انجیلِ یوحنا کی مذکورہ الصدر نصوص کے علاوہ انجیلِ برناباس کی متعدد بشارتیں تفہیم القرآن جلد پنجم ص: ۴۷۱۔۴۷۴ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الوفاء باحوال المصطفیٰ'' جلد اوّل ص:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۶ تا ۱۲۵ پر ابن قتیبہ کے حوالے سے تورات وانجیل کی بکثرت بشارتیں ذکر کی ہیں۔

آپ کو ان نصوص کے مطالعہ کے دوران کہیں یونانی زبان کا لفظ فارقلیط یا برقلیطس اور کہیں سریانی زبان کا لفظ مُنْحَمَنَا ملے گا، ایسے عبرانی کا لفظ ایلیاء بھی ہے۔ یہ دراصل ایک ہی ذاتِ گرامی (محمد واحمد) ﷺ کے گرد گھومتے ہیں اور ان کا معنٰی بھی وہی ہے جو لفظِ محمد واحمد کا ہے۔ ❶

ہندوؤں کی کتب میں بشارات

یہود ونصاریٰ کی کتب کی طرح ہندوؤں کے یہاں مقدس مانی جانے والی مذہبی کتب میں بھی نبی ﷺ کے بارے میں بشارات مذکور ہیں۔

چنانچہ کراچی کے ایک مجلّہ ''ندائے دین'' نے اپنی ماہ نومبر ۱۹۷۸ء کی خصوصی اشاعت ''سیرت نمبر'' میں الحاج بشیر الدین پنڈت صاحب کا ایک مضمون شائع کیا تھا، جسے بعد میں صدّیقی ٹرسٹ کراچی والوں نے اپنے سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۸۰۴ کے تحت ایک پمفلٹ کی شکل میں چھاپ کر تقسیم کیا ہے۔

اس مضمون میں موصوف نے پہلے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں (ویدوں، اُپنشدوں اور پرانوں) کا تعارف کروایا ہے، اور ویدوں میں سے (منوجی) اتھروید کو آخری وید بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ:

''اس کا زمانۂ تالیف سوامی دیا نند جی کے بقول تو ایک ارب اکتیس کروڑ برس ہے۔ لیکن عصرِ حاضر کے محققین انہیں چار ہزار سال پرانا بتاتے ہیں۔ جبکہ یہی زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے''۔

اور آگے پرانوں اور ویدوں کو ہمعصر اور ویدوں کو پرانوں کے مصدّق قرار

---

❶ تفهيم القرآن ٤٦٥/٥ نقلاً عن سيرت ابن بشام ٢٤٨/١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہوئے لکھا ہے:

''جن پرانوں کے وید مصدق ہیں چونکہ انہی میں حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق بشارتیں ہیں اس لیے بعض لوگ یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ یہ نقلی ہے، اصل غائب ہو گئے ہیں، یہ عذر غلط ہے اس لیے کہ پران ہندوؤں میں ویدوں کے مقابلے میں زیادہ زیر استعمال ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ پران جو شروع زمانہ سے آج تک بکثرت پڑھے جاتے ہیں، وہ تو گم ہو گئے، مگر وید جن کو بہت کم لوگ پڑھتے اور جانتے ہیں وہ باقی رہ گئے؟ اور یہ خیال بھی غلط ہے کہ پرانوں میں پیش گوئیاں بعد میں شامل کی گئیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی پران تو کسی برہمن کے گھر سے ایسا دیکھنے کو ملتا۔ جو پیش گوئیوں سے خالی ہوتا''۔

اور آگے سام وید پر پھاٹک: ۲، رشی: ۶، منتر: ۸ کے حوالہ سے نبی ﷺ کے بارے میں بشارت ذکر کی ہے۔ اور آگے چل کر مزید بشارات بھی نقل کی ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

❶ سام وید میں آنحضرت ﷺ کا ذکر:

ترجمہ: ''احمد نے اپنے رب سے پُر حکمت شریعت کو حاصل کیا، میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔ یعنی میں (رشی وتسہ کنو) اس بشارت کو دیکھتے وقت آفتاب رسالت کے نور سے منور ہو رہا ہوں''۔

قرآن شریف اس منتر کے راز کو اس طرح کھولتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾

''اے نبی! ہم نے تجھے شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور تو اللہ کی طرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج ہے"۔

تشریح: روشنی دو طرح کی ہوتی ہے، اجرامِ فلکی کی، ایک وہ اجرام جو بذاتِ خود روشن ہیں جیسے سورج، دوسرے وہ اجرام جو اس سے روشن ہوتے ہیں۔ جیسے رات کے وقت چاند، ستارے سورج کی روشنی کی گواہی دیتے ہیں۔ اس لیے رشی وتسہ کا یہ کہنا کہ میں سورج کی مانند روشن ہوں، درحقیقت سراجاً منیراً کے لیے ایک گواہی ہے۔ اور وہ سراجاً منیراً احمد مصطفی ﷺ ہیں۔

اتھروید کے کنتاپ سوکت میں بشارات:

اتھروید تینوں ویدوں کا مجموعہ کا نام ہے، اس میں رگوید کی رچائیں (محامد) سام وید کے گانے اور یجروید کی عبادت کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ مہلک امراض سے شفا، جنگ میں فتح و نصرت کے نسخے اور بہشت و دوزخ کے تفصیلی بیانات بھی ہیں۔ اس لیے اس وید کو برہم وید (علم الٰہی) کہا جاتا ہے جس طرح بائیبل کا ماخذ الواحِ بابل ہیں۔ اسی طرح ویدوں کی اندرونی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ اتھروید صحیفۂ ابراہیم علیہ السلام کی بڑی حد تک نقل ہے۔ رگوید کا ۵/۱ حصہ بائیبل کی طرح بابل کے صحائف سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں بابل اور مصر کے بادشاہوں کی جنگوں کا حال بھی ہے۔[1]

اتھروید کے بیسیوں باب کے کچھ سوکت کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں۔ ان کو طویل یگیوں اور قربانیوں میں ۱۷ اپچاری بڑے اہتمام سے پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ ہر سال ہوا کرتا ہے۔ گویا ایک طرح سے انہیں یاد رکھنے کیلیے ہندو قوم کو توجہ دلائی جاتی ہے۔

کنتاپ کے معنیٰ ہیں پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں۔ یہ نام ان منتروں کا غالباً اس لیے رکھا گیا کہ ان کا راز آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہے۔ یہ راز نافِ زمین

---

[1] تفصیل کی لیے ڈاکٹر پران ناتھ پروفیسر بنارس ہندو یونیورسٹی کا مضمون. کیمبے جوتا ٹمز آف انڈیا کے جولائی واگست ۱۹۳۵ء میں چھپا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مکہ) سے تعلق رکھتا ہے۔ مکہ کی زمین کو اُمّ القریٰ (نافِ زمین) الہامی کتب میں بتایا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہیں سب سے پہلے خدا کا گھر بنا اور نسلِ انسانی کو یہیں سے روحانی غذا ملنا شروع ہوئی۔

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

قرآن شریف میں مکے کے دو نام ہیں۔ ایک بکہ، دوسرا مکہ۔

بکہ کے معنیٰ ہیں بطن (پیٹ زیرِ ناف) اور مکہ کے معنیٰ ہیں پستان۔

انسان کو اپنی ماں سے غذا دو جگہ سے ملتی ہے یعنی پیٹ (رحمِ مادر) سے اور چھاتیوں سے اسی طرح نسلِ انسانی کی ابتدائی پرورش (کنتاب) (پوشیدہ گلٹیاں۔ رحمِ مادر) یعنی بطنِ مکہ سے شروع ہوئی۔ مگر جب بچہ رحمِ مادر سے مکمل ہو کر باہر آگیا یعنی وسیع دنیا میں قدم رکھا۔ تو یہی گلٹیاں چھاتی میں دودھ بن گئیں۔ اسی طرح انسان کی پرورش کا سامان اب مکہ میں یا ماں کی چھاتیوں میں ہے۔ کنتاپ سوکتوں کو لوگ اب تک معمہ یا پہیلیاں سمجھتے رہے۔ چنانچہ پروفیسر پنڈت راجا رام، پروفیسر میکولر بلوم فیلڈ وغیرہ نے ایسا ہی سمجھا۔ لیکن یہ گلٹیاں اب واضح ہو چکی ہیں۔

کنتاپ سوکت کا پہلا منتر اسم مبارک آنحضرت ﷺ

ترجمہ: ''اے لوگو! یہ (بشارت) احترام سے سنو۔ محمد تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں''۔

تشریح: نراشنسہ یعنی لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ کورم یعنی امن پھیلانے والا یا مہاجر شیلستی سہر مکہ کی آبادی اس وقت ساٹھ ستر ہزار تھی جیسا کہ ابنِ اثیر الکامل وغیرہ نے لکھا ہے۔

واضح اسم گرامی:

ترجمہ: ''اس نے مامح رشی کو سو (۱۰۰) دینار، دس (۱۰) تسبیحیں، تین سو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۰۰) گھوڑے، اور دس ہزار (۱۰۰۰) گائیں دیں''۔ ❶

تشریح: ما یعنی مہا بمعنی بہت زیادہ۔ مح یعنی تعریف کیا گیا۔ عردتام یعنی عربی گھوڑے۔

مطلب: پیش گوئیاں بالعموم استعارات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اس منتر میں سو (۱۰۰) طلائی دینار وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے مکہ کے پرفتن دور میں مکہ سے حبش کو ہجرت کی۔ سرجہ یعنی گلدستہ تسبیح، سردار (گوید منڈل ۱۰سوکت ۴ ۸ منتر ۲ میں سرجہ بمعنی سہرہ) عشرہ مبشرہ مراد ہیں عروہ بمعنی تیزرو یا عربی گھوڑے۔ ان سے مراد اصحابِ بدر ہیں۔ جو تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے، گو کا ماہ گم یعنی جنگ کیلئے نکلنا (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۳ منتر ۶) گائے کو رعب و جلال اور ہلاکت کا مظہر قرار دیا گیا ہے (رگوید منڈل ۵ سوکت ۵۶ منتر ۳)۔

گائے صلح واتفاق واتحاد کی علامت بھی ہے۔ (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۱۲ منتر ۳)۔

ان تشریحات سے ظاہر ہے کہ محمد ﷺ کے ساتھی گائے کی طرح مقدس اور رحم و محبت کے مجسمہ ہیں۔ اور اندر دیوتا کی طرح بارعب اور خوفناک بھی ہیں۔ اس تضاد کی پہیلی کو قرآن شریف نے اسی طرح حل فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں''۔

مکہ کی فتح کے وقت ٹھیک دس ہزار کی قدوسی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔

مذکورہ بالا منتر میں حسب ذیل باتیں قابل غور ہیں:

① اس منتر میں حضرت محمد ﷺ کا صفاتی نام جو ذاتی نام سے بھی کسی قدر مشابہ ہے، موجود ہے۔

---

❶ مترجمہ پنڈت کھیم کرن و پروفیسر راجا رام۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② آپ ﷺ کو رشی یا پیغمبر بتایا گیا ہے۔

③ آپ ﷺ کو خالص سونے کی طلائی دینار یعنی سابقون الاوّلون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔

④ عشرہ مبشرہ یعنی بااقبال جنت کے دس گلدستوں کا عطیہ۔

⑤ عابد، زاہد، عالم، جنگجو ۳۱۳ تاریخی اصحابِ بدر کا ذکر۔

⑥ فتح مکہ کے وقت دس ہزار قدسیوں کی جماعت کا ذکر۔

دنیا کی تاریخی روشنی میں یہ ساری خوبیاں اور نشانات صرف آنحضرت ﷺ کے سوانح حیات میں ملتی ہیں۔ اور یہ نشانیاں ٹھیک اِسی ترتیب کے ساتھ ہیں جیسی کہ بعد کو تاریخی وجود میں آئیں۔ دنیا کے کسی رشی یا پیغمبر کے ساتھ بجز آنحضرت ﷺ کے ان کی تطبیق نہیں کی جا سکتی۔

❁ جنگِ احزاب کا مفصل ذکر:

اتھرو وید کانڈ ۲۰، سوکت ۲۱، منتر ۶ حسبِ ذیل ہے:

ترجمہ: ''اے صادقوں کے رب! تجھے ان سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور مستانہ ترانوں سے دشمن کی جنگ میں مسرور کیا۔ کہ جب حمد کرنے والے نیز عبادت کرنے والے کیلئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا''۔

معنی: برترے شو بمعنیٰ صادقوں کے رب۔ امدن بمعنیٰ مسرور کیا۔ اور سنسٹر یاتے ان بہادرانہ کاموں سے۔ سوماسہ یعنی مستانہ ترانوں نے۔ ورتر بمعنیٰ دشمن کا ردِے بمعنیٰ حمد کرنے والے کیلئے۔ ورہشمتے بمعنیٰ عبادت کرنے والے کیلئے۔ اپرتی بمعنیٰ بغیر مڈبھیڑ۔ نی ورہتہ یعنی تو نے شکست خوردہ کر دیا۔ ہتیشو یعنی جنگ میں۔

تشریح: وید منتر میں اللہ تعالیٰ کو ست پتی یعنی صادقین کی تربیت کرنے والا بتایا ہے۔ صادقین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفت ہے چنانچہ انکے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾

وید منتر میں دوسری نشانی یہ ہے کہ:

سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور ترانوں سے اللہ کو راضی کر دیا۔اس کا نقشہ قرآن پاک میں یوں کھینچا گیا ہے:

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا﴾

[الاحزاب: ۲۲]

"جب مومنوں نے دشمن کے لشکر کو دیکھا۔انھوں نے کہا یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا تھا (اس نظارہ نے) ان کے ایمان نیز تسلیم ورضا کی ایمانی قوت کو المضاعف کر دیا"۔

تیسری نشانی دس ہزار کے لشکرِ عظیم کو جو تین ہزار کے مقابل تھا اور ہر طرح سے بڑھ چڑھ کر تھا شکست خوردہ بتایا۔قرآن شریف میں یہ آیت جنگِ احزاب وقوع پذیر ہونے سے پہلے نازل ہو چکی تھے۔

﴿جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾

چوتھی نشانی اسمِ احمد کا ذکر۔کاروے یعنی حمد کرنے والے یعنی احمد۔پروفیسر گرفتھ نے اس کا ترجمہ اور پروفیسر پنڈت راجارام نے ستوتا یعنی حمد کرنے والا کیا ہے۔یہ صفاتی نام ہے جو اس جنگ کا ہیرو ہے۔وہ حمد کرنے والا بھی ہے اور سپہ سالار بھی۔

حمد کرنے والے کی دوسری صفت لفظ برہشتے ہے۔جس کے معنیٰ ہیں مقدس گھاس، جو ویدی (آتش کدہ) کے کناروں پر بچھائی جاتی ہے۔استعارہ مقدس گھاس والا سے مراد عبادت گزار ہوتی ہے۔

دوسرے معنیٰ اس کے روشن اور نورانی شخص کے بھی ہیں۔یعنی احمد نہ صرف خدا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حمد کرنے والا ہیں بلکہ عین میدانِ جنگ میں خدا کی عبادت کرنے والا بھی ہیں۔

یہ وید منتر کی پانچویں نشانی ہے۔

آخری نشانی ہے دشمن کا بغیر مقابلہ کئے فرار ہو جانا۔

اس کی وجہ اس سوکت کے منتر ۱ تا ۵، منتر ۷ اور ۸ میں بیان کی ہے۔ ان منتروں میں خطاب ہے اِندر دیوتا سے۔ جو تند و تیز ہوا کا رفیق اور رعد و کڑک کا دیوتا ہے۔ اس جنگ میں دشمن تند ہوا اور کڑک سے ڈر کر یا اِندر دیوتا سے خوف کھا کر بھاگ گیا۔

چنانچہ وید کے اپنے الفاظ ہیں:

''تو نے اے اِندر! دس ہزار دشمنوں کو بغیر مڈھ بھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا''۔

دشمن کی ہزیمت واقعی ایک حیرت انگیز امر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ دراصل مسلمانوں کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اِسی خالقِ فطرت کے ساتھ تھا۔ جس کے ایک ادنیٰ غلام تند ہوا، جھکڑ اور رعد و کڑک سے دشمن خوف زدہ ہو کر فرار ہو گیا۔ قرآنِ کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ [۳۳:۹]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر لشکر آپہنچے۔ سو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا، جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور اللہ اُسے جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے''۔

جنگِ احزاب صداقتِ اسلام کا کھلا معجزہ ہے۔ [1]

[1] نشریہ نمبر ۱۰۸۴، از صدیقی ٹرسٹ کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

سیرت النبی ﷺ بعد از ولادت وقبل از بعثت

شبِ ظلمت، ولادت و بعثت کے وقت دنیا کی مذہبی حالت

ایک اجمالی خاکہ

پچھلے صفحات میں بڑے اختصار کے ساتھ ہم نے نبیٔ اکرم ﷺ کی سیرت کا خاص وہ پہلو یعنی سیرت قبل از ولادت پیش کیا ہے جو عام انسانوں کی سوانح حیات میں نہیں پایا جاتا۔ اور آئندہ ہمیں سیرت رحمۃٌ للعالمین کے دوسرے باب یعنی سیرت بعد از ولادت کی طرف پیش قدمی کرنا ہے جو اپنی وسعتوں اور پہنائیوں کے اعتبار سے ایک بحرِ بے کنار ہے، اور عربوں میں مثل مشہور ہے:

تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا.

''ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے''۔

اور بقول سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ:

''اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کی ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ بارش کی خنکی سخت اُمس کے بعد ہی زیادہ خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ روشنی کی پوری قدر شب تارہی میں ہوتی ہے۔ اور فضا جس قدر تاریک ہو بجلی کی چمک اتنی ہی زیادہ درخشاں نظر آتی ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ اصلاحی تحریک کی وقعت و عظمت جانچنے میں یہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ دنیا اُس وقت کتنی گمراہی میں مبتلا اور اصلاح کی محتاج تھی جس کیلئے پیغمبرانہ دست وبازو کی حاجت تھی''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا آیئے! پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت اور ظہورِ اسلام کے وقت دنیا کی تمدنی اور مذہبی و اخلاقی حالت کا جائزہ لیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ''تاریخ شاہد ہے کہ اُس وقت کی دنیا کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک ایسا کرۂ ارض تھا جس پر آفتاب نہیں چمکتا تھا تو بالکل سچ ہوگا کیونکہ تمام دنیا میں سچے اور صحیح عقیدہ کا کہیں وجود نہ تھا۔ توحید کی روشنی سے دنیا کا ذرہ ذرہ محروم تھا، مصر، یونان، روم وغیرہ ممالک میں سورج، چاند اور ستاروں کی خدائی تھی، انہی کے معبد تھے اور انہی کے ناموں پر بے گناہ انسانوں اور جانوروں کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں، ہر جگہ پتھر، مورتیوں، مٹی کی صورتوں اور سونے، چاندی وجواہرات کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔

آپ سوچیں گے کہ پہلے انبیاء اور مصلحین کی تعلیمات کیا ہوئیں؟ جی ہاں یہ سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چھ سو برس پہلے تزکیۂ نفس کے کچھ درس دیئے تھے مگر مدت ہوئی دنیا اس سبق کو بھلا چکی تھی۔ یہ بھی سچ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بھی پیشتر ہدایت ونجات کی ایک شمع روشن کی تھی لیکن فتنوں اور ہنگاموں کی آندھی میں یہ چراغِ طور بھی جل کر گل ہو گیا تھا۔

ہر قوم دوسری قوم سے برسرِ پیکار اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا۔ حرص وطمع اور کشت وخون کی گرم بازاری تھی۔ نفسِ انسان کی ملکوتی طاقت، سفلی جذبات کے سامنے پامال ہو چکی تھی۔ عدل وراستی اور پاکبازی وپارسائی کی خوشبو انسان کے جامۂ خاکی سے اڑ چکی تھی، توحید وخدا پرستی کا نور، دیوی دیوتاؤں، ولیوں شہیدوں اور ستاروں یا مجسموں کی پرستش کی عالمگیر تاریکی میں چھپ گیا تھا۔

غرض دنیا کے حالات ہر طرح سے اس ضرورت کے متقاضی تھے کہ کوئی مصلحِ عالم، معلمِ اخلاق، داعیٔ حق، اور بنی نوعِ انسان کا نجات دہندہ آخری بار وجود میں آئے اور عرصۂ دراز سے پراگندہ ومنتشر ہوچکنے والے شیرازۂ انسانیت کو پھر سے منظم کردے۔ اور روحانیت اور خدا پرستی کے خزاں رسیدہ باغ کو ازسرِ نو پر بہار کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے۔اور دنیا کے ظلمت کدہ کو پھر سے مطلعِ انوار بنادے“ ❶

یہ اس شبِ ظلمت کی داستان یا اس عہد کے مذہبی حالات کا سرسری واجمالی خاکہ ہے، جس عہد میں ہمارے رسولِ مقبول ﷺ کی بعثت ہوئی۔

بوقتِ ولادت دنیا کی سیاسی واخلاقی اَبتری

نبیِ اکرم ﷺ کی ولادت و بعثت یا طلوعِ صبحِ سعادت کے وقت اس روئے زمین کی اہم طاقتیں دو ہی تھیں، فارس اور روم۔ فارس کا مذہب مجوسیت تھا جس کا دائرہ عراق سے لیکر ہندوستان کی سرحد تک محیط تھا اور سلطنتِ روم کا مذہب عیسائیت تھا جو یورپ وایشیا اور افریقہ کے تینوں برِّ اعظموں کو گھیرے ہوئے تھا۔

مذہبی حیثیت سے دو اور قومیں یہود اور ہنود بھی تھیں جن میں سے ہر ایک کا اپنی اپنی جگہ قدامت کا دعویٰ تھا۔ دیارِ عرب کی پہلی ہمسایہ سلطنت فارس ہی تھی جس کے تمدّن کا ستارہ ایک زمانے میں اوجِ کمال پر تھا مگر عہدِ بعثت سے سَو ڈیڑھ سَو سال پہلے سے ساسانی شان وشوکت اور کیانی جاہ وجلال مٹتے مٹتے سایہ سارہ گیا تھا۔ مسلسل بغاوتوں، سفاکانہ خون ریزیوں اور سیاسی بدامنیوں نے اس کو تہ وبالا کر دیا تھا۔

مذہبی واخلاقی اعتبار سے ایران میں بابل کے اثر سے ستارہ پرستی بہت عام تھی۔ اسی کا اثر ہے کہ ایرانی لٹریچر میں افلاک اور ستاروں کی کارفرمائی آج تک نمایاں ہے اور اخلاقی انحلال وپستی کا یہ عالم تھا کہ باپ کا بیٹی اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لے لینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھا۔ ❷

کس قدر مقامِ حیرت ہے کہ یزدگرد ثانی جو پانچویں صدی عیسوی کے وسط

---

❶ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی و سلیمان ندوی ۲۰۹/٤۔ ۲۱۱

❷ تاریخ غرر اخبار الفرس للثعالبی ص ۲۷ طبع پیرس بحوالی سیرت النبی ﷺ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہاں کا بادشاہ تھا، اس نے اپنی بیٹی سے اپنا عقد کیا تھا اور پھر اسے قتل کر ڈالا اور یہ اخلاق باختگی دیر تک جاری رہی۔ ❶

سنن ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفئی جلد دوم (ص:۲۶) میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حکم دیا کہ مجوسیوں کو اس فعلِ شنیع سے روکا جائے۔ اہلِ فارس کی بدعقیدگی یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ سلاطین وامراء درجہ بدرجہ عایا کے دیوتا وخدا بنے ہوئے تھے اور انہیں سجدے کیے جاتے تھے۔ ❷

آغازِ اسلام کے وقت دوسری بڑی سلطنت روم تھی جو یونان کے زوال کے بعد دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور رومۃ الکبریٰ کہلاتی تھی مگر اب روم کی قبائے سلطنت بھی ایران سے کچھ کم کرم خوردہ نہ تھی بلکہ چھٹی صدی عیسوی کے خاتمہ پر یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے چند سال بعد روم اپنے زوال کے پست ترین نقطہ تک پہنچ چکا تھا۔ اور ''تاریخ زوال وانحطاط سلطنتِ روم'' کے مصنف گبن کے بقول:

''اس کی حالت بعینہ اس عظیم الشان درخت کی ہوگئی تھی جس کے سایہ میں ایک وقت تمام اقوامِ عالم آباد تھیں مگر اس پر ایسی خزاں آئی کہ برگ وبار کے ساتھ اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بھی رخصت ہوگئی تھیں اور اب خالی تنا خشک ہورہا تھا اور کُل کاروبار بند ہوگئے تھے۔ وہ بازار وتماشہ گاہیں جہاں دن رات چہل پہل رہتی تھی، اب ویران وسنسان پڑی تھیں''۔ ❸

❶ مورخوں کی تاریخ عالم جلد ششم ص: ۸۴، البدایہ ۲ص: ۵۷۵۔

❷ تاریخ غرر اخبار الفرس، ثعالبی ص ۵۰۰.

❸ تاریخ زوال و انحطاط سلطنتِ روم ۳۷۲:۳ بحوالہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علامہ سلیمان ندوی ۳: ۲۱۹۔ ۲۲۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یلغار کردی ہوئی تھی، اوران امور کا اعتراف خود عیسائی مصنفین ومؤرخین نے بھی کیا ہے جن کی تفصیلات گبن کی ''تاریخِ زوال وانحطاطِ روم'' جلد اول وسوم، ڈریپر (یہ ایک امریکی مصنف ہے جس کا پورا نام ہے: John William Draper اور اس کی کتاب کا نام یہ ہے کہ Conflict between religion and science) کی ''تاریخ معرکہ آرائی مذہب وسائنس'' اور جارج سیل کے انگلش ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور ایسی ہی سیاسی، مذہبی اور اخلاقی ابتری وانارکی یہود وہنود میں بھی پائی جاتی تھی جس پر کتب تاریخ یہود اور آر، سی، دت کی کتاب ''ہندوستانِ قدیم'' جلد سوم شاہد ہیں۔ ❶

طلوعِ صبحِ سعادت کے وقت عربوں کی مذہبی حالت

ولادت وبعثتِ رسول ﷺ کے وقت دنیا کی مختلف قوموں کے سیاسی، مذہبی اور اخلاقی حالات کا سرسری جائزہ تو پیش کیا جاچکا ہے۔ اور اب ذرا ایک نظر اس قومِ عرب کے حالات پر بھی ڈال لیں جس کے افقِ نبوت سے صبحِ سعادت طلوع ہونے والی تھی۔

مذہبی طور پر یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم کا اثر تھا کہ قدیم عرب زمانۂ دراز سے صرف معبودِ واحد اللہ تعالیٰ ہی پر اعتقاد رکھتے آرہے تھے لیکن رفتہ رفتہ دینِ حنیفی کی تعلیمات ماند پڑنے لگیں اور ان میں شرک بال وپر نکالنے لگا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو معبودِ اکبر قرار دے کر دیگر بے شمار چھوٹے چھوٹے الٰہ بھی بناڈالے تھے اور وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ دنیا کے کاروبار اور روزمرہ کی ضرورتیں انہی چھوٹے الہوں سے پوری ہوتی ہیں اور کام اکثر انہی سے پڑتا ہے، لہٰذا وہ انہی کی پرستش کرنے لگے، اور انہی سے حاجتیں طلب کیا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ تو زمین وآسمان بنا کر ان کے نزدیک

❶ تفصیل کیلئے دیکھئے: سیرت النبی ﷺ ۲۱۱/۴۔ ۲۴۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا بیکار رسا ہو چکا تھا۔

اس شرکِ اکبر کے علاوہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا کرتے تھے جس کا تذکرہ سورۂ نجم کی آیات: ۲۱۔۲۲ اور ۲۷ میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ﴾ (النجم: ۲۷)

''جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں''۔

اور اس نظریہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۞ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ﴾ (النجم: ۲۱،۲۲)

''تمہارے تو لڑکے ہوں اور اللہ کی لڑکیاں، یہ تو کوئی اچھی تقسیم نہیں''۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینے کے بعد (عرب) ان کی الوہیت کے قائل بھی ہوگئے تھے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت: ۸۰ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا﴾

''اور نہ اللہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہراؤ''۔

اسی بات کی مزید وضاحت کیلئے دیکھئے: سورۃ الزخرف والصافات۔

وہ لوگ فرشتوں کی عبادت و پرستش کرتے اور انہیں اپنے پرستاروں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ نجم کی آیت: ۲۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا﴾

''اور آسمان میں کتنے فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش (اللہ کی اجازت کے بغیر) کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی''۔

فرشتوں کی طرح وہ جنوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار سمجھتے تھے جیسا کہ سورۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصفت کی آیت :۱۵۸ میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾

''اور مشرکوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری بنائی''۔

اور وہ جنوں کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت وقدرت میں شریک سمجھتے تھے چنانچہ سورہ انعام، آیت :۱۰۱ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

''انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنایا حالانکہ وہ اسکی کی مخلوق ہیں اور جانے بغیر اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں''۔

وہ (قوم عرب) اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے اور ان سے مرادیں مانگا کرتے تھے۔ ہر قبیلے کا اپنا اپنا اور ہر کام کیلئے الگ الگ معبود تھا۔ گھر گھر بت خانے بنے ہوئے تھے۔ ان کے ان معبودانِ باطلہ میں سے سب سے بڑا (ہُبَل) تھا۔ اور اس کے بعد منات، لات اور عُزیٰ تھے۔

ایسے ہی قرآن پاک کی سورۃ نوح (علیہ السلام) میں کچھ اور بتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ جو یغوث، یعوق، نسر، ود، سواع اور بعل کے ناموں سے پائے جاتے تھے۔ جبکہ بخاری شریف، باب فتح مکہ میں مذکور ہے:

''کعبہ شریف اور اس کے اطراف میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت تھے۔ اور بعض عرب قبائل چاند، سورج اور ستاروں کی پوجا بھی کیا کرتے تھے''۔

عربوں میں بُت پرستی کی ابتداء

عربوں میں بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ بنی خزاعہ کا ایک شخص عَمرو بن لحی بنو جرہم کو شکست دے کر کعبہ کا متولی بن گیا تھا۔ ایک دفعہ وہ بلقاء گیا اور وہاں اس نے لوگوں کو بُت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرست دیکھ کر بت پرستی کی طرف مائل ہوگیا اور وہیں سے ایک بُت (ہُبَل) لاکر کعبہ میں نصب کر دیا۔ چونکہ اس کا اثر تمام عرب پر تھا اس لیے تمام عرب نے بُت پرستی قبول کر لی اور گھر گھر بُت خانے بن گئے۔ ❶

اس عمرو بن لحی کے بارے میں صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدِفَ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ». ❷

''میں نے عَمرو بن لحی بن قمعہ بن خِندِف کو جہنم میں اپنی انتڑیاں (پھیپھڑوں کی نالی) گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے''۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں نے نبی ﷺ کو اکثم بن جون خزاعی سے یہ کہتے ہوئے سُنا: اے اکثم! میں نے عَمرو بن لحی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے وہ تیرے بہت ہی زیادہ مشابہ ہے۔ اکثم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ مشابہت میرے لیے ضرر رساں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تو مؤمن ہے اور وہ کافر تھا، وہ پہلا شخص تھا جس نے دین ابراہیم واسماعیل (علیہما السلام) کو بدلا اور بُت نصب کیے۔ بحیرہ سائبہ، وصیلہ اور حامی جیسے مشرکانہ تصورات کو جنم دیا''۔ ❸

عربوں میں کہانت بڑے زوروں پر تھی اور کہانت پیشہ لوگ بھی بڑے مقبول تھے۔ کاہنوں اور نجومیوں کی دوکانیں خوب چمکی ہوئی تھیں۔ اور شگون لینے کیلئے

---

❶ سیرت النبی ﷺ ۱/ ۲۴۷، سیرت ابن ہشام ۱/۷۷.

❷ بخاری مع الفتح ۶/ ۵۴۷ طبع دار الافتاء.

❸ فتح الباری ۶/۵۴۹، سیرت ابن ہشام ۱/۷۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرندے اُڑانے اور پانسے نکالنے کا رواج عام تھا۔ اوہام پرستی کا یہ عالم تھا کہ سانپ کو نہیں مارتے تھے اور سمجھتے تھے کہ سانپ مارا جائے تو اس کا جوڑا آ کر بدلہ لیتا ہے جیسا کہ ابو داؤد شریف (۳۲۶/۲ مجتبائی) میں ان کے اس وہم کا ذکر موجود ہے۔ انکے جملہ باطل عقائد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اگر کوئی شخص مظلومیت میں مارا جائے تو اسکے سر سے اُلو نکلتا ہے جو "ہائے خون ہائے خون" کہہ کر اس وقت تک چیخ و پکار کرتا ہے جب تک اس کے قاتل سے بدلہ نہ لے لیا جائے۔ ❶

طلوع صبح سعادت کے وقت عربوں کی اخلاقی حالت

پچھلی سطور میں ہم نے ولادت و بعثتِ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عربوں کی مذہبی حالت کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں مذہبی طور پر ان لوگوں میں انتہائی ضعف پیدا ہو چکا تھا۔ اور وہ تمام انواع و اقسامِ شرک میں مبتلا تھے۔ وہیں ان کی اخلاقی پستی اور انحطاط بھی انتہاء کو پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑ مرنا اور مختلف خاندانوں اور قبائل میں جنگ چھڑ جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور ایک ایک لڑائی برسوں جاری رہتی۔ میدانی نیشا پوری نے اپنی کتاب "الامثال" میں ایک سو بتیس لڑائیوں کے نام اور وقائع لکھے ہیں۔ یہ وہ لڑائیاں ہیں جو اسلام سے چالیس پچاس سال پہلے سے لے کر ظہورِ اسلام تک ہوئیں۔ بکر و تغلب اور اوس و خزرج کی خونریز لڑائیاں معروف ہیں۔ ایک لڑائی گھوڑ دوڑ میں صرف قواعد کی خلاف ورزی سے شروع ہوئی اور چالیس برس تک قائم رہی۔

ام الخبائث شراب کا اس قدر رواج تھا کہ یہ ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی اور تجارت شراب فروشی کی مترادف بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے رواج کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عربی زبان میں شراب کے اڑھائی سو نام ہیں۔ اور علامہ فیروزی آبادی

❶ تفصیل کیلئے دیکھئے: سیرت النبی ﷺ ۲۴۱/۴-۲۴۲، رحمۃ للعالمین ۳۰/۱، ۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خاص شراب کے ان ناموں پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور یہ مرض ان میں اس قدر رچ بس چکا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱۹، سورۃ النساء، آیت: ۴۳، اور سورۃ المائدہ، آیت: ۹۰ میں اس کی حرمت کا حکم بتدریج نازل کیا اور تیسری مرتبہ اسے صریحاً حرام قرار دیا۔

شراب نوشی کے ساتھ ہی ان میں قمار بازی کا بھی عام رواج تھا۔ امام رازی تفسیر کبیر (۳۳۱/۲) میں لکھتے ہیں:

''قمار و جوا کی محفلوں میں شریک نہ ہونا قومی عار سمجھا جاتا تھا۔ اور شرکت نہ کرنے والوں کو بخیل خیال کیا جاتا اور انہیں (برم) کا خطاب دیا گیا تھا۔ جو لوگ یہ خطاب حاصل کر لیتے، ان سے شادی بیاہ عار سمجھی جاتی تھی۔ اور انتہاء یہ کہ مال و دولت ختم ہو جانے کے بعد وہ بیوی بچوں پر بازی لگا دیتے تھے اور چالیس سال تک لڑی جانے والی عبس و ذبیان کی جنگ گھوڑ دوڑ کی قمار بازی ہی کا نتیجہ تھی۔ ان لوگوں میں سودخوری بھی عام تھی۔ لوٹ مار، راہزنی اور ڈاکے تو اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ کامیاب ڈاکو اپنے کارناموں کو نظم کرتے اور فخریہ پڑھ کر سنایا کرتے تھے''۔

اقتصادی تنگدستی کی وجہ سے بدوؤں حتیٰ کہ عورتوں میں بھی چوری کی عادت پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ بنی مخزوم کی ایک عورت کی چوری کا واقعہ معروف ہے جس کی سفارش کیلئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ تو اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا».

''اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔ ❶

❶ بخاری ج:۲ کتاب الحدود.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (۱۲/۷۷) میں کلبی کے حوالے سے لکھا ہے:

''خود قریش کے کئی لوگ بھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ انہوں نے خانہ کعبہ کے خزانے سے سونے کا ہرن چرالیا تھا''۔

مروج الذہب میں مسعودی نے لکھا ہے کہ اہلِ فارس شروع شروع کعبہ کیلئے مال و جواہر کے ہدیئے بھیجا کرتے تھے۔ اور ساسان بن مالک نے سونے کے دو ہرن، زر و جواہر اور تلواریں ہدیہ بھیجی تھیں۔ ❶

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے:

''اس چوری کرنے کے سلسلہ میں خاص طور سے ابولہب کا نام لیا جاتا ہے''۔

دن رات کی لوٹ مار اور کشت و خون سے ان میں درندوں کے تمام اوصاف پیدا ہو چکے تھے۔ زندہ اونٹ کی کوہان اور دُنبے کی چکّی کاٹ کر کباب لگاتے اور زندہ جانوروں کو باندھ کر تیر اندازی کی مشق کرتے۔ لڑائیوں میں مقتولین کی ناک کان کاٹ دیتے، عورتیں ان کے ہار بنا کر پہنتیں اور یہ منت مانی جاتی کہ دشمن کو قتل کریں گے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پئیں گے۔

اسی طرح زنا کاری اور فسق و فجور عام تھے اور یہ واقعات فخریہ اشعار میں بیان کیئے جاتے تھے۔ امرءالقیس نے اپنی پھوپھی زاد بہن عنیزہ اور دیگر عورتوں کے ساتھ جو بے حیائیاں کیں، خود اس نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں مفصل و فخریہ ذکر کی ہیں۔ فاحشہ عورتیں اپنے گھروں کے سامنے جھنڈیاں لگا کر بیٹھتیں اور بڑے بڑے رؤساء بھی اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرتے اور ان کی کمائی کھاتے تھے جیسا کہ مسلم شریف میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا واقعہ موجود ہے کہ وہ اپنی دو لونڈیوں میکہ اور امیمہ کو زنا کاری پر مجبور کیا کرتا تھا جس پر سورۂ نور کی آیت: ۳۳ نازل ہوئی جس

❶ مروج الذهب ۲۰۵/۱ بحواله الرحيق المختوم ص ۳۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ﴾

''اور تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو''۔

ان میں نکاح کے کئی ایسے طریقے مروّج تھے جو انتہائی حیاء سوز تھے، شرم و حیاء نام کو نہ تھی ننگے کھلے عام نہا لیا کرتے تھے۔ ❶

وہ قضائے حاجت کے وقت پردہ نہیں کیا کرتے تھے۔ ❷

وہ کھلی مجلسوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کے تمام واقعات بیان کر دیا کرتے تھے۔ ❸

اور حد تو یہ ہے کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ وہ لوگ مرد و زن ہی ننگے ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے۔ ❹

سوتیلی ماں پر وراثۃً قبضہ کر کے اسے بیوی بنا لیتے اور نکاح کی کوئی حد نہ تھی آٹھ آٹھ، دس دس شادیاں کر لیتے تھے۔ ❺

دو حقیقی بہنوں سے ساتھ ایک ہی وقت میں نکاح کر لیتے تھے اور مجموعی حیثیت سے عورت کو بدترین مخلوق اور عار سمجھتے تھے۔

سورہ النحل کی آیت: ۵۸۔۵۹ میں مذکور ہے:

''اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہو جاتی تو اسے سخت رنج ہوتا اور شرم سے منہ چھپاتا پھرتا تھا''۔

---

❶ نسائی، باب الاستتار عند الغسل.

❷ ابو داؤد، کتاب الطهارة.

❸ ابو داؤد، کتاب النکاح، باب ما یکره من ذکر الرجل.....

❹ صحیح مسلم، کتاب التفسیر عن ابن عباس رضی الله عنهما.

❺ ابو داؤد، کتاب النکاح.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی رسم چل پڑی۔

سورۃ التکویر کی آیت:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۞ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾

کی تفسیر میں ابن جریر و ابن کثیر نے لکھا ہے:

''ایک آدمی نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں''۔

مزید برآں ان میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ تھی۔ حشرات الارض، چھپکلی، بہتا ہوا خون، مردار جانور غرض ہر چیز کھا جاتے تھے۔ ❶

سیاسی حالت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا طلوع صبح سعادت کے وقت تمام دنیا کی مذہبی و سیاسی اور خاص طور پر عربوں کی دینی و اخلاقی حالت آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ اس موضوع کی صرف ایک چیز باقی ہے کہ اس وقت عربوں کی سیاسی حالت کیا تھی؟

اس سلسلہ میں مختصراً عرض ہے کہ اس مغلوبِ نفس اور غلامِ حرص و ہویٰ قوم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو عوام کو اکٹھا کر کے حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکتا۔ صرف ایک شخص اپنے قبیلے کا برائے نام حکمران ہوتا تھا۔ اسکے باوجود بھی ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتا اور اپنے آپ کو کسی کے فیصلے کا پابند نہیں سمجھتا تھا۔ دوسرے ممالک سے بدلہ لینے کیلئے صرف ایک ''رسم محالفہ'' قائم تھی جس میں اس بات کی قسم اٹھائی جاتی تھی کہ ہم ہر معاملہ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

مکہ مکرمہ کی بالائی جانب پہاڑوں کی گود میں خوشگوار فضا والے شہر طائف

---

❶ لباب النقول للسیوطی، آیت: ﴿وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾۔

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴/ ۹۱، ۲۶۱ رحمۃ للعالمین ۱/ ۳۰، ۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قریب سوقِ عکاظ کے نام سے ایک منڈی لگا کرتی تھی۔ اس موقعہ پر بہادر لوگ اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے۔ شاعر و انشاء پرداز اپنے اپنے ادبی شہ پارے پیش کیا کرتے تھے۔ جانوروں کی نمائش ہوتی۔ اور تجارتی لین دین کے امور اور بعض دیگر معاملات پر بھی غور کیا جاتا تھا۔ (اب اسے انکی پارلیمنٹ کی اینوئل میٹنگ کہہ لیں یا کوئی اور نام دے لیں بس یہی کچھ تھا)۔

خاندانِ ضجعم کا آخری سردار زیاد بن ہیولہ تھا۔ غسانیوں نے اسے کمزور دیکھ کر ملکِ یمن سے آکر اس علاقے پر تسلّط جمالیا۔ قبا کو دار الحکومت بنایا اور ملکِ عرب پر باقاعدہ حکومت کی نبیاد رکھی۔ اور سلطنتِ روم کو خوش رکھنے کی خاطر کسی حد تک دینِ عیسوی کے زیرِ اثر آگئے۔

غسانیوں کے اس فعل سے جہاں عیسائیت کو کافی تقویت ملی وہیں شام و فلسطین کے ہزارہا مفرور یہودی بھی یہاں آکر آباد ہونے لگے۔ جنوبی عرب میں بھی ایک حکومت قائم تھی مگر مذہبی اختلاف کی وجہ سے نہایت ضعیف تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حبشہ و فارس کی فوجیں آئے دن وہاں آکر تباہی مچاتی رہتی تھیں۔ اس وقت فارس یا ایران کا حکمران نوشیرواں اور روم کا فرمانروا ہرقل تھا۔ پروفیسر سیڈیو اپنی کتاب تاریخ العرب میں لکھتا ہے:

> "ملکِ عرب کے جنوب پر سلطنتِ حبش، مشرقی حصے پر فارس اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ قسطنطینہ کا قبضہ تھا"۔ ❶

ارضِ عرب کے انتہائی جنوب میں سمندر کے کنارے پر آباد یمن پر حبشہ کا ایک جنرل ابرہہ قابض تھا۔ وہی ابرہہ جس نے خانہ کعبہ کی عزت و شرف سے بوکھلا کر مسلمانوں کی توجہ ادھر سے ہٹانے کیلئے یمن میں ایک گرجا تعمیر کروایا مگر عرب لوگ بُت پرستی چھوڑ کر عیسائیت کی طرف مائل نہ ہوئے تو اُس نے زیارتِ کعبہ کیلئے جانے

❶ تاریخ العرب ص: ٤٠ بحوالہ رحمۃٌ للعالمین ص: ٣٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حکماً منع کر دیا۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں امام بیہقی اور ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے:

''اس حکم سے عربوں کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی یہاں تک کہ بنی کنانہ کے ایک بدُّو نے گرجے میں چپکے سے غلاظت ڈال دی۔ ابرہہ کو معلوم تھا کہ یہ جرأت کسی عرب کی ہی ہو سکتی ہے لہٰذا اس نے غضب ناک ہو کر کعبہ شریف کے گرانے کے ناپاک ارادوں سے مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی۔ قریب پہنچ کر اہلِ مکہ کے مویشیوں کو پکڑنا شروع کر دیا اور عبدالمطلب جو ان دنوں قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی تھے، ان کے بھی ایک سَو اونٹ پکڑ لیئے۔ وہ جب اونٹ چھڑانے کیلیئے خود ابرہہ کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ میں تو تمہارے کعبہ کو گرانے آیا ہوں اور تمہیں اپنے اونٹوں کی فکر دامنگیر ہے۔

اس وقت عبدالمطلب نے یہ تاریخی جملہ کہا:

«إِنِّي أَنَا رَبُّ الْإِبِلِ وَإِنَّ لِلْبَيْتِ رَبٌّ سَيَمْنَعُهُ».

''میں اونٹوں کا مالک ہوں، وہ مجھے لوٹا دو۔ اور اس گھر (کعبہ) کا بھی ایک رب ہے، وہ خود اسکی حفاظت کرے گا''۔ ❶

ربِ کائنات نے اپنے گھر کی کس طرح حفاظت کی؟ دشمنانِ کعبہ کے ارادوں کو خاک میں ملا کر انہیں کس طرح برباد کیا؟ اس کا ذکر تیسویں (۳۰) پارے کی سورۃ الفیل میں موجود ہے۔

الغرض عربوں کے ان ابتر سیاسی حالات میں اور اس واقعۂ فیل کے پچاس دن بعد نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان عربوں اور پورے عالمِ انسانیت کی رہنمائی کیلیئے منتخب فرمایا۔

---

❶ البدایہ والنھایہ۔ جلد اول۔جزء ثانی ص: ۱۷۰ تا ۱۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آفتابِ نبوت کے لیے ملکِ عرب ہی کا انتخاب کیوں؟

ملک عرب اتنے گئے گزرے لوگوں کا خطہ تھا کہ مذہبی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے وہ پستی کی انتہاء کو پہنچ چکا تھا جیسا کہ کتب تاریخ و سیرت کے حوالے سے ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ ان حالات میں نبی ﷺ کو مبعوث فرمانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کا انتخاب ہی کیوں کیا؟

اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی سورۂ انعام، آیت: ۲۵ میں دیا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه﴾

''اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیامبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ملکِ عرب کا انتخاب کرنے اور اسے خلعتِ رسالت ﷺ سے سرفراز کرنے میں جو حکمت الٰہی کارفرما ہے، اسے بہتر تو وہی جانتا ہے البتہ عقلی نقطۂ نظر سے بھی یہ انتخاب نہایت موزوں اور مفید تھا کیونکہ ہم جب ملکِ عرب کو کرۂ ارض کے نقشے پر دیکھیں تو اس کے محلِ وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے برِّ اعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری کے راستوں سے دنیا کو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ لہٰذا اگر تمام دنیا کی ہدایت کیلئے کسی جگہ پر کوئی مرکزِ واحد قائم کرنا ہو اور اس کیلئے جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو ملک عرب ہی اس کیلئے موزوں ہے۔ خصوصاً اس زمانے پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تینوں بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو وہاں کی آواز ان برِّ اعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جہاں تک میں سمجھتا ہوں، ربُّ العالمین نے اسی لیے نبیِ اکرم ﷺ کو عرب میں پیدا فرمایا، اور ان کو بتدریج قوم، ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا''۔

علمِ جغرافیہ کی رو سے جب ہم کرۂ ارضی پر آباد دنیا کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ چالیس (۴۰) درجے عرض بلد، اور شمال میں زیادہ سے زیادہ اسّی (۸۰) درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ایک سو بیس (۱۲۰)، اور نصف ساٹھ (۶۰) ہوا، جب ساٹھ کو اسّی درجے شمالی سے تفریق کریں، تب بیس (۲۰) رہ جاتے ہیں۔ اور جب ساٹھ میں سے چالیس درجے جنوبی کو تفریق کر دیں، تو بھی بیس درجے شمالی رہ جاتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ ساڑھے اکیس درجہ پر آباد ہے۔ اس لیے کل کرۂ ارضی میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مکہ کا نام کتب لغت میں سرّۃ الارض (نافِ زمین) ہے۔ اور انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسطِ حقیقی کے قریب تر واقع ہے صرف ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اسی لیے ہے کہ مکہ نافِ زمین ثابت ہو۔

اب یوں سمجھیں کہ ملکِ عرب پندرہ سے پینتیس درجہ ہائے عرض بلد شمالی پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول اور مغرب میں حبشی ہامائٹ (نسلِ حام) اور (امریکہ کے اصل باشندے) ریڈ انڈیز۔ اور جب کُل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدِ نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور شاید اس لیے بھی قرآن مجید کی سورہ البقرۃ، آیت: ۱۴۳ میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اسی طرح تو ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا تاکہ قوموں کے سامنے تم اللہ تعالیٰ کی شہادت ادا کرو۔ اور رسول تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی شہادت ادا کریں''۔ ❶

زمین کے وسط میں آباد ہونے ہی کی وجہ سے عرب مجاہدینِ اسلام ایک طرف عراق سے ہوتے ہوئے ایران، ترکستان، سیستان، کابل اور ہندوستان تک پہنچ گئے تو دوسری طرف شام سے ہوتے ہوئے مصر، افریقہ، الجزائر، تیونس، مراکش اور اسپین تک جا پہنچے۔ اور بحری راستوں سے ایک طرف تمام جزائرِ افریقہ، حبشہ، زنجبار۔ پھر اِدھر جزائرِ ہند، جاوا، سماٹرا اور چین تک ان کا گزر ہوا۔ اور دوسری طرف سائپرس، کریٹ اور سسلی تک ان کا پرچم لہرایا۔

یہ تمام مواقع اس لیے میسر آئے کہ عرب کا جائے وقوع اس دعوتِ اسلامی کیلئے مناسب مرکز تھا اور اس وقت تک دنیا جن دو مشرقی اور مغربی طاقتوں کے زیر فرمان تھی، ان دونوں کے زور کو ایک ساتھ توڑنے کیلئے ملک عرب کے سوا دنیا میں دوسری کوئی جگہ موزوں نہ تھی۔ ❷

عطائے خلعتِ نبوت کے لیے قومِ عرب ہی کیوں؟

نبیٔ رحمت ﷺ کی ولادت کے زمانے میں قومِ عرب ہر قسم کی دینی، اخلاقی اور معاشرتی برائیوں میں مبتلا ہو چکی تھی تو سوال یہ ہے کہ:

تب پھر عطائے خلعتِ نبوت کیلئے اسی قوم کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

اس کا پہلا جواب تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت: ۱۲۵ میں دیا ہے کہ:

---

❶ رحمۃ للعالمین ۱/۳۰۔۳۱۔

❷ سیرت النبی ﷺ ۱/۲۰۱، ''فقہ السیرۃ'' از محمد سعید رمضان البوطی (دمشق) ص ۳۷ تا ۴۴ پر بھی بیان کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ﴾

''اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیامبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے''۔

البتہ عقلی نقطۂ نظر سے بھی قوم عرب کا انتخاب ہی مفید اور موزوں تھا کیونکہ تمام مفاسد اور برائیوں کے باوجود ان میں کچھ ایسی خصوصیت بھی تھیں جو دنیا کی تمام قوموں میں سے انہی کے ساتھ مخصوص تھیں اور غالباً انکی انہی فطری وطبعی خصوصیات و امتیازات کا اثر تھا کہ خلاقِ فطرت نے ان کو اپنی نبوت و رسالت اور تعلیم وشریعت کا اہل سمجھا۔ اور انہیں اپنے اس خلعت خاص سے نوازا۔ ان خصوصیات میں سے:

سب سے پہلی چیز ان کی صحیح النسبی ہے۔ اہلِ عرب کو اپنے حسب ونسب کی حفاظت کا جو خیال ولحاظ تھا اس کے ذکر سے عرب کی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ حسب پر فخر کرنا ان کی شاعری کا اور نسبی مفاخرات ان کی تقریر کا سب سے بڑا موضوع تھا۔ اپنے باپ دادوں کا نسب نامہ یاد رکھنا وہ اپنا خاندانی فرض سمجھتے تھے۔ اور ہر قبیلہ میں کچھ ماہرین انساب موجود ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کے اکابر اور مشاہیر کا سلسلۂ نسب معلوم ہوسکتا ہے۔ انکی اس صفتِ خاص کا خود نصارائے مغرب اور یہود نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہ اعترافات ریورنڈ ماسٹر کے ۱۸۴۴ء کے لکھے ہوئے عرب کے تاریخی (جغرافیہ) ۱۸۲۲ء میں طبع ہونے والے جارج سیل کے انگریزی ترجمۂ قرآن کے مقدمہ جلد اول، ص: ۲۵ پر قدیم یہودی مؤرخ یوسیفوس کا اعترافِ صحت نسب عرب، اور دورِ حاضر کے ایک یہودی فاضل کی کتاب ''تاریخ الیہود فی بلاد العرب'' ص: ۵۔۶۷ پر دیکھے جاسکتے ہیں، جن کی قدرے تفصیل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴/۲۹۲۔۲۹۳) پر بھی ہے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اپنی دوسری کتاب ''ارض القرآن'' جلد اول: ۱۰۷۔۱۱۶ پر مدلل بحث اور علمائے مغرب کے تمام اقوال جمع کردیئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسب بجائے خود تو کوئی فخر کی چیز نہیں، اسی لیے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا ہے لیکن دعائے خلیل علیہ السلام کے پورا ہونے اور اس کیلئے نبی اکرم ﷺ کے اصلی و حقیقی مصداق بننے کیلئے نسلِ ابراہیم علیہ السلام کی صحیح النسبی ضروری تھی۔ یہودِ بنی اسرائیل بھی اگرچہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام تھے مگر دوسری قوموں کے اختلاط اور کوئی خاص وطن نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اکثر خاندانی خصوصیتیں مٹ گئیں اور صحت نسب کا شرف صرف عربوں کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

دوسری خاص صفت یہ تھی کہ وہ اگرچہ ہر چہار سُو سے مختلف مذاہب سے ٹکرا رہے تھے جیسا کہ مجوسیت خلیج فارس سے لے کر یمن تک حکمران تھی۔ یہودیت یمن اور حجاز کی تجارت گاہوں پر قابض تھی۔ عیسائیت یمن سے لے کر شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور بعض افراد و قبائل برائے نام عیسائی بھی بن چکے تھے مگر پورا عرب بدستور اپنی خالص حالت پر ہی تھا۔ ❶

غرض دوسرا کوئی مذہب بھی حقیقی طور پر انہیں فتح نہ کر سکا۔ ان کے نیک طبع اور دیندار لوگ اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی کے پیرو کہلواتے تھے۔ یہ سب اس لیے ہو رہا تھا کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے ذریعے دینِ ابراہیمی کی دعوت و تجدید کا دروازہ کھلا رہے۔

تیسرا خاص وصف یہ تھا کہ عرب اور خصوصاً شمالی عرب ہمیشہ آزاد رہا۔ انہوں نے کبھی کسی کی غلامی قبول نہیں کی۔ بابل کے بخت نصر نے بنی اسرائیل کو زیر و زبر کر دیا مگر عرب کی طرف وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔

یونانیوں اور رومیوں نے مصر سے لے کر عراق کی سرحد تک صدیوں حکومت کی۔ مگر خاص عرب کے اندر قدم نہ رکھ سکے۔ سکندر اور اس کے بعد والے رومی سپہ سالاروں نے جب بھی ادھر نظر اٹھائی تو فطرت نے انہیں ہمیشہ شکست دی۔

---

❶ سیرت النبی ﷺ ٤/ ٢٩٤ ـ ٢٩٥

www.KitaboSunnat.com

ملکِ عرب دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتوں یعنی ایران و روم کی سرحد پر واقع تھا مگر وہ دونوں اپنی حرص و آرزو کا ہاتھ اس کی طرف بڑھانے سے قاصر رہے۔ گستاخ عیسائی حبشیوں (ابرہہ اور اس کے لشکر) نے فتح یمن کے بعد ہاتھیوں کے ریلے کے ساتھ مکہ معظمہ پر چڑھائی کر دی مگر قدرتِ الٰہی نے انہیں تباہ کر دیا۔ قدرت کی طرف سے یہ اہتمام اس لیے ہو رہا تھا کہ کوئی جابرانہ قوّت ان کے دل و دماغ کی استعداد کو برباد نہ کر سکے۔ ان کی روحِ آزادی برقرار اور فاتحانہ طاقت بدستور قائم رہے تاکہ یہ مخفی خزانہ دین اسلام کی حکومت کے قیام و بقاء میں کارآمد ہو۔

اُن میں چوتھی صفت یہ تھی کہ وہ جس طرح خارجی اثرات سے پاک تھے ایسے ہی صحیفہ فطرت کے سوا ہر قسم کے محرّف و فاسد کتابی علم سے بھی ناآشنا تھے۔ وہ امّی تھے تاکہ ایک امّی معلّم کی زبانی تعلیم کے قبول کرنے کیلئے ہر طرح تیار رہیں۔

پانچواں وصف یہ کہ عرب قوم دیگر اقوامِ عالم کے وسط میں آباد تھی۔ اور خیر الامم بننے کیلئے جن اخلاقی خوبیوں کی ضرورت تھی، وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ مثلاً:

وہ حد سے زیادہ بہادر تھے کہ قیصر و کسریٰ کو انہوں نے ایک ساتھ چیلنج کر دیا۔

وہ پُر جوش و پُر عزم تھے انہوں نے توحید کا علم لیے بحر و بر اور دشت و جبل تو کیا تمام ارکانِ عالم کو اپنے عزمِ راسخ سے متزلزل کر دیا۔ انہی کے بارے میں کہا گیا ہے

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

وہ حق گو تھے، جو بات دل میں ہوتی وہی زبان پر لاتے۔

وہ اگرچہ ظاہری نوشت و خواند سے عاری تھے۔ مگر فطرت کے عطیۂ عقل و دانش سے بہرہ ور تھے۔

۱۰۔ وہ ذہین اور قوّی الحافظہ تھے۔

۱۱۔ فیاض اور مہمان نواز تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ خوددار اور مساوات پسند تھے۔

۱۳۔ صرف گفتار ہی کے نہیں بلکہ وہ کردار کے بھی غازی تھے۔ اگر مگر، قیل و قال، خیال آرائی، تخیل پسندی، نظریہ بازی اور نقطہ آفرینی کے قائل نہیں، بلکہ وہ سرا سر عملی لوگ تھے۔

ان تمام طبعی وفطری اوصاف واخلاق کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ قوم آخری دین کیلئے ازل سے ہی منتخب ہو چکی تھی۔ ❶

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ

﴿شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت اور بعد والے حالات شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اطہر کو مختصر طور پر اپنے قارئین کے سامنے رکھ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب کے تین حصے ہیں، ان میں سے:

پہلا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکیسویں پشت کے دادا عدنان تک ہے جو کہ یہ ہے۔

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب (جن کا نام عامر اور لقب شیبہ تھا) بن ہاشم (جن کا نام عمرو تھا) بن عبد مناف (جن کا نام مغیرہ تھا) بن قصی (جن کا نام زید تھا) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (انہی کا لقب قریش تھا اور قبیلہ قریش کا نام انہی کی طرف منسوب ہے) بن مالک بن النضر (جن کا نام قیس تھا) بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ (جن کا نام عامر تھا) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان''۔

---

❶ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد چہارم ص ۲۹۲ تا ۳۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قدر نسب کے بارے میں تمام اہل تاریخ و سیرت اور ماہرینِ انساب کا کلی اتفاق ہے علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں لکھا ہے:

«هَذَا مَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ».

''اس قدر نسب پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے''۔ ❶

بلکہ اس سلسلہ میں خود صحیح بخاری شریف کے باب مبعث النبی ﷺ میں ایک حدیث وارد ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیہقی سے نقل کرتے ہوئے البدایۃ والنہایۃ (۲/۲۵۵) میں ایک روایت نقل کی ہے، جس میں ہے:

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے برسرِ منبر اپنا نسب نامہ عدنان تک پہنچایا۔ اور عدنان کیلئے یہی شرف کیا کم ہے کہ نبی ﷺ کا شجرۂ مقدسہ ان تک متفق علیہ ہے۔ اور اکیسویں نسل کے پوتے نے ان کا رتبہ بلند کر دیا۔ اور کسی نے کیا خوب کہا کہ

كَمْ مِّنْ أَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذَوِيْ شَرَفٍ
كَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَدْنَانُ

''کتنے باپ ایسے ہیں کہ اپنے کسی بیٹے کی وجہ سے بلند مقام پا جاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے عدنان کو عالی مقام مل گیا''۔ ❷

نبی ﷺ کے نسب مبارک کا دوسرا حصہ آپ ﷺ کے بائیسویں پشت کے دادا اُدَد سے شروع ہو کر ساٹھویں پشت کے دادا قیدار تک پہنچتا ہے۔

محدثینِ کرام کے یہاں جو صحتِ روایت کا معیار ہے اس کے پیشِ نظر انہوں نے اس حصہ کو بیان نہیں کیا، بلکہ ایک روایت:

«كَذِبَ النَّسَّابُوْنَ مَا فَوْقَ عَدْنَانَ». ❸

---

❶ بحوالہ رحمۃ للعالمین: ۲/۲۱.

❷ شرح الشفاء لملاعلی قاری ۱/۴۷۶.

❸ بحوالہ رحمۃ للعالمین ۲/۲۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عدنان سے اوپر والے حصہ میں اہلِ نسب نے سچ نہیں کہا''۔

کے پیشِ نظر اس حصے کو بیان کرنا ہی جائز قرار نہیں دیا۔ البتہ بعض اہلِ علم نے اس روایت کے معیارِ صحت پر پورے نہ اترنے کے پیشِ نظر اس حصے کو بیان کرنا بھی جائز قرار دیا ہے۔ جن میں سے ابن اسحاق، ابن جریر اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ❶

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں عدنان سے حضرت ابراہیم علیہم السلام تک نام گنوائے ہیں۔ ❷

حضرت علامہ سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے طبری، طبقات ابن سعد، البدایہ ابنِ کثیر، الفصل ابن حزم اور تورات کے حوالوں سے بڑی تحقیقِ دقیق کے بعد اس حصہ کے ناموں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

''اد (دادا) بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن ملیحن بن ارعوے بن عیفی بن دیشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوض بن عرام بن قیدار''۔ ❸

نبی ﷺ کے نسب نامۂ گرامی کا تیسرا حصہ نبی ﷺ کے اکسٹھویں پشت کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح بن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوکر اسیویں پشت پر جاکر ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے اور اس حصے کے ناموں اور ان کی عمروں کی تفصیلات تورات میں موجود ہیں۔ ❹

---

❶ سبائک الذہب للسویدی ص: ۱۹ بحوالہ قاضی منصور پوری ۲/ ۲۲

❷ سیرت النبی ﷺ ۱/ ۱۶۰

❸ رحمۃ للعالمین حصہ دوم ص: ۲۸ تا ۳۰۔

❹ رحمۃ للعالمین ۲/۲۱ تا ۳۱۔ الرحیق المختوم ۵۵،۵۶ و ابنِ ہشام مع روض سہیلی ۱/۴۳ تا ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

''اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم خلیل علیہ السلام بن آزر (تارہ) بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابر بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متو شالح بن اُخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یارد بن مہلل ئیل بن قینان بن آنوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام''۔ [1]

اس شجرۂ نسب کے افراد کی طہارت و پاکیزگی کے بارے میں بخاری و مسلم، ترمذی اور دیگر کتبِ حدیث میں بکثرت ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہیں کہ یہ سب لوگ پاک دامن اور نہایت اصحابِ عصمت و عفت تھے۔ جیسا کہ بخاری شریف، مسند احمد، طبقات ابن سعد اور ابن عساکر میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْناً حَتّٰى بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ». [2]

''میں بنی آدم کے زمانوں سے بہترین زمانے میں زمانہ بزمانہ مبعوث کیا گیا ہوں، یہاں تک کہ اس زمانے میں مبعوث ہوا ہوں جس میں مَیں ہوں''۔

مسلم و ترمذی شریف میں ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيْمَ إِسْمَاعِيْلَ وَ اصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشاً وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَ اصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ». [3]

---

[1] رحمۃ للعالمین ۳۱/۲.

[2] بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ البدایہ والنہایہ ۲۵۶/۲ و شرح الشفاء ملا علی قاری ۲۷۵/۱، صحیح الجامع الصغیر: ۲۸۳۴، الصحیحۃ: ۱۰۹.

[3] مختصر مسلم عن واثلہ بن الاسقع: ۱۵۲۳، البدایہ ۲۵۶/۲، شرح الشفاء ۴۷۷/۱، ترمذی ۱۵/۱۰، صحیح الجامع ۱۶۶۶، الصحیحۃ ۳۰۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا اور بنی اسماعیل علیہ السلام میں سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ میں سے بنی قریش کا انتخاب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا''۔

اور امام احمد، ابن حبان، بیہقی، ابنِ عدی، ابنِ عساکر، ابو نعیم، ابن جریر اور حاکم وغیرہ نے ملتے جلتے الفاظ کی متعدد روایات بیان کی ہیں جبکہ بیہقی کے الفاظ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ أَخْرَجَنِي مِنَ النِّكَاحِ وَلَمْ يُخْرِجْنِي مِنَ السِّفَاحِ».

''اللہ تعالیٰ نے مجھے (نسل در نسل) جائز نکاح سے پیدا فرمایا ہے اور اس نے میری تخلیق زنا سے (کسی نسل میں بھی) نہیں کی''۔ ❶

ان تمام روایات کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

«وَهٰذِهِ الرِّوَايَاتُ وَ إِنْ كَانَ فِي رُوَاتِهَا مَنْ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ فَبَعْضُهَا لَيُؤَكِّدُ بَعْضاً وَ مَعْنٰى جَمِيْعِهَا يَرْجِعُ إِلٰى حَدِيْثِ وَاثِلَةَ ابْنِ الْأَسْقَعِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ». ❷

''ان تمام روایات میں اگرچہ بعض رواۃ (راوی) ایسے بھی ہیں جو قابلِ حجت نہیں۔ مگر ان روایات میں سے بعض روایات بعض دیگر کی تاکید و تقویت کا باعث ہیں۔ اور ان تمام کا معنیٰ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے حدیث کی طرف ہی لوٹتا ہے۔ (یعنی اصل مرجع وہ صحیح مسلم و ترمذی شریف والی حدیث ہی ہے)۔ واللہ اعلم''۔

---

❶ صحیح الجامع: ۱۷۰۳ و حسنہ البدایہ و النہایہ۔ ابن کثیر ۲/۲۵۵۔ شرح الشفاء قاضی عیاض ملا علی قاری ۱/۷۲ ۔

❷ البدایہ و النہایہ ۲/۲۵۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاشم بن عبد مناف:

نبی اکرم ﷺ کے شجرۂ نسب میں جو نام آئے ہیں، ان میں سے آپ ﷺ کے آباء و اجداد حضرت آدم، شیث، ادریس، نوح، ابراہیم، اسماعیل علیہم السلام۔ اور ان کے بعد عدنان، کنانہ، فہر الملقب بقریش، عبد مناف، ہاشم، عبد المطلب، عبد اللہ اور کئی دیگر حضرات بڑے مشہور ہیں۔ جن کے تفصیلی حالات تاریخ و سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ مگر اختصار کے پیشِ نظر ہم صرف ہاشم اور بعد والوں کے حالات کا سرسری تذکرہ کریں گے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا خاندانِ ہاشمی انہی بزرگوار کی طرف منسوب ہے۔

نبی ﷺ کے پردادا کا نام عَمر و اور لقب عَمر و العلا اور ہاشم تھا۔ یہ اپنے باپ عبد مناف کی وفات کے بعد اپنے قبیلے کے سردار منتخب ہوئے، ان کا لقب ہاشم اس طرح معروف ہوا کہ ایک دفعہ تجارت کے سلسلہ میں شام گئے ہوئے تھے تو انہیں اطلاع پہنچی کہ مکہ میں قحط سالی کی وجہ سے آٹا کمیاب ہوگیا ہے۔ تو انہوں نے شام سے واپسی پر تمام اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلیا۔ اور مکہ پہنچ کر لوگوں کی دعوتِ عام کردی۔ اور گوشت و شوربے میں روٹیوں کے ٹکڑے چورہ بنا کر ڈال دیئے اور یہ ثرید تمام اہلِ مکہ کو کھلایا۔ اور چونکہ عربی زبان میں ٹکڑے اور چورہ کرنے کو "ہشم" کہا جاتا ہے، اس لیے ان کا نام "ہاشم" یعنی چورہ بنا کر کھلانے والا مشہور ہوگیا۔ [1]

اس واقعہ کے بعد ہر سال موسمِ حج میں حجاجِ بیت اللہ اور زوّارِ کعبہ کی دعوت کیا کرتے اور یہی کھانا ثرید کھلایا کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں سردارِ قوم ہاشم کی زیرکی و دانشمندی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے خط و کتابت کرکے قیصر سے یہ خصوصی فرمان حاصل کرلیا ہوا تھا کہ قریش کا مالِ تجارت بغیر کسی ٹیکس کے شام میں داخل ہوتا رہے۔ [2] اور شاہ حبشہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کرلیا ہوا تھا۔

---

❶ الرحیق المختوم ٥٦، ابن ھشام ١/١٣٧۔

❷ طبقات ابن سعد ١/٤٥ بحوالہ رحمۃٌ للعالمین ٢/٦٩۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ انگوریہ (انقرہ) جو ایشیائے کوچک کا مشہور شہر اور قیصر کا پایہ تخت تھا۔ وہاں جب تجارِ قریش جاتے تو خود قیصر نہایت عزت واحترام سے ان کا خیر مقدم کیا کرتا تھا۔ ❶

ان کے چار لڑکے ابو صیفی، اسد، فضلہ اور جدِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب تھے۔

اور پانچ لڑکیاں رقیہ، شفاء، ضعیفہ، خالدہ اور حنہ تھیں۔ ان ہاشم کی ایک پوتی رقیہ بنت ابی صیفی تھیں۔ جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار بھی کہے تھے۔ جن میں سے قاضی منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین (۶۹/۲) میں یہ دو شعر نقل کیے ہیں:

مِنَّا مِنَ اللّٰهِ بِالْمَيْمُونِ طَائِرُهُ
وَ خَيْرُ مَنْ بُشِّرَتْ بِهِ مُضَرُ

"آپ کی ذات نعمت الٰہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بابرکت ہیں اور قبیلہ مضر کو جو بشارت دی گئی وہ آپ ہی ہیں"۔

مُبَارَكُ الْأَمْرِ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِهِ
مَا فِي الْأَنَامِ لَهُ عَدْلٌ وَلَا خَطَرُ

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بابرکت ہیں کہ آپ کے ذریعے بارشیں طلب کی جاتی ہیں اور اس کائنات میں آپ کا ہمسر دوسرا کوئی نہیں"۔

معروف سیرت نگار ابن ہشام لکھتے ہیں کہ "ہاشم" ایک مرتبہ تجارت کے غرض سے شام گئے اور جاتے ہوئے جب مدینہ منورہ میں رُکے تو وہاں بنی نجار کے ایک فرد کی بیٹی سلمٰی بنت عمرو سے شادی کر لی۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر شام روانہ ہو گئے۔ اور اسی سفر میں سرزمین فلسطین میں غزہ کے مقام پر وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نئی مدنی بیوی سے (۴۹۷ء میں) لڑکا عطا فرمایا۔ جس کے سر میں پیدائشی طور پر ہی کچھ سفید بال تھے جو بڑھاپے کی علامت شمار

---

❶ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۶۵/۱ ۔ ۱۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیے جاتے ہیں۔ اور بوڑھے کو عربی میں شیبہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ان کا نام ہی شیبہ رکھ دیا گیا۔ ❶

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ:

ان کا نام تو عامر تھا مگر ان سفید بالوں کی وجہ سے یا عمر دراز پانے کی نیک فال لینے کیلیے ان کا لقب شیبہ رکھ دیا، ان کی والدہ نے مدینہ ہی میں اپنے والدین کے گھر ان کی پرورش کی۔ اور مکہ مکرمہ میں ان کے خاندان والوں کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ ❷

یہ شیبہ ہی نبی اکرم ﷺ کے حقیقی دادا عبدالمطلب ہیں۔

عبدالمطلب بن ہاشم

نبی اکرم ﷺ کے پردادا ہاشم بن عبد مناف کی وفات کے بعد حجاج کی خدمت و میزبانی اور کھانے پینے کے انتظامات کا شرف ان کے بھائی مطلب بن عبد مناف کے حصے میں آیا وہ اپنی قوم میں بڑے معزز تھے۔ اور ان کی سخاوت و بزرگی کی وجہ سے قریش کے لوگ انہیں (فیاض) کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

انہیں جب معلوم ہوا کہ میرے بھائی ہاشم کا ایک لڑکا شیبہ اپنے ننھیال کے یہاں مدینہ منورہ میں ہے تو وہ انہیں لینے کیلیے گئے۔ اپنے بھائی کی اس آخری نشانی کو دیکھا تو آبدیدہ ہوگئے اور انہیں گلے سے لگالیا۔ اور جب اس کی ماں سے اُسے ساتھ بھیجنے کا کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ مطلب نے کہا کہ میں اسے اس کے باپ کے گھر اور اللہ کے حرم مکہ المکرمہ لیجانا چاہتا ہوں، تو وہ رضامند ہوگئیں۔ مطلب جب اپنے بھتیجے کو اپنے اُونٹ پر سوار کیے مکہ پہنچے تو لوگوں نے کہا:

«هٰذَا عَبْدُالْمُطَّلِبِ فَقَالَ وَيْحَكُمْ! هٰذَا ابْنُ أَخِي هَاشِمٍ».

---

❶ ابن ہشام ۱/۱۳۷، الرحیق المختوم ص ۵٦.

❷ الرحیق المختوم ص: ۵٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ مطلب کا غلام ہے، اُنہوں نے کہا: تمہارا بھلا ہو، یہ تو میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے''۔

مگر وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ پھر انہیں اپنی اولاد کی طرح بڑے ناز ونعمت سے پالا، یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئے۔ اور جب مطلب نے وفات پائی تو عبدالمطلب ان کے قائم مقام سردارِ قریش اور کعبہ کے متولی ہوئے۔ ❶

مگر اپنے چچا کی تربیت و پرورش اور احسان مندی کے اظہار کیلئے عُمر بھر عبد المطلب یعنی مطلب کا غلام ہی کہلاتے رہے۔

قریش انہیں شیبۃ الحمد، فیاض، مطعم طیر السماء اور سیدِ قریش کہا کرتے تھے۔ یہی عبدالمطلب ہیں جنہوں نے ہمارے نبی ﷺ کا نام رکھا۔ آٹھ برس تک آپ ﷺ کی پرورش کی۔ اور انہیں کی سرداری کے زمانے میں ہاتھی والوں کا واقعہ رونما ہوا تھا۔

ان کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ چاہِ زمزم بنی جرہم کے عمرو بن حارث نے بند کر دیا تھا اور امتدادِ زمانہ کی وجہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں ہے؟ اُسے عبدالمطلب ہی نے دوبارہ نکالا تھا۔ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں لکھا ہے کہ:

''عبدالمطلب متواتر تین راتیں یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو۔ پھر خواب ہی میں انہیں چاہِ زمزم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالمطلب اور ان کے فرزندِ اکبر حارث نے اس جگہ کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء سونے کے دو ہرن، تلواریں اور زرہیں ملنے لگیں تو قریش کے لوگ جو اب تک عبدالمطلب کے اس فعل کو لغو وعبث ہی سمجھتے تھے۔ مگر مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے انہیں بھی یاد کرا دیا تو وہ درخواستیں کرنے لگے کہ اس شرف میں ہمیں بھی شریک کیا جائے۔ مگر عبد المطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا''۔

---

❶ ابن ہشام ۱/۱۳۷،۳۸، الرحیق المختوم ص ۵۷، زرقانی ۱/۸۵ بحوالہ سیرت النبی ﷺ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہر طرف سے ان پر دباؤ بڑھنے لگا تو اس وقت انھوں نے یہ منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس لڑکے عطا کیے جو جوان ہو کر میرے دست و بازو بن گئے تو میں ان میں سے ایک خانہ کعبہ کے پاس اللہ کے نام پر ذبح کروں گا اور تا آخر چاہ کی کھدائی باپ، بیٹا دونوں ہی نے کی، یہ زمزم جس سے آج لاکھوں مسلمان سیراب ہو رہے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے فرزند خلیل علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے ظاہر فرمایا تھا۔ یہ چاہ زمزم نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی بھی یادگار ہے، نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہی بات ان شعروں میں کہی ہے:

۱۔ نَحْنُ حَفَرْنَا لِلْحَجِيْجِ زَمْزَمَ
سُقْيَا الْخَلِيْلِ وَ ابْنِهِ الْمُكَرَّمِ

۲۔ جِبْرِيلُ الَّذِيْ لَمْ يُذَمَّمُ
شِفَاءُ سُقْمٍ وَ طَعَامُ مُطْعَمٍ

۱۔ ہم نے چاہِ زمزم کھودا جو کہ اوّلاً حضرت خلیل علیہ السلام اور ان کے لختِ جگر حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کیلئے نکالا گیا تھا۔

۲۔ اور جبریل علیہ السلام (نے اس کی نشاندہی کی) جن کی کسی نے مذمت نہیں کی۔ وہ آبِ زمزم بیماری سے شفاء اور ذریعۂ غذا ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا ان کے صحیح روایت کے مطابق بارہ (۱۲) بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ اور بیٹوں میں سات اسلامی تاریخ میں اسلام یا کفر کی خصوصیت سے بہت مشہور ہیں جو حارث، زبیر، ابو طالب، ابولہب، حمزۃ، عباس اور نبی ﷺ کے والد ماجد عبداللہ ہیں۔ جبکہ ان کی چھ بیٹیاں ام حکیم، برۃ، عاتکہ، اروی، امیمہ، اور صفیہ تھیں۔ یہ سب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھیاں تھیں۔

---

[1] مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ شیخ محمد بن عبد الوهاب۔ ص: ٤٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سالِ ولادت کا اندازہ ۴۹۷ء ہے۔ اور سالِ وفات کا اندازہ ۵۷۹ء کیا گیا ہے۔ ❶

عبداللہ والد رسول اللہ ﷺ اور قربانی کا واقعہ

نبی ہاشمی و عربی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والدِ گرامی عبد اللہ بن عبد المطلب اپنے باپ کے سب سے لاڈلے؟ محبوب اور منظورِ نظر تھے اور وہ سب سے بڑھ کر خوبصورت، خوب سیرت اور عفت مآب بھی تھے۔ ان کے والد عبدالمطلب پر چاہِ زمزم کی کھدائی کے وقت جب قریش کی طرف سے دباؤ ڈالا گیا تھا، تو اس موقع پر انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ دس (۱۰) بیٹے عطا کیے جو میرے سامنے جوان ہوکر میرے دست و بازو بن گئے تو ان میں سے ایک کی اللہ تعالیٰ کے نام پر خانہ کعبہ کے قریب قربانی کروں گا۔

جب ان کی دعا پوری ہوگئی، دس لڑکے جوان ہوکر معاون بن گئے تو انھوں نے منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ اپنے لڑکوں کو بات بتائی تو ان سب نے سرِ تسلیم خم کردیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ ان میں سے قربان کس کو کیا جائے۔ اسے حل کرنے کیلئے قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ والدِ رسول ﷺ کے نام نکل آیا۔ انہوں نے بھی اپنے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح برضا و رغبت باپ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کیلئے قربان ہونا منظور کرلیا تو باپ نے ایک مرتبہ پھر سنتِ ابراہیمی علیہ السلام کو زندہ کردیا۔ چھری اور بیٹے کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کی طرف چل دیئے۔ عبد اللہ کی بہنیں رونے لگیں۔ رؤسائے قریش نے جب یہ دلدوز منظر دیکھا تو ان سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے عبدالمطلب کو روکا۔ اپنے برادرِ شفیق کو قربانی سے بچانے کیلئے ابوطالب نے چند اشعار کہے جن میں زیرِ لب اپنا مدعا بیان کیا۔ اور خاص طور پر عبداللہ کے ننھیال بنومخزوم میں

---

❶ پروفیسر سید یوی تاریخ العرب قریش بحوالہ رحمۃ للعالمین ۱/۰۷ تا ۲۲ ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان کے ایک ماموں مغیرہ نے سخت مزاحمت کی اور کہا کہ آپ اپنی نذر کا کفارہ ادا کریں۔ اس کیلئے جتنے مال کی ضرورت پڑے گی وہ ہم آپ کو مہیا کریں گے۔ اس نئی صورتِ حال کے پیشِ نظر عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم سب یہی چاہتے ہو تو پھر مجھے بھی کوئی راستہ بتاؤ کہ میں اپنی نذر کا کیا کروں؟ تو روسائے قریش نے مشورہ دیا کہ مدینہ کے قریب خیبر کے مقام پر ایک کاہنہ رہتی ہے اس کے پاس چلے جاؤ۔ اور وہ جو فیصلہ کرے اس پر عمل کر لینا۔ گئے، سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تو اس نے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ اندازی کرو۔ اتفاق یہ کہ اس قرعہ اندازی میں بھی عبداللہ ہی کا نام نکلا۔ اس نے کہا دس اونٹ اور بڑھاؤ اور قرعہ اندازی کرو۔ اسی طرح دس دس کر کے بڑھاتے گئے۔ مگر نوے اونٹ ہو جانے تک ہر مرتبہ عبداللہ ہی کا نام نکلا۔ اور جب سو اونٹ ہو گئے تو اونٹوں پر نکل آیا۔ ❶

سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ: قرعہ جب سو اونٹوں پر نکل آیا تو قریش نے کہا:

((قَدْ اِنْتَهَى رِضَاءُ رَبِّكَ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ!)).

''اے عبدالمطلب! تیرے رب کی رضا پوری ہو گئی''۔

تو انھوں نے کہا:

«لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى اَضْرِبَ عَلَيْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

''بخدا مجھے اس وقت تک اطمینان نہیں ہو گا جب تک کہ میں سو اونٹ اور عبداللہ پر تین مرتبہ قرعہ اندازی نہ کر لوں''۔

پھر یکے بعد دیگرے تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی۔ اور تینوں مرتبہ ہی قرعہ اونٹوں پر نکلا تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے فدیہ اور نذر کے بدلہ میں سو اونٹ

---

❶ الرحیق المختوم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربان کر دیئے۔

اس واقعہ سے قبل انسانی دیت یا خون بہا دس اونٹ تھے۔لیکن اس کے بعد سو اونٹ ہو گئے۔اور اسلام نے بھی اس مقدار کو قائم رکھا،گویا عبدالمطلب کے خلوص اور والد رسول ﷺ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ انسان کی قدرت و قیمت میں دس گنا اضافہ ہو گیا ہے۔اور قتل کی وارداتوں میں بھی نمایاں کمی واقع ہو گئی۔اس طرح یہ واقعہ نہ صرف ملکِ عرب بلکہ عالمِ انسانیت کیلئے باعثِ برکت ہو گیا۔اور کیونکہ ہوتا جس کے فرزند جلیل کو رحمۃ للعالمین بننا تھا۔اس کے آباء کرام کا بھی بنی نوع انسان کیلئے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

خلیل و اسماعیل علیہما السلام اور عبداللہ اور عبدالمطلب نے خلوص اور وفا کی جو بے نظیر مثالیں قائم کی تھیں انہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں یادگار بنا دیا۔اور فرمایا:

«أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ»۔

”میں دو قربان ہونے والے (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور عبداللہ) کا بیٹا ہوں“۔

والدین رسول ﷺ کی شادی

رئیس قریش عبدالمطلب کے حسین اور محبوب فرزند اور نبی ہاشمی ﷺ کے والد گرامی عبداللہ جب سو اونٹوں کی دیت کے عوض قربانی سے بچ گئے تو ان کے والد کو ان کی شادی کی فکر دامن گیر ہو گئی،اس وقت قبائلِ قریش میں سے بنی زہرہ حسب ونسب کے اعتبار سے بڑا معزز خاندان تھا۔اور اس خاندان کے سردار وھب بن

---

❶ تہذیب سیرت ابن ہشام عبدالسلام، ہارون ص۳۳تا ۳۵.الرحیق المختوم ص۶۰. رحمۃ للعالمین ۲/۹۱۔۹۲. سیرت النبی ۱/۱۶۷ و مختصر سیرت الرسول شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد مناف تھے۔ جو کہ اپنے خاندان کے سردار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی شرافت میں بھی معروف تھے۔ ان کی بیٹی سیدہ آمنہ بنت وہب اپنی شرافت ونجابت اور عفت وعصمت کے لحاظ سے قریش کے تمام خاندانوں میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔ اور اپنے چچا وہب بن عبد مناف کے یہاں پرورش پا رہی تھیں۔ یہ وہب بھی اپنے بھائی کی طرح ہی قوم کے معزز ومطاع تھے۔ عبدالمطلب ان کے پاس گئے۔ اور سیدہ آمنہ سے اپنے بیٹے عبداللہ کے نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کرلیا۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی قدر والدین کی شادی ہوگئی۔

اس وقت دستور تھا کہ شادی کے بعد دُلہا تین دن تک اپنے سُسرال والوں کے گھر میں رہتا۔ یہ بھی حسب دستور تین دن سُسرال میں رہے۔ اور پھر گھر چلے گئے۔

علامہ منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتے میں (امانتدارِ نورِ محمدی) ہوگئیں۔ نکاح کے چند ماہ بعد عبداللہ بن عبدالمطلب تجارت کے لیے شام چلے گئے۔ واپسی پر مدینہ منورہ میں اس لئے رُک گئے کہ اپنے والد کے حُکم کے مطابق وہاں سے کچھ کھجوروں کا سودہ کریں۔ قیام مدینہ کے دوران وہ بیمار ہوگئے، قافلہ کے دیگر افراد نے جب ان کی بیماری کی خبر مکہ پہنچ کر ان کے والد کو دی تو وہ بے قرار ہوگئے۔ فوراً اپنے بڑے فرزند حارث کو خبر گیری کیلئے بھیجا، مگر وہ مدینہ پہنچے تو پتہ چلا کہ عبداللہ وفات پا گئے ہیں۔ اور انہیں دارِ نابغہ جعدی میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ان کی وفات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکمِ مادر میں ہی امانت تھے جب عبداللہ کی وفات کی خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو شکمِ طاہر میں اپنے شوہر کی بھی امانت لیے عالمِ شباب میں ہی بیوہ ہوجانے والی سیدہ آمنہ سے رنج وغم کے عالم میں بے اختیار چند اشعار پر مشتمل مرثیہ کہا۔ جسے ابن سعد نے طبقات (۶۲/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یوں نقل کیا ہے۔ فرمایا:

(۱) عَفَا جَانِبَ الْبَطْحَاءِ مِنْ ابْنِ هَاشِمٍ
وَجَاوَرَ لَحْداً خَارِجاً فِي الْغَمَاغِمِ

ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی بانگ وخروش کے ساتھ جا سویا۔

(۲) دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا
وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

موت نے اُسے پکارا اور وہ چلا گیا افسوس کہ موت نے اس کا کوئی ہم مثل بھی دُنیا میں نہیں چھوڑا۔

(۳) عَشِيَّةَ رَاحُوا يَحْمِلُونَ سَرِيرَهُ
تَعَاوَرَهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّزَاحُمِ

اس کے دوست شام کے وقت اس کی لاش اُٹھا چلے اور ازراہِ محبت وہ اپنے کاندھے بدلتے اور اوراس کے اوصاف بیان کرتے تھے۔

(۴) فَإِنْ يَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا
فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيرَ التَّرَاحُمِ

خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا ہے۔ مگر اس میں تو شک نہیں کہ وہ بڑا سخی اور غریبوں کا ہمدرد تھا۔

وفات کے وقت ان کی عُمر صرف پچیس (۲۵) سال تھی۔

صحیح مسلم اور کتب تاریخ وسیرت میں لکھا ہے کہ:

سرورِ عالم ﷺ کے والد نے جو کل ترکہ چھوڑا وہ پانچ اونٹوں کچھ بکریوں اور ایک حبشی کنیز پر مشتمل تھا جن کا نام (برکہ) اور کنیت اُمِ ایمن تھی جو کہ آپ ﷺ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دایہ تھیں۔ آپ ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے اور انہیں (أُمِّيْ بَعْدَ أُمِّيْ) کہا کرتے کہ ''میری حقیقی ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں''۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جن سے نبی اکرم ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے۔ وہ انہیں کے بیٹے تھے۔ صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما اپنے اپنے دَورِ خلافت میں اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کیلئے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ❶

اب یہاں اپنے قارئین کی دلچسپی اور افادے کیلئے ریاست پٹیالہ کے سیشن جج حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رحمۃٌ للعالمین جلد دوم، ص: ۲۰ تا ۳۱ کو من وعن نقل کر رہے ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کے شجرۂ نسب کے بارے میں بڑی تفصیلات اور مفید معلومات مذکور ہیں۔

شجرۂ طیبہ

شجرۂ مبارکہ کو تین حصوں میں پیش کیا جاتا ہے:

پہلا حصہ:

شجرۂ طیبہ کا پہلا حصہ نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے۔ اور اس کی بابت حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر العمری القرطبی (ولادت ۳۶۸ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے:

«هٰذَا مَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ».

''اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے''۔

آباءٔ الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عبداللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب

❶ الرحیق المختوم ص ٦١، رحمةٌ للعالمین ۹۲/۲ سیرت النبی ۱٦٨/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام مل گئے۔ اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا۔ مثلاً:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بمع ان کے سلسلۂ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلۂ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو، شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلۂ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراقِ تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت وشان پر نظر ڈالو کہ ڈدھیال اور ننھیال، اور ننھیال درننھیال کی ڈدھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہیں ملے گا۔ یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرتِ ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدم علیہ السلام سے لے کر ذاتِ گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہے۔

امہات العظام اور ان کے ڈدھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری، طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

دوسرا حصہ:

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اُوپر آتا ہے۔

مُحدثین رحمہم اللہ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ ہم تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیونکہ ان اُصول کہ مطابق جو صحیح روایات کے متعلق اُنہوں نے اختیار فرمائے ہیں، اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔ ان بزرگواروں کا یہ نہایت ورع وتقویٰ ہے۔

بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام تک مُنتہیٰ ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلۂ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے۔ بنی اسرائیل میں بھی مُروّج تھا۔ انجیل متّی کو دیکھو، وہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح اور داؤد علیہ السلام کے درمیان ۲۶ پشتیں، اور داؤد اور ابراہیم علیہ السلام میں ۱۲ پشتیں دانستہ اختصار کیلئے چھوڑ دی ہیں''۔

حصہ دوم کے شاملِ کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لیے ہوئی کہ (كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ مَا فَوْقَ عَدْنَان) کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں۔ اس حصے کو بیان کیا ہے۔ سبائک الذہب للسویدی (ص:۱۹) میں ہے:

«قَدِ اخْتَلَفَ فِيْ كَرَاهَةِ رَفْعِ النَّسَبِ مِنْ عَدْنَانَ اِلٰى آدَمَ فَذَهَبَ ابْنُ اِسْحَاقَ وَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ غَيْرُهُ اِلٰى جَوَازِهِ وَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَ غَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ».

''عدنان سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ امام ابن اسحاق اور ابنِ جریر کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام بخاری وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے''۔

کتاب رحلۃ الشافعی مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اور ہارون الرشید کے مکالمہ کے ذکر میں ہے:

«فَقَالَ لِیْ بَيِّنْ لِیْ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ الشَّافِعِيُّ: فَاَلْقَيْتُ حَتّٰى اَلْحَقْتُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطِّيْنِ».

''ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ؟ میں نے اپنا نسب بیان کرنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے جا ملایا''۔

ان حوالجات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اوّل اوّل یہ حصہ ڈاکٹر سر سیّد احمد خان غفر اللہ لہ کی کتاب ''خطبات احمدیہ''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دیکھا تھا۔ سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا۔ انھوں نے ارمیا کا تب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سر سید یہ باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں؟

مِن بعد مجھے تاریخ ابوالفداء (ابن کثیر) میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا۔ اور پھر امام طبری کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ:

''یہ روایت ارمیا کے نسب نامے کے متوافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف اَلسنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری کی ہے۔ جسے انہوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے''۔

پھر مجھے امام ابو سعد کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام: عدنان دوم، ادو دوم، الیسع، ہمیسع دوم، سلامان دوم، ثابت، حمل، معد اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں ان کا سر سید نے کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

تیسرا حصہ:

① نسب نامۂ گرامی کا حصہ سوم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام تک منتہیٰ ہوتا ہے، توراتِ موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃ متشکل سے لیے گئے ہیں۔

② ہر نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراۃ سے لیے گئے ہیں۔ جو غالباً صحیح ہیں۔ لیکن توراۃ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا ہے۔ اس میں کئی اشکال ہیں مثلاً: غور کرو مندرجہ ذیل بیاناتِ توراۃ پر:

❶ حضرت آدم علیہ السلام ۱۳۰ برس کے تھے جب ان کے شیث علیہ السلام پیدا ہوا۔ (۵/۳) پیدائش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2. حضرت شیث علیہ السلام ۱۰۵ برس کے تھے کہ ان سے انوش پیدا ہوا۔ (۶/۵) پیدائش
3. انوش ۹۰ برس کا تھا کہ اس سے قینان پیدا ہوا۔ (۹/۵) پیدائش
4. قینان ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے محلل ایل پیدا ہوا۔ (۱۲/۵) پیدائش
5. محلل ایل ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے یارو پیدا ہوا۔ (۱۵/۵) پیدائش
6. یارو ۱۶۲ برس کا تھا کہ اس سے حنوک پیدا ہوا۔ (۱۸/۵) پیدائش
7. حنوک ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے متوسلح پیدا ہوا۔ (۲۱/۵) پیدائش
8. متوسلح ۱۸۷ برس کا تھا کہ اس سے لمک پیدا ہوا۔ (۲۱/۵) پیدائش
9. لمک ۱۸۲ برس کا تھا کہ اس سے حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (۲۸/۵) پیدائش
10. حضرت نوح علیہ السلام ۵۰۲ برس کے تھے کہ ان سے سم پیدا ہوا۔[1]
11. سم ۱۰۰ برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے ۲ برس بعد ارفکسد پیدا ہوا۔
12. ارفکسد ۳۵ برس کا تھا کہ اس سے عیر پیدا ہوا۔
13. عیر ۳۴ برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔
14. فلج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔
15. رعو ۳۲ برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔
16. سروج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے نحور پیدا ہوا۔
17. نحور ۲۹ برس کا تھا کہ اس سے تارہ پیدا ہوا۔
18. تارہ ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے

---

[1] یہ عبارت کہ حضرت نوح علیہ السلام ۵۰۲ سال کے تھے کہ ان سے سم پیدا ہوا، کتاب پیدائش میں نہیں ہے۔ مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۶۰۰ سال کے تھے جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے دو سال بعد ۱۰۰ برس کا تھا۔ جب ارفکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۵۰۲ سال کے تھے جب سم پیدا ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا ہو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے ۸۸ کی ہوگئی ہو۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو برس تک زندہ رہے۔ (۵/۲۸)

پیدائش اور طوفان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا زمانہ ۲۶۲، ۸۶، ۳۴۸ برس کا ہے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی ۸۶ سال کی عمر میں پیدا ہوئے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہلِ کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں تاریخ ابوالفداء (ابن کثیر) میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری (المتوفی ۴۵۶ھ) نے بھی کتاب ''فصل'' میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں۔ البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔ چونکہ نسب نامہ میں صحتِ اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامۂ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴾

لسیدنا ومولانا محمّد رسول اللہ

خاتم النبیین ﷺ

حصہ اول

نمبر شمار	آباء الکرام	اُمہات العظام	اُمہات کے دُدھیال اور ننھیال
۱	عبداللہ	آمنہ	اَب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب (دیکھو سلسلہ: ۶ آباء نبوی) اُم: بَرّہ بنت عبد العزّیٰ بن عبد الدار بن قصی (دیکھو سلسلہ: ۵ آباء نبوی)
۲	عبدالمطلب	فاطمہ	اَب: عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ۔ (دیکھو سلسلہ: ۷ آباء نبوی) اُم: صخرہ (رضی اللہ عنہا) بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ۔ (دیکھو سلسلہ: ۷ آباء نبوی)
۳	ہاشم	سلمٰی	اَب: عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ) بن ثعلبہ خزرجی۔ اُم: عمیرہ (رضی اللہ عنہا) بنت صخر بن حبیب ابن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار ساکن مدینہ۔
۴	عبد مناف	عاتکہ	اَب: مرہ بن ہلال بن فالج بن زکوان بن ثعلبہ بن بشہ بن سلیم بن منصور۔ (از سلسلہ ۱۷ آباء نبوی) اُم: مادیہ (عرف صفیہ) (اللہ اللہ) بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (ایضاً)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵	قصی	حُبّی	أب: حُلَیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (وہو الخزاعی)۔ أم: ہند (اللہ اللہ) بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)۔
۶	کلاب	فاطمہ جشیم	أب: سعد بن سیل (حیر) بن عوف بن عامر الحاؤ (کان اول من بنی جدار الکعبہ فقیل ۴ عمامار) از دشنوہ أم: ظریفیہ بنت قیس بن امیہ ذی الراسین جشیم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس۔ (دیکھو سلسلہ: ۷ آباء نبوی)
۷	مرّہ	ہند	أب: سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۲ آباء نبوی) أم: امامہ (--) بنت عبد مناۃ بن کنانہ۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۴ آباء نبوی)
۸	کعب	مخشیہ	أب: شیبان بن محارب بن فہر۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۱ آباء نبوی) أم: وحشیہ (--) بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن صمعی بن جدیلہ۔
۹	لؤی	ماویہ	أب: کعب بن القین (ہو النعمان) بن حسیر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ أم: عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ۔
۱۰	غالب	عاتکہ	أب: یخلد بن النضر بن کنانہ (دیکھو سلسلہ: ۱۳ آباء نبوی) أم: انیسہ (---) بنت شیبان بن ثعلب بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱	فہر الملقب بقریش	لیلیٰ	اَب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۶ آباء نبوی) اُم: سلمٰی (اللہ اللہ) بنت طانجہ بن الیاس۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۶ آباء نبوی)
۱۲	مالک	جندلہ	اَب: عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی۔ اُم: ہند بنت الطلیم بن مالک بن الحارث جرہمی
۱۳	نضر	عِکرِشہ	اَب: عدنان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۷ آباء نبوی) اُم:
۱۴	کنانہ	برّہ	اَب: مرّہ بن اُدّ بن طانجہ (اخت تمیم بن مرّ) (طانجہ برادر مدرکہ)۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۶ آباء نبوی) اُم:
۱۵	خزیمہ	عوانہ۔ ہند	اَب: سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس۔ (دیکھو سلسلہ: ۱۷ آباء نبوی) اُم: وعد بنت الیاس (ایضاً)
۱۶	مدرکہ	سلمٰی	اَب: اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔ اُم:
۱۷	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اَب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ اُم: ضریہ بنت ربیعہ بن نزار (دیکھو سلسلہ: ۱۹ آباء نبوی)
۱۸	مضر	رباب	اَب: حیدہ بن معد۔ (سلسلہ: ۲۰ آباء نبوی) اُم:
۱۹	نزار	سودہ	اَب: عک بن الریث بن عدنان (دیکھو سلسلہ: ۱۶) اُم:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰	معد	معانہ	اَب: جوشم بن جلہمہ بن عمر بن برّہ بن جرہم۔ اُم: سلمیٰ بنت الحارث بن مالک بن غنم (جرہم)
۲۱	عدنان	مہد،	اَب: لہم بن حلجب بن جدیس بن جاتر بن ارم اُم:

81) صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی۔ نانی کا نام سلمیٰ بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ ابن الحارث بن فہر۔ پرنانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وائکہ بن ظرب تھا۔

82) عمیرہ کی ماں کا نام سلمی بنت عبدالاشہل اور نانی کا نام اثیلہ بنت رعورا تھا۔

83) مادیہ کی ماں کا نام رتاش بنت الاحم اور نانی کا نام کبشہ بنت الرافقی تھا۔

84) ہند کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مازن (من خزاعۃ) تھا۔

85) ظریفتیہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عامر تھا۔

86) امامہ کی ماں کا نام ہند بنت دودان بن اسد خزیمہ ہے۔

87) وشیہ کی ماں کا نام مادیہ بنت صبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔

88) انیسہ کی ماں کا نام تماخر بنت الحارث اور نانی کا نام رہم بنت کاہل ہے۔

89) سلمٰی کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور نانی کا نام زینب بنت ربیعہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت طبری(90)	بروایت ابن سعد	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں
			واخبرنی بعض النساب انه وجد طائفة من العلماء العرب قد حفظت لمعد اربعین ابا بالعربية الى اسماعیل واحتجت لقولهم ذلك باشعار العرب وانه قابل بما قالوا من ذلك اهل الكتاب فوجد العدد متفقاً واللفظ مختلفاً واملى ذلك علی فكتبته عنه. (جلد ثانی : ص ۱۹۳)
۲۲	ادو	اُدو	
۲۳	ہمیسع	ہَمَیسع	
۲۴	سلامان	سلامان	ہمیدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
۲۵	عوص	عوص	منجر اور نبیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
۲۶	بوز	بوز	اسکو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلۂ ثعلبہ اسی کی جانب منسوب ہے۔
۲۷	قموال	قموال	اس کو یوزا اور عشر العرء بھی کہتے ہیں، رسم عشرہ عرب میں اس نے نکالی
۲۸	ابی	اُبی	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں، رسم رجبیہ اس نے نکالی۔
۲۹	عوام	عَوّامَ	قموال اور برتع الناحب بھی اسی کو کہتے ہیں، کان فی زمن سلیمان علیہ السلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰	ناشد	ناشد	محلم ذوالعین اسی کا لقب ہے۔
۳۱	حزا	حزا	ہوالعوام۔
۳۲	بلداس	بلداس	اسے محتمل بھی کہتے ہیں۔
۳۳	یدلاف	تدلاف	رائمہ اسی کا لقب ہے۔
۳۴	طابخ	طابخ	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں، عیقان اسی کا لقب ہے۔
۳۵	جاحم	جاحم	اس کا لقب علتہ ہے۔
۳۶	ناحش	ناحش	اس کا لقب علتہ ہے۔
۳۷	ماخی	ماخی	اس کو اہل عرب الظر یب خاطم النار کہا کرتے تھے۔
۳۸	عیفی	عیفی	اس کو عافی اور عبقر ابوالجن کہتے ہیں، جنتِ عبقر اسی کی جانب منسوب ہے
۳۹	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں، یہ لقب اس لئے ہوا کہ اس کے عہد میں امنِ کامل تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔
۴۰	عبید	عبید	اس کو اسماعیل ذوالمطابخ کہتے، ذوالمطبخ اس لیئے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیئے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیئے گئے
۴۱	الدعا	الدعا	اس کو تیرن الطعان کہتے ہیں، پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۲	حمدان	حمدان	اس کو اسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں، اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا، اب اعوج نسلِ اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے۔
۴۳	سَنبَر	سنبر	اسے بشمین اور مطعم فی المحل بھی کہتے ہیں، اس کے محل میں ہر شخص کے لیئے کھانا تیار رہتا تھا۔
۴۴	یثربی	یثربی	یثرم اور طمع بھی اسی کا لقب ہے۔
۴۵	یحزن	نحزن	نحزن نام اور تسور لقب ہے۔
۴۶	یلحن	یلجن	یلحن نام اور عنود لقب ہے۔
۴۷	ارعوے	ارعوے	رعوبے نام اور دعدع لقب ہے۔
۴۸	عیصی	عیصی	عاقر لقب ہے۔
۴۹	ذیشان	ذیشان	لقب ان کا الزاعیہ ہے
۵۰	عیصر	عِیصَرُ	اسی کو عاصر اور نیروان ذوالاندیہ کہا جاتا ہے اسی کے عہد میں نبیت اور جادان فرزندان قادر دومیں جنگ ہوئی۔
۵۱	اقناد	اقناد	قناد نام۔ ایاہمہ لقب ہے۔
۵۲	ایہام	ابہام	یہامی نام اور دوس القلق اور اجمل الخلق لقب ہیں۔
۵۳	مقصر	مقصی	مقاصری نام اور حصن اور نزال لقب ہے۔
۵۴	ناحث	ناحث	
۵۵	زارح	زارح	قمیر لقب ہے۔
۵۶	سمّی	شمّی	سما نام اور الخشر لقب ہے۔
۵۷	مزّی	مَزّی	ہرمز بھی اسی کو کہتے ہیں۔
۵۸	عوض	عوص	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۹	عرام	عرّام
۶۰	قیدار	قیدار (91)

90) حدثني الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا هشام بن محمد قال وكان رجل من اهل تَدْمُر يكنّى ابا يعقوب من مسلمة بنى اسرائيل قد قرأ من كتبهم وعلم علمًا فذكر أن بروخا بن ناريا كاتب ارميا اثبت نسب معد بن عدنان عنده ووضعه في كتبه وانه معروف عند احبار اهل الكتاب مثبت في اسفارهم وهو مقارب لهذه الاسماء ما روى عن الكلبى محمد ابن السائب اذكره من بعده ولعل خلاف ما بينهم من قبل اللغة لان هذه الاسماء مترجمه من العبرانيه۔ طبری ج۲ ص۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

91) قیدار کی بیوی کا نام عاضرہ تھا جو قبیلہ جرہم سے تھیں۔

حصہ سوم

نمبر شمار	نام	عُمر
۶۱	اسماعیل علیہ السلام	۱۳۷ سال عُمر پائی
۶۲	ابراہیم علیہ السلام	۱۷۵ سال
۶۳	تارہ (آزر)	۲۰۵ سال
۶۴	ناحور	۱۵۹ سال
۶۵	سروج	۲۳۲ سال
۶۶	رعو	۲۳۹ سال
۶۷	فالج	۲۳۹ سال
۶۸	عابر	۴۶۰ سال
۶۹	ارفکشاد	۴۳۸ سال
۷۰	سام	۶۰۲ سال
۷۱	نوح علیہ السلام	۹۵۰ سال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۲	لامک	۷۷۷سال
۷۳	متوشائخ	۹۶۹سال
۷۴	اخنون (حضرت ادریس علیہ السلام)	۳۶۵سال
۷۵	یارو	۹۶۲سال
۷۶	ملہل ایل	۸۹۵سال
۷۷	قینان	۹۱۰سال
۷۸	آنوش	۹۰۵سال
۷۹	حضرت شیث علیہ السلام	۹۱۲سال
۸۰	حضرت آدم علیہ السلام	۹۳۰سال

تعداد ایامِ قیام نبوی ﷺ بعالم دنیوی

دن ۲۲۳۳۰

گھنٹے .... ۶ (الحمد اللہ)

92) گھنٹے ۲۲۳۳۱ ویں دن کے ہیں۔

ولادت مبارک

عیسائیوں کے ایسٹر سے ۲۳ ویں دن، اور یہودیوں کی عید الفصح سے ۲۵ ویں دن ہوئی تھی۔ اس میں یوم وفات بھی شامل ہے۔

تعداد ایامِ تبلیغ رسالت ونبوت

۸۱۵۶ دن

۵۷۱ء میں ایسٹر کا اتوار ۱۶ صفر مطابق ۲۹/۳۱ مارچ ۵۷۱ء کو تھا۔

۳۳۱ مطابق ۵۷۱ء میں یہود کی عید الفصح پنجشنبہ ۱۳ صفر مطابق ۲۶/۱۸ مارچ کو تھی۔

(ماخوذ از "رحمۃ للعالمین" قاضی سلیمان منصور پوری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

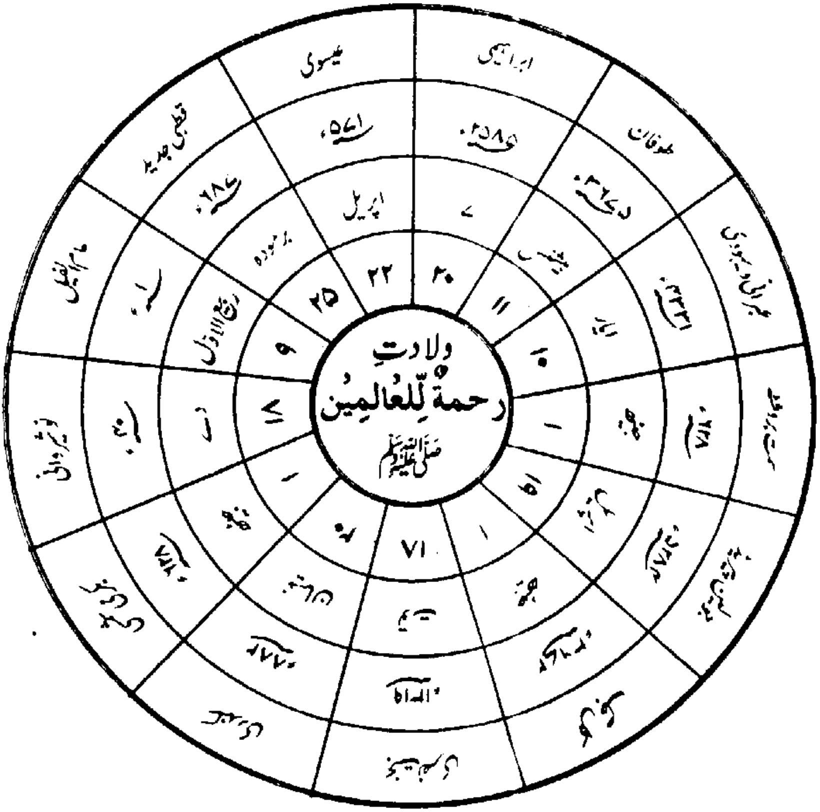

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہورِ قدسی

یا نبی اکرم ﷺ کی صحیح تاریخ ولادتِ باسعادت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ارض و سماء کے روحانی تعلق اور رشتۂ وحی کو منقطع ہوئے کم و بیش چھ سو سال گزر چکے تھے۔ پوری دُنیا بالعموم اور ملک و قومِ عرب بالخصوص کچھ اس طرح کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی انحطاط سے دوچار تھی کہ پورا عالمِ انسانیت ہی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھر چکا تھا۔ انسان کا ضمیر مُرجھا چکا تھا۔ تاریکیوں نے ہر پہلو سے بنی آدم کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور روشنی کی کوئی کرن دُور دُور تک نظر نہیں آتی تھی۔

خالق کائنات، مالکِ ارض و سماء کو اپنی اس مخلوقِ انسانی کے حال پر ترس آ گیا۔ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کے لیے اولادِ ابراہیم خلیل اور نسلِ اسماعیل ذبیح علیہما السلام سے نبی آخر الزّمان رحمۃ للعالمین ﷺ کو پیدا فرمایا۔

آپ ﷺ کی ولادت کے اُس یومِ سعید کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سر و سامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ لیکن آج (یعنی ۹ ربیع الاول) کی تاریخ وہ تاریخ ہے، جس کے انتظار میں پیرِ کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کیلئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضاء وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابروباد کی تردستیاں، عالمِ قُدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم، جمالِ یوسف، معجزطرازیٔ موسیٰ، جان نوازیٔ مسیح (علیہم السلام) سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں قدر، شاہ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دربار میں کام آئیں گے"۔

آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ:

"آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہوگیا"۔ ❶

آگے علامہ شبلی لکھتے ہیں: "لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم اور اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر، آتشکدۂ کفر، آزرکدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی۔ بُت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔ توحید کا غلغلہ اُٹھا۔ چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی۔ آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اُٹھا۔ (یعنی) یتیم عبداللہ، جگر گوشہ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرمانروائے عالم، شاہِ کونین، عالمِ قدس سے عالمِ مکان میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوئے۔ ❷

---

❶ مگر یاد رہے کہ یہ ارہاصاتِ نبوت دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے اور طبقات (۱۳/۱) میں ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیے ہیں۔ مگر علامہ محمد الغزالی نے اپنی کتاب "فقہ السیرۃ" میں ان تعبیرات کو غلط قرار دیا ہے۔ (فقہ السیرہ و تخریج الالبانی ص ۶۱)

❷ سیرت النبی علامہ شبلی ۱/ ۱۷۰ تا ۱۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ تحقیق ہم آگے چل کر پیش کر رہے ہیں کہ ہیئت دانوں، مؤرخوں اور سیرت نگاروں نے صحیح ترین تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول سن عام الفیل ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروز پیر کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ ترمذی شریف میں قیس رضی اللہ عنہ بن مخرمہ کے الفاظ ہیں:

«وُلِدْتُ أَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفِيْلِ».

''میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے''۔

اسی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قباث رضی اللہ عنہ بن اشیم سے پوچھا:

«أَنْتَ أَكْبَرُ أَمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ».

''تم بڑے یا رسول اللہ ﷺ؟''

تو انہوں نے کمال ادب سے جواب دیا:

«رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَكْبَرُ مِنِّيْ وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيْلَادِ».

''مجھ سے بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں البتہ میں آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوا تھا''۔ [1]

آپ ﷺ کی ولادت کے بعد سیّدہ آمنہ نے آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو پیغامِ مسرت بھیجا۔ وہ خوشی خوشی گھر آئے۔ اپنے عنفوانِ شباب میں داغِ مفارقت دے جانے والے بیٹے کی نشانی کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ میں لے گئے۔ وہاں دُعاء مانگی اور واپس لائے۔ اور دادا نے ہی اپنے اس دُرِّ یتیم کا نام محمد رکھا۔

سیرت ابن ہشام (۱۵۹/۱۔۱۶۰) میں لکھا ہے کہ:

آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کا حسبِ دستور ختنہ کیا۔ اور ساتویں دن ہی آپ ﷺ کا نام بھی رکھا۔ [2]

---

[1] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۸۸/۱۰ تا ۸۹، حدیث ۳۶۹۸، طبع مدنی

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے زاد المعاد ۸۱/۱ بہ تحقیق الارناؤوط۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بات جو عام مشہور ہے کہ نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے، اس کے بارے میں علاّمہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

وہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ابن الجوزی نے اسے موضوعات (من گھڑت روایات) میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی بھی حدیث صحیح ثابت نہیں۔ اور یہ کوئی خاصہ رسول بھی نہیں، کیونکہ کتنے ہی اور لوگ بھی مختون پیدا ہو چکے ہیں۔ ❶

ایسے ہی اور بھی بہت سے امور مثلاً: حملِ آمنہ، شبِ ولادتِ رسول ﷺ میں ارہاصات وخوارق کتبِ تاریخ وسیرت میں بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں سے کچھ غلو کا نتیجہ ہیں تو کچھ رواۃ کے تساہلِ قبول کا۔ کچھ روایات ضعیف ہیں اور کئی موضوع ہیں۔ اسی لیے ہم نے ان میں سے کچھ نقل نہیں کیا۔ کیونکہ جب صحاح وحسان میں کفایت ہے تو ضعاف وموضوعات کی کیا حاجت؟

عِید میلاد کے نام سے کی جانے والی یہ خوشیاں ولادت پر ہیں یا وفات پر؟!

عید میلاد النبی ﷺ منانے یا نہ منانے کے مسئلے سے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟ اور آپ ﷺ نے کس دن وفات پائی؟ تاکہ کہیں غلطی سے آپ ﷺ کی وفات پر خوشیاں منانے کا نادانستہ جرم نہ کرتے رہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات تو تمام مورخین اور سیرت نگاروں میں متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا دن پیر ہے۔ اور اصحابِ تاریخ وسیر پر ہی بس نہیں، خود نبیٔ اکرم ﷺ کی ایک صحیح حدیث مسلم شریف میں موجود ہے۔ حضرت

---

❶ فقہ السیرۃ غزالی ص ٦١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ اَوْاُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ».❶

''یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا، اور اسی دن میں مبعوث ہوا یا مجھ پر وحی نازل کی گئی''۔

اور ایک متکلم فیہ سند والی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«وُلِدَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ اسْتُنْبِئَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ تُوُفِّيَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ خَرَجَ مُهَاجِراً مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ رَفَعَ الْحَجَرَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ».

''نبی اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن نبوت کا اعلان کیا۔ اور پیر کے دن ہی وفات پائی اور پیر کے دن نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کیلئے روانہ ہوئے اور پیر کے دن مدینہ منورہ پہنچے اور پیر کے دن حجر اسود کو اٹھایا۔''

امام الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں اسے مسند امام احمد اور الطبرانی فی الکبیر کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«فَتْحُ بَدْرٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾».

''فتح بدر بھی پیر کو حاصل ہوئی اور سورۃ المائدہ بھی پیر ہی کو نازل ہوئی جس کی آیت: ۳ میں اللہ نے فرمایا ہے: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین

---

❶ مسلم عن ابی قتادہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل کر دیا ہے''۔

لیکن اس روایت کی سند میں ابن الھیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے کیونکہ اس نے اس حدیث میں اپنی سماع کی صراحت نہیں کی بلکہ عن سے روایت بیان کی ہے جبکہ دوسرے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ❶

رہا معاملہ تاریخِ ولادت کا، تو اس کے بارے میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ سیرت ابن اسحاق کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ جس سال کہ ہاتھی والے ابرہہ اور اس کے لشکر نے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا، اور غضب الٰہی کا شکار ہوئے تھے۔ وہ روایت یوں ہے: قیس بن مخرم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفِيْلِ فَنَحْنُ لِدَانٌ وُلِدْنَا مَوْلِدًا وَاحِدًا». ❷

''میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی سال عام الفیل میں پیدا ہوئے''۔

اور امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ:

''ہاتھی ماہِ محرم میں مکہ آیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے تھے''۔

جبکہ ان امام سہیلی اور محمد بن اسحاق رحمہما اللہ کے بقول جمہور اہلِ علم کا مسلک یہی ہے۔ ❸

مشہور مفسر اور مورخ کبیر حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ جمہور اہلِ علم کا مسلک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ ربیع الاول میں پیدا ہوئے

---

❶ نظر الفتح الربانی للعلامہ احمد عبدالرحمٰن البنا ۲۰/۱۸۹۔

❷ ابن اسحاق بہ سند جید کذا قالہ البنا فی الفتح الربانی ۲۰/۱۹۰۔

❸ الفتح الربانی للبنا ۲۰/۱۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ کہ آپ ﷺ اس ماہ کے اوّل، آخر، وسط یا کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اسکے بارے میں مورخین اور سیرت نگاروں کے بکثرت اقوال نقل کیے ہیں، کسی نے دو ربیع الاوّل کہا ہے، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ اور کسی نے اٹھارہ اور بعض نے بائیس ربیع الاوّل کہا ہے۔ اور ان سب میں سے راجح قول دو ہیں: ایک بارہ ربیع الاوّل کا اور دوسرا آٹھ ربیع الاوّل کا۔

اور صاحب البدایہ نے آٹھ ہی کو راجح قرار دیا ہے۔ جو امام حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے اور کئی دیگر آئمہ نے اسی کی تائید کی ہے۔ ❶

امام طبری اور امام ابن خلدون رحمہما اللہ نے بارہ ربیع الاوّل کو اختیار کیا ہے۔ ❷

اور امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے الوفا باحوال المصطفٰی (۱/۱۵۴) میں دس ربیع الاوّل کو اوّلیت دی ہے۔

جبکہ ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں میں سے علامہ قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں اور علامہ شبلی نے سیرت النبی میں ۹ ربیع الاوّل بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو از روئے تحقیقِ جدید صحیح ترین تاریخِ ولادت قرار دیا ہے۔ ❸

اسی تاریخ کو محمد طلعت عرب نے تاریخ دول العرب میں صحیح قرار دیا ہے۔ ❹

اور مصر کے معروف ماہر فلکیات اور معروف ہیئت دان محمود پاشا فلکی نے اپنی کتاب "التقویم العربی قبل الاسلام و تاریخ میلادِ الرسُول و هجرتِہ" میں دلائل ریاضی کی رُو سے متعدد زائچے بنا کر ثابت کیا ہے کہ:

---

❶ البدایۃ والنهایۃ امام ابنِ کثیر ۲/۲۵۹ تا ۲۶۲.

❷ بحوالہ رحمۃٌ للعالمین علّامہ قاضی سید سلیمان منصور پوری ۱/۴۰ حاشیہ.

❸ شبلی ۱/۱۷۱، قاضی ۱/۴۰.

❹ بحوالہ قاضی ۱/۴۰ حاشیہ و ۲/ ۳۶۷ ایضاً و انظر محمد "القدوۃ الکاملۃ" ص ۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام الفیل ماہِ ربیع الاوّل میں یوم الاثنین کی صحت کے پیشِ نظر اور فرزند رسول ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے یوم وفات پر سُورج گرہن لگنے کے حساب کو مدّ نظر رکھا جائے تو آپ ﷺ کی ولادت کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاوّل ہی آتی ہے، جبکہ شمسی عیسوی تقویم کے حساب سے آپ ﷺ کی ولادت کا وقت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروزِ پیر کی صبح بنتا ہے۔ ❶

محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

① صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا۔ اور یہ ۱۰ھ ہجری تھا اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں (۶۳) سال تھا۔

② ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ ہجری کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو آٹھ بج کر تیس منٹ پر لگا تھا۔

③ اسی حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری تریسٹھ برس پیچھے ہٹیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے، جس میں از روئے قواعدِ ہیئت ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

④ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے، لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا۔ اور تاریخ آٹھ سے لے کر بارہ تک میں منحصر ہے۔

⑤ ربیع الاوّل مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن صرف نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ اور ربیع الاوّل کی نو تاریخ۔ اور بارہ ربیع الاوّل کی روایت مشہور تو ہے مگر وہ حساب سے صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ ❷

---

❶ حدائق الانوار ۱/۲۹، التقویم العربی ص ۳۶ و ۳۹۔

❷ بحوالہ سیرت النبی ۱/۱۷۱۔۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سب تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو نہیں، بلکہ صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہے۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ضرور ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی، جیسا کہ معروف کتبِ تاریخ وسِیَر سے معلوم ہوتا ہے، جس کی مفصل تحقیق کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف ہمیں اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ ہمارے بھائی جس تاریخ کو خوشیاں مناتے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش نہیں، بلکہ یوم وفات ہے۔ اور چند سال پہلے بلکہ آج تک ''بارہ وفات'' کے نام سے مشہور ہے۔ تو وفاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشیاں؟

ایں چہ بو العجبی است؟

اللہ تعالیٰ اس پہلو پر توجہ دینے اور سوچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مروّجہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کتاب وسنت کی روشنی میں

پورے عالم کے مسلمانوں اور بالخصوص اسلامیانِ برِصغیر کا ایک طبقہ اس بات کا عادی ہو چکا ہے کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جشن منائے اور جلوس نکالے۔ اَکل وشرب کی دعوتیں کرے اور قوالیاں سُنے۔

جبکہ دوسرا طبقہ اس جشن کو شرعاً ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس مختلف فیہ مسئلہ اور ایسے ہی دیگر اختلافی مسائل کے سلسلہ میں قرآن پاک نے ہمیں کئی بہترین اصول دیئے ہیں جن میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ:

① تنازعات کو اوّل تو سرے سے ہوا ہی نہ دی جائے، تاکہ اُمت کی اجتماعی قوت میں کمزوری نہ پیدا ہو۔ جیسا کہ سورۃ الانفال آیت: ۴۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی۔ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

(۲) دوسرا اصول یہ کہ اگر کبھی کسی معاملہ میں اختلاف ہو ہی جائے تو اس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں لے جاؤ اور وہاں سے جو فیصلہ صادر ہو، اسے قبول کرلو۔ جیسا کہ سورۃ النساء، آیت: ۵۹ میں فرمان الٰہی ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اُسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے''۔

(۳) اور اس سلسلہ میں تیسرا اصول یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کردیں تو اسے بلا چون وچرا قبول کرلینا ہی ایمان کی سلامتی کا ضامن ہے۔

جیسا کہ سورۃ النساء، آیت: ۶۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

''(اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی قسم، وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کروائیں اور پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ اُداسی نہ ہو، بلکہ (خوشی خوشی) مان کر منظور کرلیں''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں ذرہ بھر بھی تنگی اور ناپسندیدگی کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ».❶

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکی خواہشات بھی میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں''۔

اور سورۂ احزاب آیت ۳۶ میں فرمایا:

جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کردیں تو پھر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی مرضی سے کوئی اور راہ اپنائے، بلکہ اُس فیصلے کو قبول کرنا ہی ہوگا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾

''اور کسی مرد یا عورت کیلئے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا حکم کردیں تو پھر ان کو اس بات میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان نہ مانے (اور دوسروں کی رائے پر چلے) تو وہ کھلا گمراہ ہوچکا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی آیت یا حدیث کے مقابلے میں کسی مجتہد کی رائے پر عمل نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جونہی کوئی آیت یا حدیث ملے، اُسے سرآنکھوں پر رکھیں اور مجتہد کی رائے صد احترام کے باوجود ترک کردیں۔ کیونکہ اسی میں ایمان کی سلامتی اور گمراہی سے بچاؤ ہے۔

---

❶ بحث آیت ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ الاحزاب:۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اصول (اپنے تنازعات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو) کے پیشِ نظر اس جشنِ میلاد جیسے اختلافی مسئلہ کا حل تلاش کرنے کیلئے کتابِ الٰہی کو کھولیں۔ اس کے تیس پاروں یا ایک سو چودہ سورتوں کو اوّل تا آخر پڑھ جائیں۔ آپ کو کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں ملے گی جس سے مروّجہ جشن منانا ثابت ہو لہٰذا عدالت الٰہی کا فیصلہ میلاد منانے والوں کے حق میں نہ ہوا، اور جس کام کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا، اسے سرانجام دے کر اجر و ثواب کی توقع رکھنا کارِ عبث ہے۔

اور جب ہم ارشادِ الٰہی کے مطابق دوسرے ثالث یا عدالتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ عطرہ کا مطالعہ یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود اپنی ولادت کے دن جشن منایا، اور نہ ہی اس بات کا کسی کو حکم فرمایا ہے. اور یہ بات بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شائد غربت و افلاس کی وجہ سے ایسا نہ کیا ہو. بلکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کو محدود معنوں میں قدرے تنگدستی کی زندگی بھی سمجھ لیا جائے تو ہجرت مدینہ کے بعد دس سال کے دَوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت اسلامیہ کے بانی و حاکم ہو گئے تھے۔ عرب و عجم اور ممالکِ مشرق و مغرب کے تمام خزانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے تھے۔ مگر اس فارغ البالی کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تادمِ آخر کسی سال بھی اس قِسم کی عید اور جشن نہیں منایا تھا۔ اور جب خود صاحب میلاد نے ایسا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کرنے کا حکم دیا، تو ایسے کام کو سرانجام دینا کس طرح نیکی و ثواب ہو سکتا ہے؟

اگر اس کام میں نیکی و ثواب ہوتا یا کوئی بھی دینی یا دنیوی فائدہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ضرور اس کا حکم دے دیتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تو خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۷ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

''دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تمہیں میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے''۔

ایسے شفیق نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی نیکی سے کیسے محروم رکھ سکتے تھے؟ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قولاً اور فعلاً دو ہی عیدوں کا پتہ چلتا ہے، جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ اور تیسرے نام کی عید کا تصور تک نہیں ملتا۔ البتہ آپ ﷺ کے بعض ارشادات میں یومِ جمعہ کو عید بلکہ دونوں معروف عیدوں سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال موقع ہونے اور کوئی امرِ مانع بھی نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا نہ خود جشن منانا، نہ اس کا حکم دینا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کوئی کارِ خیر نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی نظر میں

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں مروجہ جشنِ میلاد النبی کی شرعی حیثیت کے بارے میں واضح ہو گیا کہ یہ نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ سے، نہ قولاً اور نہ عملاً۔ سننِ اربعہ میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً (بَلِيغَةً) وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَ ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَىٰ اِخْتِلَافاً كَثِيْراً۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ».

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا پُر اثر وعظ فرمایا، جس سے ہمارے دل خوف زدہ ہوگئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ہم نے عرض کیا! یہ تو گویا الوداعی وعظ معلوم ہو رہا ہے۔ ہمیں وصیت فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں تقویٰ (اللہ کے خوف) اور سمع وطاعت کی تاکید کرتا ہوں۔ اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بنا دیا جائے۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت بڑے بڑے اختلافات کو دیکھے گا (یعنی اختلافات سے دوچار ہوگا) پس تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سُنّت پر عمل پیرا ہونا لازم ہے اور (اس سُنّت) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو۔ اور دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنے سے بچو اور ہر نئی بات (دین میں داخل کرنا) بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی آگ میں (لے جانے والی) ہے''۔ [1]

اور مسلم شریف میں ہے:

«اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ، (اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَمَّا

---

[1] مرطبی ۱۳۸/۷ تا ۱۳۹ عن الترمذی وابن ماجه. قال ابوبکر جابر الجزائری فی رسالة الانصاف فيما قيل فی المولد من الغلو والاجحاف، ص۳۲. رواه اصحاب السنن وهو صحيح الاسناد وانظر ايضاً الترغيب والترهيب للمنذری ۵۸/۱ حيث قال: رواه ابوداؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدُ، وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ».

''بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے۔بہترین حدیث اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔اور بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔اور بدترین کام وہ ہیں جو(دین میں) نئے ایجاد کیے گئے۔اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔ ❶

وفی روایۃ النسائی:

«وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ فِی النَّارِ».

''اور ہر نئی بات بدعت ہےاور ہر بدعت آگ میں (لے جانے والی) ہے''۔

نسائی کے علاوہ سُنن اربعہ،مُسند احمد،ابی یعلی اور طبری کی متقارب الفاظ والی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِی النَّارِ لَا وَاحِدَةً قَالُوْا: مَنْ هِیَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ:مَنْ كَانَ عَلٰی مِثْلِ مَا آنَا عَلَيْهِ. (وَفِیْ رِوَايَةٍ: اَلْيَوْمَ) وَ اُصْحَابِیْ».

''یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں اور نصاریٰ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور یہ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔اوران میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نجات وہ لوگ پائیں گے جن کا عمل مجھ جیسا اور میرے صحابہ جیسا ہوگا۔(اور ایک

❶ مسلم۔ عن جابر ابن عبداللہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کے مطابق: اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آج کے عمل جیسا ہوگا)''۔ ❶

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے کتاب وسنت کے بعد خلفاءِ راشدین اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے کو بھی معتبر اور ذریعۂ نجات قرار دیا ہے۔ اور جب ہم خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بکثرت واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ایک اشارۂ ابرو پر اپنا مال وجان قربان کرنے کیلئے بیتاب رہتے تھے۔ آپ ﷺ کو دل وجان سے چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کے احکام وارشادات پر عمل پیرا ہونا اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کی سنت پر مر مٹتے تھے۔

لیکن جب ہم اس مروجہ عید میلاد کو تلاش کرتے ہیں تو ان کی زندگیوں میں اس کا کہیں سراغ تک نہیں ملتا۔ نہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، نہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں، نہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد میں، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور نہ ہی ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول وعمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اور جو عمل موقع اور گنجائش ہونے اور ممانعت بھی کوئی نہ ہونے کے باوجود رسول کے شیدائیوں اور مصطفی ﷺ پہ مر مٹنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہو، وہ یقیناً شریعتِ اسلامیہ کا جزء نہیں ہوسکتا۔ یا پھر ہمیں اس بدگمانی کا کھل کر اظہار کردینا چاہیئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ سے محبت نہ تھی یا کم از کم اتنی نہ تھی جتنی آج کے

---

❶ صحیح ابی داؤد (۳۸٤۲)، صحیح الترمذی (۲۱۲۸)، ابن ماجه (۳۹۹۱۔۳۹۹۲)، موارد الظمآن. ابن حبان (۱۸۳٤)، مستدرك حاكم ۱/۱۲۸ مسند احمد ۲/۳۳۲ صحيح الجامع للالبانی (۱۰۸۲۔۱۰۸۳)، سلسلة الاحاديث الصحيحة (۱٤۹۲،۲،۳)، مشكاة بتحقيق الالبانی ۱/٦۱ للتفصيل المرعاة للعلامه عبيد الله رحمانی ۱/۲٦۹تا۲۷۹۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جشن منانے والوں کو ہے۔ بخاری و مسلم شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي. ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ».

''تمام زمانوں سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے. پھر ان لوگوں کا جو اس کے بعد والے ہیں. اور پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد والے ہیں''۔ ❶

یہاں آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے لوگوں میں سے اپنے اور اپنے صحابہ، پھر تابعین اور اس کے بعد تبع تابعین کے تین زمانوں کو قرونِ خیر قرار دیا ہے. اور اس میلاد النبی کے بارے میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی سے کچھ منقول نہیں کہ ان تینوں صدیوں میں ہی کسی نے یہ عیدِ ثالث منائی ہو۔

اور بالآخر چار معروف فقہی مذاہب کے آئمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی اجتہادی مسائل اور کتبِ فقہ کا مطالعہ کریں۔ آپ کو کسی امام صاحب کے یہاں اس عید کا ذکر نہیں ملے گا۔ اور نہ دیگر فقہاء و محدّثین میں سے کسی نے اس کا حکم دیا ہے۔

تو پھر صاحبو! جو چیزیں تینوں قرونِ مشہود لہا بالخیر بلکہ اسلام کے پہلے چھ سو پچیس (۶۲۵) برس تک موجود نہ تھی، اُسے جائز و ثواب قرار دینا شریعت سازی اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔

اور جشنِ میلاد کی حیثیت اس وقت اور بھی خطرناک ہو جاتی ہے جب اس میں راگ رنگ اور گانے بجانے کا عنصر شامل ہو جائے، چاہے اسے قوالی کہیں یا کوئی بھی نام دے لیں۔ اور جب جلوسوں میں مَرد و زن کا اختلاط ہو تو وہاں کیا کیا برائیاں جنم نہ لیں گی۔ اور پھر ذکر و دعاء کے اپنے بنائے ہوئے طریقے جن میں کسی کو بدعت کہا جا سکتا ہے تو کئی شرک پر منتج ہوتے ہیں۔ جیسے دُعاء و ندائے غیر اللہ وغیرہ۔ اسی

❶ متفق علیہ' مشکاۃ ۱۶۹۵/۳ بتحقیق الالبانی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ان جلسے جلوسوں میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں غلو کیا جاتا ہے، یہاں تک کے آپ ﷺ کو مقامِ الوہیت بلکہ اس سے بھی اُوپر چڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک جاہلانہ شعر ہے ۔

اللہ کا پکڑا چھڑائے محمد ﷺ

محمد ﷺ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

یہ حد سے زیادہ بڑھانا، اسی غلو کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کو نورِ مجسم اور عالمِ غیب ثابت کرنا وغیرہ بھی ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

قائلین عید میلاد النبی ﷺ کے دلائل اور اُن کا جائزہ

سابقہ سطور میں ہم عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کے بارے میں ذکر کر آئے ہیں کہ اس کا عہدِ رسالت وخلافت اور دورِ صحابہ وتابعین سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ ساتویں صدی ہجری (۶۲۵ھ) میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی، اور موصل کے قریبی شہر اَربل کے گورنر مَلِکِ مظفر ابو سعید کوکبری نے اسے رواج دیا۔ وہ محفلِ میلاد میں بھانڈ، مراثی، راگ ورنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا، اور راگ سُنتا اور گانا باجا سُن کر خود بھی ناچا کرتا تھا۔ [1]

اور مولف الابداع فی مضار الابتداع نے لکھا ہے:

عیسائیوں کے کرسمس کی دیکھا دیکھی میں مصری فاطمیوں نے جشنِ میلاد کو رواج دیا تھا۔ [2]

---

[1] البدایہ والنہایہ ۷/۱۳/۱۳۶تا۱۳۷.الانصاف فیما قیل فی المولدمن الغلو والاجحاف لا بی بکر جابر الجزائری ص ۳۱، ۳۴.

[2] کلمۃ الحق فی الاحتفال بمولد سید الخلق للشیخ عبداللہ آل محمود، ص ۵۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرونِ اُولیٰ میں اس کا ثبوت نہ ہونے اور ساتویں صدی میں آکر شروع ہونے کی وجہ سے ہی اہلِ علم نے اسے "بدعت" قرار دیا ہے۔ ❶

اس میلاد کے جواز کا فتویٰ سب سے پہلے مَلکِ مظفر کے عہد کے ایک مولوی شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے ایک رسالے "التنویر فی مولد البشیر النذیر" میں دیا۔ جس کی تالیف پر اسے ملکِ مظفر نے ایک ہزار دینار انعام دیا تھا۔ ❷

اور اس مولوی "ابن دحیہ" کو کبار علماءِ حدیث نے کذّاب، ناقابلِ اعتبار، غیر صحیح النسب، بے تکی اور فضول باتیں کرنے والا قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیلات البدایۃ والنہایہ (۱۳۷/۱۳/۷) اور لسان المیزان (۲۹۶/۴-۲۹۷) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ایسے اوٹ پٹانگ مولوی کے فتوے کی جو حیثیت ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اور پھر اس کے پیچھے مولویوں کی ایک بھیڑ لگ گئی، اور متاخرین میلادیوں نے اس کے جواز کے جو دلائل دیئے ہیں ان کے ذکر اور ان پر بحث وتنقید کیلئے تو ایک طویل مقالہ درکار ہے۔ البتہ یہاں محض اشاروں میں مختصراً عرض کررہے ہیں۔ مثلاً:

دلیل: کہا جاتا ہے کہ اگر میلاد بدعت ہے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے۔ اور اس کی کئی مثالیں سابق میں پائی گئی ہیں۔ جیسا کہ نمازِ تراویح کی جماعت ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ سے تو صرف تین دن باجماعت ثابت ہے۔ پھر عہدِ فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا مہینہ جماعت کا اجراء کیا اور باجماعت نماز ادا کرتے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا:

«نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ».

❶ دیکھئے مقال شیخ ابن باز، مجلہ الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ، ج۵/ شمارہ ۴/ مجریہ ۱۹۷۳ء، وفتاویٰ المنار محمد رشید رضا علامہ مصر، ج ۵ ص ۲۱۱۱ فتویٰ نمبر ۷۶۵۔

❷ البدایہ والنہایہ ۱۳۷/۱۳/۷، الانصاف ۳۵/۳٤۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ اچھی بدعت ہے"۔

اسی طرح ہی میلاد بھی ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نمازِ تراویح کو بدعت کہنا درست نہیں، کیونکہ یہ بدعت تب ہوتی جب اس کا نبی کریم ﷺ سے کوئی ثبوت ہی نہ ملتا۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ دیگر کتبِ حدیث کے علاوہ خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں مذکور ہے کہ تین دن نبی اکرم ﷺ نے باجماعت تراویح پڑھائی، لیکن چوتھے دن تراویح کی جماعت کیلئے آپ ﷺ تشریف نہ لائے جس کا سبب یہ بتایا:

«خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا».

"مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کی پابندی کے ساتھ ادائیگی سے عاجز آجاؤ"۔

پھر جب نبی کریم ﷺ اس دُنیا سے تشریف لے گئے اور تراویح کی فرضیت کا خدشہ زائل ہو گیا، تو فراستِ فاروق رضی اللہ عنہ نے الگ الگ تراویح پڑھنے کی بجائے اتفاق واتحاد کی برکت کے پیشِ نظر نبی ﷺ کی سُنت کے مطابق باجماعت ادائیگی کا اجراء فرمایا۔ اور انھوں نے اپنے ارشاد میں بدعت کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ بھی اپنے متبادر و معروف معنوں میں نہیں ہے، بلکہ یہ مشاکلہ (یعنی شکلاً ملتا جلتا) ہے۔ جو کہ عربوں میں معروف تھا کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اس کا اصل معنیٰ نہیں بلکہ کوئی دوسرا معنیٰ مراد ہوتا ہے۔

خود قرآنِ کریم میں اس مشاکلہ کی مثال موجود ہے۔ سورۃ البقرہ، آیت: ۱۳۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کا رنگ (دین اسلام) اختیار کرو اور اللہ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا؟''

یہاں صِبغہ سے مراد رنگ یا پاؤڈر نہیں بلکہ اسلام مُراد ہے۔

اسی طرح قولِ فاروق رضی اللہ عنہ میں بدعت سے مُراد ہے: ''گذشتہ ایام میں نہ پائی جانے والی چیز کو وجود میں لانا''۔ جبکہ یہ بھی نہیں کہ بالکلیہ سابق میں موجود نہ تھی۔ بلکہ اس کا اجراء سُنّتِ رسول ﷺ ہونے کے پیش نظر ہی کیا گیا تھا۔

دلیل: دوسری دلیل کے طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم پر اعراب نہیں تھے وہ حجاج بن یوسف ثقفی نے لگوائے۔ پھر یہ عمل بھی بدعت ہوا۔

جواب: جبکہ یہ محض مغالطہ اور غلط فہمی ہے۔ ورنہ اعرابِ قرآن ''بدعت'' کے ضمن میں ہرگز نہیں آتا۔ بلکہ یہ ''مصالح مرسلہ'' کے باب سے ہے، یعنی ''دینی اُمور میں سے کسی حرج کو رفع کرنے اور کسی ضروری امر کی حفاظت کیلئے کوئی اقدام کرنا''۔ بات دراصل یہ تھی کہ عہدِ حجاج میں دولتِ اسلامیہ بہت زیادہ پھیل گئی تھی اور عرب وعجم کا اختلاط اور باہم رشتہ داریاں ہورہی تھیں، جس کے نتیجہ میں لغتِ عربی میں کمزوری آنے لگی۔ اور ''لحن'' عام ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ خود حجاج ایک فصیح وبلیغ عرب ہونے کے باوجود قرآنِ کریم کے بعض حروف میں لحن (یعنی قواعد کی خلاف ورزی) کرجاتا تھا۔ اور زیر والے حروف کو زَبر سے یا زَبر والے کو زیر سے پڑھ جاتا تھا. اور یحیٰی بن یعمر نے اُس پر نکیر بھی کی تھی۔ ❶

لہٰذا حفاظتِ تلفظ کیلئے اعراب ضروری تھا. کیونکہ ''جس چیز کے بغیر کوئی واجب ادا نہ کیا جاسکے، وہ بھی واجب ہوتی ہے''۔ لہٰذا اعرابِ قرآن کو قطعاً میلاد کیلئے بطورِ استدلال استعمال نہیں کیا جاسکتا، اور ان مصالح مرسلہ کی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں مثلاً:۔

جمع وتدوینِ قرآن، جو کہ عہدِ صدیقی وعثمانی میں عمل میں آئی، وہ بدعت

---

❶ انظر البدایہ والنہایہ ۱۲٦/۹/۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قبیل سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حفاظتِ قرآن مسلمانوں پر واجب ہے۔ اور یہ امورِ کمالیات و تحسینات کے باب سے ہیں۔

جمعہ کی پہلی آذان، مساجد کے منارے، محرابیں، مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی اسی قبیل مصالح سے ہے۔ ❶

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ہی نافذ کر دینا۔ اور صدقات سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کرنا، خراج، دیوان اور جیلوں کو جاری کرنا۔ اور عام المجاعۃ (بھوک و قحط سالی) میں چوری کی حد (ہاتھ کاٹنے) کو موقوف کرنا وغیرہ سب اپنے اپنے وقت کی اہم ضرورتیں اور دینی اعتبار سے مفید اور دافع ضرر امور تھے۔ اسی طرح ہی آئمہ مجتہدین کی طرف سے بھی بعض قواعد وضع کیے گئے ہیں جو کہ مصالح مرسلہ ضروریہ میں سے ہیں۔ ❷

اعتراض: جشن میلاد کے دلدادگان (یعنی چاہنے والے) یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ حصولِ نعمت پر ذکر و شکر واجب ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی ولادت بھی ایک عظیم نعمت ہے لہٰذا شکرانِ نعمت کے طور پر یہ جشن مناتے اور خوشیاں کرتے ہیں۔

جواب: اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وجودِ مسعود ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ شکرانِ نعمت واجب ہے، مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ ذکر و شکرِ نعمت کیلئے جلوس نکالنا، جلسے کرنا، جھنگڑے ڈالنا، سبیلیں لگانا اور قوالیاں سننا ضروری

---

❶ تفصیل کیلئے دیکھیں: الانصاف (ابی بکر الجزائری) ص ۲۰ تا ۲۶۔

❷ تفصیل کیلئے دیکھئے الاعتصام للشاطبی ۱/۱۱۵ و علم اصول الفقہ للشیخ عبد الوہاب خلاف، ص ۸۵، ارشاد العقول فی بدعۃ الاحتفال بمولد الرسول للشیخ عبد الحمید عبد المحسن رکن مرکز دعوت وارشاد، دبئی ص ۱۵ تا ۱۸، کلمۃ الحق فی الاحتفال بمولد سید الخلق للشیخ عبد اللہ آل محمود آف قطر ص ۲۸ تا ۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کیا صحابہ وتابعین، آئمہ مجتہدین حتیٰ کہ خود صاحبِ میلاد نے ایسے ہی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں اس کا حق کس نے دیا؟ اور اگر اسی طرح شکرِ نعمت واجب ہے تب تو پھر کاروبارِ زیست ٹھپ کرنا پڑیں گے۔ تاکہ ہر روز جلوس وجشن کا اہتمام کیا جاسکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو شمار ہی مشکل ہے۔ جیسا کہ سورۃ النحل، آیت:۱۸ اور سورۂ ابراہیم، آیت:۳۴ میں خود باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾

"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکو گے"۔

اگر ذکر وشکرِ نعمت کا صحیح طریقہ اختیار کیا جائے، سنن رسول اللہ ﷺ کو اپنایا جائے، تو پھر یہ ہر مسلمان ہر روز کرتا ہے۔ نہ کہ سال میں صرف ایک دن۔

فَلْيَتَدَبَّر.

اعتراض: عید میلاد کے جواز کی دلیل کے طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی فرمایا تھا۔ اور چونکہ یہ دن مبارک تھا، اس دن کو یہودی بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلائی تھی۔ اور ہمیں بالاولیٰ چاہیئے کہ اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے بابرکت دن کا روزہ رکھیں۔

جواب: اندازہ فرمائیں کہ کتنی ٹیڑھی سوچ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے تو روزہ رکھا، اور اس کا حکم فرمایا۔ مگر آج کے میلادیئے روزہ رکھنے کی بجائے دسترخوان سجاتے، سبیلیں لگاتے، قوالیاں سنتے اور بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

آپ ﷺ نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا، مگر اپنے یومِ ولادت کے بارے میں آپ ﷺ سے ایسی کوئی چیز ثابت نہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیئے نہ کہ اپنی طرف سے ابتداع، نہ روزہ کی شکل میں اور نہ ہی لہو ولعب کے انداز میں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یومِ عاشوراء کا روزہ تو قریش پہلے ہی رکھا کرتے تھے اور ممکن ہے کسی سابقہ شریعت سے انہوں نے اس کا حکم لیا ہو۔ جیسے حُرمت والے چار مہینوں کا احترام کرنا اور حج کرنا وغیرہ ہیں۔ اور عہدِ جاہلیت میں لوگوں کے روزہ رکھنے کا ثبوت صحیح بخاری (۲۴۴/۴ مع الفتح) اور صحیح مسلم (۵/۷ مع النووی) میں موجود ہے۔ اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور یہودیوں کو روزہ رکھتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟ اور انہوں نے نجاتِ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بتایا اور کہا ہم اسی کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام پر تم سے زیادہ حقدار ہوں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ تو اس کے بارے میں قاضی عیاضؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے (یہود سے سن کر) اس روزے کی ابتداء نہیں کی'' بلکہ صحاح وسنن میں مذکورہ صحیح حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ:

''عہدِ جاہلیت میں بھی قریش روزہ رکھا کرتے تھے''۔

اور امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:

ہوسکتا ہے قریش دینِ ابراہیم علیہ السلام کے کسی حکم پر روزہ رکھتے ہوں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا روزہ رکھنا موافقتِ دینِ ابراہیم علیہ السلام کے سبب ہو، جیسا کہ حج کا معاملہ ہے۔ اور پھر جب یہود کو روزہ رکھتے دیکھا تو ان کی تالیفِ قلب کیلئے بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم فرمایا ہو۔ اور اس میں بھی کوئی امر مانع نہیں کہ فریقین ایک ہی دن کا روزہ دو الگ الگ اسباب کی بنا پر رکھتے ہوں۔ ❶

دلیل : بعض قائلینِ میلاد تو اس حد تک جسارت کر جاتے اور کہہ دیتے ہیں کہ نبی

---

❶ للتفصیل :فتح الباری شرح صحیح بخاری ،حافظ ابن حجر ۲٤٨/٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یومِ ولادت پر ایک مینڈھا بطورِ عقیقہ ذبح کیا کرتے تھے۔ تو ہم لوگ کیوں نہ عیدِ میلاد منائیں۔

جواب: سب سے پہلے تو عقیقہ کا معنیٰ سمجھ لیں۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

عقیقہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کھانا جو بچے کی ولادت کی خوشی میں پکایا اور کھلایا جائے. وہ عقیقہ کہلاتا ہے۔ ❶

اور ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک سنّت یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور تب نہ ہو سکے تو چودھویں دن ہو یا پھر اکیسویں دن۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ❷

اور جو شخص بالغ ہو جائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، اس میں اختلاف ہے کہ وہ اپنی طرف سے عقیقہ کرے یا نہیں؟

بہر حال اگر جواز والوں کی بات ہی لے لی جائے تو عمر میں ایک مرتبہ عقیقہ کرنا ہوگا اور پھر ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ چہ جائیکہ ہر سال عقیقہ کیا جائے اور کسی قطعی طریق سے ہرگز ثابت نہیں کہ نبوت ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بھی عقیقہ کیا ہو، کہاں ہر سال عقیقہ کا دعویٰ۔ اور جس روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ مسند بزار کی روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔ اور خود امام بزار کا کہنا ہے کہ:

یہ روایت بیان کرنے میں عبداللہ اکیلا و منفرد ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

امام عبدالرزّاق، صاحبُ المصنف کا کہنا ہے کہ محدّثین نے صرف اس

---

❶ المغنی امام ابن قدامہ ۹/۴۵۸.

❷ المغنی امام ابن قدامہ ۹/۴۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کے بیان کرنے کی وجہ سے عبداللہ بن محرر سے روایت لینا ہی ترک کر دیا۔ تو گویا اس روایت کے بیان کرنے سے عبداللہ بن محرر کی ثقاہت ہی متاثر تھی۔ لہٰذا اس سے کسی قسم کا استدلال کیسے دُرست ہو سکتا ہو؟ ❶

دلیل : بعض مناظر لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن آپ ﷺ پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر اسی سے عیدِ میلاد کا جواز پیدا کرتے ہیں۔

جواب: عرض یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اُنہی احادیث میں جمعرات کے روزے کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی (وصححہ ابن حبان) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پیر اور جمعرات کا کوشش کر کے روزہ رکھا کرتے تھے۔ جبکہ نسائی اور ابوداؤد (وصححہ ابن خزیمہ) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر بتایا کہ پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال، اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں اٹھائے جائیں کہ میں روزے سے ہوں۔ ❷

اور صحیح مسلم و ترمذی میں بھی پیر اور جمعرات کے روزہ کی یہی وجہ بیان ہوئی ہے۔ اور مسلم کی ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پیر کے روزے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی دن میں پیدا ہوا تھا، اور اسی دن میں مبعوث کیا گیا یا مجھ پر وحی نازل کی گئی تھی۔ ❸

ان تمام احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پیر و جمعرات کے روزے کا اصل سبب اعمال کا پیش کیا جانا ہے۔ اور اضافی سبب (صرف

---

❶ راجع فتح الباري ۱۲/۱۲.

❷ فتح الباري ٤/۲۳٦.

❸ رياض الصالحين، ص ٤٨٨ تا ٤٨٩، مراجعه الأرناؤوط.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر کے روزہ کے لیے) یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اسی دن پیدا ہوئے تھے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کا روزہ رکھنا محض ولادت کی وجہ سے ہوتا تو آپ ﷺ صرف پیر کا روزہ رکھتے۔ جمعرات کا نہ رکھتے۔ پھر پیر کا روزہ بھی سال میں ایک مرتبہ رکھتے جو آپ ﷺ کی تاریخِ ولادت کے موافق ہوتا، ہر ہفتہ میں نہ رکھتے۔ کیونکہ کسی واقعہ کی یاد سال میں ایک مرتبہ ہی منائی جاتی ہے نہ کہ ہر ہفتے میں ایک مرتبہ۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا روزہ رکھنا اعمال کے پیش کیے جانے کی وجہ سے تھا۔ اور اگر کوئی حبِ رسول کا دم بھرنے والا ہے تو وہ ہر ہفتے میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرے، جو کہ سنتِ رسول ہے، نہ کہ بدعات کا ارتکاب کرے۔ اور بدعات کے جواز کیلئے احادیث کا مفہوم توڑ موڑ کر بیان کرتا پھرے۔ اور روزے کی بجائے، اکل وشرب کی محفلوں کی طرف دعوت دیتا پھرے۔

نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ہرگز ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ربیع الاوّل (۹ یا ۱۲) کا روزہ کبھی رکھا ہو جو کہ آپ ﷺ کا یومِ ولادت ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص ہر سال اس دن کا روزہ اس نیت سے رکھے تو یہ گویا نبی ﷺ سے پیش قدمی، شریعت سازی اور نعوذ باللہ نبی ﷺ کو شریعت آموزی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ.

دلیل : ان کی ساتویں دلیل یہ ہوتی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیے تھے۔ بعض لوگ بڑی دور کی کوڑی لاتے اور اس سے عجیب نتیجہ نکالتے ہیں کہ نبیِ اکرم ﷺ کا تریسٹھ اُونٹ ذبح کرنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ ﷺ نے ہر سال کے بدلے میں بطورِ عید میلاد ایک اُونٹ ذبح فرمایا۔

جواب: بدعت ساز اور بدعت نواز لوگ پہلے ایک چیز ایجاد کرتے ہیں اور پھر اسے ثابت کرنے کیلئے نصوص کا آپریشن کر کے انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کرتے ہیں۔ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ جبکہ درحقیقت ان کی اس دلیل اور دلیل دینے والے میں کوئی ربط و تعلق نہیں۔ کیونکہ:

(۱) معروف بات ہے کہ آپ ﷺ نے وہ اُونٹ دس ذوالحج کو ذبح کیے تھے جو کہ بارہواں مہینہ تھا جبکہ آپ ﷺ کی ولادت ربیع الاوّل (۹ یا ۱۲) کو ہے جو کہ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ لہٰذا ان قربانیوں اور عیدِ میلاد میں کیا مناسبت ہے؟

(۲) اگر ان قربانیوں سے عیدِ میلاد کا جواز ثابت بھی کرنا ہو تو پھر عیدِ میلاد بھی دس ذوالحج کو ہی ہونی چاہیئے۔ نہ کہ ربیع الاوّل میں۔

(۳) نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو (۱۰۰) اُونٹوں کی قربانی دی تھی. ان میں سے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ تو آپ ﷺ اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے لائے تھے اور سینتیس (۳۷) اُونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے. اور شرح مسلم نووی (۱۹۲/۸) میں قاضی عیاضؒ کے بقول: آپ ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے جو آپ ﷺ اپنے ساتھ لائے تھے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں مذکور ہے: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ سینتیس (۳۷) اُونٹ ذبح کرنے کیلئے دیئے گئے، جنہیں وہ یمن سے آپ ﷺ کیلئے لائے تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ ذبح کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال ہی لایعنی ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے جو اُوپر ذکر ہوئی۔

(۴) بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کا تریسٹھ (۶۳) اُونٹ ذبح کرنا تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عمرِ شریف کے تریسٹھ (۶۳) سال پورے ہو گئے ہیں اور زیست کی انتہا ہو گئی ہے۔ اور واقعی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی طرف اشارے بھی ہو گئے کہ اس حیاتِ مستعار کے خاتمے اور اس جہانِ فانی سے کوچ کا وقت قریب آ گیا۔ مثلاً:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوم عرفہ میں آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ...﴾ کا نزول ایامِ تشریق میں سورۃ الفتح کا نزول، آپ ﷺ کا بار بار خطبات ارشاد فرمانا، اور خطبات میں اشارہ کرنا کہ شاید اس سال کے بعد ہم یہاں اکٹھے نہ ہوسکیں وغیرہ۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ اگر تریسٹھ سال کا عدد کسی بات کی دلیل ہے تو وہ صرف اس کی کہ تریسٹھ سال کی عمر مکمل ہوگئی ہے۔ اب ان سالوں میں کسی سال کا اضافہ نہیں ہوگا۔ نہ کہ یہ ابتدائے میلاد کی علامت تھا۔ کہاں ابتداء اور کہاں انتہاء؟

دلیل: عید میلاد کا جواز ثابت کرنے کیلئے امام سیوطی (اَلْمَعْرُوْفُ عِنْدَالْمُحَدِّثِيْنَ بِحَاطِبِ اللَّيْلِ يَعْنِي يَجْمَعُ بَيْنَ الشَّيْئِ وَ ضِدِّهٖ) نے الحاوی فی الفتاویٰ میں ایک تاریخی روایت بیان کی ہے کہ:

خواب میں کسی (عباس بن عبدالمطلب) کو ابولہب خائب و خاسر ملا اور اس نے بتایا کہ مجھے عذاب ہوتا رہتا ہے سوائے اس کے کہ ہر پیر کی رات کو اس دن عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی ہے۔ اور اپنی اُنگلیوں کے درمیان سے چند قطرے پانی بھی چوسنے کو ملتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جب میری کنیز ثویبہ نے مجھے محمد ﷺ کی ولادت کی خبر دی تھی تو میں نے اُسے آزاد کر دیا تھا اور پھر اسی نے آپ ﷺ کو دودھ بھی پلایا تھا۔

جواب: یہ قصہ اور اس سے جوازِ میلاد کی دلیل لینا کئی طرح سے غلط ہے۔ مثلاً:-

۱۔ اس بات پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ کسی نبی کے خواب کے سوا (کہ نبیوں کا خواب وحی و حق ہوتا ہے) کسی دوسرے کا خواب کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا۔

۲۔ یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں یا کوئی اور ہے؟ اور پھر ان سے جس نے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بالواسطہ بیان کی ہے۔ لہٰذا یہ روایت مُرسل ہوئی جس سے مسائلِ عقائد کے بارے میں استدلال صحیح نہیں۔ جبکہ علماء کے صحیح تر قول کے مطابق مرسل روایت صرف عقائد ہی میں نہیں بلکہ احکام میں بھی قابلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجت نہیں ہوتی۔

۳۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زمانہ قبل از اسلام میں یہ خواب دیکھا ہو اور کفر کی حالت میں دیکھے گئے خواب کہاں حجت ہونگے۔ جبکہ مومن ومتقی کا خواب بھی حجتِ شرعی نہیں ہوتا، سوائے انبیاء علیہم السلام کے خواب کے۔

۴۔ اکثر اہلِ علم کا خیال ہے کہ کافر اگر کفر پر ہی مرجائے تو اسے اس کے کسی عمل کا ثواب نہیں ملتا۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیونکہ سورۂ فرقان، آیت: ۲۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا﴾

(سورۃ الفرقان : ۲۳)

''اور ہم ان (کفار) کے اُن اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں نے (دُنیا میں) کیئے تھے۔ تو اُن (اعمال) کو اُڑتی ہوئی خاک کی طرح کردیں گے۔''

اور سورۂ کہف، آیت: ۱۰۵ میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهِۦ فَحَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَزْنًا﴾ (سورۃ الکہف :۱۰۵)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کردیا، اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ پس اس لیے ان کے سارے اعمال (کفر کی وجہ سے) ضائع ہوگئے۔ قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے''۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں فرمانِ الٰہی سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی حالتِ کفر پر مرجائے تو اس کے کسی عمل کا ثواب اسے نہیں ملتا۔ اور حدیث میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ عبداللہ بن جدعان جو ہر حج کے موقعہ پر ایک ہزار (۱۰۰۰) اُونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور ایک ہزار آدمیوں کو حُلّے پہنایا کرتا تھا اور جس کے گھر میں حلف الفضول کا معاہدہ طے ہوا تھا (جس میں نبی ﷺ بھی شامل تھے) کیا اسے یہ چیزیں فائدہ پہنچائیں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ اس نے عمر بھر کبھی یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! قیامت کے روز میرے گناہوں کو بخش دینا''۔ ❶

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابولہب کے خواب کی کوئی قیمت نہیں، نہ اس سے استدلال صحیح ہے۔

۵۔ ابولہب کی خوشی ایک طبعی امر تھا (کہ وہ چچا تھا) نہ کہ اس کی خوشی کوئی تعبدی نقطۂ نظر سے تھی۔ اور جب کوئی خوشی اللہ کیلئے نہ ہو بلکہ اپنے یا کسی قریبی کے یہاں بچے کی پیدائش پر فطری وطبعی خوشی ہو تو اس پر ثواب نہیں ہوتا۔ اس بات سے بھی اس روایت کا ضعیف وکمزور اور جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے۔

۶۔ مومن تو اپنے نبی ﷺ کے وجود سے ہر وقت خوش رہتا ہے۔ لہٰذا اس کیلئے سال میں ایک مرتبہ اظہارِ خوشی کا موقع (میلاد) ایجاد کرنا، کسی طرح بھی لائق نہیں ہے۔

المختصر۔ خرافیوں کے ان اور ایسے ہی دیگر بودے، بے جان اور بے سروپا دلائل، ان کی دُور از کار تاویلوں، چابکدستیوں اور عیاریوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ.

ایامِ رضاعت

نبیٔ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے بعد آپ ﷺ کو سب سے پہلے

❶ بحوالہ الانصاف للجزائری، ص ٤١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب نے اپنا دُودھ پلایا۔اور دو تین روز کے بعد چند دن کیلئے ثویبہ نے دودھ پلایا جو کہ ابولہب کی کنیز تھیں۔اور بعد میں اسے آزاد کر دیا گیا۔

ثویبہ کے دودھ پلانے کا واقعہ حدیثِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں ہے جسے بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ [1] یہ ثویبہ ۷ھ میں فوت ہوئیں، ابن مندہ نے کہا ہے: (اختلف فی اسلامھا) ''اس کے اسلام لانے یا نہ لانے میں اختلاف ہے''۔ [2] اور ابونعیم کا کہنا ہے: (لا اعلم احداً ذکرہ) ''میں کسی کو نہیں جانتا جس نے ان کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہو''۔ [3]

اس ثوبیہ کے دودھ پلانے کے بعد نبی رحمت ﷺ کی رضاعت و تربیت کی ذمہ داری حضرت حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذؤیب رضی اللہ عنہا نے سنبھالی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ زمانہ نبوت سے پہلے وفات پا گئی تھیں جب کہ ابن ابی خیثمہ نے تاریخ میں، ابن الجوزی نے حداء میں، منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں، اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ان کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے۔اور مغلطائی نے ان کے اسلام لانے کے اثبات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفہ الجسیمہ فی اثبات اسلام حلیمہ ہے۔ [4]

نبی اکرم ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔عہدِ نبوت میں جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ: «أُمِّي أُمِّي» (میری ماں میری ماں) کہہ کر اُن سے لپٹ گئے اور اپنی چادر بچھا کر اس پر انہیں بٹھایا۔ [5]

---

[1] الروض الانف ۱۶٦/۲،حاشیہ ،الفتح الربانی للبنا ۱۷۹/۱٤، ۱۸۰.

[2] الفتح الربانی للبناء ۱۹۰/۲۰.

[3] المواهب اللدنیه ۱۳۷/۱.

[4] سیرت النبی ۱۷٤/۱ نقلاً عن الزرقانی ۱٦٦/۳.

[5] الوفاء ۱۹۱/۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض اس زمانے میں عام دستور تھا کہ شہر کے رؤساء وشرفاء اپنے شیر خوار بچوں کو اطراف کے دیہات اور بادیہ میں بھیج دیتے تھے۔ اس رواج کا اصل سبب یہ تھا کہ بادیہ اور صحرا کی صاف ستھری اور کھلی آب وہوا کی وجہ سے بچوں کی پرورش اور نشو ونما اچھی طرح سے ہو اور وہ بدؤوں میں پل کر خالص عربی اور فصاحتِ زبان کا جوہر پیدا کریں۔ کیونکہ شہروں میں ہر قسم اور ہر ملک وقوم کے لوگوں کا آنا جانا عام ہوتا ہے اور ان کے باہم اختلاط ومیل جول سے شہری زبان خالص نہیں رہتی اور کئی غیر زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جب کہ صحرائی دیہات اس سلسلہ میں اصلی زبان کے امین ہوتے ہیں۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کافی تفصیلات درج کی ہیں۔ اور وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے کہتے ہیں:

«مَا رَأَيْتُ أَفْصَحَ مِنْكَ يَا رَسُولَ اللهِ!»

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ ﷺ سے بڑا فصیح اللسان کسی کو نہیں دیکھا''۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

«وَمَا يَمْنَعُنِي وَأَنَا مِنْ قُرَيْشٍ وَأُرْضِعْتُ مِنْ بَنِي سَعْدٍ». [1]

''اور اس میں میرے لیے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے کیونکہ میں قریش میں سے ہوں۔ اور میرے فصیح ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں قبیلہ بنی سعد میں پلا ہوں''۔

اور مشہور مستشرق سر ولیم میور نے اپنی کتاب (لائف آف محمد) میں ان فوائد کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

---

[1] الروض الانف ۲/۱۶۷ بتحقیق عبد الرحمٰن الوکیل رئیس انصار السنہ مصر وطبقات ابن سعد ۱/۷۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ کی جسمانی حالت بہت اچھی تھی۔ان کے اخلاق آزاد اور مستغنی عن الغیر تھے، جس کی وجہ ان کا پانچ سال تک بنی سعد میں زندگی بسر کرنا تھا۔ اور اسی وجہ سے ان کی تقریر جزیرہ نمائے عرب کے خالص نمونہ کے موافق تھی۔ ❶

الغرض اسی دستور کے مطابق ہر سال دو مرتبہ صحرائی دیہاتوں کی عورتیں شہر میں آیا کرتی تھیں۔ اور شرفاءِ شہر اپنے نونہالوں کو ان کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ کی ولادت کے چند روز بعد بھی قبیلۂ ہوزان میں سے بنی سعد کی دس عورتیں بچوں کی تلاش میں مکہ آئیں۔ ان میں سے حضرت حلیمہ السعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

شرح المذاہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ عورتیں کل دس تھیں جن میں حضرت حلیمہ السعدیہ رضی اللہ عنہا آئی تھیں۔ ❷ اور واقدی نے بھی دس ہی لکھا ہے۔ ❸

آنے والی ہر عورت کی خواہش ہوتی کہ کسی مال دار کے بچے کو گود لوں تاکہ حقِ رضاعت اور معاوضہ اچھا ملے۔ اس بات کے پیشِ نظر جتنے بچے صاحب ثروت لوگوں کے تھے، انہیں تو مختلف دائیوں نے اُٹھا لیا۔ اور اس دُرِ یتیم ﷺ کو لینے کیلئے کوئی عورت صرف اس بنا پر پیش قدمی نہیں کر رہی تھی کہ یہ بچہ تو یتیم ہے، باپ زندہ ہوتا تو بھی کچھ مل جانے کی توقع تھی مگر اب ہمیں کیا مل سکے گا؟

حضرت حلیمہ السعدیہ رضی اللہ عنہا نے بھی کسی مالدار شخص کے بچے کی تلاش کی مگر بظاہر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہیں۔ مگر کون جانتا تھا کہ یہ وہ ناکامی ہے جس پر لاکھوں کامرانیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ ان کے مقدر کا ستارہ چمکنے والا ہے۔ دنیا بھر کی دولتیں ان کے ہاتھ میں آنے والی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی والدہ محترمہ نے اپنا یتیم ان کے سپرد کرنا چاہا تو پہلے انہوں نے کچھ پس و پیش کیا مگر کوئی اور بچہ بھی تو نہ ملا تھا اور

---

❶ سیرت النبی ﷺ ۱۷۲/۱۔

❷ الروض الانف ۱۶۴/۲ حاشیہ۔

❸ البدایہ و النہایہ : ۲۷۳/۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالی ہاتھ بھی نہیں لوٹنا چاہتی تھیں۔ لہٰذا رحمۃ للعالمین کو اپنی گود میں لے لیا اور پھر ان کی قسمت جاگی، اور انہوں نے وہ فیوض و برکات حاصل کیے جو دوسرے نہ کر سکے۔

فیوض و برکاتِ رسول ﷺ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے نبیٔ اکرم ﷺ کو گود میں لینے سے لے کر مدتِ رضاعت و بچپن کے پانچ سال کے دوران جو عجائبِ قدرت دیکھے اور نبیٔ رحمت ﷺ کے وجودِ مسعود سے جو فیض و برکات پائیں۔ ان کا اعتراف تو ہر مسلم مورخ اور سیرت نگار نے کیا۔ لیکن دور حاضر کے اکثر معتبر سیرت نگاروں نے ان کی تفصیلات ذکر نہیں کیں۔ بلکہ ان کی طرف مجمل اشارہ کرتے ہوئے گزر گئے ہیں۔ [1]

البتہ قدیم اور معروف سیرت نگاروں میں سے امام ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن الجوزی اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان کی کچھ تفصیلات بھی ذکر کی ہیں۔ اور ان سب کا مآخذ و مرجع ابن اسحاق کی وہ روایت ہے جسے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ:

''میں بنی سعد کی کچھ عورتوں کی معیت میں اپنے گاؤں سے نکلی۔ میرے ساتھ میرا شوہر حارث بن عبد العزیٰ (حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبد العزیٰ ہے وہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ آئے اور اسلام لائے)۔ [2] اور شیر خوار بچہ بھی تھا (نبیٔ اکرم ﷺ کے رضاعی بہن بھائی چار تھے۔ عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حذافہ، جو شیماء کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے

---

[1] دیکھئے: فقه السیره محمد الغزالی بتحقیق شیخ الالبانی ص ٦٣ فقه السیره ڈاکٹر محمد رمضان البوطی ص٤٩، السیره النبویه ابو الحسن الندوی ص ٧٣).

[2] الروض الانف للسهیلی ٢/ ١٦٠، ٦١، سیرت النبی ١/ ١٧٤، نقلا عن الاصابه لابن حجر ١/ ١٨٣.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ اور شیماء کا اسلام لانا ثابت ہے، اور باقی دو کا حال معلوم نہیں)۔❶

قحط سالی کی وجہ سے تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچا تھا۔ ایک مادہ خر اور ایک بوڑھی اونٹنی ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا بچہ رات رات بھر بھوک سے بلکتا رہتا۔ نہ میری چھاتی میں دودھ تھا اور نہ ہی اونٹنی کے تھنوں میں کوئی قطرہ نظر آتا۔ مکہ معظمہ پہنچے تو میری ساتھی عورتوں میں سے ہر کسی نے ایک ایک بچہ لے لیا، مگر مجھے کوئی نہیں ملا۔ جب ہم سب نے واپسی کا عزم کیا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں خالی ہاتھ تو ہرگز نہ جاؤں گی۔ کم از کم اس یتیم کو ہی لے آتی ہوں جسے میں اور دوسری عورتوں نے یتیم ہونے کی بنا پر نظر انداز کر رکھا تھا۔ میرے شوہر نے کہا:

لَا عَلَيْكِ أَنْ تَفْعَلِي، عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ لَنَا فِيْهِ بَرَكَةً.

''وہی لے آؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس میں برکت پیدا فرما دے''۔

جب بادل نخواستہ میں نے اسے قبول کر لیا اور اٹھا کر اس جگہ لے آئی جہاں ہم سب نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ وہاں آ کر میں نے اسے اپنی گود میں رکھا اور جس قدر بھی تھا، دودھ پلانا شروع کیا۔ سو اس بچہ نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر اس وقت میں نے اپنے دوسرے بیٹے کو بھی دودھ دیا تو اس نے بھی سیر ہو کر پی لیا۔ اور یہ دونوں ہی سو گئے۔ جب کہ اس سے قبل ایک ہی بچہ ہوتا اور پیٹ بھر کر دودھ نہ ملنے کی وجہ سے نہ وہ خود سوتا اور نہ ہی ہمیں سونے دیتا تھا۔ میرا شوہر اونٹنی کے پاس سے گزرا تو محسوس کیا کہ یہ بھی دودھ سے لدی ہوئی ہے۔ اس نے دودھ دوھیا اور ہم دونوں نے بھی خوب جی بھر کر پیا۔ اس طرح یہ رات ہم نے بڑے خوشگوار انداز سے گزاری،

---

❶ سیرت النبی شبلی ۱/۱۷۵. الفتح الربانی ۱۰/۱۹۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم لوگ صبح جاگے تو میرے شوہر نے کہا:

تَعْلَمِیْ وَ اللّٰہِ یَا حَلِیْمَۃُ! لَقَدْ اَخَذْتِ نَسَمَۃً مُّبَارَکَۃً، فَقُلْتُ: وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا ذٰلِکَ.

''اے حلیمہ! بخدا یقین کرلو، لگتا ہے کہ تم نے تو کوئی بابرکت روح حاصل کرلی ہے، میں نے کہا کہ بخدا مجھے بھی یہی توقع ہے''۔

صبح جب ہم واپسی کیلئے روانہ ہوئے تو میں اپنی سواری پر بیٹھ گئی اور اس بچے کو بھی اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔ اب میری سواری اس طرح سفر کاٹ رہی تھی کہ میری دوسری ساتھی عورتوں کی سواریاں مِل نہ پا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ مجھے کہنے لگیں: اے بنت ابی ذؤیب! تمہارا بھلا ہو ہمارا بھی تو خیال رکھو۔ کیا یہ وہی مادہ خر نہیں جس پر تم ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں نے انہیں کہا:

بَلٰی وَاللّٰہِ اِنَّھَا لَھِیَ.

''ہاں بخدا یہ وہی سواری تو ہے!''۔

تب انھوں نے کہا:

وَاللّٰہِ اِنَّ لَھَا لَشَاْنًا.

''بخدا پھر تو اس کی کوئی خاص ہی شان ہے!''۔

جب ہم اپنے گاؤں بنی سعد پہنچیں جہاں کی زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے بنجر و ویران ہو چکی تھی (سبزہ، چارہ، ہریالی نہ ہونے کے برابر تھی) مگر جب سے ہم یہ یتیمِ مکہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے آئے تھے، ہماری بکریاں باہر سے خوب پیٹ بھر کر آتیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے جبکہ ہمارے اپنے گاؤں کے دوسرے لوگوں کا معاملہ بدستور پہلے کا سا ہی تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے قبیلے کے لوگوں نے اپنے چرواہوں کو یہ کہنا شروع کردیا کہ تم بھی اپنی بکریاں وہیں چروایا کرو، جہاں بنتِ ابی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذویب کا چرواہا چراتا ہے۔ ❶

بچپن رسول ﷺ اور شق صدر

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ہم خیرات و برکات سے مسلسل بہرہ ور ہو رہے تھے کہ آپ ﷺ کی عمر دو سال مکمل ہوگئی۔ اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑوا دیا (عنایتِ الٰہی اور پھر صحت بخش صحرائی آب و ہوا کا اثر تھا کہ) آپ ﷺ کی جسمانی نشو ونما بڑی تیزی سے ہوئی حتیٰ کہ دو سال کی عمر میں ہی آپ ﷺ کافی مضبوط ہوگئے تھے''۔

امام ابن الجوزی نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ایک دن میں اتنا بڑھتے جتنا عام بچے ایک ماہ میں بڑھتے ہیں۔ اور آپ ﷺ ایک ماہ میں اس قدر نشو ونما پاتے جتنی عام بچے ایک سال میں پاتے تھے۔ ❷

مدتِ رضاعت مکمل ہونے اور دودھ چھڑانے کے بعد ہم آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کی والدہ ماجدہ کے پاس مکہ المکرمہ لائے۔ اور ہم نے جو برکات حاصل کی تھیں ان کے پیش ہماری تمنا تھی کہ آپ ﷺ کو مزید کچھ مدت کیلئے اپنے

---

❶ حضرت حلیمہ کی یہ حدیث مسند ابن اسحاق، ابن حبان، ابن راہویہ، ابو یعلیٰ، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم نے روایت کی ہے۔ دیکھئے الروض الأنف ۱۶۳/۲ حاشیہ، و الفتح الربانی ۱۹۲/۲۰، ابن ہشام ۵۲.۵۱/۱، تہذیب سیرت ابن ہشام عبد السلام ہارون ص:۳۸.۳۷، الوفا لابن الجوزی بتحقیق محمد زہری النجار ص:۱۸۲.۱۸۰، البدایہ و النہایہ ۲۷٤.۲۷۳/۲، خاتم النبیین محمد ابو زہرہ ۱۵۱.۱۵۰/۱، الرحیق المختوم ص:٦٥.٦٤.٦٣ و اورد ہذا الحدیث الہیثمی و قال :رواہ ابو یعلیٰ و الطبرانی بنحوہ و رجالہما ثقات، و الفتح الربانی ۱۹٤/۲۰.

❷ الوفا ۱۸۲/۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس ہی رکھیں۔ اسی بنا پر میں نے آپ ﷺ کی والدہ سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے کو اس وقت تک میرے پاس رہنے دیں جب تک کہ یہ مضبوط اور خوب تومند نہ ہو جائے۔ اور مجھے مکہ کی آب وہوا سے بھی خدشہ ہے کہ شائد موافق نہ رہے۔

آپ ﷺ کی والدہ اس بات کا مشاہدہ کر ہی چکی تھیں کہ بادیہ بنی سعد کی آب وہوا آپ ﷺ کو خوب موافق ہے۔ لہٰذا ہمارے مسلسل اصرار کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنا لخت جگر پھر ہمارے ساتھ ہی بھیج دیا۔ ❶

اس طرح رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنی رضاعت اور بچپن کے پانچ سال بنی سعد میں گزارے۔ جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے:

> ''حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو پانچ سال اور ایک ماہ بعد واپس کر کے آئیں''۔

الروض الانف (۲/۲۷۹)۔ اور المواہب اللدنیۃ میں انہی (ابن عبدالبر) سے نقل کرتے ہوئے پانچ سال اور دو دن لکھا گیا ہے۔ اور بعض روایات سے تین، چار اور چھ سال کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ ابن اسحاق کے بیان سے تیسرے سال کے آغاز میں واپسی معلوم ہوتی ہے جبکہ حافظ عراقی اور ابن حجر نے چار سال لکھا ہے۔ ❷

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہر چھ ماہ بعد آپ ﷺ کو مکۃ المکرمہ لاتیں اور آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ اور دیگر اقرباء سے ملا کر لے جاتیں۔

شیخ محمد ابوزہرہ مصری نے لکھا ہے کہ کتب سیرت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو والدہ اور اقرباء سے ملانے کیلئے لے جایا کرتی تھیں، اور نہ ہی اس بات کی تردید ہوتی ہے۔ البتہ ماتا کے تقاضے اس امر کو یقین میں

---

❶ سابقہ حوالہ جات۔

❷ حاشیہ الروض الانف ۲/ ۲۷۹ نقلا عن المواہب ۱/ ۱۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلتے ہیں کہ وہ ضرور لے جاتی ہوں گی۔ ❶

البتہ علامہ منصور پوری رحمہ اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ آپ ﷺ کو ہر چھ ماہ بعد ملا کر لایا کرتی تھیں۔ ❷

اور اکثر سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ:

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر شریف چار سال یا پانچ سال کی ہوئی تو آپ ﷺ کو شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کو نہ صرف اہلِ تاریخ و سیرت ہی نے ذکر کیا ہے، بلکہ خود کتبِ حدیث میں سے صحیح مسلم، مسند احمد، دارمی اور مستدرکِ حاکم میں بھی موجود ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهٖ فَاسْتَخْرَجَهُ۔ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً سَوْدَاءَ فَقَالَ: مَاهٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِيْ طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ لَأَمَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ إِلٰى مَكَانِهٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلٰى اُمِّهٖ اَنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ». ❸

---

❶ خاتم النبیین ۱۵۲/۱، نقلاً عن الاکتفاء ۱۷۱/۱.

❷ رحمۃ للعالمین ۴۱/۱.

❸ مسلم ۱۰۲/۱، ۱۰۱، احمد ۳/ ۱۲۱، ۲۲۸ (الفتح الربانی ترتیب المسند ۹۶/۲۰، ۱۹۱) و زاد فی آخرہ: و قال انس: و كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذٰلِكَ الْمَخِيْطِ فِيْ صَدْرِهٖ. اور اس حدیث کے شواہد بھی متعدد ہیں مثلاً دارمی ۸۱۱ عن عتبہ بن عبد السلمی، حاکم ۶۱۶/۲ و صححہ و وافقہ الذہبی، زوائد المسند ۱۳۹/۵ عن ابی ابن کعب (الفتح الربانی ۱۹۵/۲۰) تاریخ ابن جریر ۵۱/۲، ۵۲ عن ابی ذر کذا خرجہ الالبانی فی تخریج فقہ السیرہ للعزالی، ص:۶۴.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبرائیل آئے۔ اُس نے آپ ﷺ کو لٹایا اور سینہ چاک کر کے آپ ﷺ کا قلب مبارک باہر نکال لیا۔ پھر دل کو چیر کر اُس میں سے کالے خون کی ایک پھٹکی سی نکالی۔ اور فرمایا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے (اسے نکال کر پھینک دیا تاکہ آئندہ شیطان آپ ﷺ پر غالب نہ آسکے) پھر دل کو سونے کی طشتری میں رکھ کر آبِ زمزم سے دھویا (پھر اس میں ایمان وحکمت کا جوہر بھر دیا) پھر اسے اسی طرح جوڑ کر اس کے مقام پر رکھ دیا۔ اور جو بچے آپ ﷺ کے ساتھ کھیل رہے تھے وہ بھاگتے ہوئے آپ ﷺ کی رضاعی ماں (حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور بتایا کہ (ہمارے قریشی بھائی) محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ وہ بھاگتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ گھبراہٹ کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ روحانی اپریشن تھا جو کہ عنایتِ الٰہی کی وجہ آپ ﷺ کیلئے سامانِ عصمت تھا۔ اور یہ واقعہ اس ہی بار نہیں، متعدد بار پیش آیا۔

دوسری بار یہ واقعہ دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ اور یہ واقعہ دلائل النبوۃ ابو نعیم، المواہب للدنیہ اور زوائد مسند (الفتح الربانی ۲۰/۱۹۵) میں ہے۔ اور شرح المواہب میں زرقانی نے لکھا ہے کہ بقولِ شامی:

''دس سال کی عمر میں یہ واقعہ پیش آنے کی حکمت یہ تھی کہ یہ عمر سنِ تکلیف کے قریب ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے دل کو ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا۔ تاکہ آپ ﷺ سے کوئی ایسا فعل صادر نہ ہونے پائے جو آپ ﷺ کیلئے عیب شمار ہو''۔

اس واقعہ کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کتاب التوحید میں بڑے جزم کے ساتھ کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المواہب میں ابونعیم وبیہقی (دلائلہما) اور طیالسی وحارث (مسندیہما) سے نقل کر کے لکھا ہے:

''یہی واقعہ تیسری مرتبہ اس وقت پیش آیا جب غارِ حراء میں پہلی وحی لے کر جبرائیل امین آئے''۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''یہ اس لیے تھا تاکہ مزید طہارت وتقدیس ہو جائے۔ اور آپ ﷺ دلِ قوی کے ساتھ وحی کو قبول کر سکیں''۔

اور خاص طور پر (چوتھی مرتبہ) معراج سے قبل جو واقعہ رونما ہوا۔ اس کی تفصیلات تو بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ❶

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس لیے تھا کہ آپ ﷺ کے اکرام میں اضافہ ہو اور آپ ﷺ مناجات کیلئے خوب تیار ہو جائیں۔ ❷

والدہ اور دادا کی کفالت اور وفات

نبی رحمت ﷺ چار پانچ سال تک بادیہ بنی سعد میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے اور واقعہ شقِ صدر کے بعد جب وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس چھوڑ گئیں تو آپ ﷺ اپنی والدہ اور دادا کے سایۂ شفقت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ جب آپ ﷺ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے اپنے شوہرِ نامدار عبداللہ بن عبدالمطلب سے خلوص ووفا کا اظہار کرنے کیلئے ان کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ جو کہ مدینہ منورہ میں تھی۔ مکہ مکرمہ سے یک طرفہ پانچ سو کلومیٹر کے اس طویل وشاق سفر میں حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ بعض سیرت

---

❶ بخاری مع الفتح ٦/٣٣٢، مسلم ١/ ١٠٣، اور نسائی ١/ ٢٦٧ میں ہے۔

❷ الفتح الباری ٢/ ٩٦، ١٩٥۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سفر میں آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بھی ساتھ تھے۔ ❶

حضرت امّ ایمن وراثتاً آپ ﷺ کی ماں بن گئیں اور قرابتاً آپ ﷺ کی دایہ تھیں۔

یہ سفرات ایک ماہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس قیامِ مدینہ کی بہت سی یادیں اور باتیں نبی اکرم ﷺ کے ذہنِ مبارک میں محفوظ ہو گئی تھیں۔

جب ہجرت کے بعد قیامِ مدینہ کے زمانے میں ایک دفعہ بنوعدی بن نجار کی منازل کے پاس سے نبی اکرم ﷺ کا گزر ہوا تو فرمایا کہ اسی مکان میں میری والدہ ٹھہری تھیں۔ یہی وہ تالاب ہے جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا اور اسی میدان میں انیسہ نام کی ایک انصاری لڑکی کے ساتھ میں کھیلا کرتا تھا۔ ❷

ایک ماہ کے بعد جب مدینہ سے واپس ہوئے تو راستے میں ہی آپ ﷺ کی والدہ مکرّمہ بیمار ہو گئیں اور میقاتِ حج (جحفہ) سے تیئس میل پہلے واقع ایک گاؤں (ابواء) پہنچ کر وفات پا گئیں۔ اور صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زمانۂ نبوت میں ان کی قبر کی زیارت کی اور خوب روئے۔ جیسا کہ مسند احمد میں ہے:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ زَارَ قَبْرَ أُمِّهٖ بِالْأَبْوَاءِ... فَبَكَىٰ وَ أَبْكَىٰ».

”بے شک رسول ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت ابواء نامی گاؤں میں کی تو رو پڑے اور (موجودہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی) رلایا“۔

راویٔ حدیث کہتے ہیں:

«ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ وَعَيْنَاهُ تَزْرِفَانِ».

---

❶ الرحیق المختوم.

❷ طبقات ابن سعد ۱/۱۷۳، شرح مواہبِ لدنیہ ۱/۱۶۷، ۱۶۸، سیرت النبی شبلی ۱/ ۱۷۵، و السیرہ النبویہ ابو الحسن ندوی ص: ۷٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے''۔ ❶

اور صحیح مسلم و ابنِ ماجہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ زِيَارَةِ أُمِّيْ فَأَذِنَ لِيْ». ❷

''میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ مکرمہ (کی قبر) کی زیارت کیلئے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی گئی''۔

آپ ﷺ نے اپنے باپ کا صرف نام سُنا تھا شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ اور اب ماں بھی ساتھ چھوڑ گئیں۔ انہیں ابواء میں ہی دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر چھ سال، تین ماہ اور دس دن تھی۔ ❸

اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے کر آئیں۔ اور دادا کے سپُرد کر دیا۔ انھوں نے جب آپ کو اپنے دامنِ کفالت و تربیت میں لیا تو جی بھر کر پیار دیا۔ اپنی جان سے بھی عزیز رکھا ہمیشہ اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اور آپ ﷺ کو کبھی ابن عبد اللہ کہہ کر نہیں پکارا۔ بلکہ ہمیشہ ابنی (میرے بیٹے) کہا کرتے۔ تا کہ آپ ﷺ کو باپ کی کمی کا احساس ہی نہ ہونے پائے۔ اور آپ ﷺ کی دایہ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو بھی اسی قسم کی تاکید کر رکھی تھی تا کہ وہ ماں کی کمی پوری کرنے میں کوشاں رہیں۔ یہ بس ان لوگوں کی محبت و شفقت اور چارہ سازی تھی ورنہ ان کمیوں کو کون پورا کر پاتا ہے؟

ابنِ اسحاق نقل کرتے ہیں:

''عبد المطلب آپ ﷺ کو اس قدر عزیز رکھتے تھے کہ ان کیلئے کعبہ شریف کے سائے میں جو مسندِ خاص بچھائی جاتی تھی کوئی شخص اس پر آکر اما نہیں

---

❶ اس حدیث کو سُہیلی نے الروض الانف ۲/ ۱۸۵ میں صحیح قرار دیا ہے۔

❷ حوالہ بالا و صحیح مسلم مع النووی ۷/ ۴۵۔

❸ الفصول فی اختیار سیرہ الرسول ابنِ کثیر ص: ۸۰، ۸۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے اپنے بیٹے آتے اور مسند کے ارد گرد بیٹھ جاتے۔ مگر نبی ﷺ آتے تو سیدھا اسی مسند پر بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ کے چچے آپ ﷺ کو وہاں سے اٹھانا چاہتے تو دادا کہا کرتے تھے:

دَعُوْا اِبْنِيْ فَوَاللّٰهِ اِنَّ لَهٗ لَشَاْنًا.

''میرے بیٹے کو بیٹھنے دو، بخدا اس کی تو شان ہی نرالی ہے''۔

پھر آپ ﷺ کی پشت پر فرطِ محبت سے ہاتھ پھیرتے۔ اور آپ ﷺ کے اس اندازِ شاہانہ اور استغناء کو دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے''۔

امامِ تفسیر حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے فوت ہو جانے کے بعد تو دادا نے اور بھی زیادہ توجہ دینا شروع کر دی تھی۔ اور اس قدر خیال رکھا کرتے کہ کبھی اپنے کسی بیٹے کا بھی نہ رکھا ہوگا۔ آپ ﷺ کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔ اور جب آپ ﷺ سوئے ہوئے ہوتے تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر وہ آپ ﷺ کی خبر گیری کیا کرتے تھے لیکن اسی دوران نبی ﷺ ایک تیسرے امتحان سے دوچار کر دیئے گئے۔ اور بیاسی سال کی عمر پا کر یہ شفیق دادا بھی راہیٔ ملکِ عدم ہو گئے۔ اور حجون میں دفن ہوئے۔ بعض مؤرخین نے ان کی عمر ایک سو دس سال اور بعض نے ایک سو چالیس سال لکھی ہے،[1] جبکہ بعض نے ایک سو بیس سال نقل کی ہے۔[2] اور حجون میں دفن ہوئے۔

جب ان کا جنازہ اٹھا تو نبی ﷺ بھی ساتھ تھے۔ اور فرطِ محبت و شدتِ غم سے روتے جاتے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمرِ شریف صرف آٹھ سال دو ماہ اور

---

1. الفتح الربانی ۲۰/ ۱۹۴.
2. فقه السیره محمد غزالی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس دن تھی۔ ❶

دعوتِ فکر

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر پیش کیے گئے حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تمام قارئین کو دعوتِ فکر دیں کہ تمام اسلامیانِ عالم تو نہیں صرف ہمارے برِ صغیر میں رہنے والے مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات پر مصر ہے کہ نبی ﷺ جنس بشر میں سے نہیں تھے بلکہ نورانی مخلوق اور نورٌ من نور اللہ تھے۔ تو آیئے ذرا غور و فکر سے کام لیں اور دیکھیں کہ ان کے اس دعوے میں کہاں تک معقولیت ہے! اگر بات صرف اس حد تک رہے کہ آپ ﷺ ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکی انسانیت کیلئے ہادی و رہبرِ کامل اور نورِ ہدایت تھے۔ تو اس میں کسی قسم کے اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی تعلیمات و احکامِ شریعت واقعی نورِ ہدایت ہیں۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ خود آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور جسدِ اطہر بھی نورِ مجسم تھا اور آپ ﷺ نورانی مخلوق تھے۔ اور آپ ﷺ کو نوعِ بشر سے خارج قرار دینا کہاں تک عقل و فکر کے مطابق اور قرین قیاس ہے؟

آپ ذرا امتِ اسلامیہ کے المیہ ''فرقہ وارانہ ذہنیت'' سے بالا ہو کر ہر قسم کے مذہبی تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اور قرآن و سنت میں موجود لا تعداد دلائل و شواہد سے بھی وقتی طور پر صرفِ نظر کر کے صرف عقلی نقطہ نگاہ سے ہی سوچیں کہ نہ صرف ہماری گزشتہ معروضات بلکہ سیرت کی کوئی بھی کتاب اٹھا لیں، اس میں آپ کو

---

❶ تمدن ۲، ۸۲، ۲۷۹، ابن ہشام ۱/ ۱۵۵، ۱۵۶ الوفاء ۱/ ۱۹۳، ۲۰۰ فقه السيره محمد الغزالی ص: ۶۶، ۶۷، الرحيق المختوم ص: ۶۵، ۶۶، تلقيح فهوم اهلِ الاثر لابنِ الجوزی ص:۷، السيره النبوية ابو الحسن علی الندوی ص: ۷۴، ۷۵، رحمةً للعالمين : ۱/ ۴۱، و سيرت النبی شبلی ۱/ ۱۷۵، ۱۷۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبیٔ رحمت ﷺ کے شجرۂ نسب یا نسب نامہ کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو ضرور ہی مل جائیں گی، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے والدِ گرامی سے لے کر پیچھے کی اَسّی پُشتوں کے بعد حضرت آدم علیہ السلام آجاتے ہیں۔ اگر نبیٔ اکرم ﷺ کو بشر نہیں بلکہ نورانی مخلوق مان لیا جائے تو پھر اس نسب نامہ میں مذکور باقی تمام حضرات بھی بشر نہیں ہونے چاہئیں، اور حضرت آدم علیہ السلام جنہیں ابو البشر یعنی تمام نوعِ بشر کے باپ کا خطاب دیا جاتا ہے خود انہیں بھی بشریّت سے خارج قرار دینا پڑے گا۔

آپ اتنی دور نہ جائیں بلکہ قریب ہی سے دیکھیں کے اس طرح تو نہ صرف آپ ﷺ کے والدینِ گرامی بلکہ آپ ﷺ کے کافر چچا ابولہب اور ابو طالب کو بھی نورانی مخلوق ماننا پڑے گا، کیونکہ وہ دونوں بھی آپ ﷺ کے والدِ گرامی کے بھائی تھے، اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک ہی باپ کی اولاد میں سے ایک بھائی نوری اور دوسرا ازجنس بشر ہو۔ اور نبی ﷺ کے شجرۂ مبارکہ کی آخری کڑی حضرت آدم وحوا علیہما السلام بھی نوری ٹھہرے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے اس دعوے نے پورے نظامِ فطرت کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ اور ہم نے خاکی، نوری اور ناری تین قسم کی مخلوقات کو صرف دو ہی اقسام نوری اور ناری میں منحصر کر دیا۔ جبکہ یہ امر ذاتِ الٰہی سے کھلی بغاوت ہے۔

اور اگر مان ہی لیا جائے کے نبی ﷺ خیر البشر نہیں بلکہ مخلوق نور ہیں تو پھر اس شجرۂ نسب کی کیا حیثیت ہوگی؟

کیونکہ نوری مخلوق کے ماں باپ اور دادوں کا کہیں پتہ نہیں مِلتا۔ کبھی کسی نے حضرت جبرائیل، عزرائیل (ملک الموت) میکائیل اور اسرافیل، کسی کا نسب نامہ اور ان کے ماں باپ دادوں کا ذکر کیا یا سنا ہے؟

خدارا ذرا سوچئے تو سہی جس کے ماں باپ دادے ہوں، جسے ایامِ رضاعت میں تین عورتوں نے دودھ پلایا ہو، جو کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، کھیلتا اور بکریاں چراتا ہو، جس نے متعدد شادیاں کی ہوں، جس کے لڑکے لڑکیاں ہوں اور جسے تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشری ضرورتیں لاحق ہوں، اسے غیر بشری مخلوق قرار دینا فرزانگی ہے یا دیوانگی؟ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہما شما کی طرح نہیں بلکہ خیر البشر تھے جن کی عظمت کا اندازہ کرنا ہو تو وقائع معراج میں سے سدرۃ المنتہی تک تو آئیے اور دیکھئے کہ نوری کہاں تک جا کر معذرت خواہ ہو جاتے ہیں اور خیر البشر کہاں تک پہنچ جاتے ہیں؟

شرعی دلائل دیکھنا چاہیں تو کتاب وسنّت کا مطالعہ کریں، آپ کو سینکڑوں مقامات سے پتہ چلے گا کہ: ؎

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ وَلَیْسَ کَالْبَشَر

مُحَمَّدٌ کَالْیَاقُوْتَۃِ وَ النَّاسُ کَالْحَجَرِ

''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو تھے مگر عام بشری مخلوق کی طرح نہیں تھے۔ لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال تو اس یاقوت کی سی ہے جو ہوتا تو پتھر ہی ہے، مگر عام پتھروں کی طرح نہیں، جب کہ لوگوں کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عام پتھر کی سی ہے''۔

بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بریلوی مکتب فکر کے علماء کے اقوال میں

آج کل علماء کا ایک گروہ جس کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''بشریت'' سے خارج قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نورِ مجسم'' ثابت کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ انکے اپنے مکتب فکر کے بانی حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی اور دیگر علماء اصلِ حقیقت کے معترف تھے۔ چنانچہ بہارِ شریعت مرتبہ مولانا محمد امجد علی مصدّقہ مولانا احمد رضا خان حصہ اوّل ص: ۱۰ پر لکھا ہے:

''انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا، نہ عورت''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نعیم الدین مراد آبادی دست راست فاضل بریلوی کتاب العقائد طبع دہم، ص: ۶ پر لکھتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کیلئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا، ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے''۔

فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز، مرکز حزب الاحناف و جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر اور مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب ابوالحسنات مولانا احمد شاہ صاحب ''العقائد، ص: ۱۵، ۱۶'' پر لکھتے ہیں:۔

''نبی وہ بشر ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے آئے اور احکامِ الٰہی اس پر بذریعہ وحی آئے ہوں جس قدر بھی انبیاء گزرے سب بشر ہی تھے''۔

بریلوی مکتبِ فکر کے معروف علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی شاگرد رشید خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنی معرف کتاب ''جاء الحق''، طبع ہفتم مصدقہ و مجوزہ از پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، ص: ۱۶۴ پر لکھتے ہیں:۔

''نبی جنس بشر ہی میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں''۔

نیز لکھتے ہیں:

''ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہی ہوتے ہیں''۔

اور مفتی موصوف ہی کی دوسری کتاب ''رحمت خدا'' کے ص: ۴۰ پر مذکور ہے:

﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾

''(اے لوگو! گھبراؤ نہیں) میں تم جیسا ہی بشر ہوں۔ (فرشتہ یا جن کی جنس سے نہیں ہوں)''۔

اور فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' اور اس پر مولانا نعیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدین مراد آبادی کے تفسیری حاشیہ ''خزائن العرفان'' میں بھی جا بجا اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے۔

چنانچہ پارہ:۲۸ رکوع اول از سورہ تغابن کی آیت:۶ میں ہے:۔

﴿فَقَالُوٓا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا﴾ (سورة التغابن :٦)

''بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے؟ تو کافر ہوئے''۔

ف: ''اول انہوں (کافروں) نے بشر کے رسول ہونے سے انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی ونافہی ہے کہ بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا۔ پتھروں کا خدا ہونا تسلیم کر لیا''۔ پارہ سولہ آخری رکوع از سورہ کہف کی آیت:۱۱۰ میں ہے:۔

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾

(سورة الكهف : ١١٠)

''تم فرماؤ ظاہری صورت بشر میں (تو) میں تم جیسا ہی ہوں (البتہ) مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''۔

ف: ''مجھ پر بشری اعراض امراض طاری ہوتے ہیں''۔

اور پارہ چوبیس سورہ حم السجدہ کی آیت ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (سورة حم السجدہ)

''تم فرماؤ آدمی ہونے میں میں تم جیسا ہوں''۔

ف: ''ظاہر میں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں۔ میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان بظاہر کوئی جنسی مغایرت بھی نہیں ہے تو پھر تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی روک ہو۔ بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی جنسی مغایرت ہی بڑی روک ہے۔ لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تو ایسا نہیں ہے کیونکہ میں بشری صورت میں ہوں۔ مجھ سے مانوس ہونا چاہیئے''۔

ان آیات کے ترجمے اور حاشیہ میں فاضل بریلوی اور ان کے دستِ راست مولانا مراد آبادی کے الفاظ میں ''ظاہری صورت میں''۔ اور ''بشری صورت میں'' آئے ہیں۔ ان میں بعض لوگ چابکدستی سے کئی معانی گھسیڑ دیتے ہیں۔ جبکہ انہی دونوں افاضل کی دوسرے مقامات پر مذکور صراحتیں بڑی واضح ترین ہیں کہ وہ تمام انبیاء اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ہی مانتے تھے۔ جیسا کہ بہارِ شریعت اور العقائد کے حوالے شروع میں درج ہیں اور قاضی عیاض کی کتاب الشفاء فی حقوق المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو فاضل بریلوی کی مصدقہ ہے۔ اس کی جلد دوم، ص: ۹۸ پر انبیاء کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے اور پھر بشریت کے عقلی دلائل کے طور پر اس کی علامتیں بھی بالتفصیل مذکور ہیں۔

اور امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں جابجا اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ جلد اول، ص: ۲۱ مکتوب نمبر: ۲۰۹ طبع نولکشور میں لکھتے ہیں:

''اتیانِ لفظِ مِثْلُكُمْ برائے تاکید بشریت است''

(آیت ﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ میں) لفظ ﴿مِثْلُكُمْ﴾ کا لانا بشریت کے وصف کی تاکید کیلئے ہے۔)

اور ص: ۲۶۶، ۳۲۹ پر لکھتے ہیں:۔

''نمی بینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات با تمامہ در نفسِ انسانیت برابر اند در حقیقت وذات ہمہ متحد، تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است''۔

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات عام انسانوں کے ساتھ صفت انسانیت میں برابر ہیں۔ اور تمام انسان اصل حقیقت و ذات میں برابر ہیں۔ انبیاء کی فضیلت وعظمت ان کی صفاتِ کاملہ کی وجہ سے ہے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جلد دوم، ص:۱۲۹ پر فرماتے ہیں:۔

عوام انسان ہر چند۔ بانبیآء علیہم الصلوٰت والتسلیمات در نفسِ انسانیت شریک اند.....الخ۔

''عام انسان ہر صورت صفتِ انسانیت و بشریت میں انبیآء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ برابر شریک ہیں''۔

اور جلد اول، ص:۱۷۷ پر خاص نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے:۔

''اے برادر! محمد رسول اللہ ﷺ بآں علوشان بشر بود''

''اے بھائی! محمد رسول اللہ ﷺ بڑی بلند شان والے ہونے کے باوجود بشر تھے''۔

کیا ہر سال بڑی دھوم دھام سے ''بزمِ مجدّد الف ثانی'' منانے والے حضرات ان کے ان فرمودات پر غور کریں گے؟

اور شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی اور دیگر بریلوی علماء نے نبی ﷺ کے نوری نہیں بلکہ خاکی ہونے کا واضح اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ فاضل بریلوی کے شیخِ محقق، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب'' کے، ص:۱۵ پر لکھتے ہیں:۔

''احادیث صحیحہ از طرق متعدد آمدہ کہ خلق ہر نفسے از تربت کہ مدفون گردد روئے لازم آید کہ خلق نفس زکیہ حضرت سید کائنات ﷺ از تربتِ طابہ مدینہ باشد وکذلک نفوس اکثر آل واصحاب وتابعین رضی اللہ عنہم کہ دریں بقعہ آسودہ اند''۔

''احادیث صحیحہ میں طرقِ متعددہ سے وارد ہے کہ آدمی کی پیدائش اس مٹی سے ہوئی ہوتی ہے۔ جہاں دفن ہو، تو لازم ہے کہ نبی ﷺ کی پیدائش مدینہ طیبہ کی مٹی ہوگی۔ اور اسی طرح اکثر آل واصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم کی پیدائش بھی تربتِ مدینہ سے ہوگی جو اس مبارک زمین میں مدفون ہیں''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس مذکورہ حدیث کو فاضل بریلوی نے اپنی کتاب ''فتاوی افریقیہ'' ص: ۴۵ پر یوں نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ فِیْ سُرَّتِهٖ مِنْ تُرْبَتِهٖ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْهَا حَتّٰی یُدْفَنَ فِیْهَا وَ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ فِیْهَا نُدْفَنُ».

''ہر بچے کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے اس کی تخلیق ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس میں دفن بھی کیا جائے۔ اور میں (یعنی نبی ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک مٹی سے بنے ہیں۔ اسی میں دفن ہوں گے''۔

اور مدارج النبوۃ جلد اوّل، ص: ۶۳ (طبع نول کشور) پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

''وجودِ عنصری وے ﷺ ارضی است''

''نبی ﷺ کا وجودِ عنصری ارضی (زمینی وخاکی) ہے''۔

شیخ دہلوی نے یہ الفاظ دراصل آیت:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾

کی تفسیر وتشریح بیان کرتے ہوئے لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روشن چراغ فرمایا۔ اس لیے کہ چراغ بنا ہوتا ہے مٹی سے۔ اور اس میں تیل ہے، بتی ہوتی ہے پھر اسے روشن کیا جاتا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کا وجود خاکی ہے۔ مگر اس میں اللہ نے نورِ نبوت رکھا۔ اور آپ ﷺ کو نورِ ہدایت بنایا۔ اور سورۃ اعراف، رکوع: ۱۹، آیت: ۱۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ﴾ (سورة الأعراف :۱۵۷)
کے حاشیہ نمبر :۲۹۷ (از خزائن العرفان بر حاشیہ کنز الایمان) کے تحت بریلوی جماعت کے صدر الا فاضل اور فخر الا ماثل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نبی ﷺ کی شان یہ شعر لکھتے ہیں:

خاکی و براوجِ عرش منزل   امی و کتاب خانہ در دل

جس کا پہلا ہی لفظ واضح ترین ہے۔

اور اہلِ سنت کی معتبر کتابِ عقائد (ضروریاتِ اسلام حصہ اوّل در بیان عقائد مصدقہ مولانا محمد امجد علی طبع مطبع اعلیٰ حضرت) میں رسول کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:۔

«اَلرَّسُوْلُ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ».

''رسول وہ انسان ہے جو اللہ کی طرف سے احکامِ دین کی تبلیغ کیلئے بھیجا گیا ہو''۔

اور آگے یہ بھی وضاحت ہے کہ:

''نبی سب مرد تھے کوئی عورت نبی نہیں ہوئی''۔

اور شرح عقائد نسفی طبع کانپور و مجتبائی ص:۱۴۰ پر ہے:

''انبیاء و مرسلین ''انسان'' ہوتے ہیں''۔

امید ہے کہ بات واضح ہوگئی ہوگی۔ ❶

نورِ مجسم نہیں، نورِ ہدایت

اب رہا اس مسئلہ کا دوسرا پہلو کہ آیا نبی ﷺ مجسم نور تھے؟

اس کی تردید تو بریلوی علماء کے اقوال سے ہی ہوگئی اور واضح ہوگیا کہ آپ

❶ مزید تفصیل کیلئے دیکھے تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی از مولانا محمد حنیف یزدانی ص:۲۱،۲۲ طبع مکتبہ نذیریہ لاہور۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ خاکی تھے، ''بشر'' تھے۔ اور ہمارا مدعا یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ ''نورِ ہدایت'' تھے۔
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ''نورِ نبوت'' عطا فرمایا تھا۔ اور اس کی تائید بھی خود بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء کرتے ہیں۔ بریلوی جماعت کے بانی فاضل بریلوی نے اپنے ترجمۂ قرآن موسومہ کنز الایمان اور بریلویہ کے صدر الافاضل مولانا مراد آبادی نے اس پر اپنے تفسیری حاشیہ موسومہ خزائن العرفان میں متعدد مقامات پر لکھا ہے۔
چنانچہ سورہ مائدہ، پارہ چھ، رکوع تین کی آیت ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ﴾ (سورة المائده)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا، اور روشن کتاب''۔

ف:۔ ''سید عالم ﷺ کو نور فرمایا۔ کیونکہ آپ ﷺ سے تاریکی کفر دور ہوئی۔ اور راہِ حق واضح ہوئی''۔

اور سورہ تغابن کی آیت ہے:

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا﴾ (سورة التغابن)

''تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا''۔

ف:''نور سے مراد قرآن شریف ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔ اور ہر شئی کی حقیقت واضح ہوتی ہے''۔

اور سورہ احزاب کی آیت: ۴۶ میں ہے۔

﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ (سورة الأحزاب:٤٦)

''اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا ہے اور چمکا دینے والا آفتاب ہے''۔

ف:۔ ''درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ ﷺ کے نورِ نبوت نے پہنچائی۔ اور کفر کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا۔ اور خلق کیلئے معرفتِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں۔ اور ضلالت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریک وادیوں میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے نورِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا۔ اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر وبصائر اور قلوب وارواح کو منور کیا''۔

یہ تو فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن اور مولانا مراد آبادی کے حواشی تھے جبکہ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی اپنے ''رسالہ نور'' (مطبوعہ مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی) کے ص: ۷ پر لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ، اسلام، قرآن، نور ہیں۔

حضور ﷺ کے نور ہونے کے نہ تو یہ معنیٰ ہیں کہ:

الف) حضور ﷺ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں۔

ب) نہ یہ کہ حضور ﷺ خدا کی طرح ازلی، ابدی، ذاتی نور ہیں۔

ج) نہ یہ کہ رب کا نور حضور ﷺ کے نور کا، مادہ ہے۔

د) نہ یہ کہ ربِ تعالیٰ حضور ﷺ میں سرایت کر گیا ہے تاکہ شرک وکفر لازم آئے۔ آپ ایسے نور ہیں جیسا کہ اسلام اور قرآن نور ہیں''۔ ❶

بریلوی علماء کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ نبی ﷺ نورِ مجسم نہیں بلکہ اسلام اور قرآن کی طرح نورِ ہدایت ہیں۔ اور یہی صحیح ترین بات اور اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔

عنایت وحکمت الٰہی

نبیٔ رحمت ﷺ جو باپ کی طرف سے تو پیدا ہی یتیم ہوئے تھے صرف چھ ہی برس کی عمر میں ماں کی طرف سے بھی یتیم ہو گئے۔ اور ابھی اس ننھی منی اور معصوم عمر کا آٹھواں ہی سال پورا ہوا تو دادا بھی چل بسے۔

---

❶ رسالہ نور، ص: ۷ بحوالہ تعلیمات شاہ احمد رضا از مولانا محمد ضیف یزدانی: ص ۳۸، ۳۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرا تصور تو کیجئے، اللہ نہ کرے اگر آج کسی بچے کو اس طرح کے حالات پیش آ جائیں تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟ وہ کن کن محرومیوں، مایوسیوں اور دماغی و اعصابی تکلیفوں کا شکار ہوگا؟ احساسِ کمتری، مستقبل کی تاریکی اور نہ جانے اس کی کن کن تمناؤں کا خون ہوگا۔

لیکن ادھر ہمارے رہبرِ اعظم ﷺ ان حالات سے تو دوچار ہوئے مگر ان مشکلات میں مبتلا نہیں ہوئے کیونکہ عنایتِ الٰہی ان کے شاملِ حال تھی۔ آپ ﷺ کا یتیم پیدا ہونا، چھ سال عمر میں والدہ کا ساتھ چھوٹ جانا، اور آٹھ سال کی عمر میں دادا کا انتقال کر جانا محض اتفاق نہیں تھا بلکہ اس میں بھی کئی راز تھے۔ جن کا پتہ جان لینا تو انسان کے بس میں نہیں۔ مگر جہاں تک عقلِ انسانی کی رسائی ممکن ہے، ان حالات میں یہ اہم حکمت محسوس کی جاسکتی ہے کہ جس ذات کو کل تک رہبرِ اعظم، ہادیٔ عالم، سرورِ کونین اور رحمۃ للعالمین کا خطاب ملنے والا تھا۔ اس کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کرانا مقصود تھا۔ لہٰذا ماں باپ اور دادا جیسے تعلقات کو جلد ہی منقطع کر دیا۔ اور اس طرح اس وسوسۂ شیطانی کی بھی جڑ کاٹ دی کہ کوئی شخص یہ پروپیگنڈا کر سکے کہ آپ ﷺ کے دادا اپنی قوم کے سردار تھے اور یہ طبعی امر ہے کہ باپ دادا اپنی اولاد کی تربیت و پرورش ہی اس انداز سے کرتے ہیں کہ وہ ان کی میراث کو سنبھال سکیں۔ لہٰذا انہوں نے آپ ﷺ کی پرورش ہی اس نہج پر کی کہ آپ ﷺ کا ذہنی رجحان سرداری کی طرف مائل ہو جائے۔ اور آپ ﷺ نے (نعوذ باللہ) اس ہدف یا ٹارگٹ کو پانے کیلئے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ اور پھر بادشاہی بھی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وسوسہ اور مسموم پروپیگنڈا کا پہلے سے ہی دروازہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ کی پرورش و تربیت ہی ماں باپ اور دادا سے دور ہوئی بلکہ پورے خاندان سے دور آپ ﷺ نے اپنا بچپن بادیہ بنی سعد میں گزارا۔

اور جب دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کفالت آپ کے چچا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو طالب نے کی تو یہاں بھی اسی حکمتِ الٰہی کا تتمہ نظر آتا ہے کہ وہ آخر دم تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تاکہ کسی کو یہ وہم بھی نہ گزرے کہ آپ ﷺ کی دعوت میں آپ ﷺ کے چچا کے خیالات وافکار کو بھی عمل ودخل تھا۔ اور یہ بدگمانی بھی نہ ہو سکے کہ آپ ﷺ کا پیغام آسمانی پیغام نہیں بلکہ وہ دراصل خاندان وقبیلہ اور سرداری ومنصب کا مسئلہ تھا۔

بلکہ اس سلسلہ کی آخری کڑی مال کی فراوانی ہو سکتی تھی کہ آپ ﷺ بڑے مالدار تھے جس کے بل بوتے پر آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی خیال کو بھی ابھرنے کا موقع نہ دیا۔ آپ ﷺ کو وراثت میں کل پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک حبشی لونڈی ملی تھی۔ اور آپ ﷺ کی کفالت کرنے والے چچا ابو طالب کے کثیر العیال اور قلیل المال ہونے پر تاریخ شاہد ہے۔

اور پھر نبوت ورسالت کوئی کسبی مقام نہیں کہ اسے محنت وذہانت کے بل بوتے پر حاصل کیا جا سکتا ہو۔ یہ تو اصطفاء واختیارِ الٰہی ہے۔

اگر بالفرض یہ قرابت دارانِ رسول ﷺ زندہ بھی رہتے تو کیا وہ کوئی ایسا اندازِ تربیت اختیار کر سکتے تھے جو ان کے نورِ نظر کو نبی بنا دیتا؟ نہیں، اور ہرگز نہیں۔

قرآن شاہد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام دنیاوی نشیب وفراز، تجرباتِ حیات اور حکمت ودانائی ہی نہیں، بلکہ مقامِ نبوت پر بھی فائز تھے مگر اپنے لختِ جگر حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے کوئی کورسِ نبوت مقرر نہ کر سکے بلکہ الٹا بچھڑ گئے اور مدتِ مدید کے بعد جب ملے تو پتہ چلا کہ وہ بھی مقامِ نبوت پر سرفراز ہو چکے ہیں۔ [1]

الغرض آپ ﷺ کا یتیم پیدا ہونا اور پھر والدہ اور دادا کا جلدی ساتھ چھوڑ جانا بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔

---

[1] فقہ السیرہ، محمد الغزالی بتحقیق البانی ص: ٦٢. فقہ السیرۃ، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی ص: ٥٠، ٥١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو طالب کی آغوشِ کفالت اور آپ ﷺ کا بکریاں چرانا

نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب جب قریب مرگ تھے تو انہوں نے اپنے بیٹے ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ آپ کو اپنی آغوشِ کفالت و تربیت میں لے لیں۔ آپ کے چچا تو اور بھی تھے مگر ابو طالب اور رسول اللہ ﷺ کے والدِ گرامی دو نوں ایک ہی ماں کے شکم سے تھے۔ دوسرے چچاؤں کی مائیں الگ تھیں۔ اس لحاظ سے ابو طالب اور رسول اللہ ﷺ کے والدِ گرامی ماں باپ ہر دو جانب سے حقیقی اور سگے بھائی تھے۔ رشتہ کی اس گہرائی اور قرابت کے پیشِ نظر دادا نے آپ ﷺ کی کفالت کی وصیت ابو طالب کو کی۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو بڑے احسن طریقے سے تادمِ آخر نبھایا۔ وہ آپ ﷺ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی بھی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ سوتے تو آپ ﷺ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو آپ ﷺ کو ساتھ لے کر باہر جاتے۔

نبیِ رحمت ﷺ جب بچپن و کم سنی کی حدود سے گزر کر لڑکپن میں داخل ہوئے اور اچھی طرح ہوش سنبھالا تو محسوس کیا کہ میرے شفیق چچا کثیر العیال ہیں اور مادی حیثیت سے قلیل المال۔ لہٰذا آپ ﷺ نے بھی ان کی محبت و شفقت کے پیشِ نظر ان کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں اور اسی دوران آپ ﷺ کو شقِ صدر کا واقعہ دوسری مرتبہ پھر پیش آیا جبکہ آپ ﷺ کی عمر شریف دس سال اور چند ماہ تھی۔ ❶

آپ ﷺ کا بکریاں چرانا بڑا معروف واقعہ ہے جسے امام بخاری اور دیگر

---

❶ الصحیح ثربانی ۲۰/ ۹۶۔ ۱۹۵۔ وتخرجہ ابن حبان والحاکم وابن عساکر والضیاء فی المختارہ ولور دہ الہیثمی فی المجمع وقال: رواہ عبد اللہ ابن الامام احمد، ورجالہ ثقات وثقہم ابن حبان۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کتاب میں اس شقِ صدر کو جزماً بیان کیا ہے قالہ الالبانی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئمہ حدیث نے صحاح وسنن میں خود آپ ﷺ سے نقل کیا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں بلکہ آپ ﷺ نے اسے سنن انبیاء علیہم السلام میں سے قرار دیا۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد اوّل کتاب الاجارۃ میں ہے:۔

''ایک دفعہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھڑ بیریاں (پیلو) توڑ توڑ کر کھانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ».

''ان بیروں (پیلو) میں سے جو خوب سیاہ ہو چکے ہیں وہ توڑ کر کھاؤ، وہ زیادہ مزے کے ہوتے ہیں''۔

اور فرمایا کہ یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا آپ ﷺ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہیں۔

«وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ رَعَاهَا». ❶

''اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں''۔

اور یہی حدیث بخاری شریف میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

«مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ». ❷

''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھی ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا آپ (ﷺ) نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: ہاں۔ میں اہلِ مکہ کی بکریاں، قراریط (اجرت) پر چرایا کرتا تھا''۔

---

❶ مسند احمد بسند جید. الفتح الربانی ۱۵/ ۱۲۷.

❷ بخاری ۱/ ۳۴۹. فقه السیرة محمد الغزالی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابن ماجہ میں ہے:

«كُنْتُ أَرْعَاهَا لِأَهْلِ مَكَّةَ بِالْقَرَارِيطِ ».❶

''میں قراریط پر مکہ والوں کی بکراں چرایا کرتا تھا''۔

بقول سوید بن سعید شیخ ابن ماجہ: قراریط جمع ہے قیراط کی، یعنی ہر بکری چرانے کے عوض قیراط۔ اور علامہ سندھی نے حاشیہ ابن ماجہ میں لکھا ہے کہ قیراط ایک دینار کے جزء کو کہا جاتا ہے۔ اور اکثر ممالک میں ایک دینار کے بیسویں جزء کو قیراط کہا جاتا ہے۔ جب کہ اہلِ شام کے نزدیک چوبیسواں جزء ہے اور ایسے ہی مصر میں بھی ہے۔❷

اور اسی رائے کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس حدیث کو باب الاجارۃ میں لائے ہیں۔ لیکن ابراہیم حربی کا قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے اجیاد کے قریب ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور عینی نے عمدہ القاری (۶/۲۳۱) میں بحث ودلائل سے علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی رائے کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔❸

ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ».

''فخر وتکبر اونٹ چرانے والوں میں ہوتا ہے۔ اور بردباری ووقار بکریاں چرانے والوں کا خاصہ ہے''۔

حسن البنا شہید کے والدِ گرامی نے اپنی عظیم تالیف الفتح الربانی جزء ۲۰،

---

❶ الفتح الربانی. ۱۵/ ۱۲۷.

❷ سیرت النبی ﷺ شبلی ۱/ ۱۷۸ حاشیہ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص: ۱۹۵ پر اہل علم سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اللہ تعالی کے انبیاء کرام کو قبل از نبوت بکریاں چرانے کے الہام میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ انہیں عنقریب جو عالم انسانیت کی گلہ بانی سونپی جانے والی ہے اس کا انہیں تجربہ ہو جائے اور حلم و بردباری، صبر وشکیب اور تواضع وانکساری جیسی صفات ان میں خوب راسخ ہو جائیں۔ اور یاد رہے کہ عربوں میں بکریاں چرانا کوئی معیوب کام بھی نہیں تھا بلکہ بڑے بڑے شرفاء وامراء کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے''۔ ❶

سفر شام اور بحیرہ راہب کا قصہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب تجارت پیشہ تھے۔ اور جب وہ اس غرض سے دیگر اعیانِ قریش کے ساتھ سفرِ شام کیلئے نکلنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اصرار کیا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ لہٰذا ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ساتھ لے لیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک بارہ (۱۲) سال دو (۲) ماہ اور دس (۱۰) دن تھی۔

عام مورخین اور سیرت نگاروں نے تو بارہ سال عمر لکھی ہے جبکہ ماہ وسال اور دن کی تحدید امام ابن الجوزی اور مقریزی نے کی ہے۔ ❷

بعض مورخین نے اس واقعہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر نو سال لکھی ہے۔

جب یہ قافلہ شام کے شہر ''بصری'' پہنچا تو انہوں نے ایک اہل کتاب عالم

---

❶ اختیاری تو نہیں بلکہ اضطراری یا اتفاقی صورت کہہ لیں کہ اس کتاب کے مؤلف راقم آثم کو بھی بچپن میں دو تین سال اپنے گاؤں ریحان چیمہ اور قرب وجوار کے دیہات میں اپنے ہی گھر والوں کی بھیڑ بکریاں چرانے کی سنت انبیاء پر عمل کا شرف حاصل رہا ہے۔

❷ الرحیق المختوم ص ٦٧ نقلاً عن تلقیح فهوم اهل الاثر لابن الجوزی ص ٧ وامتاع الاسماع للمقریزی ١/ ٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المعروف ''بحیرہ راہب'' کی عبادت گاہ کے قریب ڈیرہ لگایا۔ تاریخ وسیرت کی اکثر کتابوں حتیٰ کہ اصولِ ستہ کی ایک کتاب ''ترمذی شریف'' کے علاوہ یہ حدیث بزار، رزین اور مستدرک حاکم میں بھی ہے اور بیہقی وابونعیم نے دلائل النبوہ میں اور خرائطی، ابن عساکر اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ ❶

قریشِ مکہ کے تجارتی قافلے پہلے بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے مگر وہ بحیرہ راہب کبھی اپنے صومعہ سے باہر نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی اس نے کبھی کسی قافلے پر توجہ دی تھی لیکن اس مرتبہ وہ اپنی خلوت گاہ سے نکلا اور نہ صرف اہلِ قافلہ کے پاس چل کر آیا بلکہ اس نے ان سب کی دعوت بھی کی۔ اور نبی ﷺ جو ابھی بارہ سال کے کمسن بچے تھے، اس نے آپ ﷺ کا دستِ مبارک پکڑا، اور کہا کہ اس بچے کا ولی امر یا سرپرست کون ہے؟ ابوطالب نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے! راہب نے کہا کہ تمہاری بات صحیح نہیں کیونکہ ہماری کتاب کے مطابق اس کا باپ تو زندہ ہی نہیں ہونا چاہیئے، تو ابوطالب نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اور اس کے پوچھنے پر باپ کے بارے میں بتایا کہ وہ اس وقت فوت ہو گئے تھے جبکہ یہ بچہ ابھی شکمِ مادر میں تھا۔ تب اس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کھول کر آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان پائی جانے والی ''مہرِ نبوت'' بھی انہیں دکھائی اور بتایا کہ یہ بچہ ''سرورِ عالم'' اور ''رحمۃ للعالمین'' بننے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت کیلئے منتخب کرے گا۔

اور امام سہیلی نے الروض الانف (۲/۲۲۱ تا ۲۲۳) میں ''من صفات ختم النبوۃ'' عنوان کے تحت آٹھ روایات کا ذکر کیا ہے جن میں مہرِ نبوت کے بارے میں مذکور ہے۔ جن کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے مابین پشتِ مبارک پر کچھ گوشت ابھرا ہوا سا تھا جو سیب۔ انڈے یا حجلۂ عروس کے بڑے بٹن کے

❶ حاشیہ الروض الانف ۲/ ۲۲٤، تحفہ الاحوذی ۱۰/ ۹۲ فقہ السیرہ، تعلیق الالبانی، ص: ٦٨.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانند تھا اور اس پر کالے بال بھی تھے۔ اور تاریخ حاکم وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس مہر نبوت پر لکھا ہوا تھا ''محمد رسول اللہ'' جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس بات کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں اور ابن حبان میں اس بات کے مذکور ہونے اور انکے اسکی تصحیح کرنے سے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔ یہ تصحیح ان کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ ❶

غرض اہلِ قافلہ نے اس راہب سے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ جب تم اس گھاٹی سے اتر رہے تھے تو کوئی شجر وحجر یا درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو۔ اور یہ کسی نبی کے سوا ایسا نہیں کرتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے مابین ''مہر نبوت'' بھی اس کی علامت ہے۔ اور جب یہ بچہ اونٹوں کو باندھ کر اس درخت کی طرف آ رہا تھا تو اسے بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے قریب پہنچے تو قریش ساری سایہ دار جگہ پر قبضہ کر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ بھی ڈھل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچا۔ ان تمام علامتوں کے پیش نظر بحیرہ نے ابوطالب سے کہا کہ اسے اپنے ساتھ یہاں سے آگے ہرگز نہ لے جانا، ورنہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں گے۔

اسی دوران سات رومیوں کا ایک وفد بھی یہاں آ پہنچا۔ بحیرہ نے ان سے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس وقت کوئی ایسا راستہ نہیں جس پر نبی موعود کی تلاش میں پہرے نہ بٹھا دیئے گئے ہوں۔ اور ہمیں اس راستے کی طرف بھیجا گیا ہے کہ جب اور جہاں بھی اس کو پائیں وہیں قتل کر دیں۔ بحیرہ راہب نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ سرانجام دینا چاہے کیا دنیا کی کوئی طاقت

---

❶ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی لابن العربی ۷/ ۱۳، ۲/ ۱۰۶، طبع سوریا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے روک سکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ تو اس نے کہا: تب پھر تم اپنے ارادوں سے باز آ جاؤ۔ بلکہ میرے ساتھ عہد کرو کہ تم اسے کوئی ایذا نہیں پہنچاؤ گے۔ وہ اس راہب کی بات پر قائل ہو گئے، اپنے ارادے بدل دیئے۔ اور واپسی کی بجائے راہب ہی کے ہو کر رہ گئے۔

اب راہب نے پھر ابو طالب سے اصرار کیا کہ اس بچے کو واپس بھیج دو، تو ابو طالب نے وہیں سے آپ ﷺ کو واپس کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ﷺ کے ساتھ بھیجا۔ اور اس راہب نے کچھ کیک اور بسکٹ اور زیتون بطور زادِ راہ آپ ﷺ کو دے کر بھیجا۔ [1]

یہ قصہ عام سیرت نگاروں کے یہاں بڑا معروف ہے مگر اہل تحقیق علماء نے بحیرہ کے اس واقعہ کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

داستانِ بحیرہ پر عیسائی مصنّفین کے برگ و بار

نبی اکرم ﷺ اور بحیرہ راہب کی داستان محقق اہلِ علم اور سیرت نگاروں کے نزدیک سند و متن ہر دو اعتبار سے غیر معتبر ہے۔ مگر قبولِ روایت میں تساہل پسند مصنّفین کی وجہ سے یہ واقعہ عام مسلمانوں میں بڑا معروف و مقبول ہے۔ کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کم سنی میں ہی نبی موعود ہونے کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ اور بچپن میں ہی بادل سایہ کرنے لگے۔ شجر و حجر سجدہ ریز ہو گئے وغیرہ۔

یہ ایسے امور ہیں کہ جن میں نبی ﷺ کی عظمت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ زبان زد خاص و عام ہو گیا۔

---

[1] تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی علامہ عبد الرحمن مبارکپوری ۱۰/۹۰ تا ۹۲ طبع مدنی۔ بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی للبنا ۲۰/۱۹۶، البدایہ والنہایہ ۲/۲۸۷، ۲۸۳، ابن ہشام ۱/۱۶۷، ۱۶۵۔ تاریخ طبری اردو طبع نفیس اکیڈمی کراچی ۱/۵۸ تا ۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہی قصہ عیسائی مصنفین اور مستشرقین میں بھی بڑا معروف ومقبول ہے۔ اُن دشمنان اسلام نے اس واقعہ کو خوب اچھالا بلکہ سرولیم میور، ڈریپر اور مارگولیوسس وغیرہ تو اس واقعہ کو عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں۔ اور وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب کے حقائق واسرار (نعوذ باللہ) اسی راہب سے سیکھے۔ اور جو نکتے اس نے بتادیئے تھے انہی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی۔ اور اسلام کے تمام اصول انہی نکتوں کے شروح وحواشی ہیں۔

ڈریپر نے اپنی کتاب ''معرکۂ علم و مذہب'' میں لکھا ہے کہ بحیرہ راہب نے بصریٰ کی خانقاہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عیسائی (نسطوری فرقہ کے) عقائد کی تعلیم دی ..... آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ناتربیت یافتہ لیکن اخاذ دماغ نے اپنے اتالیق کے مذہبی بلکہ فلسفیانہ خیالات کا گہرا اثر قبول کیا ...... بعد میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طرزِ عمل سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ نسطوری فرقہ کے عیسائیوں کے مذہبی عقائد نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کہاں تک قابو پالیا تھا؟ ولیم میور نے بھی نہایت آب ورنگ سے یہ ثابت کرنے کی نامسعود کوشش کی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُت پرستی سے جو نفرت تھی اور ایک جدید مذہب جو خاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قائم کیا وہ (نعوذ باللہ) سب اسی سفر اور اس کے مختلف تجارب ومشاہدات کے نتائج تھے۔

پروفیسر سیدیو (تاریخ العرب العام، ص:۶۶) اور گستاف لوبون (حضارۃ العرب، ص:۱۳۰) نے اپنی اپنی کتاب میں چارہ سازی کی ہے اور زور دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں بحیرہ سے (نعوذ باللہ) تورات پڑھی تھی۔

اور فرانسیسی مصنف 'کارا' نے تو اس موضوع پر مستقل ایک کتاب لکھ ماری۔ جس کا نام ''مؤلف قرآن'' رکھا۔ اور اس میں اس نے اپنی تمام سعیٔ نامشکور اس بات پر صرف کردی کہ پورا قرآن ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیرہ سے سیکھا تھا۔ اور کچھ ایسے ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیالات کا اظہار مارگولیوس نے اپنی کتاب ''لائف آف محمد ﷺ '' میں کیا ہے۔

قارئین کرام!

''نقلِ کفر، کفر نباشد'' کے پیش نظر ہم نے یہ چند عبارتیں نقل کردی ہیں، تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ ان عیسائی پادریوں اور مصنفین نے کس طرح رائی کا پہاڑ بنایا ہے۔ اور ذرا سی بات کو افسانہ کردیا ہے۔

جبکہ اول تو بحیرہ کا واقعہ ہی صحیح نہیں۔ اگر اسے صحیح مان ہی لیا جائے تو بات صرف اتنی ہے کہ وہ ملا۔ اس نے بعض علامات کو دیکھ کر آپ ﷺ کے نبی ہونے کی بشارت دی۔ اور ازراہ عقیدت سارے قافلے کو کھانا کھلایا۔ مگر ان معاندین اسلام اور دشمنان رسول ﷺ نے اس واقعہ کو یہ برگ وبار بھی لگادیئے۔

حالانکہ آپ تاریخ وسیرت کی کوئی کتاب اٹھالیں جس میں یہ واقعہ مذکور ہو، اس میں آپ کو کہیں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نظر نہیں آئے گا۔ جس سے یہ شک بھی گزر سکتا ہو کہ بحیرہ نے آپ ﷺ کو کوئی تعلیم دی تھی۔

عیسائی اگر داستان کو صحیح مانتے ہیں تو پھر انہیں اسی طرح ماننا چاہیئے جیسی کہ وہ ہے۔ اس میں بحیرہ کی تعلیم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور کسی فکر سلیم کے مالک شخص کیلئے یہ بات قرینِ قیاس بھی نہیں کہ دس بارہ سال کا بچہ چند گھنٹوں میں تمام اسرار ورموز مذہب سیکھ پائے۔

اور اگر بالفرض آپ ﷺ بحیرہ کے تعلیم یافتہ ہوتے تو آپ ﷺ نے توحید خالص کی دعوت کیوں دی؟ نظریۂ تثلیث وصلیب کا پرزور رد کیوں کیا؟ اور اگر نظریۂ توحید اور ردِ تثلیث وصلیب اسی راہب نے سکھلایا تھا تو آج عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کر لیتے؟ ❶

---

❶ رحمۃ للعالمین: ۱/ ۴۲، سیرت النبی ﷺ: ۱/ ۱۹۹، ص وحاشیہ السیرۃ النبویۃ علی میاں ندوی، ص: ۷۶ حاشیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

داستان بحیرہ کی علمی تحقیق

سفر شام کے دوران بحیرہ راہب کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات جس کی بعض تفصیلات اور ان پر عیسائی برگ و بار کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ داستان جتنی مشہور ہو چکی ہے اتنی صحیح نہیں ہے کیونکہ اہلِ تحقیق علماء نے اسے کئی وجوہات اور دلائل کی روشنی میں غیر معتبر قرار دیا ہے۔

اوّلاً: اس روایت کے جتنے بھی طریق یا اسناد ہیں، وہ سب مرسل ہیں۔ یعنی راوی اوّل اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے وقت خود تو وہاں موجود نہیں تھے۔ اور اس راوی کا نام نہیں لیتے جو شریک واقعہ ہے۔

ثانیاً: اس روایت کا سب سے مستند طریق ترمذی شریف والا ہے۔ اور اس میں بھی کئی باتیں قابلِ توجہ ہیں۔

پہلی بات: یہ کہ خود امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے جبکہ حسن کا درجہ صحیح سے کم، اور غریب کا کم تر ہوتا ہے۔

دوسری بات: یہ کہ اس روایت کے راوی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں مورخ اسلام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (۲/ ۲۸۵) اور السیرۃ النبویۃ (۱/ ۲۴۷ حلبی بحوالہ فقہ السیرۃ ص ۶۹) میں صراحت کی ہے کہ وہ ۷ھ میں فتح خیبر کے سال اسلام لائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وقوع کے وقت وہ خود موجود نہیں تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے کسی عینی شاہد کا حوالہ دیا ہے۔ اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ یہ بات میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

تیسری بات: یہ کہ سند میں ایک راوی عبد اللہ بن غزوان ہیں جن کو کئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات نے ثقہ قرار دیا ہے۔ مگر اکثر اہلِ فن نے اس کی نسبت عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ وہ منکر حدیث بھی بیان کر دیا کرتے تھے۔ اور ان میں سب سے بڑھ کر منکر وہ روایت ہے جس میں بحیرہ کا واقعہ مذکور ہے۔

چوتھی بات: یہ کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اس روایت کو بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق قرار دیا تو علامہ ذہبی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے تلخیص المستدرک میں لکھا ہے کہ ''میں اس روایت کے بعض واقعات کو موضوع اور بعض کو من گھڑت اور باطل سمجھتا ہوں''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بخاری کے شارح ہیں۔ انہوں نے تہذیب التہذیب میں انہی عبداللہ کے بارے میں اس قدر صراحت کی ہے کہ وہ کبھی کبھی خطا کر جایا کرتے تھے لہٰذا ان کی طرف سے اس روایت (یا اس کے بعض واقعات) کی صحت میں شبہ ہوسکتا ہے۔ ❶

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور عالم کتاب ''زاد المعاد'' (۱/۱۷) میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ترمذی والی روایت کے آخر میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ بحیرہ کے اصرار پر جب ابو طالب نبی ﷺ کو واپس بھیجنے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ (ﷺ) کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی (برائے خدمت) بھیج دیا۔ جب کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے عمر میں اتنے چھوٹے تھے کہ شاید اس واقعہ کے وقت وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے ہوں۔ اور اگر پیدا ہو چکے تھے تو کم از کم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس نہ تھے''۔

---

❶ [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس بات کی مزید وضاحت علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ نے جزری سے نقل کرتے ہوئے کی ہے۔ علامہ موصوف تحفۃ الأحوذی شرح ترمذی (۱۰/۹۳) میں لکھتے ہیں:

''جب نبی اکرم ﷺ کی عمر بارہ سال تھی، تو اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال ہوگی۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ سے دو سال کم عمر تھے۔

یہ اس وقت ہے جب آپ ﷺ کی عمر بارہ سال سمجھی جائے۔ اور جب طبری (۱/۵۹، اردو) وغیرہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ کی عمر نو سال تسلیم کی جائے (جسے علی میاں ندوی نے اپنی کتاب السیرۃ النبویۃ میں زیادہ صحیح قرار دیا ہے) تو اس صورت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر صرف سات سال ہوگی، اور ان ہر دو شکلوں میں ان کا تجارت کیلئے اہل ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔

اور اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ اتنے کم سن تھے کہ شاید اس واقعہ کے وقت وہ وجود میں بھی نہ آئے ہوں۔ لہٰذا اس روایت میں حضرت ابوبکر و بلال رضی اللہ عنہما کا ذکر غیر محفوظ بلکہ مجرد وہم ہے۔

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں، اور علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں نقل کیا ہے:۔

''امام ذہبی رحمۃ اللہ نے اسی ذکر ابوبکر و بلال رضی اللہ عنہما کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور بقول یعمری حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے کم و بیش ۳۰ سال بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچے تھے''۔

علامہ قاضی منصور پوری رحمۃ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ قرآنی آیت:

﴿وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (البقرۃ : ۸۹)

''اور پہلے کافروں پر فتح مانگتے تھے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی نبی موعود کے انتظار میں رہتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی بعثت تک ان کا یہ عقیدہ رہا کہ آپ ﷺ کی بعثت سے ہی مشرکین پر فتح ونصرت حاصل ہوگی۔ لہٰذا خود بحیرہ کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کو واپس بھیج دو، ورنہ یہودی قتل کردیں گے، بالکل جھوٹ ہے کیونکہ یہودی اگر آپ ﷺ کو اس لڑکپن میں پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق اپنی فتح ونصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ [1]

یہ قصہ بقول حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (البدایہ ۲/۲۸۵) مرسلات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہے۔ اور اس کے علاوہ اس روایت (قصہ) میں تناقضات بھی عجیب اور بکثرت ہیں۔ مثلاً:

① امام زہری رحمہ اللہ نے اس راہب کو یہود تیماء میں سے قرار دیا ہے جبکہ مسعودی نے مروج الذہب میں بنی عبدالقیس کا عیسائی لکھا ہے۔

② کہیں اس راہب کا نام سرجس ہے، کسی روایت میں جرجس ہے، کسی میں جرجیس اور کسی میں نام ہی نہیں ہے۔

③ کسی روایت میں مذکور ہے کہ راہب عبادت گاہ سے باہر آگیا، اور دعوت دی۔ اور کسی میں ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے صومعہ میں گئے۔

④ کسی روایت میں مذکور ہے کہ راہب نے ابوطالب کو یہودیوں سے ڈرایا، اور کسی میں ہے کہ رومیوں (نصاریٰ) سے ڈرایا۔

⑤ کہیں سات رومیوں ذکر ہے اور کہیں نو یا کم وبیش کا۔

⑥ کسی مؤرخ وسیرت نگار نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ تب پیش آیا جبکہ آپ ﷺ ابوطالب کے ساتھ سفر پر تھے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ حضرت

---

[1] رحمۃ للعالمین ﷺ ۱/ ۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں گئے تھے، وغیرہ۔ ❶

انہی امور کے پیش نظر یہ داستان ناقابلِ اعتبار ہے۔ اور دورِ حاضر کے علماء ومحققین میں سے شیخ محمد غزالی مصری، علامہ قاضی سلیمان منصور پوری اور علامہ شبلی نعمانی نے ترمذی وغیرہ میں مذکور اس داستانِ بحیرہ کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ ابن سعد کی روایت بھی مرسل یا معضل ہے۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (ماسوا ذکر ابوبکر و بلال رضی اللہ عنہما اس روایتِ ترمذی کو صحیح قرار دیا ہے۔ ❸

امام جزری اور شیخ البانی نے بھی اسی طرح اسے صحیح کہا ہے۔ اور بزار کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس روایت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بجائے ''کسی آدمی'' کا ذکر ہے۔ ❹

حرب الفجار میں شمولیت

ظہورِ اسلام تک عربوں میں لڑائیوں کا جو طویل سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ ان میں سے چار لڑائیاں حروب فجار کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ چاروں لڑائیاں ''اشہرِ حرم'' [التوبہ:۳۶ ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ الی فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾۔ ''اللہ تعالیٰ نے جب سے زمین وآسمان بنائے ہیں اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ (۱۲) ہے۔ ان میں سے چار (مہینے) حرمت والے ہیں۔ یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا تم ان (چار) مہینوں میں اپنے اوپر ظلم مت کرو] ذوقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں سے کسی نہ کسی ماہ میں

---

❶ د۔ عبد الرحمان نوکیل۔ حاشیہ الروض الانف ۲/۲۲۶، ۲۲۶.

❷ فقہ السیرہ، ص: ۶۹۔ رحمۃ للعالمین ۱/ ۴۲۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبلی ۱/ ۱۸۰، ۱۸۱.

❸ سیرت نبی [illegible] ۱۰۸

❹ فقہ السیرہ، محمد الغزالی۔ تحقیق الالبانی، ص: ۶۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقوع پذیر ہوئی تھیں۔ اور چاروں مہینوں میں چوری، ڈاکہ، قتل وغارت اور جنگ وجدال کو اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بھی اچھا خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ ان امور کو فجور وگناہ سمجھتے تھے۔ اور جب یہ چاروں لڑائیاں ہی انہی حرمت والے مہینوں میں واقع ہوئیں تو ان کا نام ہی ''حروبِ فجار'' رکھ دیا گیا۔

معروف مؤرخ مسعودی نے ان چاروں حروبِ فجار کے الگ الگ نام اور ہر لڑائی میں فریقین بھی ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے:

پہلی لڑائی کا نام ''فجار الرجل یا فجار بدر بن معشر'' دوسری کا نام ''فجار القرد'' تھا۔

یہ دونوں لڑائیاں بنی کنانہ اور ھوازن کے مابین ہوئیں۔ تیسری لڑائی کا نام ''فجار المرأۃ'' تھا جو قریش اور ھوازن کے درمیان لڑی گئی۔ جبکہ چوتھی لڑائی کا نام ''فجار البراض'' تھا۔ یہ لڑائی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔ اس میں ایک طرف قریش وکنانہ، اور دوسری طرف ہوازن، بنی قیس تھے۔

اور چوتھی وآخری حربِ فجار کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف بیس (۲۰) سال اور بعض مورخین کے بقول پندرہ (۱۵) سال ہو چکی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ قریش کے تمام خاندانوں نے اس معرکہ میں اپنی الگ الگ فوجیں تیار کی تھیں۔ اور ان سب دستوں کا مشترکہ کمانڈر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا باپ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دادا حرب بن امیہ تھا۔ اور عمر میں سب سے بڑا اور اپنے قبیلے کا تجربہ کار اور معزز شخص تھا۔ اور آل ہاشم کے علمبردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر تھے۔ اور اسی صف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شریک تھے۔ بڑے زور کا معرکہ ہوا۔ دن کے آغاز میں تو ہوازن، بنی قیس کا پلہ بھاری رہا مگر دوپہر کے بعد کنانہ وقریش کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور بالآخر صلح پر خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں چونکہ قریش حق پر تھے اور خاندان کے ننگ ونام کا معاملہ تھا، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی۔ اور اپنے چچاؤں کو دشمن کے تیروں سے دفاع کرتے رہے۔ مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ نہیں اٹھایا۔ بلکہ امام سہیلی نے تو الروض الأنف میں یہاں تک لکھا ہے:

وَإِنَّمَا لَمْ يُقَاتِلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ أَعْمَامِهِ وَكَانَ يُنَبِّلُ عَلَيْهِمْ وَقَدْ بَلَغَ سِنَّ الْقِتَالِ لِأَنَّهَا كَانَتْ حَرْبُ فُجَّارٍ وَكَانُوْا أَيْضًا كُلُّهُمْ كُفَّارٌ وَلَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُؤْمِنٍ أَنْ يُقَاتِلَ إِلَّا لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا.

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ مل کر حروبِ فجار میں بنفسِ نفیس جنگ نہیں کی۔ حالانکہ آپ ﷺ عمر قتال و جنگ کو پہنچ چکے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لڑائی حرمت والے مہینوں میں ہو رہی تھی۔ اور جنگ وقتال میں بنفسِ نفیس شرکت نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ فریقین ہی کافر تھے۔ اور مسلمانوں کو لڑائی کا حکم اللہ تعالیٰ نے صرف اس لیے دیا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اور اس کا بول بالا ہو''۔

اس لڑائی کے وقت آپ ﷺ کی عمر ایسی تھی کہ جس دور میں پیش آنے والے واقعات ہمیشہ یاد رہ سکتے ہیں۔ مگر اس شمولیت کے بارے میں خود نبی ﷺ سے کوئی متعدد بہ حدیث نہیں ملتی۔ مگر مورخین اور سیرت نگاروں میں آپ ﷺ کا شرکت کرنا معروف ہے۔ ❶

حلف الفضول میں شرکت

آغاز اسلام سے قبل عربوں میں ہونے والی لاتعداد اور مسلسل لڑائیوں نے بیشمار گھر اپنے برباد کر دیے تھے۔ اور قتل وغارت گری ان کی ایک موروثی عادت بن

---

❶ الروض الانف للسهيلي وبعده الشيخ عبد الرحمن الوكيل ۲/۲۲۳، ۲۳٦. الفتح الرباني و بلوغ الاماني من اسرار الفتح الرباني ۲۰/۱۹۷. ابن هشام ۱/ ۷۰، ۱٦۸. البداية والنهاية ۲/۹۰، ۲۸۹. سيرت النبي ﷺ شبلی ۱/ ۱۸۱، ۱۸۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکی تھی۔ ان جگر خراش حالات کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کے دلوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔ جب یہ لوگ حرب فجار سے واپس لوٹے تو قریش کے سرکردہ فرد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تجویز پر بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی تمیم وغیرہ عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور وہاں سب نے مل کر یہ معاہدہ کیا کہ:

''ہم سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ اور کوئی ظالم مکہ میں رہنے نہیں پائے گا۔''

اس معاہدہ کا فوری محرک یہ ہوا کہ یمن کا ایک زبیدی شخص مال تجارت لے کر مکہ آیا تو عاص بن وائل سہمی نے اس سے وہ مال خرید لیا۔ مگر اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس زبیدی نے اپنے حلیفوں عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی سے مدد طلب کی مگر کوئی بھی اس کیلئے تیار نہ ہوا تو وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ کر باآواز بلند ایسے شعر کہنے لگا جن میں اس نے اپنی داستان مظلومیت کی خوب دہائی دی تو عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم زبیر بن عبدالمطلب اٹھے اور اس شخص کا سارا واقعہ معلوم کرنے کے بعد مختلف خاندانوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش شروع کر دی اور مل کر یہ معاہدہ کیا۔ اور پھر سب مل کر عاص سہمی کے پاس گئے۔ اور اس سے زبردستی زبیدی کا حق دلوایا۔

اور یہ عاص سہمی وہی بد بخت و بد نصیب شخص ہے جس کا قصہ قرآن پاک میں بھی ہے۔

سورۃ مریم کی آیات اسی کے بارے میں نازل ہوئیں جو یہ ہیں:۔

﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۝﴾

(سورۃ مریم: ۷۷ تا ۸۰)

''کیا پس آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات ماننے سے انکار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا اور میں تو (آخرت میں) مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا۔ کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے؟ یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد (واقرار) لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں (بلکہ) جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیتے ہیں، اور اس کیلئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کے وارث رہ جائیں گے اور وہ تنہا ہمارے پاس آئے گا"۔

یہی معاہدہ یا حلف نامہ تاریخ اسلام میں حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس معاہدہ کا نام حلف الفضول ہونے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے پہل اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو آیا، ان کے نام میں فضیلت کا مادہ فضل (ف، ض، ل) پایا جاتا تھا۔ مثلاً:

فضیل بن حرث، فضیل بن وادعہ، اور مفضل وفضل وغیرہ۔

اور اس مادے کی جمع فضول بنتی ہے۔ لہذا یہ معاہدہ ہی حلف الفضول کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ہمارے نبی مکرم ﷺ بھی اس معاہدۂ خیر میں شریک ہوئے تھے اور عہد نبوت میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:۔

«لَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ عُمُومَتِي حِلْفاً فِي دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُدْعَانَ، مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ وَلَوْ دُعِيتُ بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ». (1)

---

(1) سیرت ابن ہشام ۱/ ۹۲، وقال الشیخ الالبانی فی تعلیقه علی فقه السیرة ص ۵۷: بهذا سند صحیح لولا انه مرسل. ولکن له شواهد تقویه کما فی البدایة لابن کثیر ۲/ ۲۹۱. وما رواه الحمیدی مرسلاً ایضاً ومسند احمد ح ۱۶۵۵، ۱۶۷۶ من حدیث عبد الرحمن بن عوف مرفوعاً دون قوله: ولو دعیت به فی الاسلام لاجبت، وسنده صحیح.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے اپنے چچوں کے ساتھ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں طے پانے والے معاہدے میں شرکت کی تھی اس معاہدے کے مقابلے میں اگر کوئی مجھے سرخ اونٹ بھی دیتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ اور آج عہدِ اسلام میں بھی اگر مجھے کوئی کسی ایسے معاہدے کیلئے بلائے تو میں حاضر ہوں''۔

نبی اکرم ﷺ کے ان کلمات میں اس معاہدہ کی کس طرح ستائش کی گئی ہے۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ وہ معاہدہ اگرچہ ظہورِ اسلام سے قبل طے پایا تھا۔ مگر ظالم چاہے کتنا ہی صاحبِ اثر ونفوذ کیوں نہ ہو، اس کا ہاتھ روکنا اور مظلوم چاہے کتنا ہی ادنیٰ وفقیر ہی کیوں نہ ہو، اس کی مدد کرنا عین روحِ اسلام ہے۔ فساد وشر اور بغاوت کی بیخ کنی وسرکوبی کرنا، اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ زمانہ نبوت میں بھی اس معاہدہ کو بڑے اچھے الفاظ میں یاد کیا کرتے تھے۔ ❶

مالِ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تجارت

حرب الفجار کے خاتمے اور حلف الفضول کے آغاز کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ اپنے بچپن ولڑکپن کی دونوں منزلیں طے کر کے حیاتِ طیبہ کے تیسرے مرحلے یا عہدِ شباب میں داخل ہو گئے۔ اور اہلِ عرب، خصوصاً قریش چونکہ ظہورِ اسلام سے قبل بھی تجارت پیشہ تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ کے جدِ اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف نے قبائلِ عرب سے مختلف تجارتی معاہدوں کے ذریعے اپنے اس خاندانی طریقۂ اکتساب کو خوب مستحکم اور باوقار بنالیا ہوا تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب خود بھی تاجر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ شباب کو پہنچتے ہی جب نبی ﷺ کو فکرِ معاش کی طرف توجہ ہوئی تو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نظر نہ آیا۔

---

❶ فقہ السیرۃ ص ۷۴تا ۷۶۔ الرحیق المختوم ص ۶۸۔ البدایۃ ۲/ ۹۳، ۹۲، ۲۹۱ الفتح الربانی وبلوغ الامانی ۲۰/۱۹۷۱۔ سیرت النبی ﷺ ۱/ ۸۳، ۲۸۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ بچپن میں بھی اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بعض تجارتی سفر کر چکے تھے۔ جن کے نتیجہ میں آپ ﷺ کو تجارتی کاروبار اور لین دین کے معاملات میں کافی مہارت و تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ اور دوران تجارت نبی ﷺ کے حسن معاملہ اور امانتداری و صداقت کی شہرت ہر طرف عام پھیل چکی تھی۔ آپ ﷺ کے شرکاء تجارت کی کئی شہادتیں کتب حدیث اور تاریخ و سیرت میں مذکور ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کس دیانتداری اور راستبازی کے ساتھ اس پیشہ کو سرانجام دیتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے:

حضرت سائب رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے آپ ﷺ کے سامنے ان کی اچھے الفاظ میں تعریف بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں''۔

اور حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ (و) پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ (ﷺ) میرے شریک تجارت تھے۔ لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا''۔

«لَا تُدَارِیُ وَلَا تُمَارِیُ». [1]

ایسے ہی ایک صحابی حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ نے بھی انہی الفاظ میں آپ ﷺ کے حسنِ معاملہ کی شہادت دی ہے۔ [2]

تجارت کی غرض سے شام، بصریٰ اور یمن وغیرہ کے متعدد سفر آپ ﷺ نے کیے تھے۔ اس وقت ایک معزز خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ معروف مؤرخ اسلام ابن الاثیر نے الکامل فی التاریخ میں لکھا ہے:

''وہ بہت بڑی تاجر، شریف النفس اور صاحبہ ثروت تھیں۔ اور دوسرے

---

[1] ابوداؤد ۲ /۳۱۱۔

[2] الاصابہ ۳ /۲۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو اپنا مال دے کر تجارت کیلئے بھیجا کرتی تھیں"۔ ❶

ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جا ملتا ہے۔ وہ بیوہ تھیں اور اپنی شرافت نفس، پاکیزگی اخلاق اور عفت وعصمت کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ انہیں "طاہرہ" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ان کی دولت مندی کا یہ عالم تھا کہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے:۔

"جب اہلِ مکہ کا کوئی قافلہ تجارت کیلئے روانہ ہوتا تو اکیلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت تمام قریش کے برابر ہوتا تھا"۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاملہ، راستبازی، صدق وامانت، اور پاکیزہ اخلاق کی خبر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا مالِ تجارت لے کر شام جائیں، اور جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس سے دوگنا دوں گی۔ اور دورانِ سفر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت کیلئے اپنا غلام میسرہ بھی ساتھ بھیج دوں گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو قبول کرلیا، اور سفرِ شام کیلیے تیار ہو گئے۔ ❷

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مالِ تجارت لے کر شام گئے تو توفیق الٰہی سے پہلے کے اُن تمام تجارتی سفروں کی نسبت جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ کیا کرتے تھے، اس سفر میں بہت ہی زیادہ منافع ہوا۔

---

❶ فقہ السیرۃ ص ۷۸.

❷ فقہ السیرۃ ص ۷۸. نقلا عن الکامل لابن الاثیر. طبقات ابن سعد اردو ص ۶۱. رحمۃ للعالمین ۱/ ۴۲. سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبلی ۱/ ۸۸. ۷۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا، اس نے آپ ﷺ کی تمام خوبیوں، بزرگیوں اور صفاتِ حمیدہ کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ جو اس نے دورانِ سفر خود دیکھی تھیں۔ یہ تمام امور ان کیلئے باعثِ مسرت واطمینان تھے۔ کیونکہ ان کے بیوہ ہونے کی وجہ سے کئی بڑے بڑے قریشی سردار انہیں پیغامِ نکاح دے چکے تھے جنھیں وہ رد کر چکی تھیں، ان کے فہم وفراست کا یہ عالم تھا کہ ان سردارانِ قریش کے پیغامات میں سے یہ بھانپ گئیں کہ یہ لوگ مال و جمال کے بھوکے ہیں، لیکن جب وہ نبیٔ اکرم ﷺ جیسے نوجوان سے متعارف ہوئیں تو آپ ﷺ کو ان لوگوں سے مختلف ایک متوکل وقانع شخص پایا۔

شیخ محمد غزالی فقہ السیرۃ میں لکھتے ہیں:

''جب مالِ تجارت کا حساب وکتاب ہونے لگتا تھا تو دوسرے لوگ شاید لالچ اور دھوکہ کر جاتے ہوں گے لیکن نبی ﷺ کا حساب دیتے وقت یہ عالم تھا کہ نہ مال کی غرض، نہ جمال کی حرص بلکہ اپنا فرض ادا کیا اور راضی برضا چل دیئے۔ یہ بات ''طاہرہ'' کو بھا گئی۔ اور وہ اسی گمشدہ دولت کی متلاشی تھیں۔ انہوں نے اپنے دل کی بات اپنی ایک سہیلی نفیسہ بنت منبہ سے کہی تو وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیغامِ نکاح لے کر نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں تاریخ وسیرت کی کتابوں میں متعدد متناقض روایات ملتی ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد زندہ تھے۔ اور انہیں شراب کے نشے میں مخمور کر کے اس شادی کا اقرار لیا گیا۔ کیونکہ وہ شادی کے خلاف تھا۔ اور ہوش میں آتے ہی اس نے پھر انکار کرنا چاہا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عار دلائی وغیرہ۔ یہ روایت نہ صرف کتبِ تاریخ وسیرت بلکہ مسند احمد❶ میں اور طبرانی میں بھی موجود ہے۔ اور امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اسکے رجال

❶ الفتح الربانی ۲۰ / ۱۹۷، ۱۹۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح کے رجال ہیں۔ لیکن امام طبری نے واقدی کے حوالے سے اس روایت کو غلط و غیر صحیح قرار دیا ہے۔ ❶

غرض ان روایات میں سے صحیح ترین روایت وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ ہے۔ اس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے پیغامِ نکاح کی بات اپنے چچوں سے کی، تو ان میں سے ابو طالب اور سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تاریخ نکاح کے تعین کیلئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد کے پاس گئے۔ کیونکہ بقولِ امام سہیلی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد حرب فجار سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ ❷

جب سفرِ شام سے واپسی کو تقریباً تین ماہ اور بالتحدید دو ماہ اور چوبیس دن۔ ❸ ہو گئے تو تاریخ معین پر ابو طالب، امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور تمام روساء خاندان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے اور پانچ سو طلائی درہم مہر کے عوض آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے بوقتِ نکاح خطبہ دیتے ہوئے کہا:

إِنَّ مُحَمَّداً لَا يُوْزَنُ بِهٖ فَتًى مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا رَجَحَ بِهٖ شَرَفاً وَنُبْلاً وَعَقْلاً وَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ قِلًّا، فَإِنَّ الْمَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ وَعَارِيَةٌ مُسْتَرْجِعَةٌ وَلَهٗ فِيْ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلَدَ رَغْبَةٌ وَلَهَا فِيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ. ❺

محمد (ﷺ) کا قریش کے کسی بھی جوان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو

---

❶ تاریخ طبری ۱/ ۶۲، ۶۳ اردو۔

❷ الروض الأنف ۲/ ۲۳۸، ۲۴۰، تحقيق عبد الرحمن الوكيل، مصر.

❸ بلوغ الاماني من اسرار الفتح الرباني ۲۰/ ۱۹۷، نقلاً عن بهجة المحافل للامام عماد الدين يحي بن ابي بكر العامري.

❺ فقه السيرة، ص: ۷۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرافت وذہانت اور فضیلت وعقل کے اعتبار سے آپ ﷺ کا پلہ ہی بھاری ہے۔ آپ ﷺ اگرچہ مادی اعتبار سے قلیل المال ہیں، لیکن مال کی حقیقت تو کچھ نہیں، یہ تو ڈھلتا سایہ اور شی مستعار ہے، آپ ﷺ خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کی رغبت رکھتے ہیں۔ اور خود خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی رغبت بھی آپ ﷺ سے نکاح کرنے کی ہے۔

اس خطبہ کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے اپنی بھتیجی کا نکاح نبی ﷺ سے کر دیا۔ اس نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ ❶

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا اور دوسرا نکاح

حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا تھا۔ اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد انہوں نے ابو ہالہ ہند بن نباس تمیمی سے نکاح کیا۔ جس سے ان کے تین لڑکے تھے اور یہ تینوں ہی شرف صحابیت سے نوازے گئے، یعنی صحابی ہوئے۔

پہلا بیٹا ہالہ تھا جس کا ذکر بخاری شریف میں یوں آیا ہے کہ جب وہ نبی ﷺ کے گھر آئے اور دروازے پر اجازتِ دخول طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ هَالَة».

یہ اظہار مسرت کا ایک انداز ہے۔

دوسرا بیٹا طاہر تھا جسے آپ ﷺ نے چوتھائی یمن کا حاکم مقرر فرمایا، اور وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد تک وہ اس عہدے پر برقرار رہا۔ اور عہدِ صدیقی میں جب

---

❶ سیرت ابن ہشام ۷۴/۱، ۱۷۱، البدایہ والنہایہ ۲/ ۹٤، ۲۹۳، رحمۃ للعالمین ۱/٤٤، ٤۳، سیرت النبی ﷺ شبلی ۱/ ۱۸۷، ۱۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو انہی نے مرتدوں کے ساتھ جنگ کی اور فتح پائی۔

تیسرا بیٹا ہند تھا جو پروردہ رسول ﷺ تھا۔ یہ جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے۔ انہیں وصاف النبی ﷺ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک نہایت خوبی اور صحت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے عتیق سے بھی ایک لڑکا عبد مناف اور لڑکی ہند ذکر کیے ہیں۔ ❶

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اولاد رسول ﷺ اور نظریہ مختارِ کل

حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نبی رحمت ﷺ کی پہلی بیوی تھیں۔ اور پچیس سال تک آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں، وہ جب تک زندہ رہیں، آپ ﷺ نے دوسری کوئی شادی نہیں کی۔ اور فرزندِ رسول ﷺ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا جو کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ باقی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکمِ طاہر سے تھی۔

نبی ﷺ کا پہلا بیٹا قاسم تھا، اور اسی کے نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم معروف ہوئی۔ یہ جگر گوشہ رسول بچپن میں ہی فوت ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمۃ الزہراء اور عبد اللہ رضی اللہ عنہم عطا فرمائے۔ اور یہ دوسرے بیٹے عبد اللہ عہدِ نبوت میں پیدا ہوئے، لہٰذا ان کا لقب طیب

---

❶ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۴ تا ۱۴۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ظاہر معروف ہوا۔

یہ عبداللہ اور ابراہیم بھی دونوں ہی بچپن میں وفات پا گئے۔ البتہ آپ ﷺ کی سب بیٹیاں جوان ہوئیں، اسلام لائیں اور سب نے ہجرت کی مگر حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے سواسب آپ ﷺ کی حیاتِ مبارک ہی میں وفات پا گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی نبی ﷺ کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد ہی ہو گیا۔ ❶

جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے:

«وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ». ❷

''اور وہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے (فوت ہو جانے کے) بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں''۔

جب نبی ﷺ کے نورِ نظر عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، تو کفار و مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ آپ (ﷺ) کی کوئی نرینہ اولاد باقی نہیں رہی۔ لہٰذا اب دنیا میں ان کا نام لینے والا کوئی نہیں رہا۔ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تیسویں پارے کی سورۃ کوثر نازل فرمائی، اور ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ فرما کر بتا دیا کہ آپ (ﷺ) کے دشمنوں کا نام لینے والا ہی کوئی نہیں رہے گا۔ اور اس کے برعکس نبی مکرم ﷺ کا ذکرِ خیر قیامت تک آذان و قامت اور نماز و درود شریف میں ایک عالم کی زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی رہے گا۔

اولاد پر فخر کرنے والے کیا جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تو تورات میں بشارت دے رکھی تھی کہ ہم اپنے نبی کا نام بلند کریں گے۔ جیسا کہ تورات میں ایک جگہ فرمایا:

---

❶ زاد المعاد ۲٦/۱ طبع قدیم، ابن ہشام ۱۷٤/۱، ۱۷۵، الروض الأنف ۲۳۲/۲، ۲٤۳، وفقه السنه

❷ صحیح مسلم ۱۷۵۹، ۵٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابد الآباد تک تیری ستائش کریں گے''۔ (۴۵۔۱۷)

دوسری جگہ فرمایا:

''اس کا نام ابد تک باقی رہے گا، لوگ اس کے باعث اپنے آپ کو مبارک کہیں گے، اور ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی''۔ (۷۲۔۱۷)

اور ایک مقام پر فرمایا:۔

''اس کے حق میں سدا دعا ہوگی۔ اور ہر روز اسے مبارک باد کہی جائے گی''۔ (۱۵۔۷۲)، ❶

اور جب نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دم توڑتے لخت جگر کو گود میں اٹھایا اور فرمایا:۔

«يَا إِبْرَاهِيمُ لَا نُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً».

''اے ابراہیم! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے''۔

پھر ارشاد فرمایا:

«لَوْلَا أَنَّهُ أَمْرٌ حَقٌّ وَوَعْدُ صِدْقٍ وَأَنَّ آخِرَنَا سَيَلْحَقُ أَوَّلَنَا لَحَزِنَّا عَلَيْكَ حُزْناً أَشَدَّ مِنْ هٰذَا وَ إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ، تَبْكِي الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ».

''ہم جانتے ہیں کہ موت تو امرِ حق اور وعدۂ صدق ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے چلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو ہم فراقِ ابراہیم کا غم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ اور

---

❶ رحمة للعالمين ۲/ ۹۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(موت کے یقینی ہونے کے باوجود) اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں غمزدہ ہیں، آنکھوں میں آنسو اور دل میں غم ہے مگر زبان سے ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو ہمارے رب کو ناپسند ہو"۔ ❶

یہی بات کتب تاریخ وسیرت کے علاوہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے

بخاری شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

«إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ».

"آنکھیں اشکبار ہیں اور دل غمزدہ ہے۔ مگر زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہو، اور اسے راضی کردے، اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں غمزدہ ہیں"۔ ❷

قارئین کرام! ان الفاظ میں منصب ومقامِ نبوت کی شان کا اندازہ کریں، دم توڑتے بچے کو گود میں اٹھایا تو توحیدِ باری تعالیٰ کی تعلیم کا زبردست نقطہ بیان فرمادیا، کہ:

"اے ابراہیم! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نہ صرف لمحۂ فکریہ بلکہ تازیانۂ عبرت ہیں ہمارے ان بھائیوں کیلئے جو حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں غلو سے کام لیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختارِ کل شمار کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا ہے کہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور صرف وہی مختارِ کل ہے۔ جس کے اختیارات لامحدود ہیں۔ اور بچے سے مخاطب ہو کر پوری امت کو بتادیا کہ ہمارے اختیارات کا عالم تو یہ ہے کہ:

---

❶ رحمة للعالمين ۲/ ۹۷.

❷ بخاري مع الفتح ۳/ ۱۷۲، ۱۷۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا نُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا».

''حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے''۔

اگر آپ ﷺ ہمارے بنائے ہوئے تصورات کے مطابق مختارِ کل ہی ہوتے تو کم از کم اپنے دم توڑتے بچے کی سانس ہی روک لیتے۔ اگر حکمِ الٰہی کے سامنے اپنے اس عجز وانکساری کے باوجود بھی آپ ﷺ مختارِ کل ہی ہیں تو ہمارے اس عقیدہ کے حامل بھائی آپ ﷺ کے ان الفاظ کا ترجمہ وتعبیر کیا کریں گے؟

وفاتِ ابراہیم رضی اللہ عنہ پر سورج کو گرہن لگ جانا

قدیم عربوں کا عقیدہ تھا کہ جب کسی بڑے آدمی کی وفات ہو تو چاند یا سورج کو گرہن لگ جاتا ہے اور جب ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اتفاق یہ ہوا کہ اسی دن سورج کو گرہن لگ گیا۔ تو بعض مسلمانوں نے بھی اسی بات کا اظہار کیا۔ جب یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوا حَتّٰى تَنْكَشِفَ». ❶

''بے شک چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور یہ کسی کی موت وحیات سے نہیں گہناتیں جب تم انہیں اس حالت میں دیکھو تو دعا کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ گرہن کھل جائے''

❶ بخاری و مسلم عن المغیرة ابن شعبه

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلوٰۃ الکسوف:

اس ارشادِ نبوی ﷺ کی رُو سے سورج یا چاند کے گرہن لگنے پر دو رکعت نماز ادا کرنا سنت ہے۔ اس نماز کو صلوٰۃ الکسوف یا الصلوٰۃ الخوف کہا جاتا ہے جنہیں ادا کرنے کا تفصیلی طریقہ مسائل نماز میں ذکر ہوگا۔ اور نماز کا متعلقہ حصہ بھی چھپ کر منظر عام پر آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

عقیدہ ''مختارِ کل'' اور حضرت پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

بعض لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہر ماہ ایصالِ ثواب کیلئے ''گیارہویں'' بھی دیتے ہیں۔ اور انہیں نہ صرف پیر بلکہ ''پیرانِ پیر'' مانتے ہیں۔

ان کی تعلیمات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک زندگی، موت، خوشی، غم سب کچھ صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ دم مار سکے۔ اس کے سامنے ساری مخلوق ایک بے بس قیدی کی مانند ہے۔ اور انبیاء واولیاء بھی اس کے فیصلے کے پابند ہیں۔

اس مسئلہ میں قرآن وسنت کی نصوصِ قطعیہ سے صرفِ نظر بھی کر لیں تو شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں اور عام مسلمانوں کیلئے ان کی تعلیمات میں بھی کافی کچھ موجود ہے۔ نبی ﷺ کو ''مختارِ کل'' ماننے والے گوش ہوش سے سنیں۔ پیر موصوف اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ نمبر:۱۷ میں لکھتے ہیں:

''ساری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح سمجھو جس طرح ایک بادشاہ ہے جس کا ملک بہت بڑا اور وسیع ہے جس کا حکم سخت اور دل ہلا دینے والا ہے۔ اس نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر، اسے ایک صنوبر کے درخت کے ساتھ ایک دریا کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنارے لٹکا دیا ہے۔ جس دریا کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا، گہرائی زیادہ اور بہاؤ انتہائی زوروں پر ہے، اور خود بادشاہ ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ جس تک پہنچنا مشکل ہے، تشریف فرما ہے۔ اور اس بادشاہ کے پاس تیرو تلوار اور نیزہ وکمان وغیرہ ہتھیار اتنے ہیں کہ اس کا اندازہ اس بادشاہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب ان اشیاء میں سے جو چیز چاہتا ہے، اس قیدی کو اٹھا کر مار دیتا ہے۔ وہ قیدی چونکہ جکڑا ہوا ہے اور اونچی جگہ پر ہے۔ اس لیے نہ وہ ہل سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے چھڑا سکتا ہے جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھیں۔ اگر وہ اس قیدی سے ڈریں اور اس سے نفع ونقصان کی امیدیں رکھیں۔ اور اس بادشاہ سے نہ رکھیں تو ان کیلئے صد حیف وافسوس ہے۔ جو شخص ایسا کرے کیا وہ عقل کے قضیہ میں بے عقل و بے ادراک، دیوانہ اور نوع انسانی سے خارج حیوان وچوپایہ نہیں ہے''؟

اور سورہ یونس، آیت: ۱۰۷ کی تشریح کے دوران ہر قسم کے نفع ونقصان کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں محصور کرتے ہوئے ''فتوح الغیب'' مقالہ نمبر: ۱۸ میں لکھتے ہیں:

''نفع ونقصان، عزت وذلت، بلندی وپستی، غریبی وامیری اور کسی چیز کو حرکت دینا یا ٹھہرانا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ تمام اشیاء اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور اس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ ان کا جاری ہونا یا چلنا اسی کے اذن وحکم سے ہے۔ ہر چیز ایک مقررہ مدت کیلئے جاری ہے، اور اس کے یہاں ہر چیز ایک اندازے میں ہے، جسے وہ پیچھے کر دے اُسے آگے کرنے والا کوئی نہیں، اور جسے وہ آگے کر دے، اسے پیچھے کرنے والا کوئی نہیں''۔

چنانچہ سورہ یونس، آیت ۱۰۷ میں ارشاد الٰہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ آپ کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ آپ کو بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل وکرم کو آپ سے روکنے والا کوئی نہیں''۔ ❶

حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ''مختارِ کل'' صرف اللہ تعالیٰ ہے دوسرا کوئی نہیں۔ کوئی نبی ہو یا ولی، پیر ہو یا امام، سب اسی کے فیصلہ کے پابند ہیں۔ اور مذکورہ آیت کی تشریح کے طور پر تفسیر کبیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خازن، اور تفسیر ابن کثیر میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے۔

ایسے ہی سورہ انعام، آیت: ۱۷، اور سورہ جن، آیت: ۲۱ میں بھی مذکور ہے:

﴿قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا﴾.

''رفعِ ضرر اور جلبِ منفعت نبی کے اختیار میں نہیں ہے، اور نہ ہی آپ دافع البلاء ہیں''

حتیٰ کہ سورہ اعراف، آیت: ۱۸۸ میں تو واضح طور پر مذکور ہے:

﴿قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا﴾.

''کہ خود نبی اپنی ذات کیلئے بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں''۔

اور جب انبیاء ورسل اور خاص کر امام الانبیاء ﷺ کے ''اختیارات'' کا یہ عالم ہے تو پھر افسوس ہے ان لوگوں پر جو آپ ﷺ کو ''مختارِ کل'' مانتے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ جہالت کی وجہ سے انبیاء ورسل تو کجا، وہ تو تمام اولیاء اللہ کو ''مختارِ کل'' کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک اللہ کو ''مختارِ کل'' ماننے کی تعلیم دینے اور

---

❶ بحوالہ مرشد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ حقانی، از مولانا محمد حنیف یزدانی۔ طبع لاہور۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی تمام مخلوق سے اس ''عہدۂ خاص'' کی نفی کرنے والے بزرگ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ ''عہدہ'' تھما دیا گیا ہے۔

ایک وظیفہ کی حقیقت:

پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں نے ایک ''وظیفہ'' ایجاد کر رکھا ہے: ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' جو کہ سراسر شرک ہے۔ اور صفاتِ الٰہی کو اس کے بندوں میں ماننے کے جرم کا ارتکاب ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید، ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ''بیہقیٔ وقت'' اور ان کے ہم سبق مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ''علم الہدیٰ'' حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین، ص:۹ پر لکھتے ہیں:۔

''اور جاہل لوگ جو یہ کہتے ہیں ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شیئاً للہ''۔ ''یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ'' یہ کہنا جائز نہیں بلکہ شرک وکفر ہے''۔

اور ممتاز حنفی محدث وفقیہہ ابو الحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے ''فتاویٰ'' جلد دوم، ص:۴۴ پر لکھتے ہیں۔

''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' جیسے وظیفے سے احتراز لازم وواجب ہے۔ کیونکہ یہ وظیفہ ''شیئاً للہ'' کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ اور فقہاء میں سے بعض نے ایسے الفاظ پر کفر کا حکم لگایا ہے''۔

جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید، عارف باللہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص اور خواجہ غلام محی الدین قصوری کے پیرومرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''درّ المعارف'' ص:۵۴ پر لکھتے ہیں۔

''ایک دن میں نے ''یا شیخ عبدالقادر (جیلانی) شیئاً للہ'' کہا۔ تو میرے کانوں میں غیب سے آواز آئی کہ (اس طرح نہیں) یوں کہا کرو،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ شَیْئًا لِلّٰہِ۔ ❶

یہ ہے اس وظیفے کی اصل حقیقت، جسے بریلوی مکتب فکر کے لوگ دینی ودنیوی امور کشائشِ رزق، قیدیوں کی رہائی، حلِ مشکلات، دفعِ بلیات اور قضائے حاجات کیلئے بڑے جوش وجذبہ اور تکرار سے پڑھتے ہیں۔

اندازہ فرمائیں کہ جس کا پڑھنا کفر وشرک ہو، جو جعل سازی کا پلندہ اور ایجادِ بندہ ہو اس سے کیا قضائے حاجت ہوگی؟ اور جسے خلفاء وصحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین وائمہ اربعہ، محدثین وفقہاء اور صوفیا رحمہم اللہ میں سے کسی نے نہ پڑھا ہو، نہ پڑھنے کی تعلیم دی ہو تو اسمیں بھلا خیر کہاں سے آئے گی؟ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ"۔

از بطن خدیجہ رضی اللہ عنہا

تعداد اولاد رسول ﷺ کے بارے میں غلط فہمی!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن طاہر سے نبی ﷺ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ جبکہ ایک بیٹا حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے تھا۔ اس طرح آپ ﷺ کے کل تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

مگر اولادِ رسول ﷺ کے سلسلہ میں بعض اہلِ سنت اور اکثر شیعہ سیرت نگاروں میں ایک عجیب قسم کا ''اختلافی اتحاد'' پایا جاتا ہے۔ وہ یوں کہ:

''بعض اہل سنت سیرت نگاروں نے نبی ﷺ کے تین کی بجائے پانچ بیٹے شمار کردیئے ہیں۔ چار بیٹے قاسم، عبداللہ، طیب اور طاہر بطنِ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے، ایک اور بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ شکمِ ماریہ رضی اللہ عنہا سے''۔

❶ بحوالہ مرشد جیلانی رحمہ اللہ ارشاداتِ حقانی، ص: ۵۴، ۵۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تعداد اور اصل اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ، طیب اور طاہر تین الگ الگ بیٹے شمار کیے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں، بلکہ تمام محقق سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طیب، طاہر اور عبداللہ ایک ہی بچے کے نام ہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ عبداللہ جو کہ عہدِ نبوت میں پیدا ہوئے تھے۔ اس مولودِ مسعود کا نام تو عبداللہ ہی رکھا گیا تھا مگر وہ طیب اور طاہر کے لقب سے بھی پکارے جاتے تھے۔ تو گویا نام تین ہیں، مگر بچہ ایک ہی ہے۔ اس طرح صحیح یہی ہے کہ: (آپ ﷺ کی نرینہ اولاد صرف تین بیٹے تھے نہ کہ پانچ)۔ ❶

ادھر ہمارے شیعہ حضرات ہیں تو انہوں نے کسی غلط فہمی سے کوئی اضافہ کرنے کی بجائے اپنے بعض نظریات مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول ﷺ کا دامادِ وحید ثابت کرنے کا نظریہ، تاکہ اس طریقے سے حضرت عثمان ذوالنورین اور ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو شرفِ دامادی سے محروم کیا جاسکے، اور پھر اسی پر اپنے عقائد کی عمارت تعمیر کی جاسکے اس نظریہ کو سہارا دینے کیلئے آپ ﷺ کی بیٹیوں کی تعداد میں عمداً وقصداً اس حد تک کمی کردی کہ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہی حقیقی بیٹی مانا۔ اور باقی تین کی نفی کردی۔ حالانکہ نہ صرف اہلِ سنت مؤرخین بلکہ خود بعض محقق ومنصف مزاج شیعہ اہلِ علم نے بھی اعتراف کیا ہے کہ آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔

جیسا کہ ان کی معتبر کتاب ''اصول کافی'' اس بات پر شاہد ہے جس کے مؤلف الشیخ ابوجعفر بن یعقوب الکلینی الرازی نے ص: ۲۷۸ (طبع ہند نول کشور) میں لکھا ہے کہ:

> ''نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ اور چاروں ہی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ طاہر سے تھیں''۔

---

❶ زاد المعاد ۱/ ۱۰۳ تحقیق الارنا ؤوط۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا قاسم سے چھوٹی اور باقی سب بہن بھائیوں سے بڑی تھیں۔ ان کی شادی اپنے خالہ زاد (یعنی ہالہ بنت خویلد کے بیٹے) ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ ان کا ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی اُمامہ تھیں۔ وہ اُمامہ جن کا ذکر صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی شریف میں موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گود میں لے کر ایک نماز ادا فرمائی تھی۔

دُوسری بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو المبشر بالجنۃ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جن کا ایک ہی بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ جو چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

اور تیسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی دو بیٹیوں کے یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنے کی وجہ سے ہی انہیں ''ذوالنورین'' کا خطاب ملا جو اس بات کی شہادت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شریکِ حیات اور حسنین رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں۔ ❶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کو تسلیم کرنے اور تین کا انکار کرنے والے حضرات تاریخی شہادتوں کو چھوڑیں، صرف قرآنِ پاک کی سورۂ احزاب، آیت: ۵۹ کھول کر دیکھ لیں جس میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ...﴾

(سورة الاحزاب: ۵۹)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو...''۔

---

❶ رحمة للعالمین ۲/۱۰۰ تا ۱۲۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت حجاب میں اللہ تعالیٰ نے عہدِ نبوی کی مومنات کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:۔

❶ ازواج النبی ﷺ ❷ بنات النبی ﷺ۔ ❸ نساء المؤمنین رضی اللہ عنہن۔

اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ لفظِ بنات، بنت کی جمع ہے۔ اور عربی میں جمع کا صیغہ دو سے زیادہ کیلئے ہوتا ہے۔ یعنی تین یا تین سے بھی زیادہ تو اس آیت میں خود ارشادِ الٰہی گواہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی نہ ایک، نہ دو بلکہ کم از کم تین یا تین سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ''بَنَاتِكَ'' جمع کا صیغہ فرما کر تین یا تین سے زیادہ کا اشارہ دے دیا ہے تو پھر آپ ﷺ کی چار بیٹیاں ماننے میں کونسا امر مانع ہے؟

اب اگر یہ شیعہ حضرات کہیں کہ بنات میں آپ ﷺ کی بیویوں کی سابقہ شوہروں سے بیٹیوں کو بھی مجازاً بیٹیاں شمار کر کے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، تو یہ بات کئی وجوہ کی بناء پر نا قابلِ قبول ہے۔

اسی سورۃ احزاب کی ابتدائی آیات میں سے پانچویں آیت میں:

اولاً: اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ﴾.

''انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے''۔

جب ذاتِ الٰہی خود حکم دیں کہ ہر ایک کو اس کے باپ کے نام سے پکارو، اور پھر وہی ذاتِ الٰہی اسی سورت کے آٹھویں رکوع، آیت: ۵۹ میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتائیں، جو دراصل آپ ﷺ کے خون سے نہیں تھیں۔ یہ بات نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرین قیاس ہے اور نہ قرینِ انصاف، بلکہ قرآنِ کریم پر اس بدظنی کے مترادف ہے کہ اس میں بھی اختلاف وتناقض پایا جاتا ہے۔ جو کہ نہ صرف توہینِ قرآن بلکہ گستاخی وکفر ہے۔

ثانیاً: اس کلامِ محکم پر قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو۔ کیونکہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے، اور منطوقِ الٰہی کے سامنے قیاسِ انسانی کی کیا منزلت؟

ثالثاً: عربی ایسی وسیع زبان ہے کہ اس میں بیویوں کی بیٹیوں کیلئے الگ لفظ موجود ہے خود قرآن نے ایسی لڑکیوں کیلئے لفظ ''ربائب'' استعمال کیا ہے۔ لفظِ ''بنات'' نہیں۔

جیسا کہ سورۂ نساء، آیت: ۲۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲۳)

''اُن لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو''۔

الغرض کلام اللہ کے لفظ ''بَنَاتِكَ'' نے اہلِ سنت علماءِ نسب اور چار بیٹیاں تسلیم کرنے والے شیعہ اہلِ علم کی تحقیقات کی تصدیق فرما دی ہے۔

اور یاد رہے نبی ﷺ کی ربائب چار تھیں۔ درہ، زینب وام کلثوم یہ تینوں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیاں تھیں۔ اور چوتھی حبیبہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں۔ دیگر ازواج النبی ﷺ میں سے کسی کی پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔

اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ سے ۴ھ میں تھا۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۶ھ میں۔ اس طرح مذکورہ لڑکیوں کو ربائب ہونے کا درجہ ۴ھ سے پہلے حاصل نہ تھا۔ جبکہ بنتِ رسول ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر ۲ھ میں ہونے والے غزوۂ بدر کے اسیران کے فدیہ میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جہیز میں دیا ہوا ہار، اپنے شوہر ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی رہائی کیلئے بھیجا تھا جو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ ٦ھ میں اسلام لائے۔

اور ام کلثوم و رقیہ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہجرت سے بھی پہلے ابولہب کے خاسرانہ اعمال میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بہنیں اس بدبخت کی بہویں بنی تھیں۔ مگر اسے یہ سعادت راس نہ آئی۔ اور اس نے خود اپنے بیٹوں سے انہیں طلاق دلوادی تھی۔ پھر ان ہر سہ بنات رسول ﷺ کا انتقال حیاتِ نبوی ﷺ میں ہوا۔ مگر مذکورہ ربائب ارتحالِ نبوی ﷺ کے بعد بھی دیر تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جن کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔ (1)

اس ساری تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ نبی ﷺ کی صرف ایک نہیں بلکہ زیادہ اور بالتحدید چار صاحبزادیاں تھیں۔

فضیلت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اوصافِ حمیدہ اور فضائلِ جلیلہ تو الگ ایک موضوع ہے۔ لیکن یہاں صرف ایک دو احادیث پر ہی اکتفا کریں گے۔

ان کیلئے یہی فضیلت کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام انہیں سلام بھیجا۔ اور جنت میں گھر عطا کرنے کی خوشخبری دی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا:

---

(1) رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۰۱۔ ۱۰۲ متن وحاشیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ وَطَعَامٌ، فَإِذَا أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ». ❶

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آ رہی ہیں۔ ان کے پاس برتن میں سالن اور کھانا ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے انہیں سلام کہیں۔ اور جنت میں گھر ملنے کی خوشخبری بھی دے دیں۔ جو ہیرے کا بنا ہوا ہے۔ اس گھر میں نہ کوئی شور وشغب ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی تھکاوٹ ہوگی''۔

اور یہ وہ شرف ہے جو دنیا کی کسی بھی دوسری عورت کو نصیب نہیں۔ اور صحیحین میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں ''خیر نسآء زمانہا'' کا خطاب عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

«خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ». ❷

''مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا (اپنے زمانے کی) عورتوں میں سے بہترین عورت تھیں اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے بہتر تھیں''۔

---

❶ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ، تحقیق البانی ٦١٧٦.

❷ متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ۔ رقم الحدیث ٦١٧٥.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادق وامین اور تعمیر کعبہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد نبی ﷺ کا سارا وقت ذکرِ الٰہی، کائنات میں تفکر وتدبر اور بنی آدم کی فلاح و بہبود میں پورا ہوا کرتا تھا۔ انہی دنوں نبی اکرم ﷺ نے مختلف قبائل کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کو جمع کیا۔ اور ملک میں پائی جانے والی بدامنی، راستوں کے پُرخطر ہونے، مسافروں کے چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ہاتھوں لٹنے اور غرباء و مساکین پر دولت کے گھمنڈ میں ظلم کرنے والے لوگوں کے مظالم بیان کیے۔ اور ان جمع شدہ لوگوں کو ان سب امور کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن یا کمیٹی قائم ہوگئی جس میں بنوھاشم، بنومطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنوتمیم شامل تھے۔ اس کمیٹی کے ممبر یہ عہد واقرار کیا کرتے تھے کہ:۔

☆ ہم ملک سے بدامنی دُور کرنے کی تدابیر اختیار کریں گے۔

☆ مسافروں کی حفاظت کے انتظامات کریں گے۔

☆ غرباء ومساکین کی امداد کیا کریں گے۔ اور زبردست کو زیردست پر ظلم وستم ڈھانے سے ہر ممکن طریقہ اختیار کر کے روکا کریں گے۔

اس انجمن کے قیام اور تدابیر سے بنی آدم کے جان ومال کی بڑی حد تک حفاظت ہوگئی ایسے ہی نیک قومی ورفاہی اور سماجی کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی ذاتی شرافت وصداقت اور پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ لوگوں کے دلوں میں اس قدر محبوب ہو چکے تھے کہ وہ آپ ﷺ کو نام لے کر نہیں بلکہ الصادق یا الامین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جو آپ ﷺ کی راستبازی وامانت داری کا ثبوت تھا۔ [1]

نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے صرف پانچ سال پہلے تک خانہ کعبہ صرف نو

---

[1] رحمۃ للعالمین ۱/ ۴۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ اونچی چاردیواری پر مبنی تھا۔ اس پر چھت نہیں تھی۔ لہٰذا خانہ کعبہ شریف میں پڑے خزانے سے چوری ہو گئی۔ اس کے علاوہ اسی سال مکہ المکرمہ میں ایک زبردست سیلاب آیا جو "سیلِ عرم" کے نام سے معروف ہے۔ اس سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواریں نہایت متاثر ہوئیں۔ انہیں زنگ وکائی لگنے کے ساتھ ساتھ وہ گرنے کے قریب ہو گئیں تو قریش کعبہ شریف کی تعمیرِ جدید کیلئے تیار ہو گئے۔ ❶

یہاں یہ بات بطورِ خاص یاد رکھیں، تجدیدِ تعمیرِ کعبہ کی ضرورت مرورِ زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی، ورنہ کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے تو ڑ پھوڑ کرنے اور منہدم کرنے کا واقعہ اس مبارک عمارتِ کعبہ کے ساتھ پانچ ہزار سال سے کبھی نہیں ہوا۔ جبکہ ہیکلِ یروشلم کے ساتھ بارہا ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا شرف ہے جو کعبہ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے عبادت خانے کو حاصل نہیں۔ ❷

قریش نے جب تجدیدِ تعمیرِ کعبہ کا پختہ ارادہ کر لیا تو پدرِ رسول ﷺ کے ماموں ابووہب بن عمر و مخزومی کے کہنے پر پہلے سب نے یہ عہد کیا کہ تعمیرِ کعبہ میں جو شخص جتنا بھی حصہ ڈالنا چاہے وہ صرف مالِ حلال وطیب میں سے ہونا چاہیئے۔ کوئی کسی عورت کی کمائی، سود کا پیسہ یا کسی سے ظلماً لیا ہوا مال شامل نہ کرے۔ اس طرح جب پرانی دیواروں کو گرانے کا وقت آیا۔ تو سب ڈرنے لگے کہ کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ آجائے اور چونکہ وہ کعبہ کو گرانے نہیں بلکہ تعمیر کرنے والے تھے، ان کی نیت صاف تھی۔ اسی بات کے پیشِ نظر سب سے پہلے ولید بن مغیرہ مخزومی نے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نُرِیْدُ اِلَّا الْخَیْرَ۔

"اے اللہ! ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں چاہتے"۔

---

❶ ابن ھشام ۱/ ۱۷۸، فقه السیرة ص :۸۳، الرحیق المختوم ص :۷۰.

❷ رحمة للعالمین ۱/ ۴۳حاشیة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہتے ہوئے پرانی دیواروں کو گرانے کا آغاز کیا۔ اور جب دوسرے لوگوں نے دیکھ لیا کہ انہیں کچھ نہیں ہوا تو وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور قواعد واساسِ ابراہیم علیہ السلام تک کی پرانی دیواریں مسمار کر دیں۔ ❶

تعمیر کعبہ اور نبی ﷺ کا حَکَم مقرر ہونا

کعبہ شریف کے معمارِ اوّل، جدالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ اس وقت ان کے ساتھ ان کے لختِ جگر اور نبیٔ رحمت ﷺ کے جدِ اعلیٰ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام بھی تھے۔ اور تعمیر کعبہ سے فارغ ہو کر ان برگزیدگانِ الٰہی نے دعا مانگی تھی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ (سورة البقره : ۱۲۹)

''اے ہمارے ربّ! ان (اہلِ مکہ) میں انہی میں سے رسول بھیج''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کی جو کہ نبیٔ رحمت ﷺ کی بعثت کی شکل میں ہوئی۔

اور اب حکمتِ الٰہی نے چاہا تو نبیٔ رحمت ﷺ کی بعثت سے صرف پانچ سال قبل جبکہ آپ ﷺ کی عمرِ شریف پینتیس (۳۵) سال تھی۔ قریش تجدیدِ تعمیر پر متفق ہو گئے۔ اور نبیٔ آخر الزماں ﷺ نے تعمیرِ کعبہ میں عملی طور پر حصہ لیا۔ پتھر اٹھائے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شانے مبارک زخمی ہو گئے۔

اس مرتبہ جب تعمیرِ کعبہ کا کام شروع ہوا تو حسنِ اتفاق سے جدہ کے قریب ایک سمندری جہاز کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ قریش کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو ولید بن مغیرہ مخزومی نے جدہ پہنچ کر کعبہ شریف کی چھت ڈالنے کیلئے اس جہاز کی لکڑی خرید لی۔ اور اس جہاز میں باقوم نامی ایک رومی معمار بھی تھا۔ ولید اسے بھی ساتھ لے

---

❶ البدایہ والنہایہ ۲/ ۱۹۸ تا ۳۰۱۔ ابن ہشام ۱/ ۱۷۹۔ ۱۷۸۔ طبری اردو ۱/ ۶۳ تا ۶۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیا۔ اور اسی کی نگرانی میں تعمیرِ کعبہ کا کام شروع ہوا۔ تعمیر کا کام تمام قبائلِ قریش نے مل بانٹ کر کیا۔ ان مختلف قبائل کے مابین کعبہ شریف کے مختلف حصے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ تعمیر کعبہ کے شرف سے کوئی شخص محروم نہ رہے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

تعمیرِ کعبہ کے وقت بابِ کعبہ والی دیوار بنی عبد مناف و بنی زہرہ کے حصے، رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کی درمیانی دیوار بنی مخزوم اور بعض دیگر قبائلِ قریش کے حصے، چھت کا کام بنی جمح و بنی سہم کے حصے، اور حطیم کی طرف والی دیوار بنی عبدالدار کے حصے آئی۔ جبکہ حطیم کی دیوار بنی اسد و بنی عدی کے حصے آئی تھی۔ ❶

جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف رونما ہوا۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کی تنصیب کا شرف اسے ہی نصیب ہو۔ چار دن مسلسل یہ جھگڑا چلتا رہا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تلواریں نیاموں سے نکل آئیں۔ اور خطرہ تھا کہ خونریز جنگ شروع ہو جائے۔ آخر پانچویں دن قریش کے سب سے عمر رسیدہ شخص ابوامیہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ کسی شخص کو حَکم یا ثالث مقرر کر کے اس کے فیصلے پر عمل کیا جائے۔ سب نے اس بات کو پسند کیا۔ اور اتفاق کر لیا اور یہ طے پایا کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہو اسے حَکم مانا جائے۔ اس تجویز کو بھی سب نے تسلیم کر لیا۔

اگلی صبح تمام قبائل کے سردار اور آدمی موقع پر پہنچ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں اب اس بابِ صفا میں سے کون شخص سب سے پہلے داخل ہوتا ہے۔

اب کرشمۂ ربانی دیکھیں کہ سب سے پہلے لوگوں کی نظر جس پر پڑی وہ جمالِ جہانتاب، رخِ زیبائے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی تمام

---

❶ البدایہ والنہایہ ۲ / ۳۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معززین قریش پکار اٹھے:

«آتَاكُمُ الْأَمِينُ، هٰذَا الْأَمِينُ ارْتَضَيْنَاهُ حُكْمًا، هٰذَا الْأَمِينُ رَضِينَاهُ». ❶

''یہ لوامین آگیا، اور ہم امین کو اپنا حَکم ماننے پر رضا مند ہیں''۔

رحمت عالم ﷺ نے انتہائی زیرکی و معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر اختیار فرمائی کہ سب ہی خوش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھائی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے حجرِ اسود کو اٹھا کر اس چادر کے وسط میں رکھ دیا۔ پھر تمام قبائل کے سرداروں کو کہا کہ چادر کو اطراف سے پکڑ کر اٹھاؤ۔ اسی طرح حجرِ اسود کو اس مقام تک لایا گیا جہاں اسے نصب کرنا تھا۔ وہاں پھر آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے اٹھایا اور دیوارِ کعبہ میں نصب کر دیا۔ ❷

یوں آپ ﷺ نے اس حسنِ تدبیر سے نہ صرف ایک خون آشام جنگ کا خطرہ ٹال دیا۔ بلکہ تمام قبائل کو اس شرف میں شامل کر کے شیر و شکر کر دیا۔ کعبہ شریف کی عمارت پر اب چھت ڈال دی گئی تھی۔ مگر سامان تعمیر چونکہ کافی نہ تھا۔ لہٰذا ایک طرف سے کچھ جگہ چھوڑ کر بنیادیں قائم کی گئیں۔ اور اس حصے کے گرد چار دیواری کھینچ دی کہ پھر کبھی موقع بنا تو شامل کر لیں گے۔ یہی نصف دائرہ کی شکل والا حصہ حِجر یا حطیم کہلاتا ہے جس کے بارے میں عہدِ نبوت میں آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا کہ اسے بھی کعبہ میں شامل کر دوں مگر پھر خیال آیا کہ نئے نئے مسلمان ہیں دیوارِ کعبہ کو گرانے سے کہیں بدگمان نہ ہو جائیں۔ ❸

---

❶ البداية ٢/ ٣٠٣. الفتح الرباني ٢٠/ ١٩٨ تا ٢٠١. فقه السيره ٨٣، ٨٤. رحمة للعالمين ١/ ١٤٤، ٤٦.

❷ مسند احمد ٢/ ٤٢٥. اورالبانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ انظر فقه السيره محمد غزالي. ص: ٨٤.

❸ بخاري ومسلم في كتاب الحج.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کعبہ شریف کی چھت چھ ستونوں پر پندرہ میٹر اونچی ہے۔ بابِ کعبہ زمین سے دو میٹر، اور حجرِ اسود زمینِ مطاف سے ڈیڑھ میٹر اونچائی پر ہے۔ بابِ کعبہ اور مقابل والی دیوار کی لمبائی بارہ بارہ میٹر، اور رکنِ یمانی و حجرِ اسود کی درمیانی اور اس کی مقابل والی دیوار کی لمبائی دس میٹر ہے۔ ❶

بعثت نبوی ﷺ کے بعد تعمیر کعبہ، اور چند حکایتیں

دوسری مرتبہ تعمیرِ کعبہ بعثتِ نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل ہوئی۔ جس میں آپ ﷺ بھی شریک ہوئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کی ضرورت پڑی تو انہوں نے حطیم کو خواہشِ نبوی ﷺ کے مطابق کعبہ میں شامل کر دیا۔ پھر عبدالملک بن مروان کے زمانے میں تعمیر ہوئی اور انہوں نے حطیم کو پھر الگ کر دیا۔ اس کے بعد اسی حالت پر ہے۔

امام سہیلی اور بعض دیگر سیرت نگاروں نے جو یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے فرشتوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے، پھر ان کے بیٹے شیث علیہ السلام نے، اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا طواف کیا۔

یہ سب بلاثبوت و بلا اصل باتیں ہیں۔ کسی صحیح حدیث سے ان امور کا پتہ نہیں چلتا بلکہ قرآن و سنت سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ اولین معمارِ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے.

اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

جب طوفانِ نوح علیہ السلام آیا تو کعبہ شریف موجود تھا۔ مگر پانی اس پر نہیں چڑھ سکا۔ اور نوح علیہ السلام نے سفینے میں بیٹھے بیٹھے اس کا طواف کیا، اور سب سے پہلے ایک

---

❶ الرحیق المختوم ص:۷۱۔ تعمیرِ کعبہ کی مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے زرقانی ۱/ ۲۳۶،۲۴۰ سیرت النبی ۱/ ۱۸۴،۱۸۵ الروض الانف ۲/ ۲۶۴،۲۶۳ ابن ہشام ۱/ ۱۸۱،۱۸۲، طبری اردو ۱/ ۶۸، ۶۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مچھلی نے کعبہ کی پناہ مانگی تھی جو کہ چھوٹی سی تھی۔ اور بڑی مچھلی سے ڈر گئی تھی۔ یہ سب اساطیر اور کہانیاں ہیں جو کہ بے سند و بے ثبوت ہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ حضرت ہود و صالح علیہما السلام نے بھی حج بیت اللہ کیا جبکہ اس سلسلہ میں بھی کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

اور امام سہیلی و حافظ ابن کثیر نے البدایۃ میں پرانی عمارتِ کعبہ کے مسمار کرنے کے دوران ایک کاغذ یا سہ کونہ پتھر ملنے کی حکایت نقل کی ہے جس میں اِنِّیْ اَنَا ذُوْ بَكَّةَ...... لکھا تھا۔ یہ قصہ بھی سراسر بے سروپا اور مصنوعی ہے۔ [1]

سیرت النبی ﷺ قبل از بعثت اجمالی نظر

نبی ﷺ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی کے تمام مرحلے ہر قسم کی فضول حرکات وسکنات سے قطعی پاک تھے بلکہ اس زمانے میں کام کاج میں یا کسی بھی ضرورت کے وقت تہبند اتار دینا معمولی بات تھی۔ مگر نبی ﷺ سے بعثت سے قبل بھی ایسا کوئی واقعہ سرزد نہیں ہوا۔ بلکہ صحیح بخاری و مسلم شریف میں روایت موجود ہے کہ تعمیر کعبہ کے دوران جب آپ ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ پتھر اٹھایا کرتے تھے۔ اور کندھوں مبارک پر کوئی کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے شانے مبارک زخمی ہو گئے تو آپ ﷺ کے چچا نے ازراہِ شفقت کہا:

اِجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ يَقِيْكَ الْحِجَارَةَ.

''اپنا تہبند اتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں تا کہ پتھر سے بچ جائیں''۔

تو ان کی اس نصیحت پر عمل کرنا ہی تھا کہ آپ ﷺ زمین پر گر گئے۔

فَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَاءِ (فَقَالَ:) اِزَارِيْ، اِزَارِيْ فَشُدَّ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے تعلیق الشیخ عبد الرحمن الوکیل، رئیس انصار السنہ مصر، علی الروض الانف جلد دوم صفحات ۲۶۶، ۲۶۹، ۲۷۸، ۲۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ فَمَا رُؤِيَ بَعْدُ عُرْيَانًا ». ❶

''اور آپ (ﷺ) کی آنکھیں آسمان کی طرف جم گئیں۔ اور آپ (ﷺ) نے فرمایا: میری چادر، میری چادر۔ فوراً آپ ﷺ کو چادر دی گئی جو آپ ﷺ نے باندھ لی۔ اور اس کے بعد تا حین حیات آپ ﷺ کبھی عریاں نہیں دیکھے گئے''۔

ایک واقعہ آپ کے بچپن کا بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے چادر اتاری تو غیب سے کسی نے گھونسا مارا۔ اور کہا کہ چادر باندھو۔ ❷

یہ واقعہ صحیح روایت میں ثابت نہیں بلکہ اس کی نسبت یہ بخاری و مسلم کا صحیح ثابت شدہ واقعہ کیا کم ہے؟ جو کہ تعمیرِ کعبہ کے دوران پیش آیا۔ اور اس صحیح ترین کی موجودگی میں کسی بے ثبوت واقعہ کو بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

ایسے ہی آپ ﷺ کی قبل از بعثت کی چالیس سالہ زندگی خصوصی عنایتِ الٰہی کی وجہ سے ہر قسم کی مشرکانہ رسوم اور جاہلانہ عادات سے قطعی پاک تھی۔ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ:

''ایک دفعہ قریش نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا لا کر رکھا۔ یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ اور جو جانور ذبح کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے وہ کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ ❸

منصب نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل بھی جو لوگ آپ کے احبابِ خاص تھے۔ وہ سب نہایت پاکیزہ اخلاق اور عالی مرتبت تھے۔ ان میں سے سب سے مقدم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ برسوں آپ ﷺ کے شریک صحبت رہے۔ ❹

---

❶ بخاری ۱/ ۳۷۷/، مسلم ۱/ ۱۸٤ وغیرہم بحوالہ فقہ السیرہ، ص: ۸۳

❷ سیرت بن ہشام ۱/ ٦۸

❸ بخاری باب المناقب۔ ذکر زید بن عمرو بن فضیل۔ بحوالہ سیرت النبی ﷺ ۱/ ۱۹۱.

❹ اصابۃ ۲/ ۳٤۱ ذکر ابو بکر۔ عبد اللہ بن قحافہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچیرے بھائی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جو قریش کے نہایت معزز رئیس تھے، وہ بھی آپ ﷺ کے احبابِ خاص میں سے تھے۔ حرم کا منصب رفادہ (حجاج کے کھانے پینے کے انتظامات) انہیں کے ہاتھ تھا۔ اور دار الندوہ کے بھی وہی مالک تھے۔ جو اسلام کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا۔

اور یہ کل رقم خیرات کردی۔ یہ نبی ﷺ سے عمر میں پانچ برس بڑے تھے۔ وہ طویل مدت تک دولتِ ایمان سے محروم رہے، مگر نبی ﷺ سے برابر محبت کیا کرتے تھے۔ بالآخر توفیقِ الٰہی شامل حال ہوئی تو ۸ھ میں اسلام لائے۔ ❶

ایسے ہی حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدی رضی اللہ عنہ جو کہ طبیب وجراح تھے اور حضرت قیس بن سائب مخزومی جو کہ تاجر اور نبی ﷺ کے شریک تجارت تھے۔ یہ دونوں بھی آپ ﷺ کے احبابِ خاص میں شمار ہوتے ہیں۔ ❷

اور نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل فیضِ الٰہی کی خفیف شعاعیں ملکِ عرب میں پھیلنا شروع ہوگئی تھیں۔ حتیٰ کہ چند طالبانِ حق اور متلاشیانِ صراطِ مستقیم نے شرک اور بت پرستی سے انکار کردیا تھا۔ ان میں سے قیس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو بن نفیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے نبی ﷺ نے زید سے ملاقات کی تھی، جس کا ذکر بخاری شریف (۷/۱۴۲-۱۵) میں موجود ہے۔ اور ورقہ بن نوفل چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادرِ عمزاد تھے اور مکہ میں ہی رہتے تھے۔ ان سے بھی آپ ﷺ کی ملاقات عین قرینِ قیاس ہے۔ بلکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ سے ان کی گہری دوستی تھی۔ ❸

---

❶ اصابہ ذکر حکیم بن حزام۔

❷ سیرت النبی ﷺ ۱/۹۸، ۱۹۶۔

❸ سیرۃ النبی ﷺ ۱/ ۱۹۳، ۱۹٤۔ فقہ السیرۃ ص: ۸۵ تا ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھے احباب کا انتخاب صاف ستھرے کردار کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور ہمارے نبی رحمت ﷺ قبل از بعثت بھی اس قسم کے ممتاز مقام پر فائز تھے۔

ایک مشہور روایت:

ایسے ہی الکامل فی التاریخ لابن اثیر، خصائص الکبریٰ سیوطی (۸۸/۱) مسند بزار اور مستدرک حاکم (۲۴۵/۴) میں ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

«مَاهَمَمْتُ بِشَيْءٍ مِمَّا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْمَلُونَ غَيْرَ مَرَّتَيْنِ، كُلُّ ذٰلِكَ يَحُولُ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ثُمَّ مَا هَمَمْتُ بِهِ حَتّٰى أَكْرَمَنِي اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ».

''اہلِ جاہلیت کے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرنے کا میں نے دو مرتبہ کے سوا کبھی ارادہ نہیں کیا۔ اور ان دو مرتبہ میں جو ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ میرے اور اس فعل کے مابین حائل ہو گیا۔ پھر میں نے کبھی ارادہ بھی نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف رسالت سے نواز دیا''۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ایک رات اپنے ساتھ بکریاں چرانے والے لڑکے سے کہا کہ اگر تم میری بکریوں کا خیال رکھو تو میں بھی مکہ جا کر اس محفل میں شریک ہو جاؤں جس میں قصے کہانیاں بیان ہوتے ہیں۔ اور اکثر نوجوان اس میں شرکت کرتے ہیں۔ میرے ساتھی نے کہا: چلے جاؤ۔ میں وہاں سے چلا اور جب مکہ کے پہلے ہی گھر کے قریب پہنچا تو میں نے آلاتِ موسیقی کی آواز سنی، کسی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ یہاں فلاں شخص کی شادی فلاں لڑکی سے ہو رہی ہے۔ میں بھی وہاں بیٹھ گیا۔ اور بیٹھتے ہی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے میرے کانوں سے قوتِ سماعت چھین لی۔ اور میں وہیں سو گیا۔ اور مجھے وہاں سے سورج کی گرمی نے ہی اٹھایا۔ واپس گیا تو ساتھی نے پوچھا تو میں نے اسے سارا ماجرا کہہ سنایا''۔

''ایسے ہی ایک مرتبہ پھر ہوا۔ میں مکہ کو چلا اور شہر میں داخل ہونے کے بعد میرے ساتھ وہی معاملہ پیش آیا جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ کبھی ایسا ارادہ نہیں کیا''۔

یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔ اور امام حاکم نے مستدرک (۲۴۵/۴) میں نقل کرنے کے بعد یہاں تک کہا ہے کہ:

«هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ».

اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تصحیح پر ان کی موافقت کی ہے۔ جبکہ شیخ البانیؒ نے لکھا ہے کہ:

''یہ تصحیح دونوں کا وہم ہے'' اور اس کی دو وجوہات ہیں:

اولاً: یہ کہ یہ روایت ابن اسحاق کے طریق سے ہے۔ اور امام مسلم ان کی روایت بیان کرتے ہیں مگر اس شرط پر جبکہ ابن اسحاق کے علاوہ کسی دوسرے طریق سے بھی ثابت ہو جیسا کہ خود امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہاں امام حاکم نے صرف ابن اسحاق سے روایت بیان کی ہے۔ دوسرے کسی طریق سے یہ ثابت نہیں کی۔ لہٰذا یہ شرط مسلم پر پوری نہ ہوئی۔

ثانیاً: اس روایت میں جو ایک راوی محمد بن عبداللہ بن قیس ہے وہ عدالت میں مشہور نہیں۔ اور ابن حبان کے سوا اس کی کسی نے توثیق نہیں کی اور جب ابن حبان کسی کی توثیق میں منفرد ہوں تو وہ غیر موثوق ہوتی ہے۔ کیونکہ ابن حبان مجہولین کی بھی توثیق کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے۔ لہٰذا جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان ابن قیس کو التقریب میں ذکر کیا تو ان کی توثیق نہیں کی بلکہ صرف مقبول کہا ہے۔ یعنی وہ لین الحدیث ہے۔ اور اس کی متابعت کرنا صحیح نہیں جیسا کہ تقریب کے مقدمہ میں مذکور ہے۔ پھر یہ ابن قیس رجالِ مسلم میں سے بھی نہیں ہے۔

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں بیہقی سے یہی روایت اسی سند کے ساتھ نقل کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:۔

«هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ جِدًّا وَقَدْ يَكُونُ عَنْ عَلِيٍّ نَفْسِهِ (يَعْنِي مَوْقُوفًا عَلَيْهِ) وَيَكُونُ قَوْلَ (حَتّٰى أَكْرَمَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِنُبُوَّتِهِ) مُقْحَمًا». وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''یعنی یہ حدیث انتہائی غریب ہے اور ممکن ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا ہو اور یہ کہ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا) یہ الفاظ اس روایت کے نہیں بلکہ کسی دوسری روایت کے ہیں جو غلطی سے اس میں درج ہو گئے ہیں۔ واللہ اعلم''۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید لکھا ہے۔ ابن اسحاق کے شیخ محمد بن عبداللہ بن قیس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، اور بعض کا خیال ہے وہ رجال الصحیح میں سے ہے۔ حالانکہ ہمارے شیخ نے اپنی ''تہذیب'' میں اس کے بارے میں یہ کہا ہے: مگر مجھے اس چیز کا وقوف حاصل نہیں ہوا۔ واللہ اعلم''۔ (1)

آگے چل کر شیخ البانی لکھتے ہیں کہ:

اس کے بعد یہ حدیث میں نے تاریخ مکہ للفاکہی ص: ۷، تاریخ ابن جریر ۲/۳۴ میں بھی اسی طریق سے مذکور پائی۔ اور طبرانی نے معجم صغیر، ص: ۱۹۰ پر عمار بن یاسر کی حدیث سے یہ روایت نقل کی ہے مگر اس روایت کی سند میں کتنے ہی ایسے روای

---

(1) البدایة والنهایة ۲/ ۲۸۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ اور ایسے ہی حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد ۲۶۶/۸ میں ذکر کیا ہے۔ ❶

سیرت بعد از بعثت

طلوع آفتاب رسالت اور بعثت نبوی ﷺ

نبیٔ رحمت ﷺ نے جس زمانے میں جنم لیا اور پروان چڑھے اس وقت مکہ مکرمہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا خاندان اس صنم کدہ کا متولی و کلید بردار تھا۔ بایں ہمہ نبی ﷺ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا اور طوافِ عُریاں جیسی دیگر رسومِ جاہلیت میں بھی کبھی شریک نہیں ہوئے اور نہ کبھی ان باتوں میں اپنے خاندان والوں کا ساتھ دیا۔ یہ فطرتِ سلیمہ کا تقاضا تھا۔

جوں جوں زمانۂ نبوت کا وقت قریب آتا گیا، نبیٔ اکرم ﷺ کو ایک روشنی اور چمک نظر آنے لگی (صحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

جسے دیکھ کر آپ ﷺ کو ایک گونہ مسرت سی محسوس ہوتی۔

اُس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہیں ہوتی تھی۔ ❷

آپ ﷺ کو بہت سے دنیاوی امور سے نپٹنا پڑتا تھا۔ کاروبار تجارت تھا۔ اولاد تھی لیکن دستِ قدرت نے آپ ﷺ سے جو کام لینا تھا وہ تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔ دنیا اور دین کے تمام کام آپ ﷺ کو ہیچ نظر آنے لگے۔ تاہم مطلوبِ حقیقی کا اب تک پتہ نہ تھا۔

---

❶ تضعيف وتخريج شيخ البانى على فقه السيرة محمد غزالى ص ۷۲، ۷۳.

❷ سفر السعادت مشرح ص ۳۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے مزاج شریف میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جا رہی تھی۔

آپ ﷺ اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے تین میل باہر جبلِ نور کی چوٹی پر پائی جانے والی ''غارِ حرا'' میں جا بیٹھتے۔ جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ وہاں آپ ﷺ کئی کئی دن تک رہتے اور قدرتِ الٰہیہ پر تدبر و تفکر کیا کرتے۔ اور جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے، واپس گھر تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ ❶

جیسے جیسے آفتابِ رسالت کے طلوع ہونے کا وقت قریب آتا گیا۔ آپ ﷺ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے۔ آپ ﷺ کو خواب نظر آنے لگے۔ اور خواب بھی ایسے سچے ہوتے تھے کہ آپ ﷺ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے تھے دن کو ویسا ہی واقعہ ظہور میں آ جاتا۔ یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا۔

اور جب آپ ﷺ کی عمرِ شریف چالیس سال ہوئی تو آپ ﷺ حسب عادت غارِ حرا میں ہی مشغولِ ذکر و فکر تھے کہ ۹ ربیع الأول بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ ھ بروز پیر اور بعض اہلِ علم کے نزدیک ۲۱ رمضان بمطابق ۱۰ اگست ۶۱۰ ھ کو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے۔

تاریخ نزولِ وحی میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ تاریخِ اول ہم نے قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی رحمۃ للعالمین سے نقل کی ہے۔ بعض اہل علم نے ۲۱ رمضان بمطابق ۱۰ اگست ۶۱۰ ھ لکھی ہے جبکہ آپ ﷺ کی عمر قمری حساب سے ٹھیک چالیس سال چھ ماہ اور بارہ دن تھی۔ اور شمسی حساب سے تقریباً ۳۹ سال تین ماہ اور بارہ دن تھی۔ اور آغازِ وحی رات کو ہوا۔ ❷

اور آغاز وحی پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

''اے محمد! (ﷺ) بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور

---

❶ صحيحين عن عائشه رضی الله عنها.

❷ تفصیلا دیکھئے الرحيق المختوم ص ٧٥، ٧٦ معه حاشيه رحمته للعالمين ١/ ٤٨.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جبرائیل ہوں‘‘۔ ❶

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

﴿اِقْرَاْ﴾

’’پڑھو‘‘ تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

((مَا اَنَا بِقَارِئٍ)).

’’میں نہیں پڑھ سکتا ہوں‘‘۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو پکڑ کر بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا:

﴿اِقْرَاْ﴾

’’پڑھو‘‘۔

ایسے جب تین مرتبہ کیا تو پھر کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ (سورۃ العلق: ۱ تا ۵)

’’پڑھو (اے نبی!) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جس نے جمے ہوئے خون (کے لوتھڑے) سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہ جانتا تھا۔‘‘

یہ تیسویں پارے کی سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ جو پہلی وحی کے طور پر نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تھیں۔ اس واقعہ کے بعد نبی اکرم ﷺ فوراً واپس گھر لوٹ آئے۔ اور آ کر لیٹ گئے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

❶ سفر السعادہ مشرح۔ ص: ۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«زَمِّلُوْنِی- زَمِّلُوْنِی»

''مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو، مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو''۔

اور جب طبیعت میں ذرا سکون آیا تو اپنی زوجۂ طاہرہ سے فرمایا:

«قَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ».

''مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا ہے''۔

صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی شریف میں ہے کہ:

اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا:

«کَلَّا، أَبْشِرْ، فَوَ اللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ أَبَدًا، إِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ». ❶

''ہرگز نہیں آپ مطمئن رہیں۔ آپ اقرباء پر شفقت کرتے، سچ بولتے، بیواؤں، یتیموں اور بے کسوں کی خبر گیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی اندوہ گین نہیں کرے گا''

ورقہ بن نوفل کی شہادت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی ﷺ سے پہلی وحی کے نزول پر اپنی جان کے خطرے کی بات سنی تو فوری طور پر اپنے یقین کا اظہار کر دیا کہ جس شخص میں آپ جیسی صفاتِ عالیہ پائی جاتی ہوں اسے اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا، آپ مطمئن رہیں۔

---

❶ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، عن عائشہ رضی اللہ عنہا. الفتح الربانی ۲۰/ ۸، ۲۰۷، فقہ السیرہ ص ۸۸، ۸۹. زاد المعاد ۱/ ۱۹، ۲۰. رحمتہ للعالمین ۱/ ٤٦، ٤٧. سیرت النبی ۱/ ۱۹۹تا ۲۰۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اب خود حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو اطمینانِ قلبی کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ لہٰذا وہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو کہ زمانۂ جاہلیت میں ہی بت پرستی سے بیزار ہو کر تلاشِ حق میں سرگرداں رہے۔ اور بالآخر اپنی دانست کے مطابق اس وقت کے صحیح مذہب ''نصرانیت'' کو قبول کر لیا تھا۔ وہ عبرانی زبان میں پڑھنا اور لکھنا جانتے تھے۔ اور انجیل سے عبرانی میں کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے۔ انتہائی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی کھو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا:

''اے میرے چچیرے بھائی: اپنے بھتیجے کی بات تو سنیں۔ ورقہ نے نبی ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ اے بھتیجے! بتاؤ کیا ماجرا ہے؟ آپ ﷺ نے کیا دیکھا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے نزولِ جبرائیل و وحی اور جو کچھ دیکھا، مِن و عَن سنا دیا۔''

صحیح بخاری شریف میں یہ واقعہ شروع میں ہی بالتفصیل موجود ہے۔ ورقہ نے کہا:۔

«هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَهُ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی (علیہ السلام) یَالَیْتَنِیْ فِیْهَا جَزَعاً یَا لَیْتَنِیْ اَکُوْنُ حَیّاً، اِذْ یُخْرِجُكَ قَوْمُكَ»

''یہی وہ ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب قوم آپ کو (شہر سے) نکال دے گی''۔

یہ باتیں اسے اس لئے معلوم تھیں کہ انجیل کے جزء۔ یسعیاہ+ باب ۴۲ میں نبی رحمت ﷺ کی ہجرت کا ذکر موجود ہے۔ وہ چونکہ انجیل کا عالم تھا۔ لہٰذا جھٹ کہہ دیا کہ کاش میں اس وقت تمہارے کام آ سکتا۔ جب تمہاری قوم تمہیں شہر سے نکال دے گی۔ ❶

---

❶ رحمۃ للعالمین ۱/ ۴۸ حاشیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورقہ بن نوفل کی یہ بات سن کر آپ ﷺ نے بڑے تعجب سے پوچھا:

«اَوَمُخْرِجِیَّ هُمْ؟»

''کیا میری قوم کے لوگ ہی مجھے (شہر سے) نکال دیں گے؟''

تو اس نے جواب دیا، ہاں اور کہا:۔

«لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُوْدِيَ۔ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا».

''اس دنیا میں جس کسی نے بھی ایسی تعلیم پیش کی ہے جو آپ کریں گے، تو (شروع میں) اس کے ساتھ عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔ کاش میں یومِ ہجرت تک زندہ رہوں، اور اگر مجھے وہ دن دیکھنا نصیب ہوگیا تو میں آپ ﷺ کی نمایاں خدمت و مدد کروں گا''۔

اور اس واقعہ سے چند دن بعد ہی یہ بزرگ ورقہ بن نوفل وفات پا گئے۔ ❶

اور وحی کی آمد بھی بند ہوگئی اور دوسری وحی کی آمد تک کے درمیان والا عرصہ ''فترتِ وحی'' کہلاتا ہے۔ اور یہ عرصہ صرف چند دنوں پر مشتمل تھا۔ ❷

اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ عرصہ ڈھائی یا تین سال تھا، صحیح نہیں۔ ❸

جب آپ ﷺ کی طبیعت اچھی طرح پرسکون ہوگئی تو چند دنوں کے بعد پھر دوسری مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے۔ اور بروایت صحیح بخاری وہ سورۃ المدثر کی ابتدائی پانچ آیات تھیں۔

---

❶ بخاری ۱/ ۳۰۲ وقد اخرجه في التفسير والتعبير ايضاً مع اختلاف يسير.
مختصر صحيح مسلم ۱/ ۲۵.

❷ فتح الباري ۱/ ۲۷، ۱۲/ ۳۶۰.

❸ الرحيق المختوم ص ۷۸، شرح المواهب للزرقاني ۱/۲۳۶ وغيره.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ (سورة المدثر)

''اے کپڑا اوڑھنے والے، اٹھو (کھڑے ہو جاؤ) اور آگاہ کرو، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی (وناپاکی) سے دور رہو''۔

اور بخاری شریف میں اس روایت کے الفاظ ہیں:۔

رسول اللہ ﷺ نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

«فَبَيْنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتاً مِنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَآءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَآءَ نِيْ بِحِرَآءَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَجِئْتُ إِلٰى اَهْلِيْ فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِيْ، زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿فَاهْجُرْ﴾، ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ». [1]

''میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی میں نے آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتہ غار حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں مارے گھبراہٹ اور ڈر کے زمین کی طرف جھک گیا۔ پھر گھر آتے ہی میں نے اپنے اہل (یعنی بیوی) کو کہا کہ ''مجھ پر کوئی چادر ڈال دو۔ مجھ پر کوئی چادر ڈال دو''۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر کی ابتدائی (پانچ) آیت

[1] بخاری ـ كتاب التفسير ـ باب والرجز فاهجر ۲/ ۷۳۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاهْجُرْ﴾ تک نازل فرمائیں۔ پھر برابر گرما گرمی سے وحی آنے لگی‘‘۔

مکی دور میں دعوت کا پہلا مرحلہ - خفیہ تبلیغ

نبی رحمت ﷺ کی تیئس ۲۳ سالہ پیغمبرانہ زندگی وسیرت کا اتنا وسیع موضوع ہے کہ بعثت سے لے کر مکی دور، دعوت، اس کی مشکلات، لوگوں کا قبولِ اسلام، کفار و مشرکین کی ایذا رسانی، اسراء ومعراج، ہجرتِ مدینہ، معاہدات، غزوات وسرایا، معجزات، خصائص، شمائل اور معمولاتِ مصطفےٰ ﷺ، اور ایسے ہی کتنے دیگر عنوانات ہیں کہ ہر عنوان ایک ضخیم کتاب لکھنے کا متقاضی ہے۔ اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت یا تعلیماتِ مصطفےٰ ﷺ ایک ایسا عنوان ہے کہ چودہ سو سال سے اہلِ علم اسی موضوع پر لکھتے آرہے ہیں اور قیامت تک لکھتے رہیں گے۔

آج اصولِ ستہ کے علاوہ اسلامی کتب خانوں میں پائی جانے والی تمام کتب حدیث کا موضوع، نبی اکرم ﷺ کا حسین نامۂ اعمال واقوال ہی تو ہے۔

منصبِ نبوت ورسالت سے سرفراز ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے تیئس (۲۳) سالوں کے دوران دعوت الی اللہ کا جو کام شروع فرمایا، ان میں سے پہلے مکی دور کے تیرہ (۱۳) سالوں کو ہم تین مرحلوں میں تقسیم کرسکتے ہیں جن میں سے پہلا مرحلہ تھا۔ ’’خفیہ ودَر پردہ دعوت‘‘ کا، جو ابتدائی تین سال کے عرصہ پر مشتمل ہے۔

اس مرحلہ میں آپ ﷺ نے علانیہ دعوت وتبلیغ کا کام نہیں کیا۔ بلکہ خفیہ طور پر ہی لوگوں کو دعوتِ توحید دیتے اور شرک کی برائی بیان کرکے اس سے روکتے تھے۔

اس مرحلہ میں اسلام قبول کرنے والے سابقینِ اوّلین میں سے آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے چچیرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور آپ ﷺ کے گہرے دوست حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ تمام حضرات دعوت وتبلیغ کا آغاز کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پہلے دن مسلمان ہو گئے تھے اور ان قریبی حضرات کا ایمان لانا جو نبی ﷺ کی چالیس (۴۰) سالہ زندگی کی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ صداقت وراست بازی کی قوی دلیل ہے۔ ❶

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ایک معزز کاروباری آدمی تھے انہوں نے بھی تبلیغِ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح حضرت عثمانِ غنی، زبیر بن عوام، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ اور عمرِ فاروق کے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہم۔ اور عورتوں میں سے حضرت عباس کی بیوی اُمّ فضل، اسماء بنت عمیس، اسماء بنت ابی بکر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہن مسلمان ہوئیں۔ یہ سب حضرات وخواتین اسلام کا ہراوَل دستہ ثابت ہوئے اور ان کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے جن میں ورقہ بن نوفل بھی ہیں۔

تصدیق وایمانِ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ

ورقہ بن نوفل بھی ایمان لائے تھے۔ ان کے ایمان لانے کا ثبوت وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ان کے وفات پانے کے بعد نبیٔ اکرم ﷺ نے انہیں خواب میں بڑی اچھی شکل وصورت میں دیکھا۔ جو اس بات کی گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان کا درجہ معزز ومکرم شخص کا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَدْ رَأَيْتُهُ فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ ثَوْبٌ بَيَاضٌ فَأَحْسِبُهُ لَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثِيَابٌ بَيَاضٌ».

”تحقیق میں نے اُس (ورقہ بن نوفل) کو خواب میں سفید کپڑوں میں دیکھا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کے اگر وہ (ورقہ بن نوفل) اہلِ نار (دوزخ) میں

❶ رحمة للعالمين ١/ ٤٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہوتا تو اس پر سفید کپڑے نہ ہوتے۔یعنی وہ سفید کپڑوں میں نہ ہوتا"۔

اس حدیث کے دو طریق ہیں۔اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۹/۳) میں ان دونوں کو حسن قرار دیا ہے۔اور اُن دونوں میں سے ایک کو امام احمد اپنی مسند میں عن عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے کو ابویعلیٰ اپنی مسند میں عن جابر رضی اللہ عنہ لائے ہیں۔اور بقول شیخ البانی مجموعی طور پر یہ حدیث درجہ حسن سے کم نہیں۔

اور امام حاکم مستدرک میں ایک روایت لائے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جَنَّةً أَوْ جَنَّتَيْنِ». ❶

"ورقہ کو گالی مت دو، میں نے اس کیلئے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں"

اور امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے:

«صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ».

"یہ بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے"۔

اور امام ذہبی نے بھی اس بات پر ان کی موافقت کی ہے۔اور شیخ البانی نے ان دونوں کی تصدیق کی ہے۔

اور حافظ ابن کثیر نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے:

وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ. ❷

"کہ اس کی سند جید ہے"۔

خلاصہ:

دعوت و تبلیغ کے کام کو مخفی طور پر انجام دینے کے باوجود اسلام قبول کرنے والے اہلِ ایمان کی ایک مختصر سی جماعت بن گئی۔اور آہستہ آہستہ اس نئے دینِ اسلام

---

❶ مستدرک ۲/۶۰۹، بزار، ابن عساکر

❷ تعلیق شیخ البانی علی فقہ السیرۃ، ص: ۱۱۰۔ تصدیق و ایمان ورقہ بن نوفل کے بارے میں دیگر احادیث کیلئے دیکھئے البدایہ ۳/۹۔۱۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خبر قریشِ مکہ تک پہنچ گئی۔ مگر انہوں نے سرِ دست اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔

درپردہ تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ تین سالہ دور مکمل ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ تبلیغ کرنے اور قریش کے باطل نظریات اور بت پرستی کی کھلے طور پر تردید کرنے کا حکم دے دیا۔ ❶

دوسرا مرحلہ - علانیہ تبلیغ

جب سورہ شعراء کی آیت ۲۱۴:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾

نازل ہوئی جس میں حکم تھا کہ ''اپنے خاندان کے لوگوں اور قرابت داروں کو نارِ جہنم سے ڈرائیں''۔ تو اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی حکمِ ربانی پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

یہ علانیہ دعوت وتبلیغ کا مرحلہ بعثت کے چوتھے سال کے آغاز سے شروع ہوکر دسویں سال تک جاری رہا۔ معروف محدث ومورخ امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ اسلام الکامل میں لکھتے ہیں:۔

''ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان بنی ہاشم کو جمع کیا تا کہ انہیں تبلیغ کریں، جب وہ جمع ہوگئے تو ابولہب نے الٹی سیدھی ہانکنی شروع کر دیں۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مدعا بیان نہ کر سکے۔ اگلے دن پھر سب کو دعوت دی اور چالیس، پینتالیس آدمی جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں تمہارے لئے بالخصوص اور عامتہ الناس کیلئے بالعموم رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکرِ موت، فکرِ آخرت اور اعمالِ خیر وشر کے انجام اور جنت ودوزخ کا ذکر کیا۔ اور پوچھا کہ اس دعوت میں تم میں سے میرا ساتھ کون دے گا؟

---

❶ فقہ السیرۃ، ص: ۱۰۰۔ الرحیق المختوم، ص: ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ابھی نو عمر ہی تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا''۔

قبولِ اسلام کے وقت ان کی عمر کل نو یا دس سال تھی اور ان میں تین سال جمع کریں تو اب ان کی عمر کل بارہ یا تیرہ سال بنتی ہے۔ ❶

آپ کے چچا ابو طالب نے بھی کہا کہ یوں تو آپ ﷺ کا سارا خاندان یہاں جمع ہے اور میں بھی اس میں سے ایک ہوں۔ البتہ میں اپنی طرف سے حلفیہ یقین کراتا ہوں کہ میں تاحینِ حیات آپ ﷺ کا ساتھ دیتا رہوں گا۔ آپ ﷺ جو کہنا چاہیں، کہیں۔ میں آپ کے دشمنوں کا راستہ روکوں گا۔

لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ:۔

«إِنَّ نَفْسِيْ لَا تُطَاوِعُنِيْ عَلَىٰ فِرَاقِ دِيْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ»

''میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے باپ عبدالمطلب کا دین چھوڑ دوں''

اور واقعی ابو طالب نے عمر بھر دینِ اسلام کو قبول تو نہیں کیا، نہ ایمان لائے۔ مگر نبی ﷺ کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ ❷

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ جب آیت:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾

نازل ہوئی تو نبی ﷺ کوہِ صفا پر چڑھ گئے۔ اور مختلف خاندانوں کے نام لے لے کر آوازیں دیں، جب وہ جمع ہو گئے۔ تو فرمایا:

''اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر ہے۔ جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا مان جاؤ گے؟ ان سب نے کہا:

---

❶ تفصیل کے لیئے دیکھیے البدایہ والنہایہ ۳/۲۴ تا ۲۶۔

❷ الکامل لابن اثیر کما نقلہ محمد الغزالی فی فقہ السیرہ ص ۱۰۲-۱۰۳، رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كِذْباً.

''ہم نے آپ (ﷺ) کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا''۔

تب آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ».

''میں تمہیں عذابِ شدید سے ڈرانے والا ہوں''۔

یہ سنتے ہی ابولہب اٹھا اور بھڑک کر کہا:

«تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا».

''تو ہلاک ہو جائے کیا تو نے ہم سب کو صرف اسی لیے جمع کیا تھا؟''۔

تو اس کے جواب میں (تیسویں (۳۰) پارے کی) سورہ لہب:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾

نازل ہوئی۔ [1]

اور بخاری و مسلم شریف میں ہی ہے کہ جب آیت:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾

نازل ہوئی تو آپ ﷺ اٹھے اور فرمایا:

''اے قریش کے لوگو! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو، حکمِ الٰہی کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے بنی عبد المطلب! میں حکمِ الٰہی کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میرے چچا عباس! میں حکمِ الٰہی کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ! میں حکمِ الٰہی کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اور آخر میں اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا:

[1] بخاری ۸/ ٤٠٠، ٤٠٨، ٥١٠. مسلم ١/ ١٣٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ! سَلِيْنِيْ مِنْ مَالِيْ مَاشِئْتِ، لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا». ❶

''اے میری پیاری بیٹی فاطمہ بنت رسول اللہ (ﷺ)! مجھ سے میرے مال میں سے جو کچھ چاہو مانگو، اور لے لو۔ لیکن (قیامت کے دن) حکمِ الٰہی کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا''۔

لمحۂ فکریہ:

بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں پائے جانے والے اس ارشادِ نبوی ﷺ کو بغور پڑھیں اور اندازہ کریں کہ آپ ﷺ نے کس طرح کھل کر فرمادیا ہے کہ میں ''مختارِ کل'' نہیں ہوں بلکہ حکمِ الٰہی کے سامنے کسی کے کام نہیں آسکوں گا۔

اور یہ ارشادِ نبوی ﷺ ہمارے ان بھائیوں کیلئے خاص طور پر لمحۂ فکریہ ہے جو آپ ﷺ کی شفاعت کے بھروسے پر عملی میدان سے ہٹے بیٹھے ہیں، وہ سوچ لیں کہ آپ ﷺ اپنی سب سے پیاری بیٹی کو دنیاوی مال دینے کا تو فرما رہے ہیں، مگر آخرت میں صرف اپنے عمل ہی سے نجات کا پیغام سنا رہے ہیں۔ رہا مسئلہ شفاعت کا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف آپ ﷺ کو ضرور بخشا ہے مگر ہوگا اسی کے حکم سے۔ جیسا کہ آیت الکرسی میں ہے کہ:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾

''اس کے حکم کے بغیر کوئی شخص کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا''۔

اور جس شخص نے زندگی بھر اللہ کے احکام وفرامین کی نافرمانی کی ہوگی تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کرنے کی بھی اجازت دیں گے؟ یہ نظریہ نہ صرف یہ کہ قرین قیاس نہیں، بلکہ جنت الحمقاء میں رہنے والی بات ہے۔

---

❶ حوالہ سابقہ. یعنی نفس المرجع.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ﴾.

کفار و مشرکین کی ایذاء رسانی

علانیہ دعوت و تبلیغ کا حکم ملتے ہی نبی رحمت ﷺ نے نہ صرف اہلِ خاندان وقبیلہ بلکہ عام لوگوں کو بھی اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کر دیا تھا۔ اور خاص طور پر جب سورہ حجر کی آیت: ۹۴ ﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾ نازل ہوئی تو اس میں حکم تھا کہ ''آپ ﷺ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دیں''۔ لہٰذا اب آپ ﷺ میدانِ دعوت و تبلیغ میں مزید سرگرم عمل ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز نامی میلوں میں جا نکلتے۔ جہاں دور دراز سے لوگ آتے تھے۔ وہاں ان کو توحید و رسالت کی دعوت دیتے تھے۔ [1]

یہی وہ دور ہے جس میں کفار نے حضرت عمار بن یاسر [2] اور اول شہیدہ فی الاسلام حضرت سمیہ، بلال و خباب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دل گداز تکلیفیں دیں اور خود نبی رحمت ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں۔ آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ گھر کے سامنے گندگی پھینکی۔ عفونت پھیلائی، دورانِ نماز و سجدہ آپ ﷺ کی پشتِ مبارک پر اونٹ کی غلاظت بھری اوجڑی ڈالی گئی۔ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) دیوانہ، شاعر، کاہن اور جادوگر کہا گیا۔ اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں کی گئیں۔

---

1. رحمة للعالمين ١/ ٥٤، فتح القدير شوكانى بحواله فوائد سلفيه شيخ محمد عبده الفلاح.
2. انہی حضرت یاسر، عمار بن یاسر اور سمیہ کو تکلیفیں برداشت کرتے دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''اے آل یاسر! صبر کرو تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے''۔ ابن اسحاق ١/ ٢٠٣ حاكم ٢/ ٨٩، ٣٨٨، وقال صحيح على شرط مسلم ووافقه الذہبی وحسنه وصححه الالبانی فقه السيره ص ١٠٧، ١٠٨.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر وہ کیا جانیں کہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

موسمِ حج آیا تو مشرکین نے ابولہب کی سربراہی میں (پچیس ۲۵) سرداروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی۔ جس کا مقصودِ وحید نبی ﷺ کی تکذیب واستہزاء تھا انہوں نے مکہ میں داخل ہونے والے تمام راستوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے کہ باہر سے آنے والے حجاج وزائرین کو بہکائیں، اکسائیں اور کردار کشی والزام تراشی کے ذریعے ان لوگوں کو آپ ﷺ سے متنفر کر دیں مگر آپ ﷺ نے اپنا کام جاری رکھا۔ جیسا ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ موسمِ حج میں میدانِ عرفات میں کھڑے ہو جاتے اور فرماتے:۔

«أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَىٰ قَوْمِهِ فَإِنَّ قُرَيْشاً مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي». ❶

''کوئی آدمی مجھے اپنے ساتھ اپنی قوم کے پاس لے جائے کیونکہ قریش نے مجھے کلامِ الٰہی کی تبلیغ سے روک رکھا ہے۔''

مشرکین نے اپنے تمام اوچھے ہتھکنڈے ناکام ہوتے دیکھے تو دوسرا حربہ استعمال کیا۔ کہنے لگے آؤ کچھ لو اور کچھ دو پر کمپرومائیز یا مصالحت کر لیں کچھ باتیں ہم اپنے آبائی دین کی چھوڑ دیتے ہیں، کچھ آپ چھوڑ دیں۔

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ (القلم: ۹)

---

❶ ابوداود ۲/ ۲۷۸، ترمذی ٤/ ٥٧، ابن ماجه ١/ ٧٨، حاكم ٢/ ١٣، ٦١٢ وقال صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي وصححه الالباني فقه السيره ص ١١١، اور پچیس ۲۵ سرداروں اور ابولہب کی سربراہی کا ذکر رحمۃ للعالمین ا/ ۵۷ میں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں"۔

ابن جریر طبری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

"انہوں نے یہ پیش کش کی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال تک ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے"۔

جبکہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہنے لگے:

"آپ صرف ہمارے معبودوں کو برحق تسلیم کر لیں تب بھی ہم آپ کے معبود کی پوجا شروع کر دیں گے"۔ ❶

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ:

"نبی ﷺ ایک دن طواف کر رہے تھے کہ چند سردارانِ قبائل اسود بن مطلب بن اسد، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی نے آپ ﷺ ❷ سے کہا کہ ہم مل جل کر ایک دوسرے کے معبودوں کی عبادت کیوں نہ کر لیا کریں؟"

اس اور اسی قسم کے دیگر مطالبات کے جواب میں تیسویں (۳۰) پارے کی سورت کافرون ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ...الخ﴾ نازل ہوئی۔ جب اسی طرح اعلانیہ تبلیغ کو دو سال گزر گئے اور بعثت کو پانچ سال ہو گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دے دی۔ پہلا قافلہ بارہ (۱۲) مردوں اور چار (۴) عورتوں پر مشتمل تھا۔ جن میں نبی ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ❸

---

❶ الرحيق المختوم ص ٩٦. نقلاً عن تفهيم القرآن مودودى ٦/ ٥٠١، ٥٠٢.

❷ یہ نام ابن ہشام ۱/۳۶۲، اور الرحیق المختوم ص ۹۸ میں۔ اور سورہ کافرون کے نزول کے سبب کے لیے دیکھئے زاد المسیر لابن الجوزی ۹/۲۵۳-۲۵۲، قرطبی ۲۲۵/۳۰/۱۰۔

❸ رحمته للعالمين ١/ ٥٨، فقه السيره ص ١١٥، زاد المعاد ١/ ٢٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا قافلہ تراسی (۸۳) مردوں اور اٹھارہ (۱۸) عورتوں پر مشتمل تھا جن میں سے ہی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا دربارِ نجاشی میں دیا گیا تاریخی خطبہ معروف ہے:

اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا وہ ۹ ہجری کو فوت ہوئے۔ صحیح بخاری، مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ غائبانہ ادا فرمائی تھی۔

نبی ﷺ کو ذہنی کوفت پہنچانے کیلئے ابولہب ملعون نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو زبردستی حکم دے دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں کیونکہ ان کی دونوں بیویاں نبی ﷺ کی بیٹیاں (حضرت رقیہ و اُم کلثوم رضی اللہ عنہما) تھیں جو بعد میں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ [1]

ترغیب وترہیب:

نبی اکرم ﷺ کی شبانہ روز تبلیغی مساعی کی برکت سے نورِ اسلام پھیلنے لگا اور صدائے اسلام مکہ سے نکل کر حبشہ تک جا پہنچی تو قریشِ مکہ بوکھلا گئے۔ ایذاء رسانی کے تمام حربے ناکام ہوتے دیکھے تو ترغیب وترہیب کا ہتھکنڈہ طے کیا۔ مکہ کے مالدار سردار عتبہ کو آپ ﷺ کے ساتھ مذاکرات کیلئے بھیجا اس نے کہا:

اے میرے بھتیجے محمد (ﷺ) ! اگر آپ اپنی اس تبلیغی کاروائی سے دولت سمیٹنا چاہتے ہیں تو ہم سارے ملک عرب کے اموال آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اگر عزت اور نام ونمود کی طلب ہے تو ہم آپ ﷺ کو اپنا رئیس وسردار مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی تمنا ہے تو ہم آپ ﷺ کو سارے ملکِ عرب کا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ بس یہ تبلیغ چھوڑ دو۔ آپ ﷺ نے ان تمام چیزوں کو نوکِ پا سے

[1] فی ظلال القرآن جزء ۳۰: ۲۸۱۲، تفہیم القرآن ۶: ۵۲۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھکراتے ہوئے سورہ سجدہ کی ﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ پہلی آٹھ آیات کی تلاوت کر کے اصل حقیقت واضح کر دی۔ عتبہ یہ سب سن کر واپس لوٹا تو سرداران قریش کو جا کر کہا کہ میں وہ کلام سن کر آیا ہوں جو کہانت ہے نہ شعر اور جادو ہے نہ منتر۔ تو وہ کہنے لگے: لو! عتبہ پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔ ❶

سوشل بائیکاٹ:

جب ترغیب ولالچ کا یہ تیر بھی نہ چلا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس گئے اور یہ دھمکی دے دی کہ اپنے بھتیجے کو باز کر لو ورنہ ہم اسے قتل کر دیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ مشرکین کے اس بدلتے ہوئے تیور کو دیکھ کر ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا اور فہمائش کرنا چاہی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

«يَا عَمَّاهُ، وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوْا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ شِمَالِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أُهْلَكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ». ❷

''چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اور چاہیں کہ میں تبلیغِ اسلام چھوڑ دوں تو بھی میں نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے یا میری جان جاتی رہے۔'' ❸

---

❶ رحمۃ للعالمین ۱/۵۹، ۶۰، ابن ھشام ۱/ ۱۰۰ وتفسیر ابن کثیر ۴/ ۹۰، ۹۱ وحسنہ الالبانی۔ فقہ السیرۃ ص ۱۰۳

❷ یہ حدیث ابن اسحاق کے طریق سے ابن جریر (۲/ ۶۷) نے بھی بیان کی ہے اور اس کی سند معضل ہے، اور طبرانی کبیر ... اوسط میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے، اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۶/ ۱۵) میں لکھا ہے: رواہ ابو یعلی باختصار یسیر من اولہ ورجال ابی یعلی رجال الصحیح۔ البتہ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ فقہ السیرۃ ص ۱۱۴، ۱۱۵۔

❸ ابن ھشام ۱/ ۸۵، فقہ السیرۃ ص ۱۱۴، ۱۱۵ ورحمۃ للعالمین ۱/ ۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی دوران نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور عمرِ فاروق ؓ مسلمان ہوگئے۔ ❶

حضرت حمزہ اور عمر فاروق ؓ کے اسلام لانے کے بعد چھپ چھپ کر نماز یں پڑھنے والے، بیت اللہ میں نمازیں ادا کرنے لگے۔تو مشرکین مکہ نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا کہ نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرم میں بنی ہاشم سے مکمل سوشل بائیکاٹ کردیا۔اور اس معاہدہ ❷ کی تحریر بابِ کعبہ پر لٹکا دی۔ نبی ﷺ اور آپ کے قبیلے کے ساتھ خرید وفروخت، لین دین اور اٹھنا بیٹھنا ترک کر دیا تو بنی ہاشم ناچار شعب ابی طالب میں محبوس ومحصور ہوگئے۔مشرکین نے اشیائے خوردنی بند کردیں۔ یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔

---

❶ نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی تھی

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ بِأَبِي جَهْلٍ أَوْبِعُمَرَ فَكَانَ أَحَبُّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ». [ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم وغیرہ]

''اے اللہ! دو آدمیوں، ابوجہل وعمر میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہو اس کے ساتھ اسلام کو عزت دے۔

پس اللہ تعالیٰ کو ان دونوں میں سے حضرت عمر زیادہ پسند تھے۔یعنی انکا مسلمان ہونا زیادہ محبوب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔اور حضرت عمر اسلام لائے۔

حضرت عائشہ ؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ بِالْاِسْلَامِ، لِأَنَّ الْاِسْلَامَ يُعِزُّ وَلَا يُعَزُّ».

''اے اللہ! (عمر کو) اسلام کے ساتھ عزت بخش۔ کیونکہ اسلام عزت دیتا ہے۔کوئی شخص اسلام کیلئے باعث عزت نہیں ہوتا''۔

اور ابو بکر تاریخی نے کہا ہے کہ حضرت عمر ؓ سے نبی ﷺ کے ارشاد ''اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الْاِسْلَامَ...'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: معاذ اللہ۔اس سے حضرت عائشہ ؓ کے الفاظ کی ہی تائید ہوتی ہے۔ [الروض الانف ٣/ ٢٧٢]

❶ زاد المعاد ٢/ ٤٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس بائیکاٹ کی تحریر کا لکھنے والا بغیض بن عامر تھا۔ اور نبی ﷺ کی بددعا کی وجہ سے اس کا (تحریر لکھنے والا) ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

امام سہیلی رحمہ اللہ نے اس بائیکاٹ کے دوران پیش آمدہ مشکلات بھی ذکر کی ہیں، کہ اشیائے خوردنی نہ ہونے کی وجہ سے پتے کھاتے اور پاخانے کی بجائے مینگنیاں کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات چلتے ہوئے کوئی تر چیز میرے پاؤں کو لگی تو میں نے بھوک کے مارے فوراً پکڑ کر نگل لی اور مجھے آج تک معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی؟ وہی فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے ہاتھ اونٹ کا کوئی سوکھا ہوا چمڑہ لگ گیا۔ میں نے اسے دھویا۔ آگ پر بھونا اور پانی میں بھگو کر تین دن تک کھایا۔ [1]

یہ (شعب ابی طالب کا) سارا عرصہ بڑی مشکل کا وقت تھا، مگر بنی ہاشم کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی۔ اشارۂ الٰہی سے اس معاہدے کو دیمک چاٹ گئی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا۔ ادھر قریش نے خود ہی اس معاہدے کو ختم کر دیا۔ اس طرح نبوت کے دسویں سال ماہِ محرم میں ہی یہ قبیلہ شعب ابی طالب سے نکل آیا۔ [2]

اس بائیکاٹ کو ختم ہوئے ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ آپ ﷺ کے شفیق چچا ابو طالب فوت ہو گئے جو کہ آپ ﷺ کیلئے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر مرتے دم تک دولتِ ایمان نصیب نہ ہوئی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ ابو طالب کی وفات کے وقت یہ الفاظ ان کی زبان پر تھے۔ **عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.** "میں عبد المطلب کے دین پر (مر رہا) ہوں"۔ کیونکہ ابوجہل (ملعون) وغیرہ اسی بات پر کوشاں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے منع نہ کیا میں تمہارے لیے استغفار کروں گا۔ تو سورۂ توبہ کی آیت: ۱۱۳:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ

---

[1] الروض الأنف ۳/ ۳۵۴۔

[2] بخاری باب نزول النبی محمد ﷺ بمکۃ ۱/ ۲۱۶، باب تقاسم المشرکین علی النبی ﷺ ۱/ ۵۴۸ زاد المعاد ۱/ ۲۹۹، طبقات ابن سعد اردو ۱/ ۹، ۳۹۸، الرحیق المختوم ص ۱۲۵تا ۱۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿كَانُوٓا أُولِي قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ﴾

(سورۃ التوبہ :۱۱۳)

''پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہلِ دوزخ ہیں تو اُن کیلئے بخشش مانگیں گو وہ اُن کے قرابت دار ہی ہوں''۔

اور سورہ قصص کی آیت ۵۶:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ﴾ (سورۃ القصص :۵٦)

''(اے محمد ﷺ!) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے''۔

نازل ہو گئیں۔ ان آیات میں آپ ﷺ کو ان کیلئے استغفار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی حمایت کی وجہ سے ان کے عذاب میں کافی تخفیف ہو گی۔

اس بات کی خبر بھی بخاری شریف میں آپ ﷺ نے دی ہے۔ ❶

اور ابو طالب کی وفات کے صرف دو ہی ماہ بعد اور بعض کے نزدیک صرف تین دن بعد آپ ﷺ کی جلیل القدر زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، نبی ﷺ نے دوسری کوئی شادی نہیں کی ان کے وفات پا جانے کے بعد ۱۰ عہد نبوت میں ماہِ شوال میں ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور انہوں نے چند سالوں کے بعد اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ ❷

---

❶ انظر صحیح بخاری ۱/ ۵٤۸ باب قصة ابی طالب۔

❷ حوالہ ۲/ ۱۵٦، تلقیح ص ۱۰، الرحیق المختوم ص ۱۳٤۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے وقت حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال اور نبی ﷺ کی عمر پچاس (۵۰) برس تھی۔ ❶

عام الحزن:

چچا اور زوجۂ محترمہ کی وفات سے آپ ﷺ کو اس قدر صدمہ اور غم ہوا کہ اس سال کا نام ہی عام الحزن ''سالِ غم'' رکھ دیا گیا۔ اور یہ سال تاریخِ اسلام میں اسی نام سے معروف ہے۔

دعوت و تبلیغ کا تیسرا مرحلہ اور سفر طائف

نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے مشرکین نے مکہ کی زمین تنگ کردی۔ اور ایذاء رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ مگر اہلِ ایمان کے پائے صبر وثبات میں لرزش نہ آئی بلکہ ہر طرف سے یہی جواب آیا:

ع یہ وہ نشہ نہیں کہ تُرشی جسے اتار دے

نبیٔ رحمت ﷺ اپنے قدسی نفوس صحابہ رضی اللہ عنہم کی کشتِ ایمان کی آبیاری کرتے رہے اور کھلے عام عرب وعجم پر حکومت کی بشارتیں دیتے ہوئے فرماتے:۔

«يٰأَيُّهَا النَّاسُ: قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَ تَمْلِكُوا الْعَرَبَ وَتُدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ فَإِذَا مِتُّمْ كُنْتُمْ مُلُوكاً فِي الْجَنَّةِ». ❷

''اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ دو۔ عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے اور اسی اسلام کی حالت میں مرنے پر جنت کے بادشاہ بنو گے''۔

---

❶ تنقیح ص ۷، رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶٤، الرحیق ص ۱۳۲، طبری اُردو ۱/ ۱۰۷۔

❷ ترمذی شریف بحوالہ الرحیق المختوم ص ۱٤۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی مشکل دور میں اللہ تعالیٰ نے سورہ صٰفّت (آیات ۱۷۱ تا ۱۷۳) اور سورہ قمر کی آیت ۴۵ نازل فرما کر اہلِ اسلام کی ڈھارس بندھائی اور یقین دہانی کرائی کہ عنقریب آپ لوگ ہی غالب آئیں گے۔

اب نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے باہر کے علاقوں میں بھی دعوت و تبلیغ کا آغاز کر دیا جسے مکی زندگی میں آپ ﷺ کی تبلیغِ اسلام کا تیسرا مرحلہ کہا جا سکتا ہے۔ جس کا آغاز نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال (اواخر مئی یا اوائل جون ۶۱۹ء) میں ہوا۔ اور یہ مرحلہ ہجرت تک جاتا ہے۔ بیرونِ مکہ تبلیغ کرنے کیلئے آپ ﷺ نے ماہِ شوال میں طائف کا رخ فرمایا۔ ❶

اس سفر میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ راستے میں آنے والے تمام قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے گئے مگر کسی نے بھی قبول نہ کی۔ آخر پچاس (۵۰)، ساٹھ (۶۰) میل کی مسافت پیدل طے کر کے آپ ﷺ طائف پہنچے۔ بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کو جمع کیا جو کہ سگے بھائی اور عمرو بن عمیر ثقفی کے بیٹے تھے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کی آپ ﷺ دس دن تک طائف میں رکے رہے، ہر کہ و مہ کو تبلیغ۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے آپ ﷺ کو شہر سے نکال دیا۔ اور بچوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جو اول فول بکتے، اور آپ ﷺ کو کنکر پتھر مارتے شہر سے تین میل باہر تک چھوڑ گئے، طائف سے تین میل باہر ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا۔ وہاں آپ ﷺ انگوروں کی بیلوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ عتبہ و شیبہ نے جب آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام کو کچھ انگور دے کر بھیجا۔ اس غلام کا نام عداس تھا اور وہ عیسائی تھا۔ اور اصلاً حضرت یونس علیہ السلام کے شہر نینویٰ کا رہنے والا تھا۔

---

❶ تاریخ اسلام نجیب آبادی ۱: ۱۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب آپ ﷺ بسم اللہ پڑھ کر انگور کھانے لگے تو اس نے کہا کہ یہ کلمہ تو یہاں کے لوگ نہیں کہتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تو کہاں کا رہنے والا ہے؟'' تو اس نے بتایا نینویٰ کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاں کے یونس بن متیٰ تھے؟'' اس نے پوچھا: آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی میرا بھائی پیغمبر تھا۔ اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں''۔ اس پر وہ آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ ادھر عتبہ وشیبہ دیکھ کر کہنے لگے: لو یہ گیا کام سے۔ جب عداس ان کے پاس گیا تو کہنے لگے کہ تم اسے ایسے کیوں چوم رہے تھے؟ تو اس نے کہا: اس وقت کرۂ اراضی پر ان سے بڑھ کر بہتر کوئی شخص نہیں۔ اُس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جو کوئی نبی ہی بتا سکتا ہے۔ تو انہوں نے اسے ڈانٹ دیا۔ اور کہا کہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔ ❶

صحیح بخاری ومسلم شریف میں ہے کہ جب نبی ﷺ مکہ سے آتے ہوئے قرن الثعالب (موجودہ نام قرن المنازل) پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ازل ہوئے اور فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَارَدُّوا عَلَيْكَ».

''اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کا رویہ دیکھ لیا ہے اور جو جواب انہوں نے دیا ہے، وہ بھی سن لیا ہے''۔

اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ اسے جو حکم دیں گے تعمیل ہوگی''۔

اتنے میں پہاڑوں کے فرشتے نے کہا:

❶ رحمۃ للعالمین ۱/ ٦٦، ٦٧. طبری اردو ۱/ ۱۰۸ تا ۱۱۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«إِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ».

”اگر آپ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں۔ اور ان لوگوں کو پیس کر رکھ دوں۔ (جنہوں نے آپ کا یہ حال کیا ہے)“۔

لیکن نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

«بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا».

”(انہیں ہلاک نہ کرو کیونکہ) مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان لوگوں کی نسلوں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے“۔

اور اسی راستہ میں وادی نخلہ بھی پڑتی ہے۔ واپسی پر آپ ﷺ نے وہاں بھی چند دن قیام فرمایا۔ اور اسی قیام کے دوران جنوں نے آپ ﷺ سے قرآن سنا اور ایمان لائے جیسا کہ سورہ احقاف کی آیت: ۲۹ تا ۳۱ اور سورہ جن کی آیت ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ... ﴾ میں مذکور ہے۔

اور اس طویل وشاق سفر میں کوئی بنی بشر مسلمان نہ ہوا۔ صرف عداس نے آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ مگر مالکوں کے ہاتھوں دب گیا۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو بھیج دیا، جنوں نے قرآن سنا۔ اس طرح یہ سفر بھی کلیۃً لاحاصل نہ رہا۔

اور ماہِ ذوالقعدہ میں (۱۰ نبوت۔ اواخرِ جون یا اوائلِ جولائی ۶۱۹ء) آپ ﷺ واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ اور موسمِ حج پر آپ ﷺ نے دور دراز سے آنے والے قبائل وافراد کو اسلام کی دعوت دی۔ ❶

---

❶ طبقات ابن سعد اردو ۱/ ۲۱۱، طبری اردو ۱/ ۱۰۸-۱۱۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری شادی:

نبوت کے گیارھویں سال ماہِ شوال میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ حبیبۃ اللہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کیا جبکہ ان کی عمر صرف چھ برس تھی۔ اور ہجرت کے پہلے سال ماہِ شوال میں مدینہ منورہ جا کر ان کی رخصتی عمل میں آئی جبکہ ان کی عمر نو برس ہو چکی تھی۔ ❶

یہ صرف واحد زوجۂ محترمہ تھیں جو آپ ﷺ سے نکاح کے وقت کنواری تھیں۔ ورنہ باقی سب بیوہ تھیں۔ آپ ﷺ کے کثرتِ ازدواج میں گوناگوں مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ جنہیں ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم کے آخر میں قدرے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

شقِ صدر اور اسراء و معراج

جب نبیٔ رحمت ﷺ کو بارِ رسالت اٹھائے تقریباً نصف عہدِ نبوت گزر گیا اور کفار و مشرکین کی طرف سے ایذاء رسانی کی حد ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے نبی ﷺ کو دیے جانے والے مصائب و آلام کا اثر کم کرنے، میدانِ دعوت و تبلیغ میں لگنے والے ذہنی و جسمانی زخموں کو مندمل کرنے، آپ ﷺ کی دل جمعی و حوصلہ افزائی اور عزت نوازی و شرف افزائی کیلئے ایک ایسی عظیم و مبارک سیاحت کا انتظام فرمایا جو نہ صرف ایک سیاحت و زیارت تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کے نبی و رسول برحق ہونے پر دلالت کرنے والے کثیر معجزات میں سے ہی ایک عظیم الشان معجزہ بھی تھی۔ جو قرآن و سنت اور کتبِ تاریخ و سیرت میں اسراء و معراج کے نام سے معروف ہے۔ یہ معجزہ نبوت کے بارھویں سال ماہِ رجب کی ستائیس (۲۷) تاریخ اور بدھ کی رات کو

---

❶ بخاری ۱/ ۵۵، مسلم ۴/ ۱۴۰، مسند احمد ۵/ ۲۸۰، تلقیح ص ۱۰، الرحیق ص ۱۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آیا۔ جبکہ آپ ﷺ کی عمرِ شریف باون (۵۲) سال ہو چکی تھی۔ ❶

عالم ملکوت کے اس سفر پر روانگی سے قبل آپ ﷺ کی شایانِ شان تیاری کرائی گئی تاکہ جہاں آپ ﷺ کی عزت و اکرام دو چند ہو۔ وہیں مناجاتِ الٰہی کی استعداد میں بھی اضافہ ہو، اور یہ خاص تیاری تھی۔ اور آپ ﷺ کا ایک مرتبہ پھر شقِ صدر کیا جانا اور دلِ اقدس میں ایمان و حکمت بھرنا رونما ہوا تھا۔ ❷

اسراء و معراجِ مصطفےٰ ﷺ کا یہ واقعہ اٹھائیس ۲۸ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بخاری و مسلم، کتب ستہ اور دیگر کتب حدیث میں سے پچیس تیس کتابوں میں مذکور ہے۔ ❸

اس سفر پر روانگی کے وقت آپ ﷺ کہاں اور کس حالت میں تھے؟ اور کیسے کیسے پہنچے؟ کس کس سے ملے؟ کیا کیا دیکھا؟ اور اس سفرِ مبارک میں کیا کیا پایا؟

یہ سب امور بڑے تفصیل طلب ہیں۔ ❹

مختصر یہ کہ بروایت صحیح بخاری و مسلم، آغازِ سفر سے قبل بیت اللہ شریف کے پہلو میں ملائکہ نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا۔ قلبِ اقدس کو نکال کر سونے کے ایک طشت میں رکھا۔ اور اسے آبِ زمزم سے دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے بعد اسے واپس اسی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ کی سواری کیلئے براق لایا گیا جس

---

❶ علامہ منصور پوری نے محققین کی تحریروں اور اپنی تحقیق کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے ماہ و سال کی یہ تعیین کی ہے (تفصیل کے لیے رحمۃ للعالمین ۳/ ۱۲۵۔۱۲۶)۔ امام طبری (۱/ ۱۸۰ اردو) نے نبوت کے پہلے سال اور امام نووی و قرطبی نے پانچویں سال اور بعض نے تیرھویں سال میں معراج کا ذکر کیا ہے۔ (الرحیق ص ۱۵۵)

❷ قال الحافظ في الفتح كذا [illegible] في تنوع الأماثيض أسرار الفتح الرباني ۲۰ / ۱۹۶.

❸ اس واقعہ کی تخریج اور کتب کے نام دیکھنے ہوں تو رحمۃ للعالمین جلد سوم ۱۲۶ تا ۱۲۸ ملاحظہ فرمائیں۔

❹ تفصیلات کے لیے ہم از مصنف تفسیر ابن کثیر اردو اور بخاری و مسلم ہی ملاحظہ فرمائیں، اور زاد المعاد سیرت ابن ہشام پر بھی نظر ڈال لیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ہر قدم اتنی دور پڑتا تھا جہاں تک نظر جا سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے۔ وہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اور مسند احمد میں مذکور حدیث کی رو سے تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ یہ الفاظ صحیح بخاری و مسلم کے نہیں یہ ہم نے مسند احمد سے نقل کیے ہیں۔ ❶

بیت اللہ شریف سے بیت المقدس تک کے اس سفر کو اسراء کہا جاتا ہے جس کا ذکر پندرہویں پارے کی پہلی ہی آیت ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا... الخ﴾ میں موجود ہے۔ اور بیت المقدس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیلِ امین علیہ السلام کی معیت میں، آسمانوں کی طرف لے جائے گئے۔ پہلے، دوسرے حتیٰ کہ ساتویں آسمان اور اس سے بھی آگے سدرۃ المنتہیٰ تک گئے۔ اور پھر اس سے بھی آگے لے جا کر قربِ الٰہی اور شرف ہمکلامی و مناجات سے نوازے گئے۔

ساتوں آسمانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی ملاقات کی۔ جن کے نام و مقام بخاری و مسلم میں مذکور ہیں۔

تمام عبادات تو بذریعۂ وحی فرض کی گئیں مگر نمازِ پنجگانہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر بلاواسطہ فرض کی گئیں۔ اور یہ اس سفرِ معراج کا تحفہ ہیں۔ اور بیت المقدس سے لے کر آسمانوں کے اس سفر کو ہی معراج کہا جاتا ہے جس کا ذکر قرآنِ پاک کی سورۂ نجم میں موجود ہے۔

اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ بھی دیکھے۔ اور اہلِ عذاب کے مختلف گروہ دیکھے:

❶ یتیموں کا مال کھانے والوں کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ آگ کے انگارے منہ سے کھاتے ہیں۔ اور وہ آگ ان کی دبروں سے نکلتی ہے۔

---

❶ الفتح الربانی ۲۰ / ۲۵۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ سود خوروں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر پاتے۔

❸ زانیوں کو دیکھا کہ وہ پاکیزہ گوشت کو چھوڑ کر بدبودار گوشت کھا رہے ہیں۔

❹ غیر محرم لوگوں کے سامنے بے پردہ جانے والی عورتوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ پستانوں کے بل لٹکائی ہوئی ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راتوں رات سفرِ بیت المقدس کیا تو کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے، کیا تم اس بات کی تصدیق کرو گے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ میں تو اس سے بھی بڑی بات (خبر السماء) کی تصدیق کرتا ہوں، تو یہ کیا ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فرمایا ہے تو میں تصدیق کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے انہیں ''صدیق'' کا خطاب ملا۔ ❶

کچھ وقت پہلے تک معراج کی حقیقت کو سمجھنا شائد قدرے مشکل اور محض ایمانی بات تھی۔ مگر آج جبکہ انسان اپنے مصنوعی ذرائع سے ہواؤں میں اڑتا، اور ستاروں پہ کمندیں ڈالتا پھر رہا ہے، ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ بیداری اور جسم و روح کے ساتھ معراج کرانا نہ ناممکن و محال نظر آتا ہے، اور نہ ہی بعید از قیاس رہا ہے۔

اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تو کب کے کہہ گئے ہیں:

سبق ملا ہے معراجِ مصطفیٰ سے یہ مجھے
کہ بشریت کی زد میں ہے یہ گردوں

---

❶ الفتح الربانی ۲۰/ ۲٦٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجرت صحابہ رضی اللہ عنہم سوئے حبشہ و مدینہ

اسلامی سالِ نو کی آمد اپنے ساتھ جو پیغام اور یادیں لاتی ہے۔ اُن میں سے ہی تاریخ اسلام بلکہ پوری تاریخِ انسانیت کا اہم واقعہ ''ہجرتِ رسول ﷺ'' بھی ہے جس نے اسلامی تاریخ کو ایک نیا سنہری موڑ دیا۔ ہر نیا سال نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی یادیں تازہ کر دیتا ہے۔

یہ واقعۂ ہجرت ساڑھے چودہ سو برس پہلے رونما ہوا تھا۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ کو مبعوث ہوئے تیرہ برس ہو چکے تھے۔ نبوت ملنے کے بعد جب آپ ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کیا۔ اہلِ قبیلہ، اہلِ مکہ اور قرب و جوار کے لوگوں کو بتایا کہ ہر قسم کی عبادت اور نذر و نیاز کا مستحق صرف ایک اللہ ہے۔ حاجت روائی اور مشکل کشائی کرنے والا بھی صرف وہی ایک مختارِ کُل ہے۔ تو فطرتِ سلیمہ کے مالک سعادت مند لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اُدھر مشرکینِ مکہ نے جب اسلامی تعلیمات کے اس سیلِ نور کو پھیلتے دیکھا تو بگڑ گئے۔ نبی ﷺ کو برا بھلا کہا، تکلیفیں پہنچائیں، دھمکیاں دیں اور لالچ کے ذریعے دعوتِ اسلام کی راہ روکنا چاہی۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کی تکلیفوں اور دھمکیوں سے دبنے کے بجائے تبلیغِ دین کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور ان کے ہر لالچ کو نوکِ پا سے ٹھوکر مار دی۔

طبرانی کبیر و اوسط، ابن جریر، اور مسند ابی یعلی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَ الْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ، حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ مَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَرَكْتُهُ». ❶

''بخدا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اور کہیں کہ میں اسلام کی دعوت وتبلیغ چھوڑ دوں، تب بھی یہ ممکن نہیں یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے۔ یا اس کی راہ میں مجھے موت آ جائے''۔

قریشِ مکہ نے اپنے ہتھکنڈوں کے باوجود مسلمانوں کو روز بروز بڑھتے دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذائیں پہنچانا شروع کر دیا۔ اور ان پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ پڑھ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مشرکین کی اس ہٹ دھرمی اور ایذاء رسانی کے پیشِ نظر نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت فرمائی۔

ہجرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ واقعہ بعثتِ نبوی ﷺ کے پانچ سال بعد ماہِ رجب میں رونما ہوا۔ اس ہجرتِ اولیٰ میں نبی ﷺ کے دوہرے داماد، ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کی لختِ جگر زوجۂ عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

ہجرتِ حبشہ کے پہلے مہاجرین کی تعداد طبقات ابنِ سعد (۲۰۴/۱) اور طبری کے مطابق گیارہ آدمی اور چار عورتیں تھیں جبکہ معروف سیرت نگار ابنِ ہشام نے دس مرد اور چار عورتیں لکھا ہے۔

ابن کثیر، ابن ہشام اور ابن قیم رحمہ اللہ کے مطابق پہلی اور دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا کر کل تعداد تراسی ہو گئی۔ عورتیں اور بچے ان پر مستزاد

---

❶ یہ حدیث ابن جریر ۲/ ۶۷ میں معضل سند کے ساتھ ہے اور طبرانی کبیر واوسط میں بھی قدرے اختصار سے موجود ہے۔ اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۶/ ۱۵ میں لکھا ہے کہ اس روایت کو شروع سے تھوڑے سے اختصار کے ساتھ ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اور ابویعلیٰ کی روایت کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ وانظر البدایۃ ۳/ ۴۸۔ عظیم محدث علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تعلیقات الالبانی علی فقہ السیرۃ ص: ۱۱۴، ۱۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ❶

قریش مکہ نے جب دیکھا کہ اسلام کی دعوت مکہ سے نکل کر قرب و جوار اور حبشہ تک پہنچ گئی ہے تو خاندانِ نبوت کا سوشل بائیکاٹ کر کے انہیں ایک پہاڑی کھائی شعب ابی طالب میں محصور کر دیا جس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی جگہ پتوں سے پیٹ بھرنا پڑا۔ بچے بھوک سے بلبلاتے اور ظالم قہقہے مارتے رہے۔ اور یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔ ❷

اس سوشل بائیکاٹ کی تفصیلات بڑی جانگداز ہیں۔ اور اس ظالمانہ بائیکاٹ لکھنے والے شخص منصور بن عکرمہ اور زاد المعاد میں علامہ ابن القیم کے بقول بغیض بن عامر بن ہاشم کو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ اس کا دستاویز لکھنے والا ہاتھ شل ہو گیا۔ ❸

اسلام کی صدائے بازگشت مدینہ منورہ تک جا پہنچی قبیلہ اوس و خزرج کے کچھ لوگوں نے حج کے موقع پر اسلام قبول کر کے نبی ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ جو تاریخِ اسلام میں بیعہ عقبہ اولیٰ اور بیعہ عقبہ ثانیہ کے عنوان سے منسوب ہے۔ انہی ایام میں نبی اکرم ﷺ نے ایک خواب دیکھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ، فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ يَثْرِبُ».

''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایسے علاقہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں، پہلے میرا خیال یہ ہوا کہ شاید یہ علاقہ یمامہ یا ہجر ہے مگر معلوم ہوا کہ یہ یثرب یعنی مدینہ منورہ ہے''۔

❶ ابن کثیر ۲/۹، زاد المعاد ۲/۴۴، ابن ہشام جلد اول۔

❷ البدایۃ و النہایۃ ۳/۸۴، و سیرت ابن ہشام جلد اول۔

❸ زاد المعاد لابن القیم ۲ / ۴۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری روایت میں ہے:

«قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ». ❶

''میں تمہارا دارِ ہجرت دکھایا گیا ہوں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کی عام اجازت دے دی، اور فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لَكُمْ إِخْوَانًا وَ دَارًا تَأْمَنُونَ بِهَا». ❷

''تمہیں اللہ نے ایسے بھائی اور ایسی جگہ دی ہے کہ جہاں تم پُر امن رہو گے''۔

اس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کر دی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے خفیہ ہجرت کی، سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«مَا عَلِمْتُ أَحَداً مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ هَاجَرَ إِلَّا مُخْتَفِياً إِلَّا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ!».

''تمام مہاجرین نے خفیہ طور پر ہجرت کا سفر اختیار کیا سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے''۔

آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہجرتِ فاروق رضی اللہ عنہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہ جب ہجرت کیلئے تیار ہوئے تو گلے میں تلوار کا نیام لٹکایا۔ کندھے پر تیروں سے بھرا ترکش اور کمان لٹکائی۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی اور مشرکین مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ تَثْكِلَهُ أُمُّهُ أَوْ يُيَتَّمَ وَلَدُهُ أَوْ تُرْمَلَ اِمْرَأَتُهُ

---

❶ بخاری ۷/ ۱۸۶، حاکم ۳/ ۳، ٤، بیہقی ۹/ ۹، عن عائشہ رضی اللہ عنہا و بخاری ۱۲/ ٥٤، ۳، ٥٥ ۳، مسلم ۷/ ٥۷، ابن ماجہ ۲/ ٤٤٥، عن ابی موسی نحوہ، تعلیق الالبانی علی فقہ السیرۃ ص ۱٦۰

❷ [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلْيَلْقَنِي وَرَآءَ هَذَا الْوَادِي». ❶

''جو چاہے کہ اس کی ماں اسے گم پائے، اس کے بچے یتیم ہوں، اس کی اہلیہ بیوہ ہو، وہ مجھے اس وادی کے پار ملے''۔

سبحان اللہ! ایسے قدسی نفوس انسان اور شاہکار رسالت کہ راہِ خدا میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی اور مشرکین کو للکارتے ہوئے سفر ہجرت پر چل پڑے، ایسے قدسی نفوس کے ایمان میں شک کرنے والے اور انھیں برا بھلا کہنے والے اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

یہ تو تھا ہجرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مختصر تذکرہ۔ جس کے ضمن میں ہی (یثرب) کا لفظ بھی گزرا ہے۔ اس کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ صحیح بخاری و مسلم، مسند احمد اور معجم البلدان کی آٹھویں جلد ص: ۴۹۸ پر لکھا ہے کہ:

''یثرب مدینہ کا جاہلی نام ہے۔ یعنی قبل از اسلام مدینہ طیبہ کا نام یثرب تھا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اس کا نام بدل دیا تھا''۔ ❷

اور مسند طیالسی میں مذکور ہے کہ ''نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کا نام (طیبہ) رکھا تھا اور مسلم شریف میں تو یہاں تک مذکور ہے:

«إِنَّ اللَّهَ سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَه». ❸

''اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے''۔

ان احادیث کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ مدینہ منورہ، مدینہ طیبہ یا مدینہ طابہ کو اسکے پرانے جاہلی نام سے پکارنا مکروہ و ناپسندیدہ فعل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ

---

❶ شہر مستنیر الاسلام مؤلف رفیق العظیم.

❷ بخاری ٤/ ٧١. صحیح مسلم ٤/ ١٢١. مسند احمد ٥/ ٨٩، ٩٤، ٩٦ تا ٩٨، ١٠١، ١٠٦، ١٠٨.

❸ صحیح مسلم ٤/ ١٢١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے شاعر اور نعت خواں حضرات اکثر یثرب ہی لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ جبکہ مسند احمد وابو یعلی میں ایک حدیث ہے۔

«مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرِبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ هِيَ طَابَه هِيَ طَابَه». ❶

''جس نے مدینہ کو یثرب کے نام سے پکارا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔ کیونکہ وہ (یثرب نہیں بلکہ) طابہ ہے طابہ''۔

یہ احادیث شعراء، نعت گو، اور نعت خواں حضرات سے بالخصوص اور عام مسلمانوں سے بالعموم توجہ چاہتی ہے۔

ہجرت رسول اللہ ﷺ

ہجرتِ مدینہ کا حکم ملنے کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہجرت کر گئے سوائے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض مجبور مسلمانوں کے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو صحیح بخاری میں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«عَلٰى رِسْلِكَ فَإِنِّيْ أَرْجُوْ أَنْ يُؤْذَنَ لِيْ». ❷

''جلدی نہ کرو، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے''۔

اور سیرت ابن ھشام میں یہ الفاظ ہیں:

لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَكَ صَاحِباً فَيَطْمَعُ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ

---

❶ مسند احمد ٤: ٢٨٥ وعزاه الهيثمي في المجمع ٣/ ٣٠٠. لأبي يعلى أيضاً كما في تخريج الألباني على فقه السيرة لمحمد غزالي ص ١٥٠، ١٥١ انظر أيضاً أعلام الساجد للزركشي ص: ٢٣٦.

❷ بخاری ٧/ ص: ١٨٣ تا ١٩٧. و الفتح الرباني ٢٠/ ٢٧٩، ٢٨٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْ يَكُوْنَهُ.

''جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کسی کو ساتھی بنادے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہی آرزو رکھتے تھے کہ آپ ﷺ ہی میرے ساتھی بنیں''۔

اسی قسم کے حوصلہ افزاء اشاروں کی بناء پر انہوں نے دو سواریوں کو خصوصی خوراک دینا اور پالنا شروع کیا تھا۔ اور جب ہجرت کا دن آیا تو فرمایا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اسی دن کیلئے یہ دو سواریاں یعنی اونٹنیاں پال رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک آپ ﷺ پسند کرلیں۔ آپ ﷺ نے سواری پسند کرتے ہی فرمایا:

«بِالثَّمَنِ».

''قیمت ضرور ادا کروں گا''۔

اس طرح انہیں شرف رفاقت بخشنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک لیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ملا کہ میرے پاس جو لوگوں کی امانتیں ہیں وہ واپس کر کے آ جانا۔ ادھر قریشِ مکہ پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی جمعیت بن رہی ہے۔ اگر محمد ﷺ بھی اُن سے جا ملے تو پانی سر سے گزر جائے گا۔

لہٰذا انھوں نے قصیّ بن کلاب کے گھر جو ان کا دار الندوہ یا پارلمینٹ ہاؤس تھا اجتماع کیا۔ جس میں کسی نے کہا: آپ ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ کر کسی کوٹھڑی میں ڈال دیا جائے، کسی نے کہا: ملک بدر کردیا جائی، ابوجہل ملعون نے کہا: تمام قبیلوں کا ایک ایک نوجوان مسلح ہوکر ان کے گھر کا گھیراؤ کرلیں۔ صبح جونہی نکلیں تو ایک ہی وار سے ان کا کام تمام کردیں۔ اس طرح ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور دیت دے کر سب کی جان چھوٹ جائے گی، شیطانِ لعین جو ایک بزرگ کے بھیس میں شریکِ اجتماع تھا، اس نے اسی رائے کو پسند کیا اور بات طے ہوگئی۔ [1]

[1] الفتح الربانی ۲۰ / ۲۷۷، ۲۷۸، ابن ہشام ۲/ ۸۹، ۹۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ الانفال آیت ۳۰ میں اسی سازشِ قتل کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

''اور جس وقت کافر لوگ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو باندھ دیں، یا قتل کر دیں، یا ملک بدر کر دیں، وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کر رہا تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش کی خبر دے دی۔ اور حکم فرمایا کہ آج رات اپنے گھر نہ سونا۔ آپ ﷺ خلافِ عادت دوپہر کو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ ہجرت کی اجازت اور انھیں اپنا رفیقِ سفر ہونے کی خوشخبری دی۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس عظیم سعادت پر فرطِ مسرت سے رو پڑے، حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما زادِ راہ کی تیاری میں لگ گئیں۔ جس رات آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ سبز حضرمی چادر عنایت فرمائی جسے اوڑھ کر آپ ﷺ سویا کرتے تھے۔ اور فرمایا یہ چادر لے کر میرے بستر پر سو جانا:

«فَإِنَّهُ لَنْ يَخْلُصَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَكْرَهُهُ مِنْهُمْ». [1]

''دشمنوں کی طرف سے تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی''۔

خود دروازہ روک کر کھڑے دشمنوں کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے اپنے گھر سے نکل گئے اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازمِ مدینہ ہوئے۔ یہ روانگی یکم ربیع الاول ۱ھ بمطابق ۱۳ ر ستمبر ۶۲۲ء بروزِ پیر سحری کے وقت ہوئی۔ [2]

اور مسند احمد میں بھی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

---

[1] الفتح الربانی ۲۰/ ۲۷۹ و ابن ہشام ۲/ ۹۱ و اللفظ لہ.

[2] الہجرہ. احمد عطار. ص: ۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«وُلِدَ نَبِيُّكُمْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ نُبِّئَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَ تُوُفِّيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ».

''تمہارے نبی ﷺ کی پیدائش، بعثت، ہجرت، دخولِ مدینہ اور وفات پیر کے دن کو ہوئی تھی''۔

اور سید منصور پوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں ۲۷ر صفر ۱۳ نبوت بروز جمعہ (۱۲ر ستمبر ۶۲۱ء) کو روانگی لکھی ہے۔

دورانِ سفر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں، آپ ﷺ نے پوچھا: ابوبکر کیا بات ہے؟ تو حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جب پیچھا کرنے والوں کا خیال آتا ہے تو پیچھے ہو جاتا ہوں۔ اور جب یہ خدشہ سامنے آئے کہ راستے میں کوئی گھات لگا کر نہ بیٹھا ہو تو آگے ہو جاتا ہوں۔ اور اسی طرح دائیں بائیں بھی چلتا ہوں کہ خدانخواستہ کوئی دشمن وار کرے تو مجھ پر ہو۔ اور آپ ﷺ سلامت رہیں۔ ❶

دشمنوں کو دھوکہ دینے کیلئے مدینہ طیبہ کے راستے جانے کے بجائے آپ ﷺ نے اُلٹے رخ کو سفر شروع کیا۔ اور چار میل دور جا کر غارِ ثور میں اُترے، غار کے کنارے پر پہنچے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ ﷺ یہیں رکیں، پہلے میں غار کا داخلی جائزہ لے کر حفاظتی اقدامات کرلوں کہ اندر کوئی درندہ یا زہریلا کیڑا نہ ہو۔ جب وہ اطمینان کر بیٹھے تو فرمایا: اب تشریف لے آئیں۔ یہ واقعاتِ سفر بیان کرنے کے بعد حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتِلْكَ اللَّيْلَةُ خَيْرٌ مِّنْ آلِ عُمَرَ». ❷

---

❶ بيهقي كما في البداية و النهاية ۳/ ۱۸۰.

❷ البداية ۳/ ۱۸۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ صرف اس رات کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں سارے خاندانِ عمر رضی اللہ عنہ کی کُل نیکیوں سے بھی زیادہ ہیں‘‘۔

اس غار میں نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین دن قیام فرمایا۔ اس دوران حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا روزانہ رات کو کھانا، حضرت عامر مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ وہاں بکریاں لے جا کر دودھ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قریش کی خبریں آپ ﷺ تک پہنچایا کرتے تھے۔ قریشِ مکہ تلاش میں سرگرداں غار کے منہ تک بھی پہنچ گئے۔ ❶

بخاری و مسلم شریف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اگر اُن (کفار) میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لیتا تو ہمیں پا لیتا۔ اور قسم اٹھا کر فرمایا: مجھے اپنی جان کا کوئی خطرہ نہیں، مجھے ڈر ہے تو صرف یہ کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا».

’’ڈریں نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے‘‘۔

اور فرمایا:

«يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا».

’’اے ابو بکر! تمہارا ان دو ساتھیوں (کے محفوظ و مامون ہونے) کے

---

❶ مشہور ہے کہ غارِ ثور کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا تھا اور دو جنگلی کبوتروں نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔ اور درخت کی ٹہنیاں غار کے منہ تک آ گئی تھیں۔ شیخ محمد غزالی نے اپنی فقہ السیرہ ص: ۱۷۳ پر امام احمد کی روایت جس میں جالے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ امام احمد کی روایت حسن ہے۔ اگرچہ یہ صحاح میں موجود نہیں۔ اور کبوتریوں کے انڈے دینے والے قصے کی نفی کی ہے۔ جبکہ اسی کتاب کی تخریج میں حاشیہ پر شیخ البانی نے البدایہ ۳/ ۱۸۸، اور فتح الباری ۷/ ۱۸۰ کے حوالے سے ابن کثیر اور حافظ ابن حجر کی بھی تحسین ذکر کر کے امام عقیلی، ابن معین، نسائی اور خود ابن حجر کے حوالے سے مکڑی اور کبوتروں والی روایت کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ فقہ السیرہ للغزالی، تحقیق و تعلیق شیخ البانی ص ۱۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہو''۔

مقامِ ابوبکر اور شانِ صدیق کیلئے یہی کیا کم ہے کہ سورۂ توبہ آیت: ۴۰ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے شرفِ صحابیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴾

''دو میں سے دوسرے جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جس وقت اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

سبحان اللہ!

یہ رتبۂ بلند ملا جسے مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

جن کے شرف کی شہادت خود قرآنِ پاک دے۔ ایسے پاک طینت و پاک باز لوگوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے، اُن پر کیچڑ اچھالنے اور زبانِ لعن وطعن دراز کرنے والوں کو قہرِ الٰہی سے ڈرنا چاہیئے۔

وصولِ مدینہ

نبیٔ رحمت ﷺ اور حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ سفرِ ہجرت سے پہلے تین دن غارِ ثور میں رکے رہے۔ اور جب قریشِ مکہ کا جوشِ تلاش کچھ ٹھنڈا ہوا تو حسبِ پروگرام راستوں کا ماہر گائیڈ عبداللہ بن اُریقط دونوں سواریاں لایا، جن پر نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے رفیقِ سفر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوکر مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

قاضی سلمان منصور پوری نے لکھا ہے کہ غارِ ثور سے مدینہ کی جانب روانگی یکم ربیع الاول بروزِ پیر، ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو ہوئی۔ ❶

---

❶ رحمة للعالمين ۱/ ۸۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) اُسی دن مکہ والوں نے انعام کا اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلمانوں کے نبی ﷺ کو زندہ یا مُردہ حالت میں لے کر آئے گا، اُسے ایک سو اُونٹ دیئے جائیں گے جو کہ اُس زمانے کا تصور سے بھی بڑا انعام تھا۔ لہٰذا انعام کے لالچ میں کئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہی میں ایک سراقہ بن مالک بھی تھے۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ خود اُن کا اپنا بیان بخاری و مسلم میں ہے کہ:

''جب میں تلاش کرتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، اور میں گر پڑا۔ پھر اُٹھ سوار ہوا، گھوڑے کو ایڑ لگائی اور جب اُن کے قریب پہنچا تو اُس کی اگلی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں۔ میرے زجر کرنے پر وہ بمشکل زمین سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ جہاں وہ دھنسا تھا، وہاں کوئی گڑھا نہیں تھا۔ صرف ایک دُھواں سا وہاں سے نکلا اور آسمان کی طرف اُڑ گیا تو میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ نبی برحق ہیں۔ لہٰذا میں نے اُنہیں آواز دے کر پناہ طلب کی تو آپ رُک گئے۔ میں نے سارا ماجرا سنایا اور اپنا زادِ راہ اُنہیں پیش کیا مگر آپ ﷺ نے کچھ نہ لیا۔ صرف اتنا فرمایا:

«أَخْفِ عَنَّا الطَّلَبَ».

''کہ ہمارے بارے میں پوچھنے اور ہمیں تلاش کرنے والوں کو اِدھر نہ آنے دو''۔

پھر میں نے ''امن نامہ'' طلب کیا تو آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ مولیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لکھوا مجھے کر دیا۔ میں واپس ہو گیا۔ اور دوسرے تعاقب میں جانے والے لوگوں کو اُدھر جانے سے یہ کہہ کر روکتا گیا کہ اب اِدھر جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں کافی دُور تک ہو آیا ہوں''۔

اس طرح وہ سراقہ بن مالک جو جان کے پیاسے تھے، شام کو جاں نثار بن کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹے۔ ❶

(۲) اس سفرِ ہجرت میں گھوڑے کے پاؤں دھنسنے کے علاوہ بھی کئی معجزات رُونما ہوئے۔ جیسا کہ سیرت ابن اسحاق، مواهب الدنیه اور البدایه و النهایة میں ام معبد کی بکری کا واقعہ ہے کہ:

''وہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت چاہی، اور اس کے تھنوں کو چھوا تو اُس نے دودھ اتار لیا، تب آپ ﷺ نے کئی برتن دودھ دوہیا۔ یہ بکری حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے تک رہی۔ اور صبح وشام دودھ دیتی رہی''۔ ❷

اور تیسرا معجزہ مسند أحمد میں مذکور ہے کہ راستوں کے ماہر عبداللہ بن اریقط نے بتایا کہ:

''اس پہاڑ میں دو ڈاکو رہتے ہیں ورنہ ہم راستہ مختصر کر لیتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں اسی راستے لے چلو۔ اُنکی جگہ پہنچے تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا۔ اور اسلام پیش کیا تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ وہ دونوں مُهَانَان (ذلیل) کے نام سے معروف تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«بَلْ أَنْتُمَا الْمُكْرَمَانِ». ❸

''بلکہ اب تم مُکْرَمَان (معزز) ہو''۔

مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے آپ ﷺ ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوت بروز پیر ۲۳ ستمبر ۶۲۲ قریبی بستی قبا پہنچے اور قیام فرمایا۔ اور وہاں مسجدِ قباء کی بنیاد رکھی جو اسلام

---

❶ بخاری مع الفتح ۷/ ۳۳٦ ، مسلم ۲۳٦، حاکم ۳/ ۹۰۷، مسند احمد ۳/ ۲۱۲، سیرت ابن هشام ۲/ ۹٦.

❷ ابن اسحاق و مواهب اللدنيه كما في الفتح الرباني ۲۰/ ۲۸۳. البداية و النهاية ۳/ ۲۹۰.

❸ البداية و النهاية. الفتح الرباني ۲۰/ ۲۸۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی جسکے بارے میں قرآنِ پاک میں ﴿أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى﴾ کے الفاظ میں گواہی دی کہ یہ تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر ہوئی ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلّٰى فِيهِ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ».

''اس مسجد میں جو آدمی گھر سے وضوء کر کے جائے اور (دو رکعت) نماز ادا کرے، اُسے عمرے کا ثواب ملتا ہے''۔

قیامِ قباء کے بعد آپ ﷺ بارہ ربیع الاول ۱ھ بروزِ جمعہ سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے وہیں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا (اور وہ مسجد آج تک مسجدِ جمعہ کے نام سے معروف ہے) آپ ﷺ نمازِ جمعہ کے بعد اُسی دن مدینہ میں داخل ہوئے۔ ❶

لیکن محمود پاشا فلکی کے مطابق آپ ﷺ ۸ ربیع الاول ۱ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء بروز پیر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ ❷

اہلِ مدینہ نے شہر سے باہر آکر آپ ﷺ کا پُر جوش استقبال کیا اور آپ ﷺ کی آمد پر جی بھر کر اظہارِ مسرّت کیا۔ مشہور و معروف نعتیہ اشعار:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

اسی استقبال کے وقت پڑھے گئے تھے۔ اب انصارِ مدینہ میں سے ہر صحابی کی یہ خواہش ہے کہ شرفِ میزبانی مجھے نصیب ہو۔ اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار

❶ رحمۃ للعالمین ۱/ ۹۱، ۹۴.

❷ التقویم العربی محمود باشا فلکی طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکڑتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک کو راضی اور بقیہ کو ملول کرنے کے بجائے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ اور فرمایا:

«دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ». ❶

''میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ وہیں بیٹھے گی جہاں اسے حکم الٰہی ہوگا''۔

اور وہ حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس جا بیٹھی اور شرفِ ضیافت اُنہی کا حصہ آیا۔

دولت اسلامیہ کا قیام

بادیٔ النظر میں ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کے ظلم واستبداد سے فرار نظر آتی ہے مگر حقیقت اس کے سراسر برعکس ہے۔ یہ ہجرت تو ظلم کے خاتمے اور دنیائے انسانیت میں عدل گستری کا پیش خیمہ اور عین منشاء الٰہی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورۂ توبہ آیت: ۳۳، سورۂ فتح آیت ۲۸ اور سورۂ صف آیت: ۹ میں ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ فرما کر دین اسلام کی تمام ادیانِ سابقہ پر فتح ونصرت کی خوشخبری دی تھی۔ اُسے حقیقت کا رُوپ دینے کیلئے کسی ایسے مقام پر استقرار ضروری تھا جہاں شعائرِ دین کی ادائیگی اور اسلام کی تبلیغ واشاعت پر کوئی قدغن نہ ہو۔ اور جہاں اسلامی حکومت کا قیام وتشکیل ممکن ہو، جو ظلم کے خاتمے اور عدل وانصاف کی ضامن ہے۔ ان بلند مقاصد کے حصول کیلئے مکہ جیسی فضائے شرک سے نکلنا ضروری تھا۔ اور اسکے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکے صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے جو جگہ پسند فرمائی وہ مدینہ طیبہ تھی۔ جہاں پہنچتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی پہلی دولت اسلامیہ کے خاکے میں رنگ بھرنا شروع کردیا۔ اور اسکے بنیادی خدوخال استوار کرنے کیلئے چار اقدام کیے:

---

❶ مدنی ۳/۲۰۲۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۳۶، ۲۳۷ زاد المعاد ۱/۱۰۰، ۱۰۱ والبیہقی فی الدلائل۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے والی اس جگہ میں تعمیر کروائی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی جو بیک وقت بشری فرشتوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جہاں مرکزِ عبادت تھی، وہاں ساتھ ہی روحانی ومادی علوم کیلئے عظیم یونیورسٹی بھی تھی۔ وہ مسجد جہاں داخلی وخارجی تعلقات سکھلانے والا پولیٹیکل انسٹیٹیوٹ تھی۔ وہیں فوجی وعسکری تربیت کا ٹریننگ کالج بھی تھی۔ اس مسجد کے سامنے آج کے تمام بڑے بڑے علمی وثقافتی اور عسکری ادارے ہیچ ہیں۔ اس مسجدِ نبوی ﷺ سے نور کا وہ سیلاب پھوٹا جسکی شعاعوں نے پورے عالم کو منور کردیا۔ تعمیرِ مسجد نبوی میں آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس حصہ لیا تھا۔ ❶

دوسرا اہم اقدام یہ فرمایا کہ انصارِ مدینہ اور مہاجرینِ مکہ کہ مابین رشتۂ مؤاخاۃ یا بھائی بندی قائم فرمائی تاکہ مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ فوراً حل ہو، وہ معاشی طور پر جلد خود کفیل ہوں۔ اور تمام افرادِ معاشرہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایثار وفدائیت کی ناقابلِ یقین مثالیں قائم کیں اور اپنے مکی مہاجر بھائی پر کُل مال کا نصف نچھاور کیا۔ اور دو بیویوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی پیشکش کردی۔ مگر مکی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بازار کی راہ پوچھی، محنت کی، چند ہی ماہ بعد اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر اپنی کمائی سے شادی بھی کی۔ جیسا کہ حضرت ابن ربیع رضی اللہ عنہ سے الفاظ امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل فرمائے ہیں کہ انھوں (حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

«اِنِّیْ اَکْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالاً فَاَقْسِمُ مَالِیْ نِصْفَیْنِ وَلِیْ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَیْكَ فَسَمِّهَا لِیْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا».

---

❶ تعمیر مسجد نبوی کی تفصیلات کے لیے دیکھئے البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۱۴، ابن ہشام ۲/۱۰۱، طبری ۲/۳۹۶، طبقات ابن سعد ۱/۱۶۰، بخاری ومسلم، اور مقاصد تعمیر کے لیے فقہ السیرۃ محمد غزالی تحقیق الالبانی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں انصار میں سے سب سے زیادہ مال دار ہوں، میرا مال دو حصے کر کے ایک حصہ تم لے لو اور میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جسے تم پسند کرو اسکا نام لو میں اسکو طلاق دے دیتا ہوں، اور جب اسکی عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَ مَالِكَ» .

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت فرمائے''۔

اور بازار کا پتہ پوچھ کر محنت و مشقت سے کمائی کی اور سونے کی گٹھلی حق مہر کے عوض اپنی شادی کی۔ اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم فارغ البال ہو گئے مگر حاکمِ دولتِ اسلامیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم کہ وفات تک کبھی خستہ روٹی نہیں کھائی بخاری عن انس رضی اللہ عنہ: ''دو دو ماہ تک گھر میں آگ تک نہیں جلی۔ صرف کھجور اور پانی پر گزارہ رہا''۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درع ایک یہودی کے پاس گروی تھی جس کے عوض گھر والوں کے لیے کچھ جو لیے تھے۔ ❶

دولتِ اسلامیہ کے قیام کی طرف پیش رفت کے طور پر تیسرا اہم سیاسی اقدام یہ فرمایا کہ اس نئے اسلامی معاشرے کے افراد اور دوسری قوموں خصوصاً یہود کے مابین معاہدۂ صلح اور عدمِ جارحیت طے کیا جو ایک بنیادی و عبوری دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں جانبین کے فوائد کی تفصیلات کے علاوہ ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر کوئی قوم مدینہ پر حملہ آور ہوئی تو تمام اہلِ معاہدہ مل کر دفاع کریں گے۔ ❷

اس معاہدے نے جزیرۂ عرب کے باسیوں کو پہلی مرتبہ سیاسی شعور، ایک

---

❶ تفصیل کے لیے البدایۃ ۵/ ۲۸۲۔۲۸۴۔ الحق المر۔ محمد جلال کشک ص: ۴۴ تا ۴۸۔

❷ البدایۃ ۳/ ۲۲۴۔ ابن ہشام ۲/ ۱۰۶ مجموعہ الوثائق محمد حمید اللہ ص: ۴۱۔۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کے قانونِ تحفظ اور قانون کی بالادستی سے روشناس کرایا۔ ❶

جب آپ ﷺ عقیدہ وعمل کے لحاظ سے تعمیرِ انسانیت اور بنائے جماعت کے مراحل سے فارغ ہوئے تو ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾ اور ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾ اور ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ جیسی آیات میں مذکور اجازت وحکمِ قتال وجہاد کی خاطر آپ ﷺ نے جو تھا اہم کام یہ کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دی۔ اور دشمن سے بوقتِ ضرورت دفاعی مقابلہ کرنے کیلئے اُس وقت کے حربی فنون، تیراندازی، شمشیرزنی، اور گھوڑ سواری کی طرف توجہ دلائی۔ اور پھر واقعی اُن فنون کی ضرورت پیش آئی تو بدر واُحد اور حُنین وخیبر جیسے معرکوں سے سرخرو ہوتی ہوئی یہ چھوٹی سی مدنی ریاست نقشۂ عالم کی عظیم قوت بن گئی۔ جس کے سامنے قیصر وکسریٰ بھی گھٹنے ٹیک گئے۔ اور مسلم وغیر مسلم مؤرخین کو اعتراف کرنا پڑا کہ ہجرتِ رسول ﷺ ظلم سے فرار نہیں بلکہ ظلم کے خاتمے اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کیلئے ایک اہم ضرورت تھی۔

کیلنڈر کا آغاز وارتقاء

تذکرۂ ہجرتِ نبوی ﷺ کی مناسبت سے ہی اب ہم آپ کو یہ بتانے جارہے ہیں کہ کیلنڈر یا تقویم یا عام الفاظ میں جنتری کا آغاز کب ہوا۔ اس نے ارتقاء کی کون کون سی منازل طے کیں؟

تاریخِ عالم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نے جب سے زمانۂ تہذیب میں قدم رکھا اور لکھنا پڑھنا سیکھا ہے، تبھی سے اُن میں زمانے کی ماہ وسال اور

---

❶ الاسلام و حركة التاريخ، انور الجندى ص: ۳۳، ۳۴.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایام میں تقسیم کا رواج چلا آ رہا ہے۔ اور جن ممالک میں تقویم زمانۂ قدیم سے متعارف ہے، ان میں عراق، شام، مصر، یمن، چین، ایران اور انڈیا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور ان میں سے بالخصوص عراق میں اگر سب سے پہلے نہیں تو کم از کم اکثر اقوام سے پیشتر اسکا رواج ہوا، جبکہ مؤرخین نے سومری اور حمورابی تہذیبوں میں بھی اسکے استعمال کا پتہ دیا ہے جو کہ تین ہزار سال قبل مسیح (۳۰۰۰ ق م) کے زمانہ میں تھے۔ ❶

جازر میں آثارِ قدیمہ میں کی جانے والی کھدائیوں میں پتھر کی کچھ ایسی سلیں ملی تھیں جن میں بارہ ماہ کا کیلنڈر نقش تھا اور اسکا تعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے ہے۔

بنی اسرائیل میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ سفر الخروج باب ۱۳ فقرہ ۴ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے ماہِ ابیب کا ذکر آیا ہے۔ جو کہ انکی تقویم کا ایک مہینہ تھا۔ ❷

سفرِ تکوین، اصحاح ۷، ۸ میں مذکور ہے کہ طوفانِ نوح علیہ السلام کا زور دوسرے مہینے کی سترہ ۱۷ تاریخ سے لیکر ساتویں مہینہ کی دس ۱۰ تاریخ تک یعنی ایک سو پچاس دن تک رہا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ لیل ونہار اور ماہ وسال پر مبنی تقویم کا رواج طوفان نوح علیہ السلام سے بھی پہلے ہو چکا تھا۔

بخت نصری، قبطی جدید یا سکندری تقویم کا آغاز ۲۹ راگست ۲۵ ق م بروزِ جمعہ سے ہوتا ہے۔ جبکہ بعض علماء نے اسکا نقطۂ آغاز سنہ ۲۷۴ بتایا ہے۔ ❸

ہندؤں کی مذہبی کتاب (منوسمرتی) کے فقرہ ۶۴، ۶۵ میں لکھا ہے:

---

❶ تاريخ عالم ۳/ ۷٤ وما بعدها.

❷ قاموس كتب المقدس ۱۹٦۸. الهجرة احمد عطار ص: ۱۲۱.

❸ تاريخ نعساني لبناني وكشاف اصطلحات الفنون مولانا تهانوی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک روز ایک دن اور رات کا ہوتا ہے۔ اور تیس (مہورت) کے برابر ہوتا ہے۔ (اور ایک مہورت ۴۸ منٹ کا ہوتا ہے) رات آرام کیلئے اور دن کام کیلئے ہے''۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہندی مذہب میں بھی تقویم کا رواج منوسمرتی کی تالیف سے قبل کا ہے۔ جبکہ منوسمرتی کا زمانۂ تالیف دوسرے ہزار قبل مسیح کا اوائل ہے۔ ❶

اہلِ فارس و ایران میں جب کوئی بادشاہ تخت نشین ہوتا تو اس دن سے تاریخ کا حساب لگایا جاتا اور اس کی وفات کے ساتھ ہی یہ سلسلہ ختم ہو جاتا۔ مگر یزدگر بن شہریار بن پرویز خسرو کی تخت نشینی سے لیکر فارسی یا نوشیروانی تقویم مسلسل چلی آ رہی ہے۔ جس کے ہر ماہ کے تیس اور سال کے ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اور ہر ایک سو بیس (۱۲۰) سال کے بعد انکا ایک سال تیرہ (۱۳) ماہ کا ہوتا ہے۔ جسے (سہرک) کہتے ہیں۔ اور اس زائد تیرہویں مہینے کو (شہزاد) کا نام دیا جاتا ہے۔ ❷

رومانی تقویم ۴۵ ق م میں جولیس قیصر نے وضع کی جبکہ رومی اور سریانی کیلنڈر اس سے ملتے جلتے ہیں۔ البتہ آج کل کا معروف عالم عیسوی کیلنڈر، رومانی تقویم کی تہذیب و ترمیم شدہ کاپی ہے۔

عربوں میں رواج تھا کہ وہ بعض اہم واقعات و حوادث کو بنیاد بنا کر تاریخ لکھا کرتے تھے۔

اہلِ مکہ حروب الفجار، حلف الفضول (۵۷۰ء، ۵۸۵ء) یا عام الفیل (۵۷۰ء تقریباً) سے آغاز کیا کرتے تھے۔ اور عام الفیل کا استعمال سب سے زیادہ معروف تھا جیسا کہ مؤرخین نے نبی ﷺ کی پیدائش عام الفیل لکھی ہے۔

---

❶ موسمرتی احسان حقی کما في الهجره.

❷ سفينة راغب، تاليف محمد راغب باشا ص: ٢٤٨ كما نقله العطار.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں عام طور پر جو کیلنڈر استعمال ہوتے رہے، ان کی مجموعی تعداد پندرہ (۱۵) ہے: ہجری، جولین پیریڈ، عبرانی، طوفانِ نوح علیہ السلام کل جگ، ابراہیمی علیہ السلام بخت نصری، سکندری، بکرمی بروشٹہ، بکرمی قمری شمسی، عیسوی قدیم، عیسوی جدید، قبطی جدید، نوشیروانی، عام الفیل۔

ان تمام تقاویم میں سے صرف ہجری و اسلامی تقویم کو چھوڑ کر باقی سب میں ترمیم و اضافہ اور تہذیب و اصلاح ہوتی رہی ہے۔ کوئی بھی اپنی پہلی صورت پر قائم نہیں رہ سکی۔ مگر ہجری تقویم کا زمانہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آغاز ہونے سے لیکر آج تک اپنی مجوزہ صورت پر چلی آ رہی ہے۔ یہ فضیلت دوسرے کسی بھی کیلنڈر کو حاصل نہیں۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ دنیا کے اکثر مروجہ کلینڈروں میں سے یہ ہجری کیلنڈر قدیم تر ہے اگرچہ دیگر کیلنڈر اپنے اعداد کے لحاظ سے قدیم اور پرانے لگتے ہیں۔ مثلاً:
''یکم محرم ۱ھ بمطابق ۱۶ر جولائی ۵۳۳۵ جولین''۔

بظاہر جولین ۵۳۳۴ سال قدیم نظر آتا ہے مگر درحقیقت یہ ہجری کیلنڈر سے ۹۸۹ سال بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا۔

''یکم محرم ۱ھ، بمطابق ۳ر آب ۴۳۸۲ عبری'' اس سے بظاہر عبرانی تقویم ۴۳۸۱ سال قدیم لگتی ہے۔ مگر دراصل یہ بھی ۹۸۹ سال ہجری کے بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوئی''۔ ❶

کل جگ ہجری تقویم سے ۳۷۲۳ سال پہلے معلوم ہوتا ہے مگر یورپی مؤرخین اور ہیئت دان اعتراف کرتے ہیں کہ یہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا۔ گویا اپنے حساب سے ۴۴ صدیاں گزرنے کے بعد خود اس کا اپنا جنم ہوا۔ اسی طرح:
یکم محرم ۱ھ بمطابق ۲۶ ساون ۶۷۹ سمت بروشٹہ سے بظاہر بروشٹہ ہجری

❶ ملاحظہ فرمائیں: انسائیکلوپیڈیا، جلد چہارم، طبع نہم، لندن۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویم سے ۶۷۸ سال پرانا معلوم ہوتا ہے جبکہ ہندو اور یورپی محققین کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ ۸۹۸ بروشٹہ کا پہلا سال ہے۔ اور چونکہ یکم ببار (طرہ اوّل) ۲۳۹۹۸ ر جمادی الاول ۲۲۶ھ کے مطابق ہے۔

اس حساب سے معلوم ہوا کہ سمت بروشٹہ کیلنڈر، ہجری کیلنڈر سے ۲۲۵ سال بعد شروع ہوا تھا۔ اصل سال آغاز میں ایک بڑے عدد کا اضافہ کر دیا جاتا ہے تاکہ عدد بڑا معلوم ہو جیسے آجکل بڑے ہوٹلوں کے روم نمبرز میں کیا جا رہا ہے۔ مگر سال ہجری جب سے کیلنڈر بنا ہے تب سے گنا گیا ہے۔ ❶

ہجری کیلنڈر کا آغاز

تاریخ انسانیت کے مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے کم وبیش پندرہ ۱۵ کیلنڈر مروج رہے ہیں۔ جن میں سے چند اہم اور معروف کیلنڈروں کے آغاز وارتقاء کا مختصر تعارف ہو چکا ہے۔ ان تمام میں مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ مختلف تبدیلیاں، ترمیم وتہذیب اور اضافے ہوتے رہے ہیں، کیونکہ وہ تمام انسانی دماغوں کی اختراع تھے۔ اور ان کی بنیاد بھی کسی مضبوط چیز پر نہ تھی جبکہ ان سب کے برعکس اسلامی یا ہجری تقویم کو یہ شرف اور فضیلت حاصل ہے کہ وہ جب سے تجویز ہوئی ہے۔ اس میں کوئی ایسی ایک بھی تبدیلی نہیں لائی گئی جو دوسروں میں متعدد بار رونما ہوئیں۔ اور نہ ہی رہتی دنیا تک اس میں کسی ترمیم وتہذیب کی ضرورت پیش آنے والی ہے، کیونکہ اس تقویم کی بنیاد منشاءِ الٰہی کے عین مطابق چاند پر ہے۔ اور چاند کو اللہ تعالیٰ نے سن وسال کی تعیین کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یونس، آیت: ۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ

---

❶ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی معرکۃ الآراء کتاب رحمۃ للعالمین جلد دوم ص: ۱۶۰، ۳۴۸ تا ۳۶۸ کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَ الۡحِسَابَ﴾

''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سورج کو ضیاء وروشنی اور چاند کو اجالے اور چاندنی کیلئے بنایا ہے۔ اور چاند کی منزلیں مقرر فرمائیں تاکہ اس کے ذریعے تم سالوں کی تعداد اور حساب وکتاب معلوم کرسکو''۔

اور دوسری جگہ سورۂ بقرہ، آیت:۱۸۹ میں فرمایا:

﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ ؕ قُلۡ ہِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَ الۡحَجِّ﴾

''لوگ آپ سے (اے میرے نبی! ﷺ) چاند کی مختلف حالتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، انہیں بتادیں کہ یہ لوگوں کیلئے، (کاروبار کے) اوقات اور حج کا وقت معلوم کرنے کیلئے ہیں''۔

اسی ہجری کیلنڈر کے بارہ (۱۲) مہینے ہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ، آیت: ۳۶ میں یہی فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ عِدَّۃَ الشُّہُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰہِ اثۡنَا عَشَرَ شَہۡرًا فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے جب سے زمین وآسمان بنائے ہیں، اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہیں''۔

اس آیت سے اور پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ سال کے بارہ ماہ اور ہر ماہ کے آغاز اور تاریخ کا پتہ چلانے کا ربانی ذریعہ چاند (ہلال) ہے۔ اور تمام شرعی امور مثلاً: رمضان، حج، یومِ عرفہ، ایامِ تشریق، اور ایامِ بیض چاند ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس ہجری، قمری، یا اسلامی تقویم کی بنیاد اِسی فطرتی اور قدرتی نظام پر قائم ہے۔ ایسے ہی اس ہجری کیلنڈر کی ایک فضیلت وصفت یہ بھی ہے کہ اس میں عدل و انصاف اور مساوات وہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ مثلاً:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر شمسی یا عیسوی تقویم کے حساب سے گرمی یا سردی کے کسی مہینے کو رمضان کی جگہ روزے کا مہینہ قرار دے دیا جاتا ہے تو یقیناً آدھی مسلم دنیا کو آسانی اور آدھی ہمیشہ کیلئے مشکل میں مبتلا ہو جاتی۔ کیونکہ جغرافیہ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کیلئے سب سے سرد اور چھوٹے دنوں والا ہوتا ہے۔ یہی مہینہ نصف جنوبی دنیا کیلئے سب سے گرم اور طویل دنوں والا ہوتا ہے۔ مگر اسلام کی ہمہ گیری کا تقاضا یہ تھا کہ تمام عالم کے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں برابری میسر آئے اور ہجری کیلنڈر کے ماہ رمضان کے روزوں سے یہ سہولت میسّر ہے کہ پورے عالم کے مسلمانوں کو کبھی گرمی اور کبھی سردی، کبھی بہار اور کبھی خزاں میں پورے روزے رکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ ❶

ان خصوصیات اور امتیازات کی مالک ہجری تقویم یا اسلامک کیلنڈر کے آغاز کے بارے میں امام زہری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

«اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ هُوَ الَّذِیْ اَمَرَ بِذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِهٖ بِقُبَاءَ».

''خود نبی ﷺ نے ہجری تقویم کا حکم دیا تھا جبکہ آپ ﷺ قباء میں پہنچ گئے تھے''۔ ❷

اور امام سیوطی کے بقول جب نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو خط لکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس میں یہ لکھنے کا حکم دیا:

«اِنَّهٗ كُتِبَ لِخَمْسٍ مِنَ الْهِجْرَةِ». ❸

---

❶ الهجرہ احمد عبد الغفور عطار ص: ۱۰۳، ۱۰۸ مفصلاً اور رحمة للعالمين ج: ۲/ ۳۵۲ مختصراً، قاضی منصور پوری.

❷ رواه الحاكم فی الاكليل.

❸ تدريب الراوی ص۲۵٦. كما فی آيات للسائلين وبهجرة سيّد المرسلين ص ۷٦. وائل محمد الفيصی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ خط ۵ ھ (پانچ ہجری) کو لکھا جا رہا ہے''۔

مگر جمہور اہلِ علم کا فیصلہ یہ ہے کہ ہجری تقویم کا دن، ماہ اور سال کے ساتھ باقاعدہ آغاز عہدِ فاروقی ۱۲ ھ میں ہوا۔ اور پہلی دونوں روایتوں اور جمہور کے فیصلے میں اس طرح تطبیق بھی ممکن ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں دن اور ماہ و سال کا باقاعدہ رواج نہیں ہوا تھا۔ صرف سال لکھنے پر اکتفاء کیا جاتا تھا۔ اور عہدِ فاروقی میں یہ باقاعدہ شکل تجویز ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے اجرائے تاریخ کا مشورہ طلب کیا۔ جیسا کہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ اور حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا:

«إِنَّهُ يَأْتِينَا مِنْكَ كُتُبٌ لَيْسَ لَهَا تَارِيخٌ».

''ہمیں ملنے والے آپ کے خطوط میں تاریخ نہیں ہوتی''۔

اور ایک ایسا معاملہ سامنے آیا کہ جس کا تعلق شعبان سے تھا۔ تو پوچھا گیا:

«أَيُّ الشَّعْبَانَيْنِ أَهُوَ الَّذِي مَضَى أَمِ الَّذِي يَأْتِي».

''کیا اس سے گزرا ہوا شعبان مراد ہے یا آئندہ شعبان؟''۔

لہٰذا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ تاریخ و تقویم کا ارادہ کیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ ●

جب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجرائے تاریخ کا مشورہ طلب کیا، تو کئی ایک آراء سامنے آئیں، کسی نے ولادتِ رسول ﷺ، کسی نے بعثت،

● الهجره للعطار ص:١٢٦، آيات للسائلين ص: ٧٧ نقلاً عن ابي نعيم في تاريخه.

البداية و النهاية ٣/ ٢٠٦،٧.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی نے ہجرت، اور کسی نے آپ ﷺ کی وفات سے آغاز کا مشورہ دیا۔
مگر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی رائے پر دولتِ اسلامیہ کا پیش خیمہ بننے والے واقعے ہجرتِ رسول ﷺ کو نقطۂ آغاز بنایا گیا۔ اور ہجرت اگرچہ ماہِ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ تاہم آپ ﷺ کا عزمِ ہجرت بیعتِ عقبہ کے وقت ذوالحجہ ہی میں ہو چکا تھا اور اس عزم کے بعد پہلا چاند محرم کا ہی طلوع ہوا۔ اور یہی عربوں میں پہلا مہینہ مشہور ومعروف تھا لہٰذا اسے ہی ہجری کیلنڈر کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔

اور بخاری شریف میں ہے:

«مَا عَدُّوْا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ وَ لَا مِنْ وَفَاتِهِ، مَا عَدُّوْا إِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ» .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بعثت یا وفات کی بجائے آپ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے تاریخ کا آغاز کیا''۔

حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں بڑی نفیس بحث کی ہے۔ اور کئی آثار نقل کیے ہیں۔ اور لکھا ہے:

محرم سے آغاز سال کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی اور ہجرت کو نقطۂ آغاز بنانے کی رائے کے بارے میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ❶

اب ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اُس ہجری کیلنڈر کو زندہ و جاری رکھے اور اپنے دفاتر و مکاتب اور گھروں میں ہجری تاریخوں پر عمل کرے۔

---

❶ البداية و النهاية ج ۳، ص ۲۰۶، الفتح الرباني للبناء ج ۲۱، ص ۳۰۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تقویم کا واقعۂ ہجرت سے آغاز کیوں؟

اسلامی کیلنڈر یا ہجری تقویم کے بارے میں تفصیل ذکر کی گئی ہے کہ اس کا باقاعدہ اجراء حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں انہی کی رائے سے ہوا۔ حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ کو جن امور میں شرف فوقیت حاصل ہے۔ انہیں میں سے ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی تقویم کا آغاز واقعۂ ہجرت سے کیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیں کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخ کی ابتداء کیلئے اُس وقت کو مناسب وموزوں سمجھا، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ اب مکے کی فضا مسلمانوں کے قیام اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کیلئے ناسازگار ہوگئی ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام کے صفحاتِ پُر ثروت میں اور بھی بہت سے ایسے واقعات موجود ہیں جو شان وشکوہ اور مسرت وشادمانی کے اعتبار سے انتہائی لائق اعتناء اور قابلِ توجہ ہیں۔ آخر اُن میں کسی واقعہ کو اسلامی تقویم کے آغاز کیلئے کیوں منتخب نہ کیا گیا؟ پھر نبی ﷺ کے عہدِ مسعود میں بعض ایسے سانحات وحوادث بھی رُونما ہوئے جنہیں شدّت وتلخی اور حزن وملال کے اعتبار سے تاریخِ اسلامی کا ایک نہایت نازک موڑ اور انتہائی تکلیف دِہ باب گردانا گیا۔ آخر ایسے واقعات میں سے کسی کو تاریخِ اسلام کا مبدأ کیوں نہیں بنایا گیا؟ اور واقعۂ ہجرت کو اولیت کیوں دی گئی؟

اسلامی نقطہ نگاہ سے تاریخ کا سب سے عظیم واقعہ خود نبی ﷺ کا افقِ وجود پر جلوہ گر ہونا ہے۔ رفعت وعظمت کے اعتبار سے یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ جس نے انسانیت کی پوری تاریخ کا رُخ بدل کر رکھ دیا۔ یہی وہ ساعتِ پُر سعادت ہے جو اس جہانِ خاکی میں صبحِ امید کے طلوع کا باعث بنی اور یہی وہ وقتِ انبساط آگیں ہے جس سے عالمِ امکان میں نئے نئے علوم وفنون کی شعاعوں کے ضوء فشاں ہونے کے آثار اُبھرے لیکن مسلمانوں نے اپنی تاریخ کا آغاز اُس سے نہیں کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد وہ نقطۂ نور آیا جب نبی ﷺ کو خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا گیا، یہ وہ صبحِ مبارک تھی جب پہلے پہل آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔ اور نزولِ قرآن کا آغاز ہوا۔ یہ تاریخِ عالم کا ایک نرالا موڑ تھا۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے آغاز کیلئے اس موقعے کو بھی مناسب نہ سمجھا۔ پھر واقعۂ معراج رونما ہوا جس سے نبی ﷺ کیلئے زمان ومکان کی بے پناہ وسعتیں کلیۃً سمٹ گئیں۔ اس واقعہ سے بھی مسلمانوں نے اپنی تقویم کے لیل ونہار کو شروع نہیں کیا۔

غزوۂ بدر کو اسلام میں ایک اہم بنیادی حیثیت حاصل ہے جس کی فتح صرف اسی حیثیت سے فتح نہیں تھی کہ نبی ﷺ کے صرف تین سو تیرہ مخلص فدا کار وصحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک ہزار مسلح لشکر پر غلبہ حاصل کیا۔ بلکہ یہ کفر کے مقابلے میں اسلام کی فتح تھی۔ سچائی وصداقت نے جھوٹ کو زیر کیا۔ صحیح اصولوں اور بلند قدروں کی جیت ہوئی۔ صحت مند عقیدے نے کامیابی حاصل کی۔ نئے اندازِ حیات نے آباء واجداد کے پرانے خود ساختہ طریقِ زندگی کے حاملین کو شکست دی۔ بلکہ فتحِ بدر سے بے شمار نئے باب وا ہوئے لیکن اس کے باوجود اسلامی تاریخ کو اس فتحِ عظیم سے بھی شروع نہیں کیا گیا۔

فتح مکہ اہمیت وعظمت کے اعتبار سے ایسی انفرادیت لیے ہوئے ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جبکہ کفر نے ہمیشہ کیلئے اسلام کے آگے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے اور نبی ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ اس شہرِ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے جہاں کبھی اُن کیلئے چند لمحات کا قیام بھی ممکن نہیں رہا تھا۔

پھر اسلامی تقویم کے آغاز کیلئے غم واندوہ اور حزن وملال کے انفرادی واجتماعی مواقع کو بھی مناسب نہیں سمجھا گیا۔ نبی ﷺ کے عمِ محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ظالمانہ ووحشت ناک شہادت تاریخِ اسلام کا بہت بڑا حادثہ ہے۔ خود نبی ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا سانحہ ہے جس پر آپ ﷺ نے آنسو بہائے اور زبانِ مبارک سے حزن وملال کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ» .

ان انفرادی واقعات کے علاوہ جنگِ حنین کی ہزیمت تاریخِ اسلام کا اندوہناک واقعہ وحادثہ تھا۔ مگر ایسے واقعات کو آغازِ تقویم کیلئے قبول نہیں کیا گیا۔ آخر کیوں؟ اور واقعہ ہجرت سے آغاز کیا تو کس لئے؟

ان سوالات کا جواب شاہِ علم وادب، امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اخبار الہلال میں بڑی تفصیل سے دیا تھا جس کو برِ صغیر کے ماہرِ آزادیات مولانا غلام رسول مہر نے (رسولِ رحمت) نامی کتاب میں مرتب کر دیا ہے، جو علم و فضل اور زبان و بیان کی چاشنی سے بھرپور اور قابلِ مطالعہ ہے۔ ❶

مختصر یہ کہ اسلام شکست و ہزیمت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا بلکہ وہ اصول اور ضابطے کا مذہب ہے اسلام کی فطرت اور اس کا مزاج یہ ہے کہ وہ حزن و ملال اور رونے دھونے یا آنسو بہانے کا مذہب نہیں ہے۔ اس میں کسی کی وفات و ولادت اگرچہ اپنی جگہ ایک مقام رکھتے ہیں مگر اس قدر بھی نہیں کہ اُسے اسلامی تقویم کی بنیاد قرار دے دیا جاتا۔

فتحِ بدر، فتحِ مکہ یقیناً پُر عظمت واقعات ہیں۔ لیکن اسلام صرف جنگ و جہاد ہی کا نام نہیں اور نہ ہی معرکہ آرائیوں میں کامیابیاں اس کا اصل مقصود ہیں بلکہ اسلام ایک پیغام ہے۔ شب و روز کی زندگی کا ایک منضبط پروگرام ہے۔ اور ایک صاف ستھری دعوت ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر ذہنوں کو بدل کر رکھ دے۔ اور جہاد اسلام کی منزل نہیں بلکہ اس دعوت کے طریق اور تسلسل کو قائم رکھنے کا محض ایک ذریعہ ہے۔

حضرت فاروق، حضرت علی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی فراست کا اندازہ فرمائیں کہ اسلامی کیلنڈر یا تقویم کے آغاز کیلئے اُن کی نظر واقعۂ ہجرت پر پڑی۔ بظاہر

❶ اگلے صفحات میں اس طویل مقالہ کا خلاصہ مولانا آزاد ہی کے الفاظ میں دیا جا رہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہجرت کے وقت مسلمانوں نے اپنے وطن، عزیز و اقارب، کاروبار، گھربار اور زمین و جائیداد کو خیر باد کہا۔ اور حکمِ نبوی کے مطابق ایسی جگہ جانے کو تیار ہو گئے جہاں جان پہچان کم، ذرائع معاش غیر یقینی اور مستقبل کے معاملات غیر واضح تھے۔ اور مہبطِ نورِ الٰہی، بیت اللہ شریف سے سینکڑوں میل کا بُعدِ مسافت بھی ہے۔ لیکن تبلیغِ اسلام، دینی قدروں کی اشاعت، برکاتِ توحید کو عام کرنے اور اسلام کی بتائی ہوئی ستھری تہذیب و ثقافت کو وسعتوں سے ہمکنار کرنے کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سب کچھ کیا جس کا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حکم دیا۔ اسلام وہ دین نہیں کہ نوحہ و بکاء کی تعلیم دے۔ اور لوگوں کو رونے دھونے پر لگا دے بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ توحید کے قافلے آگے بڑھیں۔ احکامِ الٰہی کی اطاعت کے کارواں ہر حال میں آگے بڑھیں، اپنا سفر جاری رکھیں۔ اور دعوتِ اسلامی کے تقاضے پورے ہوں، اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ حالات چاہے کیسے بھی کیوں نہ ہوں، مسلمانوں کی اطاعت و فرمانبرداری میں قطعی کوئی فرق نہ پڑے۔

ہجرت ہی وہ گھڑی تھی جب مسلمانوں کے شعور نے ایسی انقلابی کروٹ لی کہ وہ اپنی تمام تر ضرورتوں، مصلحتوں اور تمناؤں کو راہِ اللہ قربان کر کے مدینہ منورہ کی طرف چل کھڑے ہوئے تاکہ جماعتی قوت اور اجتماعی طاقت کو بروئے کار لا کر اسلامی تنظیم کو مستحکم کریں اور ایسے حکومتی نظام کی بنیاد رکھیں جو سراسر دینی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دنیا نے دیکھا اور تاریخ شاہد ہے کہ مدینے کی وہ حکومت ایک مثالی حکومت تھی۔ اور وہی ہجرت مسلمانوں کیلئے بیداریٔ فکر و عمل کی پہلی صبح تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی تقویم کا وہیں سے آغاز کیا جو اُن کی فراست و فطانت کی بیّن دلیل ہے۔ ●

● ہفت روزہ اہل حدیث لاہور بابت ۲ رمحرم ۱۴۰۸ء بمطابق ۲۸ راگست ۱۹۸۷ء جلد ۱۸ شمارہ ۳۵،

از قلم مولانا محمد اسحاق بھٹی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجری سنہ کی ابتداء واقعۂ ہجرت سے کیوں؟

واقعۂ ہجرت سے اسلامی سَن کی ابتداء کیوں؟

اس سوال پر سیر حاصل بحث شاہِ علم وادب مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے اخبار ''الہلال'' میں کی تھی۔ جس کو برِصغیر کے ماہرِ آزادیات مولانا غلام رسول مہر نے ''رسولِ رحمت'' میں ''واقعۂ ہجرت اور اسلامی سنہ ہجری'' کے عنوان سے ترتیب دیا تھا۔

مضمون کافی طویل ہونے کی وجہ سے مستقل رسالہ کی شکل چاہتا تھا۔ لیکن جامعہ محمدیہ منصورہ (انڈیا) کے ایک نشریہ بعنوان ''اسلامی سالِ نو اور ماہِ محرّم'' میں مولانا محمد انور جامعی سلفی نے اس کو نہ صرف مختصر اور مفید بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور ان کے بقول اس تلخیص میں اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ملخّص کا ایک لفظ بھی اس میں شامل نہ ہو، تا کہ زبان وادب کی چاشنی برقرار رہے۔

واقعۂ ہجرت کی عظمت

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں محرّم کی تیرہویں تاریخ ہے۔ پورے تیرہ (۱۳) دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا ہے۔ اور نیا ہجری سال شروع ہو چکا ہے۔ لیکن ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس نے غور کیا ہوگا کہ اس سالانہ اختتام وآغاز میں تاریخ عالم کے کیسے کیسے عظیم اور انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یادآوری سے بڑھ کر تاریخِ اسلام کا کوئی بھی واقعہ ہماری یادداشت سے دُور اور ہمارے دِل کی اثر پذیریوں سے مہجور نہیں ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح مندیوں کا بیج

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے آغاز و اختتام میں پوشیدہ ہے، ہجرتِ نبوی کا واقعہ ہے۔ کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے۔ اور اس واقعہ کی بُنیاد واقعۂ ہجرت پر رکھی گئی ہے۔ ہر سال جب ۳۰/ذی الحجہ کا دن ختم ہوتا ہے اور پہلی محرم کا چاند طلوع ہوتا ہے تو اس عظیم واقعے کی یاد ہمارے دِلوں میں تازہ کر دینی چاہتا ہے۔ یہ فی الحقیقت ایک جاری و قائم یادگار ہے۔

یہ دنیا کی تمام قوموں کی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں، بلکہ کمزوری کی فتحمندیوں کی یادگار ہے۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں، بے سروسامانیوں کی یادگار ہے۔ یہ حکومت و طاقت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں، محکومی و بے چارگی کے ثبات واستقلال کی یادگار ہے۔ یہ فتحِ مکہ کی یادگار نہیں جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتحِ مدینہ کی یادگار ہے، جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک بے سروسامان انسان کی رُوحِ ''ہجرت'' نے فتح کیا تھا۔

تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلّح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتھیار فتح فراموش کر دی۔ حالانکہ تاریخِ اسلام کی آنے والی ساری فتح مندیاں اسی اوّلین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتح مندیوں کے اعلان کا وقت آیا تو اس وقت معنوی فتح مندی کی یاد لوگوں کو یاد دلائی گئی تھی۔

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ اللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

''دو میں دوسرا (اللہ کا رسول) تھا۔ اور دونوں غار میں چھپے بیٹھے تھے۔ اُس (اللہ کے رسول) نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غمگین نہ ہو۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ نے اپنا سکون وقرار اس پر نازل کیا، پھر ایسی فوجوں سے مددگاری کی، جنہیں تم نہیں دیکھتے اور بالآخر کافروں کی بات پست کی۔ اور اللہ ہی کی بات ہے جس کیلئے بلندی ہے''۔

سنہ ہجری کی ابتداء

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب کی جاہلیت کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب وکتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات ومواسم کی حفاظت اور یادداشت کیلئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اس سے وقت کا حساب لگا لیتے۔

منجملہ سنین جاہلیت کے ''عام الفیل'' تھا۔ یعنی شاہِ حبش ''ابرہہ'' کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصے تک یہی واقعہ عرب کے حساب وکتاب میں بطورِ سنہ مستعمل رہا۔

ظہورِ اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہدِ اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قاعدہ تھا کہ عہدِ اسلام کے واقعات میں کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب لگا لیتے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی۔

﴿اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقدیم

اس لیے کچھ دنوں تک یہی وجہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے (سنہ اذن) سے تعبیر کرتے۔ اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت میں کام آتی۔ اس طرح سورۂ براءۃ کے نزول کے بعد بول چال میں (سنہ براءۃ) کا بھی رواج رہا۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری سنہ (سنہ الوداع) تھا۔ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کا واقعہ جو (حجۃ الوداع) کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ اور ہجرت کے دسویں سال پیش آیا تھا۔

بعض روایات سے اس طرح کی متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً: (سنہ المحیص)، (سنہ الترفئۃ)، (سنہ الزلزال)، (سنہ الاستیناس) بیرونی نے ''آثار الباقیہ'' میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالکِ مفتوحہ کی وسعت اور دفاترِ حکومت کے قیام سے حساب و کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اس وقت واقعہ ہجرت پر سولہ (۱۶) برس گزر چکے تھے۔

احساسِ ضرورت اور مشورہ

سنہ ہجری کا تصور عمل میں آیا تو کیوں؟

حضرت عمر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتداء واقعۂ ہجرت سے کی جائے۔ یہ تاریخِ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا لیکن افسوس کہ اس وقت نظر و فکر سے محروم رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے۔

’’ایک مرتبہ کاغذ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس میں شعبان کا مہینہ درج تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: شعبان سے مقصود کون سا شعبان ہے؟ اس برس کا یا آئندہ برس کا؟ پھر آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سربرآوردہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے کہا: اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا۔ لہٰذا ضروری ہے حساب وکتاب کیلئے کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اس پر لوگوں نے کہا۔ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیئے کہ اُن کے یہاں اس کے کیا طریقے تھے؟ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کو بلایا۔ اُس سے کہا: ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے (ماہ روز) کہتے ہیں۔ اِسی ماہ روز کو عربی میں (مورّخہ) بنالیا گیا ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کیلئے جو سنہ اختیار کیا جائے اس کی ابتداء کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرت کے برس سے کی جائے، چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا‘‘۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دی تھی وہ کہتے ہیں کہ:

---

[1] تاریخ کبیر ذہبی و تاریخ مقریزی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ فَسَأَلَهُمْ: مِنْ أَيِّ يَوْمٍ يُكْتَبُ التَّارِيخُ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: مِنْ يَوْمٍ هَاجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ مَكَّةَ فَفَعَلَهُ عُمَرُ.

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُس دن سے جس دن آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی، اور مکہ سے مدینہ آئے''۔ ❶

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ ان امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے انجام پائے۔ ۱۶ھ کے باب میں لکھا ہے:

''اُسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ ضبطِ کتابت کیلئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے پہلے اُنہیں خیال ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سے شروع کریں۔ پھر خیال آیا کہ آپ ﷺ کی بعثت کے واقعے سے ابتداء کی جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ہجرت سے شروع کرنا چاہیئے''۔ ❷

قومی سنہ کی ضرورت واہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے۔

سب سے پہلے جو بات سامنے آتی ہے، یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ ضرورت محسوس کیوں کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟

امام شعبی کی روایت میں ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاریخ کے تعین وتقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کر رہے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ

---

❶ کتاب الاوائل قلمی۔ مقریزی طبع ثانی۔ ج ۲، ص:۵٦.

❷ جلد ۲، ص: ١٦٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کریں۔

پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہو کر مدینہ میں آباد ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ بیرونی لکھتا ہے:۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقے کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں سنہ یزدگرد کا سنہ تھا۔ اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ بعض اصحاب کو خیال ہوا کہ انہی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کر لیا جائے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں اور رومیوں کے سنین مجمع میں زیر بحث رہے اور بعض نے اسے اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اس طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہیے۔

اجنبی سنہ سے اجتناب کیوں؟

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باتفاق صحابہ رضی اللہ عنہم دفاتر کیلئے وہی زبانیں اختیار کر لی تھیں جو بیشتر مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کیلئے فارسی، شام کیلئے سریانی، اور مصر کیلئے قبطی تھی۔ ظاہر ہے کہ جب دفاتر کیلئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کر لی گئیں تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کر لینا تھا جو ان زبانوں کے حساب و کتاب میں رائج تھا۔ اور اس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا کہ ایران اور روم و مصر کی زبانیں اختیار کر لیں مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہیے کہ اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم کے دماغ کا سانچہ

اس کی اصل علت یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم و تربیت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا وہ ایسا سانچہ تھا جس میں دوسرے درجے کا کوئی خیال سما ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اول درجہ کے خیالات کیلئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم وفنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علموں، طریقوں اور مصطلحہ نقطوں میں ادا نہ کر سکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اس شکل وصورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دنیا دیکھ رہی ہے۔ لیکن ان کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملے پر سوچ و بچار کرتے تھے تو خواہ علت وموجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں لیکن دماغ جاتا اسی طرف تھا جو علم وحکمت کیلئے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہو سکتے تھے۔ یہی معنی ہیں انبیائے کرام کے مقام ''تزکیہ'' کے کہ۔

﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (جمعہ)

یعنی دل ودماغ کی اس طرح تربیت کر دی جاتی ہے کہ ایک موزوں و مستقیم سانچہ ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اس میں رکھی جائے گی وہ قبول نہیں کرے گا۔ اور موزوں چیز ہی اس میں سما سکتی ہے۔

قومی زندگی کی بنیادی اینٹ:

اسلام کی تربیت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل ودماغ میں قومی شرف اور خودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک اینٹ کیلئے ان کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں میں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کر سکیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن ان کی طبیعت مائل نہ ہو سکی، اس لیے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف وخودداری کے خلاف تھا بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھودینا تھا۔

قومی زندگی کی بنیادی چیزوں میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم سنہ نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایت قائم رکھتا اور صفحۂ عالم پر اس کے اقبال وعروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور وعروج کی ایک جاری وقائم یادگار ہے، ہر طرح کی یادگاریں مٹ جاتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع وغروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اسکی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج کسٹس، بکرماجیت، جلال الدین، ملک شاہ اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور ہمارا حافظہ ان سے گردن نہیں موڑ سکتا۔

سنہ اپنا ضروری تھا:

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہو جاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انہوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہہ وتعلیل بھی کی ہو۔

نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعلِ صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کر سکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی عملی اور تمدنی چیز قبول کر لینے کے ان کا سنہ قبول نہ کر سکے خود بخود ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ اور ایسا ہونا چاہیئے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انہوں نے اپنے دفتر دں کیلئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی۔ ان کے حساب وکتاب کے قواعد قبول کر لیے۔ ان کے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ اپنی ہو، اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام نے جو ذہنیت ان کی پیدا کر دی تھی، اسے یہی کرنا تھا۔

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

سب سے اہم نقطۂ نظر واقعۂ ہجرت کا اختصاص ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ سنہ کی ابتداء قرار دینے کیلئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہو سکتی تھیں، ان میں سے کسی چیز کی طرف ان کی نگاہ نہ گئی، ہجرتِ نبوی کا واقعہ جو آغازِ اسلام کی بے سرو سامانیوں اور کمزوریوں کی یاد تازہ کرتا تھا، اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کیلئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے تھیں وہ اسلام کا ظہور تھا، داعیٔ اسلام کی پیدائش تھی، نزولِ وحی کی ابتداء تھی، بدر کی تاریخی فتح تھی، مکہ کا فتح مندانہ داخلہ۔ اور حجۃ الوداع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرت مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی کی پیدائش کا جشن ہے نہ کسی ظہور کی شوکت، نہ کسی جنگ کی فتح ہے، نہ کسی غلبہ وتسلط کا شادیانہ، بلکہ اس زمانے کی یاد تازہ کرتا ہے جب آغازِ اسلام کی بے سرو سامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز واقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفیق غم گسار کے ساتھ رات کی تاریکی میں، رہ سپار دشتِ غربت ہوا تھا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے لیکن وہ ان کی تقلید پر آمادہ نہ ہو سکے۔ اور انہوں نے بالکل ایک دوسری راہ اختیار کی۔

واقعۂ ہجرت کی اہمیت

اس بارے میں قوموں کا طریقہ ان کے سامنے آیا۔ اور خود انہیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعیٔ اسلام ﷺ کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں۔ لیکن چونکہ یہ بات اس معیارِ نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا۔ اس لیے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی ان کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہیئے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرتِ مدینہ کا واقعہ۔ جوں ہی یہ بات سامنے آئی سب کے دلوں نے قبول کر لی۔

تاریخ کا یہ مبدأ دنیا کی تمام تاریخوں اور یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا بلکہ صریح الٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح واقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انہوں نے بے چارگی اور درماندگی سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دنیا کی تمام قوموں نے چاہا کہ اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں، انہوں نے چاہا کہ اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی قومی تاریخ اس وقت سے شروع ہو جب ان کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہو، اور اس نے جنگ وقتال کے میدان میں فتح حاصل کی۔ لیکن ان کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتداء اس دن سے ہو، جب سب سے بڑے انسان کی نہیں بلکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر وا ستقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ ان کی طاقت وشوکت کی بنیاد اس وقت پڑی جب انہوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کرلیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت وشوکت کا دروازہ اس دن کھلا جب ملکوں پر انہوں نے قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنا ملک و دلمن بھی ترک کردیا۔

بلا شبہ یہ ان کی سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے الٹی تھی بلکہ اُس سمجھ کے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے ان کے اندر پیدا کردی تھی۔ وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روحِ فکر وعمل سے کرنی چاہتے تھے۔ مصیبت یہ ہے کہ دنیا معنیٰ سے زیادہ لفظ کی، اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے۔ وہ پھل ڈھونڈتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارہ ومحراب کی بلندیاں اور خوش نمائیاں دیکھتی ہے لیکن زیرِ زمین بنیادوں کے لیے نگاہ نہیں رکھتی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب پیدائش وبعثت کے واقعاتِ عظیمہ ترک کر کے ہجرت کا واقعہ انتخاب کیا تو ان کی نظر بھی پیدائش وظہور، فتح واقبال اور جشن وکامرانی پر ہی تھی۔ وہ کچھ ناکامی ونامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح واقبال کی صورت اور برگ وبار نہیں دیکھتے تھے حقیقت اور تخم واساس پر نظر رکھتے تھے۔ ان پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش وظہور اور فتح واقبال کی اصلی بنیاد ان واقعات میں نہیں جو بظاہر ہوتے ہیں ہجرتِ مدینہ اور اس کے اعمال وحقائق میں ہے۔ اس لیے جو اہمیت دنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ ان کی نظروں میں ہجرتِ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرت مدینہ کی حقیقت:

لیکن واقعۂ ہجرت کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا، بے شمار اعمال ووقائع کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ تھا۔ ایک لمحے کیلئے اس کی حقیقت پر غور کر لینا چاہئیے ۔ اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہے۔ ایک عہد مکہ کی زندگی اور اعمال کا۔ دوسرا مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔

پہلا آپ حضرت ﷺ کی بعثت سے شروع ہوتا ہے۔ اور ہجرت پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتداء غارِ حرا کے اعتکاف سے ہوتی ہے اور تکمیل غارِ ثور کے انزوا پر۔

دوسرا ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتداء مدینہ کی فتح سے ہوئی اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں ظہور و اقبال کا اصلی دور دوسرا دور تھا کیونکہ اسی دور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت وحشمت کا سامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتھیاروں کی فتح تھی۔ مکہ کی فتح غربت کی فتح کا اعلانِ عام تھی لیکن خود اسلام کی نظروں میں اس کی زندگی کا اصل دور، دوسرا نہیں پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں، پہلے دور میں استوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتھیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتھیاروں کے قبضوں پر جمے تھے ان کی طاقتیں کس میدان میں تیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ فتح مکہ، عرب کی فیصلہ کن فتح تھی لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی تو مکہ کی فتح کی راہ کیوں کر کھلتی؟

یہ سچ ہے کہ مکہ ہتھیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتھیاروں سے نہیں، ہجرت اور اس دور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دور میں جسم کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو گیا ہو لیکن اس کی روح پہلے دور میں ڈھونڈنی چاہیے۔

پہلا دور تخم تھا دوسرا اس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دور بنیاد تھی، دوسرا ستون ومحراب تھا۔ پہلا دور نشوونما کا عہد تھا، دوسرا ظہور و انفجار کا، پہلا معنیٰ وحقیقت تھا، دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا، دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا اور مستعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا، دوسرے نے قدم اٹھایا، آگے بڑھایا اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو لیکن اولین بنیادو استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے۔

دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کیلئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضانِ فطرت سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو۔ اور اس کی استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے، دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کرے گی، دوسرے دور کی استعداد نہیں پیدا کر سکتی۔ خارج کے نشوونما کیلئے داخل کا نشوونما بمنزلۂ سبب وعلت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔ اور یہی خدا کا قانون وجود و زندگی کے ہر گوشے کیلئے ہے۔ چاہے وہ فرد یا جماعت ہو یا نباتات و حیوانات کی مثالیں۔

قرآن مجید کی اصطلاح ''تزکیہ''

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار ان کے اندر ہی نشوونما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے۔ اسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے۔ جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں ''تزکیہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

''تزکیۂ اخلاق و نفس'' سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح ذہن و مزاج کی ضرورت ہے وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے۔ اور اس اثر و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے۔ گویا ایک آہنی سانچہ لے کر ہر شخص کا دماغ اس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالمِ اجسام میں جسم کی بہتر خلقت، بہتر نشوونما، جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے، یہی اخلاق ''جماعت'' کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں۔ اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفس کا عمل یہی استعداد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرتا ہے۔ اس کی تولید و تکمیل جماعتوں اور قوموں کی داخلی استعداد ہے۔

داخلی استعداد کا دور

ظہورِ اسلام کا پہلا دور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرت پر ختم ہوا، اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرت کا معاملہ تھا، اور اصل جماعت کی داخلی استعداد کا دور تھا، اور اس لیے ظہورِ اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرنیوں کا مبدأ یہی دور تھا، نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دور۔

بلاشبہ دنیا کی ظاہر بین نگاہوں میں یہ مصیبتوں کا دور اور بے چارگیوں و درماندگیوں کا تسلسل تھا۔ لیکن بہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتح مندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشو ونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو ''جماعت'' کے ذہن و اخلاق کیلئے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیہ نفوس و ارواح کی امتحان گاہ تھیں۔
بدر کے فتح منداسی کے اندر سبق لے رہے تھے۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک وقادسیہ کی پیدائش بھی اسی کی آزمائشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے اس جہاد کو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا۔ لیکن نفس و اخلاق کے تزکیہ و تربیت کا جو جہاد اس سے پہلے دور میں ہو رہا تھا اسے ''جہادِ کبیر'' سے تعبیر کیا کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ (فرقان)

بالاتفاق سورۂ فرقان مکی ہے۔ مکی زندگی میں بڑے جہاد کا حکم دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا بلکہ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا۔ اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصل بنیادیں تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کار کا اعلان:

ہجرت کا واقعہ اس دور کی مصیبتوں کی انتہا تھا۔ اس لیے اس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جب کہ ان کی دفاعی تربیت کی اصل روح اسی معاملہ میں مضمر تھی۔ پس جب یہ واقعہ سامنے آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعے سے کی جائے؟ انہیں کسی ایسے واقعے کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام واقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کا واقعہ تو یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی، شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔

بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن وہ معاملہ کی ابتداء تھی انتہاء تکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح واقبال کی بنیاد نہ تھے، کسی دوسری بنیاد کے نتائج وثمرات تھے۔ یہ تمام واقعات ان کے سامنے آئے لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہوسکیں۔ بالآخر ہجرت کا واقعہ سامنے آگیا تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا کیونکہ انہیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور وعروج کا مبدائے حقیقی اسی واقعے میں پوشیدہ ہے۔ اور اس لئے یہی واقعہ ہے جسے اسلامی تاریخ کا مبدأ بننا چاہیے۔

مدینے کی فتح:

پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہے جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہورِ اسلام کی تمام فتح مندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینے کی فتح تھی۔ اور اس کی تکمیل ہجرت ہی کے واقعے سے ہوئی تھی، مدینہ کے ساتھ ''فتح'' کا لفظ سن کر تعجب ہوا ہوگا۔ کیونکہ تم صرف اسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحوں کی اقلیموں کی فتح ہے اور اسکی فتح سے میدانِ جنگ کی فتح مندیاں بھی حاصل ہو تی ہیں۔ عین اسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہلِ وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا، باشندگانِ یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہے اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہے۔ اس وقت دنیاوی جاہ وجلال کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ سیف وسنان کی ہیبت و جبروت کا وہم وگمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سرتا سر غربتِ اولیٰ کی بے سروسامانیاں اور عہدِ مصائب ومحن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔

بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اس کے سامنے جھک جاتی ہے۔ اور ایمان کے ایسے جوش اور عشقِ اطاعت کی ایسی خودفروشیوں کے ساتھ اس کے استقبال کیلئے تیار ہو جاتی ہے جو تاریخِ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور بادشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ دلوں اور روحوں کی اس فتح وتسخیر سے بڑھ کر بھی کوئی اور فتح ہو سکتی ہے؟

لیکن یہ فتح کیوں کر ہوئی؟ دورِ ہجرت کے آلام ومحن میں اس کا آغاز ہوا۔ اور ہجرت نے اس فتح کی تکمیل کر دی۔

واقعۂ ہجرت اور فتح ونصرت الٰہی:

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے واقعۂ ہجرت کا ذکر اس طریقے پر کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے سروسامانی وغربت کے اس عمل میں فتح ونصرتِ الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ ہے۔

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (سورة التوبة : ٤٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''غار کے دوساتھیوں میں سے جب ایک نے دوسرے سے کہا، غم ورنج نہ کرو۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اس کی حکمت ومشیت ہمارے لئے فتح ونصرت کی راہ باز کرنے والی ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ خدا نے اپنی تسکین و طمانیت اس پر اتار دی اور فتح ونصرت کے ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں دنیا کی ظاہر بین اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں''۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ان سرکشوں کی بات جوانکار کرتے تھے ہمیشہ کیلئے پست ہوگئی اور کلمۂ حق کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔

یہ آیت سورہ براءۃ کی ہے۔ سورۃ براءۃ بالاتفاق اس وقت نازل ہوئی جب اسلام کی ظاہری فتح مندیاں تکمیل کو پہنچ چکی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی تھی کہ واقعۂ ہجرت کی معنوی فتح مندی یاد دلائی جائے۔ ❶

سالِ نو مبارک

نئے اسلامی سال کا آغاز ہو تو عرب وعجم، پورب وپچھم، یورپ وامریکہ، اور ایشیا وافریقہ اس عالمِ رنگ وبو میں جہاں کہیں بھی مسلمان آباد ہوں، انہیں حقیقی معنوں میں ہجری سالِ نو پر ہی خوشی ومسرت ہوتی ہے، کیونکہ تاریخِ اسلام کا تمام تر سرمایہ انہی قمری تاریخوں اور ہجری تاریخ سے وابستہ ہے۔ ارکانِ اسلام، حج ورزہ کا حساب اسی اسلامی کیلنڈر سے کیا جاتا ہے۔ اور عید وقربانی جیسے شعائرِ اسلام کا تعلق بھی اسی اسلامی سال کے ساتھ ہے۔ مگر یہ ایک امرِ واقع ہے کہ آج کا مسلمان اپنے ماضی کی شاندار روایت کو نظر انداز کرتا بلکہ بھولتا جارہا ہے۔ اور اپنے نمایاں اسلامی تشخص کو قائم رکھنے میں ناکام ہورہا ہے۔ اور اس کی ایک چھوٹی سی مگر واضح جھلک ہمارے اس

❶ اسلامی سال نو اور ماہ محرم۔ نشریہ از جامعہ محمدیہ۔ مالیگاؤں۔ انڈیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رویے میں موجود ہے۔ آج ہمارے سرکاری وغیر سرکاری دفاتر، اور نجی و پبلک اداروں میں انگریزی کیلنڈر کا استعمال اس قدر عام ہو چکا ہے کہ لوگ اپنی اصلی تاریخ سے ناآشنا ہو رہے ہیں۔ آپ بھی سروے کر کے دیکھیں تو شاید دس فیصد مسلمان بھی ایسے نہ ملیں جنہیں روزِ رواں کی ہجری تاریخ کا پتہ تو درکنار ہجری سال کے بارہ مہینوں کے نام ہی آتے ہوں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ہمارے اجتماعی کردار کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ انگریزی کیلنڈر کے پہلے مہینے کا آغاز ہو تو ہم ''ہپی نیوائیر'' کہتے ہوئے ایک دوسرے کو ملتے ہیں، گریٹنگ کارڈز تقسیم کیے جاتے ہیں، تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے، عرب اخوان بھی ''کُلَّ عَامٍ وَّأَنْتُمْ بِخَيْرٍ'' یا ''كُلَّ سَنَةٍ وَّأَنْتَ طَيِّبٌ'' کی کئی دن تک رٹ لگائے رکھتے ہیں۔ اور رأس السنة کے عنوان سے خالص انگلش طرز کی محفلیں جمتی ہیں۔ اور ان غیر اخلاقی وغیر اسلامی محفلوں کی تشہیر کیلئے بڑے بڑے ہوٹلوں کی طرف سے روزنامہ اخبارات میں عریانی بردوش اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔

لیکن اس کے برعکس جب ہمارا اپنا اسلامی سال شروع ہوتا ہے تو ''سالِ نو مبارک'' یا ''ہپی نیوائیر'' کہنا تو کجا، یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے اپنے سال کا آغاز ہو چکا ہے زیادہ سے زیادہ اس دن کی سرکاری چھٹی، تاریخ کے ایک المناک سانحہ وحادثہ ''شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ'' کی وجہ سے صرف اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ محرم شروع ہو گیا ہے۔

اگر بالفرض اس اجتماعی فقدانِ شعور کو نظر انداز ہی کر دیا جائے تو پھر غور طلب پہلو یہ آتا ہے کہ امتِ مسلمہ کو اس قسم کی محفلیں منعقد کرنے، شراب و شباب سے کھیلنے اور طاؤس و رباب میں مست ہونے کا بھلا کیا حق پہنچتا ہے؟ جبکہ ہمارا قبلۂ اول ''بیت المقدس'' یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ وہ آئے دن مسجدِ اقصیٰ کے تقدس کو پامال کرنے اور اسے گرانے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ بڑی غیر مسلم حکومتوں کی شعبدہ باز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں کی وجہ سے ''مسئلہ فلسطین'' ایک عقدۂ لاینحل بن چکا ہے۔ اور ہزاروں فلسطینی خاندان کھلے آسمان کی چھت کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ بعض کیمپوں میں بسر ہو رہی ہے، اور کچھ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور اور حالات کے رحم و کرم پر نظریں لگائے بیٹھے ہیں۔ ہماری یہ بے ہنگم چیخ چنگاڑ یا خوشیاں کس طرح برمحل ہو سکتی ہیں؟ جبکہ ہمارے ایک برادر ملک افغانستان میں امریکی حکومت بے سروسامان افغانی سرفروشوں کے ساتھ آگ اور خون کی ہولی کھیل رہی ہے۔ اور مٹھی بھر مجاہدین دنیا کی اس سپر پاور کی غیرت کو للکار رہے ہیں۔ اور انہیں ناکوں چنے چبوار ہے ہیں۔ اور ان لو ہو وسوتے دنوں اور جاگتی راتوں میں یہ رنگ رلیاں منانا کس طرح زیب دیتا ہے، جن کے اپنے برادار اسلامی ملکوں، فلسطین و افغانستان اور عراق و کشمیر وغیرہ میں لاکھوں بچے شفقتِ پدری کو ترس رہے ہیں۔ لاکھوں بیوائیں سسکیوں اور آہوں سے دوچار اور نالہ و شیون سے ہمکنار ہیں۔

اگر اس سب کے باوجود بھی ہم خوشیاں منانے میں حق بجانب ہیں تو پھر کم از کم ان خوشیوں کو بداخلاقی اور فحاشی کے دائرہ سے نکال کر اپنے اسلامی تشخص کو بحال رکھتے ہوئے عین اسلامی تہواروں کے انداز میں منائیں تاکہ روزِ محشر کہیں مشابہتِ کفار کے جرم میں نہ دھر لئے جائیں۔

اور پھر اسلامی سالِ نو کا آغاز بڑے ہی مہذب و مقدس انداز سے ہونا چاہئے کیونکہ اسلامی سال کا یہ پہلا مہینہ بڑی فضیلت و عظمت والا ہے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ محرم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہوئے اسے ''شَهْرُ اللّٰهِ'' یعنی ''اللہ کا مہینہ'' قرار دیا ہے۔ ❶

اور خود اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو حرمت والا مہینہ کہا ہے۔ جیسا کہ سورۂ توبہ،

---

❶ مختصر صحیح مسلم للمنذری تحقیق البانی ۶۱۰. ابن ماجہ ۱۷۴۲.
مشکاۃ تحقیق البانی ۲۰۳۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت:۳۶ میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾

(سورة التوبہ : ۳٦)

''جس دن سے اللہ تعالیٰ نے یہ زمین وآسمان بنائے ہیں، تبھی سے اللہ کی کتاب میں مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے۔ اوران میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں''۔

اور نبی ﷺ کی تعیین کے مطابق اسلامی سال کا یہ پہلا مہینہ محرم انہی چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ جبکہ دوسرے تین مہینے رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ [1]

اسلامی سالِ نو کے ہلالِ محرم کا طلوع ہونا اپنے ساتھ کئی پیغام لاتا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری عمر کا ایک اور سال مکمل کردیا ہے۔ یا بالفاظ دیگر تمہاری کل عمر میں سے ایک سال اور کم ہوگیا ہے۔ اس لئے ہمیں شاداں وفرحاں ہونے کے ساتھ ساتھ فکر مند بھی ہونا چاہیئے کہ ہماری عمر کا بیلنس کم ہورہا ہے۔ اور سالِ نو کے آغاز کے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے یہ دعائیں مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ! اس نئے سال کو ہمارے لئے انفرادی واجتماعی مسرتوں اور قومی وملی خوشیوں کا پیامبر بنا دے۔ اے اللہ! ہمارے الجھے ہوئے پیچیدہ ملکی وعالمی مسائل کو سلجھادے۔ اے اللہ! ہمیں صحت وعافیت اور جانی ومالی خوشی عطا فرما۔ اے اللہ! اس نئے سال میں ہمیں سالِ ماضی کی نسبت کارِ خیر اور نیکی وتقویٰ کی زیادہ توفیق دے۔ اے اللہ! ہمارے جو بھائی فلسطین وعراق اور افغانستان، بلغاریہ، اریٹریا، فلپائن، چیچن، روس اور کسی بھی

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۹٤. طبع دار الاندلس.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ پر، سروں پر کفن باندھے جان بکف ہو کر عقیدۂ توحید وختمِ نبوت، شعائرِ اسلام اور مشاعرِ مقدسہ کے تحفظ کیلئے برسرِ پیکار ہیں انہیں فتح ونصرت سے سرفراز کر، اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔

سالِ نو کے آغاز پر محاسبۂ نفس اور روزے

اسلامی سالِ نو کے آغاز پر ذکرِ الٰہی کی کثرت اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی ہمت وفکر کے مطابق اپنے سالِ ماضی کا بھرپور جائزہ لے کہ اس نے ارکانِ اسلام اور اللہ ورسول ﷺ کے احکام میں کہاں کوتاہی کی ہے؟ اور کن کن نیک کاموں میں حصہ لیا ہے؟ اس طرح اپنے ماضی کے آئینہ میں جھانک کر مستقبل کیلئے بہترین پروگرام مرتب کرے اور تجدیدِ عہد کرے کہ آج سے ہی سابقہ تمام کوتاہیوں کا یکے بعد دیگرے ازالہ کرتا جاؤں گا اور اعمالِ خیر میں پیش از پیش حصہ لوں گا۔

اللہ والے تو ہر رات کو سونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں کہ آج ہم نے کیا کھویا، کیا پایا۔ اور عام دنیاداری اصول بھی ہے کہ ہر تاجر اور کاروباری آدمی اپنی آمد وخرچ اور پرافٹ کے روزانہ وماہانہ حساب کے ساتھ ساتھ سالانہ حساب کر کے کلوز اَپ کرتا ہے۔ اس مالی حساب وکتاب کی طرح ہی ہمیں اپنے نفس کا حساب بھی کرنا چاہیے کہ اس نے نیکیاں کر کے کیا کمایا؟ اور برائیوں میں پڑ کر کیا گنوایا ہے؟ اور جس طرح تجارتی ومالی امور میں ہر نئے سال کا بجٹ تیار کیا جاتا ہے، اسی طرح ہی سالِ نو کے آغاز پر ہمیں اپنا روحانی وعملی بجٹ بھی تیار کرنا چاہیے۔

ماہِ محرم کے ساتھ ہی ہم چونکہ اپنی عمرِ عزیز کے نئے سال کا آغاز کرتے ہیں لہٰذا ہمیں اس نئے سال کا پرجوش اور بھرپور استقبال کرنا چاہیے۔ اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سالِ نو کا افتتاح روزے رکھ کر کیا جائے۔ جو شکرانِ نعمت بھی ہوں گے، اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔ اور خاص طور پر ماہِ محرم کے روزوں کے بارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صحیح مسلم اور سننِ اربعہ میں ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا:

«اَیُّ الصِّیَامِ اَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ ؟»

''رمضان مبارک کے روزوں کے بعد افضل روزے کون سے ہیں؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِیْ تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمُ». ❶

''اللہ کے اس مہینے کے روزے جسے تم محرم کہتے ہو''۔

اگر زیادہ نہ رکھ سکیں تو کم از کم ایامِ محرم کے سرتاج دن ''یومِ عاشوراء'' کا روزہ تو ضرور ہی رکھنا چاہیے کیونکہ اس کی فضیلت کے بارے میں صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

«اَحْتَسِبُ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ ». ❷

''میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یومِ عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا''۔

اور بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے یہودیوں کو یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا تو پوچھا:

«مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِیْ تَصُوْمُوْنَهُ؟»

''تم لوگ اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟''

تو انہوں نے بتایا کہ یہی وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ان کے دشمن (فرعون اور اس کے لشکر) سے نجات دلائی، اس پر بطورِ شکرانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ لہذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو نبی

---

❶ ابن ماجہ ۱۷٤۲.

❷ ابن ماجہ ۱۷۳۷ واللفظ لأحمد مشكاة تحقيق الالبانی ٢٠٤٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی». ❶

''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (بحیثیت نبی) میرا حق تم سے زیادہ ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا، اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

لیکن یہودیوں کی مشابہت دور کرنے کیلئے یومِ عاشوراء کے روزہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ایک روزہ رکھنا مسنون ہے۔

کیونکہ صحیح مسلم، ابوداؤد اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ الْيَوْمَ التَّاسِعَ». ❷

''اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں نو محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا''۔

مسلم شریف میں ''لَئِنْ بَقِيْتُ'' کی بجائے ''لَئِنْ عِشْتُ'' کے الفاظ ہیں۔ اور مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ البتہ مسلم شریف والی حدیث میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشادِ گرامی ہے:۔

«فَلَمْ يَاْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ».

''مگر اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پا گئے''۔ ❸

بہر حال آپ ﷺ نے خواہش فرمائی تھی، لہٰذا یہ امر مسنون ہے جبکہ مصنف عبدالرزاق اور بیہقی میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بایں الفاظ موجود ہے:

«صُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوْا الْيَهُوْدَ». ❹

---

❶ التجرید الصریح ۱/ ۱۳۶ وابن ماجہ ۱۷۳۴، ابو داؤد ۲٤٤٤، مشکاۃ تحقیق الالبانی (۲۰۶۷).

❷ صحیح مسلم ۱/ ۷۹۸ مسند احمد واللفظ لہ۔ مشکوٰۃ تحقیق الالبانی ۲۰٤۱.

❸ صحیح مسلم مع شرحہ للنووی جزء ۸/ ۱۲ وابو داؤد ۲٤٤٥.

❹ مصنف عبد الرزاق ۷۸۳۹، البیہقی ٤/ ۲۸۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’نو اور دس (محرم) کا روزہ رکھو، اور یہودیوں کی مخالفت کرو‘‘۔

ان احادیث کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنا مسنون ہے۔ [1] اور صرف دس محرم کے روزے کا ثواب ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

یہاں دو باتیں نہایت قابل توجہ ہیں:

پہلی: یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی آیت: ۳۶ میں فرمایا ہے:

’’جب سے اس نے زمین و آسمان بنائے ہیں تبھی سے اس کی کتاب میں مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے۔ اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں‘‘۔

اور نبی ﷺ کی تعیین کے مطابق متفقہ طور پر محرم بھی ان چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ اور صحیح بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ یومِ عاشورہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو اس وقت کے ظالم و جابر حکمران فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلائی تھی جس کے شکرانے کے طور پر انہوں نے روزہ رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماہِ محرم یا یومِ عاشوراء نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعارف نہیں ہوئے بلکہ ماہِ محرم تخلیقِ کائنات کے دن سے اور یومِ عاشوراء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے ہی حرمت والے اور معروف ہیں۔

دوسری: قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یومِ عاشورہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا، یہود رکھتے رہے، نبی ﷺ نے اس روزے کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ خود بھی اس دن کا روزہ رکھ کر اسے مسنون ہونے کا درجہ دیا۔ اور اپنی امت کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

---

[1] مسند احمد اور بیہقی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ یومِ عاشورہ کا روزہ رکھو۔ اور یہود (کے طریقہ) کی مخالفت کرو۔ اور وہ اس طرح کہ «صُوْمُوْا قَبْلَهٗ یَوْماً اَوْبَعْدَهٗ یَوْماً» اس (دس محرم) سے پہلے یا اس کے بعد بھی ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ (الفتح الربانی ۱۰/۱۸۵)۔ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اگر اسی دن روزہ رکھنے کی بجائے سبیلیں لگائی جائیں، دودھ، شربت اور ٹھنڈا پانی خود بھی کھلے عام پیا جائے، اور لوگوں کو اس کی ترغیب دلاتے ہوئے مفت پلایا جائے تو اس فعل کی کونسی عقلی توجیہہ ہوسکتی ہے؟ کیا یہ صحیح بخاری ومسلم میں یومِ عاشوراء کے روزے کی ثابت شدہ سنتِ رسول ﷺ کی صریح نافرمانی اور کھلی خلاف ورزی نہیں؟

یادگارِ ہجرت نبوی ﷺ یا مغرب کی نقالی

یومِ بعثت اور خصوصا سورۃ المدثر کی آیت: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ اور سورۃ حجر کی آیت: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ سے لے کر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو توحید ورسالت کی دعوت جاری رکھی۔ اور جب زمانۂ نبوت کے تیرہ سال مکمل ہوگئے تو نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ کو خیر باد کہا اور مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

ہجرتِ نبوی ﷺ اور متعلقہ مسائل، راہِ ہجرت میں پیش آنے والے معجزات، آپ ﷺ کا وصولِ قباء، تعمیر مسجد قباء، اسلامی مواخاۃ یا انصار ومہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں رشتۂ اخوت کا قیام، غیر مسلم اقوام کے ساتھ نبی ﷺ کے معاہدے، اور دفاعی مقابلہ کیلئے فنون حرب کی تعلیم وغیرہ امور کی قدرے تفصیل میں جانے سے قطع نظر یکم جنوری کو چونکہ عیسوی سالِ نو کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہم صرف اتنی سی بات کا اعادہ کئے دیتے ہیں کہ یہ عیسوی بلکہ عیسائی کیلنڈر کا سالِ نو ہے نہ کہ اسلامی یا ہجری تقویم کا۔ اس لئے جنوری کے آغاز میں مسلمانوں کا گریٹنگ کارڈز تقسیم کرنا، ایک دوسرے کو "ہیپی نیو ایئر" یا "سالِ نو مبارک" کہنا، اور جنوری کے آغاز میں رنگا رنگ پروگرام ترتیب دینا اپنے اسلامی تشخص کو مجروح کرنے کے مترادف ہے، اور سراسر تہذیب مغرب کی نقالی ہے، اور دانستہ یا نادانستہ ان امور پر عمل پیرا ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ مسلم معاشرے کے ایسے افراد میں اسلامی شعور کا فقدان ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکا ہے۔ انہیں اپنے یا پرائے کا فرق یاد ہی نہیں رہا۔ یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ یکم جنوری سے کئی ہفتے قبل ہی اخبارات و رسائل میں نیم عریاں تصویروں سے مزین اشتہارات شائع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن میں درہم و دینار کے غلام اور دولت کے پرستار لچر و گھٹیا اور اخلاق باختہ و حیا سوز میوزک ڈانسنگ پروگراموں کی باقاعدہ تشہیر کرواتے ہیں۔ ع

چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ہمارا تاریخی اثاثہ کیا ہے؟ اسلامک کلچر یا ہماری تہذیب و ثقافت کیا ہے؟ انہیں کچھ بھی یاد نہیں۔ مغرب پرستوں کی نقالی میں ہم لوگ اس طرح بھٹک چلے جا رہے ہیں کہ جن لوگوں کو اسلامی تہذیب کے علمبردار اور مسلم ثقافت کے دعویدار ہونے کا زعم ہے، ان میں بھی بعض ایسے حضرات ہیں کہ روشن خیالی کے زعم میں فرنگی تہذیب کی رو میں بہتے ہوئے اسے نہ صرف اپنائے جا رہے ہیں بلکہ اس کے جواز میں دلائل پیدا کرنے کی ناکام کوشش بھی کیے جاتے ہیں۔

وہ کون کون سے امور یا افعال ہیں جو دراصل تو غیر مسلم تہذیب کے شاخسانے ہیں، مگر مسلمان بھی ان پر پروانہ وار عمل پیرا ہوئے جا رہے ہیں۔ ان امور کی فہرست قدرے طویل ہے۔ لیکن ہم نے صرف اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ ہمارا اسلامی سال اور ہجری کیلنڈر یکم جنوری سے نہیں بلکہ یکم محرم سے شروع ہوتا ہے، ہمیں اپنا قبلہ صحیح کرنا چاہیے۔ اور اگر ضروری گریٹنگ کارڈز تقسیم کرنے ہیں ''ہیپی نیو ائیر'' یا ''سال نو مبارک'' کہنا ہے تو یہ مشغلہ یکم جنوری کی بجائے یکم محرم سے شروع کرنا چاہیے۔ اور تمام اسلامی ملکوں میں حکومتی سطح سے لے کر نجی کاروباری اداروں تک کو چاہیے کہ وہ ہجری کیلنڈر کو رواج دیں۔ حتی کہ غیر مسلم ممالک میں کاروبار کرنے والی تجارتی کمپنیوں اور فرموں کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی اسلامی آئیڈنٹی کو متعارف کروانے کیلئے اسلامک کیلنڈر چھاپیں۔ اور وہی اپنے دفاتر اور گھروں میں استعمال کریں۔ کیونکہ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی احیائے ثقافت اور اس کی ترویج واشاعت کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

اس سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ عریانی کو کافی حد تک لگام دی جا سکے گی کیونکہ بعض پرائیویٹ اداروں کے ایڈورٹائزنگ کیلنڈر اتنی فحش اور عریاں تصویروں پر مبنی ہوتے ہیں کہ جنہیں دیکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومتِ متحدہ عرب امارات کا یہ اقدام انتہائی لائقِ تحسین وستائش ہے کہ اس نے اپنے سابقہ رویہ کو ترک کر کے چند سال قبل سرکاری کیلنڈر کا آغاز ہجری تقویم کے حساب سے یکم محرم سے کیا ہے۔ سعودیہ اور بعض دیگر مسلم ممالک میں پہلے ہی یہ مروج ہے۔

اللہ تعالیٰ بقیہ مسلم حکومتوں اور مسلم کاروباری حضرات مرداداروں کو بھی اسلامی تاریخ کو ایک نیا سنہری موڑ دینے والے اس واقعہ ہجرتِ نبوی کی یاد تازہ کرانے میں اپنا رول ادا کرنے کی توفیق سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

مشرکین کی دسیسہ کاریاں اور مسلمانوں کو اذنِ جہاد

نبی رحمت ﷺ نے مدینہ المنورہ پہنچ کر سب سے پہلے انصار ومہاجرین، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مؤاخاۃ یا اخوتِ اسلامی کا رشتہ عملی طور پر خوب مضبوط کر دیا۔ جس کے نتیجے میں وہاں ایک مسلم معاشرۃ قائم ہوگیا۔ اس کے بعد ہجرت کے پہلے ہی سال میں آپ ﷺ نے تمام نوعِ انسانی کیلئے امن وسلامتی اور سعادت وخوشحالی کو عام کرنے کیلئے جملہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ اچھے تعلقات کی بنیاد رکھی، اور بین الاقوامی اصول پر عدم جارحیت کا معاہدہ کیا تا کہ نسلی ومذہبی اختلاف کے باوجود بھی قومی وحدت قائم رہے اور سب کو ایک دوسرے سے مدد ملتی رہے۔ معتبر سیرت نگار ابن ہشام وغیرہ نے یہود بنی عوف کے ساتھ آپ ﷺ کے اس معاہدے کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

جب مدینہ منورہ میں آباد تمام قبائل واقوام نے اس معاہدے پر دستخط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیئے تو پھر آپ نے مدینہ کے گردونواح میں آباد قبائل کو بھی اس معاہدے میں شامل کرلیا تاکہ آئے دن کی جارحانہ جنگوں کا انسداد ہو جائے۔ اور قریشِ مکہ ان اقوام وقبائل کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کرسکیں۔ [1]

مشرکینِ مکہ کو نبی اکرم ﷺ اور دیگر اہل ایمان سے ایسی اندھی دشمنی تھی کہ ان کے تین سو میل دور چلے جانے کے باوجود بھی مکہ والوں کو چین نہ آیا۔ انہوں نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی اور اوس وخزرج سے اس کے بعض رفقاء کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنا واکسانا شروع کر دیا اور یہودِ مدینہ کو بھی خفیہ طور پر اپنے ساتھ ملالیا۔ تب انہوں نے مسلمانوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ تم ہم سے بچ کر مدینہ نکل گئے ہو۔ ہم وہاں پہنچ کر بھی تمہارا براحال کر دیں گے۔ ربیع الاول ۲ ھ میں انہوں نے اپنی قوت کا اظہار کرنے کیلئے مختلف شرارتیں شروع کر دیں۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی دسیسہ کاریوں کو برداشت کرتے رہے۔ اور تیر وتلوار اٹھانے کا فن اور حوصلہ ہونے کے باوجود بھی انہوں نے مشرکین کا منہ توڑ جواب نہ دیا۔ کیونکہ اسلام کے مزاج کو جنگ سے تو کوئی نسبت ہی نہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کو کفار کے ظلم وستم سہتے اور صبر وہمت سے کام لیتے چودہ سال بیت گئے تو اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی حالت پر رحم آیا، اور ۲ ھ میں انہیں حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کرنے یا دفاعی جہاد کیلئے تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی۔ اس سلسلہ میں آسمان سے جو حکم سب سے پہلے نازل ہوا۔ اس کی تفصیلات سورۃ الحج آیت: ۳۹، ۴۰ اور ۴۱ میں موجود ہیں۔ جن کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا

---

[1] سیرت ابن ہشام ۱/ ۱۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ (سورۃ الحج:۳۹،۴۰،۴۱)

"اجازت دے دی گئی ہے، ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے۔ صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے: ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے، تو خانقاہیں، گرجے، معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا۔ جو اس کی مدد کریں گے۔ بیشک اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دینگے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجامِ کار اللہ کے ہاتھ میں ہے"

یہ قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں اولین آیات ہیں جو نازل ہوئیں۔ یہاں جارحانہ نہیں، صرف مدافعانہ جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ بعد میں سورہ بقرہ کی آیات: ۱۹۰ تا ۱۹۳ اور ۲۱۶ نازل ہوئیں۔ جن میں جہاد و قتال کا حکم دیا گیا۔ ان احکام میں صرف چند ماہ کا فصل ہے۔ اجازت ذوالحجہ ۱ھ میں نازل ہوئی۔ اور حکم غزوۂ بدر کے کچھ پہلے ماہِ رجب یا شعبان ۲ھ میں نازل ہوا تھا۔ ❶

---

❶ رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۰۰ تا ۱۰۴، الرحیق ص ۲۲۴ حاشیہ ترجمہ قرآن مولانا مودودی ص ۸۶۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۞ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقَاتِلُوْكُمْ فِیْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۞ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِیْنَ﴾

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ مگر زیادتی نہ کرو، کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ ہو جائے۔ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اس لئے کہ قتل اگرچہ برا ہے، مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ اور مسجدِ حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں، تم بھی ان سے نہ لڑو مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں تو تم بھی بے تکلف انہیں مار و کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو جان لو کہ اللہ معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین اللہ کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں''۔

اور آیت: ۲۱۶ میں فرمایا:۔

﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾

’’تمہیں قتال و جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمھیں ناگوار ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو، اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو، اور وہی تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے‘‘۔

یہ آیات نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد کا باقاعدہ حکم دے دیا۔ اور جہاد کو مسلمانوں پر فرض قرار دے دیا گیا۔

شعبان ۲ ھ (الموافق فروری ۶۲۴ء) میں ہی اللہ تعالیٰ نے تحویلِ قبلہ کا حکم نازل فرمایا۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گیا کہ وہ یہود جو منافقانہ روش پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے تھے وہ کھسک گئے اور مسلمانوں کی صفوف غدار وخائن لوگوں سے پاک ہوگئیں۔ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ شریف کو قبلہ قرار دینے میں مسلمانوں کے لئے اس بات کی طرف بھی ایک اشارہ موجود تھا کہ تمہیں اپنے قبلہ کو مشرکین سے آزاد کرنا ہوگا۔ ❶

ان اوامر و ارشادات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں جذبۂ جہاد خوب موجزن ہو گیا۔ اور پھر انہوں نے غزوۂ بدر (۱۷ رمضان ۲ ھ) سے لے کر غزوۂ اُحد (۶ شوال ۳ ھ)، غزوۂ احزاب یا خندق (شوال یا ذوالقعدہ ۵ ھ) غزوۂ خیبر (محرم ۷ ھ)، غزوۂ فتح مکہ (رمضان ۸ ھ)، غزوۂ حنین (شوال ۸ ھ) غزوۂ طائف (شوال ۸ ھ) غزوۂ تبوک (رجب ۹ ھ) وغیرہ میں تائید ونصرتِ الٰہی سے شاندار فتوحات کی لائن لگادی۔ اور مشرکوں کے ہاتھوں سے اپنا قبلہ بھی آزاد کروالیا۔

---

❶ الرحیق المختوم ص ۲۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوات وسرایا - ایک جائزہ

سیرتِ رسول ﷺ کا ایک خاص پہلو آپ ﷺ کے غزوات وسرایا ہیں، جن کے بارے میں معاندین اسلام اور دشمنانِ رسول ﷺ نے مسلمانوں میں بڑی غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ وہ لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اسلام کی نشر واشاعت اور لوگوں کو زبردستی دین قبول کروانے کیلئے نعوذ باللہ خوب تلوار چلائی۔ اور خونریزی کی تھی۔ ہم ان کے اسی دعوے کا جائزہ لے کر دیکھتے ہیں کہ اس میں کہاں تک معقولیت ہے؟

حقیقت یہ کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے دین کی ترویج واشاعت تلوار سے نہیں بلکہ اپنے اخلاقِ عالیہ اور دعوت وتبلیغ سے کی تھی۔ اور جو جنگیں آپ ﷺ نے لڑی تھیں وہ جنگیں آپ ﷺ پر مسلط کی گئی تھیں اور آپ ﷺ نے بحکمِ الٰہی مدافعانہ جہاد کر کے اپنا فرض ادا کیا تھا۔

صحیح بخاری شریف ومسلم شریف میں مذکور ہے کہ: آپ ﷺ نے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جن مدافعانہ غزوات وسرایا میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی، ان کی مجموعی تعداد اُنیس (۱۹) ہے۔ اور ان میں سے بھی کل آٹھ میں قتال کی نوبت آئی۔ ❶

اور وہ غزوات وسرایا جن میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا، ان کی مجموعی تعداد بقول امام ابن اسحاق ۳۸ ہے۔ ❷

جبکہ ماضی قریب کے محقق سیرت نگار جناب جسٹس علامہ منصور پوری نے ۲ھ سے ۹ھ تک آٹھ سال کے مابین عہدِ نبوی کے غزوات وسرایا کا بڑی تحقیقِ دقیق

---

❶ بخاری کتاب المغازی باب حکم غز النبی ﷺ.

مسلم کتاب الجهاد باب غزوات النبی ﷺ.

❷ الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول ﷺ لابن کثیر ص ۲۰۳، ابن ہشام ۲/ ۹/ ۲۰۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عرق ریزی سے ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے واقعات یا غزوات وسرایا کی جملہ تعداد (۸۲) تھی۔ ❶

بعض لوگ ۸۲ کا عدد سنتے ہی اچھل پڑتے اور فتویٰ داغ دیتے ہیں کہ لو ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ نے خوب تلوار چلائی تھی۔ حالانکہ اس عددِ کبیر میں ۳۲ وہ دستے بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً دشمن کی نقل وحرکت سے باخبر رہنے اور راستوں کی نگرانی کرنے کیلئے روانہ فرمائے تھے۔ پانچ دستے تبلیغی سفر پر نکلے تھے۔ انہی میں سے پندرہ سریئے یا دستے وہ بھی ہیں جو قتل وڈکیتی کی وارداتوں اور غداری کے جرم میں ملوث لوگوں کے تعاقب اور گوشمالی کے لئے روانہ فرمائے تھے۔ چھ دستے بعض غلط فہمیوں کے نتیجہ میں وجود میں آئے جو نہ صرف کفار ومسلین بلکہ خود مسلمانوں کے مابین بھی وقوع پذیر ہوئے۔ تین دستے بت شکنی کیلئے نکلے۔ تین دستے دشمن کا تعاقب کرنے کی وجہ سے رو پذیر ہوئے اور پانچ مختلف مقامی یا شخصی واقعات بھی سریئے کہلوائے۔

یہ تریسٹھ ایسے واقعات ہیں کہ جو غزوات وسرایا میں تو شمار کئے جاتے ہیں مگر ان میں سے کسی میں بھی کفر واسلام کا مقابلہ نہیں ہوا۔ اسی طرح کتنے ہی دوسرے واقعات بھی ہیں۔ صرف آٹھ سات غزوات ایسے ہیں جن میں کفر واسلام کا باقاعدہ مقابلہ ہوا اور ان میں بھی مسلمانوں نے صرف دفاعی مقابلہ کیا، کبھی بھی جارحانہ حملے کی ابتدا نہیں کی۔ ❷

جہادِ اسلامی کے تقدس کو جنگ اور خونریزی کا نام دینے والے یہ معاندین نہ واقعہ کی علت کو دیکھتے ہیں، اور نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش کرتے ہیں بلکہ ہر واقعہ

---

❶ رحمۃ للعالمین ۱۸۵/۲ تا ۲۰۲.

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: رحمۃ للعالمین ۲/ ۲۰۶، ۲۰۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں اپنی یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ یہ بھی لوگوں کو زبردستی دینِ اسلام میں داخل کرنے کیلئے پیش آیا تھا۔ ان عیاروں کی چرب لسانی کے نتیجے میں اللہ کے کچھ سادہ دل بندے مسلمان بھی یہی سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ مسلمانوں کی وہ ہر نقل وحرکت جنگ ہی کیلئے تھی۔ ❶

حالانکہ نبیٔ اکرم ﷺ کے عدمِ جارحیت کے معاہدے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ دنیا میں تلوار چلانے نہیں، بلکہ امن وآشتی اور صلح وسلامتی قائم کرنے آئے تھے۔

اور اگر انسانی ہمدردی کے ان علمبرداروں کو جائز وناجائز ہر مشکل میں بہائے گئے خون کی سرخی سے ڈر لگتا ہے تو پھر دوسروں کے منہ لگنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر تو لیں جس کا ہر در ودیوار خون سے لت پت ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے غزوات وسرایا میں تو فریقین کے کل ایک ہزار اٹھارہ آدمی جنگ میں کام آئے۔

اگر بالفرض ان ۸۲ غزوات وسرایا کو جنگیں ہی تسلیم کر لیا جائے تو آپ کل مقتولین ۱۰۱۸ کو ۸۲ پر تقسیم کریں۔ صرف ساڑھے بارہ مقتول اوسط نکلتی ہے۔ کیا ایسی لڑائیوں کو عقل سلیم کی روشنی میں صدہا سالہ مذاہب کے جبراً ترک کروانے اور اسلام قبول کروانے میں کافی مؤثر قرار دیا جا سکتا ہے؟

ان تمام لڑائیوں میں کفار کے چھ ہزار پانچ سو چونسٹھ (۶۵۶۴) آدمی قیدی بنائے گئے جن میں سے چھ ہزار (۶۰۰۰) صرف غزوۂ حنین میں اسیر کیے گئے۔ باقی جنگوں میں، اسیروں کی اوسط صرف سات نکلتی ہے۔ کیا یہ تعداد پورے ملک کو تبدیلی مذہب کیلئے مجبور ہونے کا سبب قرار دی جا سکتی ہے؟ اور پھر ہمارے نبیٔ رحمت ﷺ کا اخلاقی کارنامہ تو دیکھیں کہ صرف دو (۲) قیدیوں کو ان کے سابقہ جرائم کی پاداش میں

---

❶ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۸۴، ۱۸۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل کیا، باقی تمام کو رہا کر دیا تھا۔ (1) سبحان اللہ!

اب ذرا انکی جنگوں کی طرف بھی دیکھیں، انڈیا کے اخبار ''ہمدم'' نے اپنی ۱۷ اپریل ۱۹۱۹ کی اشاعت میں اکیلی جنگِ عظیم کے صرف مقتولین کی تعداد کا اندازہ ۸۳ لاکھ ۳۸ ہزار ذکر کیا تھا۔ اور یہ اس جنگ عظیم کے مقتولین ہیں جو ۱۴ اگست ۱۹۱۴ھ سے لے کر ۳ مارچ ۱۹۱۷ھ تک لڑی گئی تھی۔ زخمیوں، اسیروں اور گم شدگان کی تعداد الگ ہے۔ اور اس جنگ سے انگلستان کا صرف یہ مقصد بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کیلئے لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک وخون میں ملا دیا گیا۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہوئے، عیش وآرام کے سب سامان تباہ ہوئے اور تجارتِ عالم مخدوش ومعطل رہی۔ **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.**

یورپ کی دینی انجمنوں کے ہاتھوں اور مذہبی عدالت کے احکام سے ایک کروڑ بیس لاکھ عیسائی ہلاک کئے گئے جیسا کہ ایک عیسائی مؤلف ''جان ڈیون پورٹ'' کا اپنا بیان ہے جسے اس نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں ذکر کیا ہے۔ (2)

اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بیس ہزار آدمی آگ میں جلا کر مارے گئے۔ اور جنگ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ (3)

معلوم نہیں، ان اعداد وشمار کی موجودگی میں بھی یہ لوگ اپنی پاکیٔ داماں کی

---

(1) رحمۃ للعالمین ۲/۲۱۳، غزوات نبوی ﷺ کے اسباب اور انواع کے لئے سیرت النبی شبلی ۱/۵۸۷ تا ۶۲۲، اور صفحہ آخیر بھی دیکھیے۔

(2) رحمة للعالمين ٢/ ٢١٤ نقلاً عن اعجاز التنزيل ص ٤٦١.

(3) المرجع السابق.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکایت کیوں بڑھائے چلے جاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ انہیں راہِ ہدایت عطا کرے۔

حدیث افک:

نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے تیرہ سالوں میں کفار مشرکین نے آپ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہر ممکن طریقے سے ذہنی و جسمانی تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، مسلمانوں کی جماعت روز بروز بڑھتی گئی، متعدد غزوات میں فتح یابی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی تو اب کسی کافر کو کھل کر کھیلنے کی کم ہی جرأت ہوتی تھی۔ البتہ جو لوگ منافق تھے وہ در پردہ اس کوشش میں رہتے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام اور نبیٔ اسلام ﷺ کو زک پہنچائی جائے۔

ان منافقین میں سے عبداللہ بن اُبی کا کردار سب سے گھناؤنا اور شرمناک تھا۔ اس نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کا سکون غارت کرنے کیلئے آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ، صدیقۂ کائنات، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دریدہ دہنی کی، اور ان پر تہمت لگا دی۔ یہ واقعہ ''حدیثِ افک'' کے نام سے معروف ہے۔ قرآنِ کریم، کتبِ ستہ اور دیگر کتبِ حدیث اور تاریخِ اسلام و سیرتِ نبوی ﷺ کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محققین کے مطابق یہ واقعہ شعبان ۵ ھ میں پیش آیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوۂ بنی مصطلق سے واپس ہوئے تو راستے میں ایک جگہ پر رات کا کچھ حصہ آرام کیا۔ یہاں سے کوچ کرنے سے تھوڑا قبل آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اس سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں، قضائے حاجت کیلئے کچھ دور گئیں۔ جب وہ واپس قافلے کے پاس پہنچیں تو معلوم ہوا کہ گلے کا ہار کہیں گم ہو گیا ہے۔ اسے تلاش کرنے کیلئے وہ واپس وہیں تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئیں جہاں بیٹھنے کے دوران ہار کے گرنے کا خیال تھا۔ اور واقعی ہار تو وہاں سے مل گیا مگر جب قافلہ کی جائے قیام پر پہنچیں تو معلوم ہوا کہ قافلہ کوچ کر چکا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ میں وہیں بیٹھ گئی جہاں قافلہ والوں نے رات بسر کی تھی تاکہ جب قافلہ کہیں رکے اور میں ہودج میں نہ ملوں تو نبی ﷺ آ کر مجھے لے جائیں گے۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو کسی ضرورت سے قافلہ کے ساتھ رات کو یہاں نہیں پہنچ سکے تھے، جب وہ اس جگہ پہنچے اور مجھے کپڑے میں سمٹے ہوئے دیکھا تو ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھا اور کہا کہ یہ تو نبی ﷺ کے گھر والے ہیں۔ انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا کر انہیں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو) سوار کیا اور قافلے کو جا ملے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس تاخیر سے پہنچنے کے معمولی واقعہ کو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے ہوا دے کر افسانہ بنا دیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا دی۔ بات عام ہو گئی حتیٰ کہ چند مسلمان بھی عبداللہ بن اُبی کے ہم خیال ہو گئے۔

مسلمانوں میں سے اس تہمت میں ملوث ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک تو نبی ﷺ کی سالی، ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔ دوسرے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ اور تیسرے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جنہیں بعد تہمت کی حد (اسی کوڑے) لگائی گئی تھی۔ رضی اللہ عنہم

غرض یہ واقعہ جیسے جیسے عام ہوتا گیا، نبی اکرم ﷺ اور سارے خاندان نبوت کی پریشانی بڑھتی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خاندانِ صدیق کی بے چینی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا سکون لٹ گیا۔ اور ذاتِ باری تعالیٰ کو نہ معلوم کیا کیا حکمتیں منظور تھیں کہ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ کوئی وحی بھی نازل نہ ہوئی۔ بے قراری و بے تابی میں نبی ﷺ کبھی اپنی کسی بیوی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھتے کہ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ کی خبر نہیں مگر نبی ﷺ کے عدم التفات سے بے چین ہو کر اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے بلا تامل اجازت دے۔ وہاں کئی دن کے بعد انہیں اپنے بارے میں لگائی گئی تہمت کی خبر لگی تو شدتِ غم سے قریب تھا کہ جگر پاش پاش ہو جائے۔ سخت بخار ہو گیا اور دل کے آبگینے کو غیر متوقع، ناگہانی اور سخت چوٹ لگنے کی وجہ سے آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات بہنے لگی وہ اپنے گوہرِ عصمت پر انگلی اٹھائے جانے کے غم میں ہلکان ہو رہی تھیں اور اصل واقعہ کو ایک ماہ سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا تو ایک دن نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مائیکے گھر گئے۔ ان کے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ اور ایک انصاری عورت ان کی حالتِ زار پر نڈھال ان کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''اے عائشہ! جو بات لوگ کہہ رہے ہیں وہ تمہیں بھی معلوم ہو گئی ہو گی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اگر تم نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو، وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ماں باپ کو خاموش دیکھا تو خود ہی فرمایا:

''بخدا! میں اس بات پر توبہ نہیں کروں گی جو آپ ﷺ نے ذکر کی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری ہوں''۔

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ [1]

---

[1] واقعہ تہمت کی تفصیلات دیکھیے بخاری مع الفتح ۷/۴۳۵، ۴۴۷، مسلم ۸/۱۷۳ تا ۱۷۷، سیرت ابن ہشام ۳/۱۸۷ تا ۱۹۶، الفتح الربانی ۲۱/۷۳ تا ۷۶ و ۲۲/۱۱۶ تا ۱۲۳، البدایہ و النہایہ ۴/۱۶۰ تا ۱۶۴، طبری ۱/۳۱۶ تا ۳۲۳، زاد المعاد ۲/۱۱۲ تا ۱۱۶ طبع قدیم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براءت عائشہ رضی اللہ عنہا

مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰت

جب صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس ناکردہ گناہ سے توبہ کرنے سے "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ بَرِيْئَةٌ" کہتے ہوئے انکار کردیا تو خالق کائنات، مالک ارض وسماء نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے شہادت دے دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دامن پاک ہے۔اور یہ الزام لگانے والے جھوٹے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ توبہ کا مشورہ دینے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا۔اور جب حالتِ نزول کا انقطاع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

«أَبْشِرِيْ يَا عَائِشَةُ! قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَاءَتَكِ».

"اے عائشہ! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیری براءت نازل فرمادی ہے"۔

میں نے اپنی براءت پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی باہر گئے۔ اور لوگوں کو براءتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہونے والی آیات سنائیں۔ ❶

یہ سورۃ نور کی آیات تھیں جو آیت نمبر:۱۱ سے شروع ہو کر:۲۶ تک تھیں اور ان سولہ آیات پر مشتمل پورے دو رکوعوں میں ہی تہمت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت مذکور ہے۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

---

❶ حوالہ جاتِ سابقہ. ولنظر ایضاً. فوائد سلفیہ المسمیٰ بہ اشرف الحواشی للاستاذ محمد عبدہ الفلاح.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۞ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۞ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۞ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۞ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۞ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۞ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۱۹/۱۱)

''جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اس طوفان کو اپنے حق میں برا مت سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہوا۔ اس گروہ میں سے ہر شخص نے جتنا گناہ سمیٹا، اتنی سزا پائے گا۔ اور جس نے اس طوفان کا بیڑا اٹھایا، اس کو سخت عذاب ہوگا۔ (تمھیں مسلمانو کیا ہو گیا ہے؟) جب تم نے یہ بات سنی تھی تو ایماندار مردوں اور عورتوں کو آپس میں ایک دوسرے پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیک گمان کرتا تھا اور یوں کہنا تھا کہ یہ کھلا ہوا طوفان (تہمت) ہے۔ (اگر وہ سچے تھے تو) اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ (کہ شرعی حکم ہے) پھر جب گواہ نہ لا سکے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خود وہی جھوٹے ٹھہرے۔ اگر تم پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا تو اس بات کا کھوج لگانے (یا اس کا چرچا کرنے) میں کوئی بڑا عذاب تم سے چمٹ جاتا۔ جب تم اس (بات) کو زبان درزبان لانے لگے اور بلا تحقیق منہ سے کہنے لگے اور تم سمجھے کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک تو وہ بہت بڑی بات ہے۔ اور تم نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ۔ جب یہ (جھوٹی) خبر سنی تھی تو یہ کہہ دیتا تھا کہ ہم ایسی (بری بات) منہ سے نہیں نکال سکتے۔ سبحانہ اللہ یہ بڑا بھاری بہتان ہے۔ اگر تم میں ایمان ہے تو اللہ تم کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ اور اللہ کھول کھول اپنے حکم تم سے بیان کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا ہے۔ حکمت والا۔ بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحش باتیں پھیلیں۔ ان کو دنیا وآخرت (دونوں) میں تکلیف کا عذاب ہوگا۔ اور (چھپی باتیں غیب کی) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

اور اس سے آگے فرمایا:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۞ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۞ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ (۲۰/۲۶)

''اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم تم پر نہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور رحم والا نہ ہوتا۔ (تو تم تباہ ہو جاتے)۔ اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو (اس کی پیروی نہ کرو) اور جو کوئی شیطان کی پیروی کرے گا (وہ گمراہ ہوگا) اس لئے کہ شیطان تو بے حیائی اور برے ہی کام کرنے کو اسے کہے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی (گناہ سے) پاک نہ رہ سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ سب سنتا اور جانتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں بزرگی والے اور مالدار ہیں وہ (اپنے) ناطے والوں اور محتاجوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (خیرات) نہ دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں (یا خیرات دینے میں قصور نہ کریں) بلکہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو (تمہاری خطاؤں کو) بخشے، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک وہ لوگ جو پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، اور ان کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں (خود) ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ ان کو پورا واجبی بدلہ دے گا (اعمال کا) اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا کھولنے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے، اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے، اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے۔ یہ پاک لوگ ہیں ان باتوں سے جو وہ کہتے پھرتے ہیں۔ ان کیلئے (آخرت میں اللہ کی طرف سے) بخشش اور عزت کی روزی ہے''۔

حلِ مسائل:

قارئینِ کرام! اس واقعۂ تہمت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو نتیجتاً کتنے ہی مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مثلاً:

(۱) یہ کہ پیغمبری مل جانے کے باوجود بھی آپ ﷺ بشریت وانسانیت کے وصف سے جدا نہیں ہوئے تھے جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس وحی کا نزول کسی نبی کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ جب اللہ چاہتا ہے تو وہ نازل فرماتا ہے جیسا کہ اس واقعہ سے واضح ہو رہا ہے۔ [1]

اور جب وحی کا نزول کسی نبی کے بس میں نہیں ہوتا تو کشف وکرامات کے دعوے کرنے والوں کیلئے کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ جب چاہیں کرامت دکھا دیں اور

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے فقہ السیرۃ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی ص ۲۲۲ تا ۲۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے پیر ہونے کا سکہ جمالیں۔

(۳) تیسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ یہ عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب یا غیب دان تھے۔ اس واقعہ سے ان کے اس غلط عقیدہ کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں تھے بلکہ امورِ غیبیہ میں سے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ بتا دیتا تھا وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جاتا۔ اور جو وہ نہیں بتاتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔

اس واقعہ پر نظر ثانی کریں اور دیکھیں کہ:۔

(۱) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر قافلے کی طرف آرہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمادیتے کہ جاؤ پہلے اپنا ہار اٹھا کر لاؤ جو فلاں جگہ پر گر گیا ہے۔ یا پھر آپ خود جا کر لا دیتے اور اس "ماہِ غم" کا واقعہ ہی رونما نہ ہوتا۔

(۲) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہٖ غیب دان ہوتے تو قافلے کی روانگی کے وقت ہی قافلے والوں کو روک دیتے اور فرمادیتے کہ ابھی رک جاؤ کیونکہ میری اہلیہ اپنے اونٹ کے ہودج میں موجود نہیں ہیں بلکہ اپنا ہار تلاش کرنے گئی ہیں۔ وہ آلیں، پھر چلتے ہیں۔

(۳) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو اس تہمت کی نوبت ہی نہ آتی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پورا خاندانِ نبوت پریشان رہتے۔ نہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور خاندانِ صدیق رضی اللہ عنہم کا چین وسکون غارت ہوتا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک کیلئے بے چینی لاحق ہوتی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو پھر پریشان رہنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حسنِ کردار کے بارے میں شہادتیں لینے اور مشورے کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاف فرمادیتے کہ یہ لوگ جھوٹا الزام لگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔میری بیوی میں ایسی کوئی قابلِ مؤاخذہ بات نہیں پائی جاتی۔

(۵) اگر آپ ﷺ غیب دان تھے تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات ؓ میں سے سب سے محبوب بیوی کے بارے میں شک کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں توبہ کا مشورہ دے دیا۔کیا کوئی شخص جانتے بوجھتے ہوئے ایسی بات باسانی کہہ سکتا ہے؟

(۶) اگر آپ ﷺ غائب دان تھے تو آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ میری بیوی سچی ہیں،اس کے باوجود ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک آپ ﷺ نے الزام لگانے والوں کا منہ بند کرنے کے احکام جاری کیوں نہ فرما دیئے؟اور اگر جان بوجھ کر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا تھا تو غور کر کے دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ جاتی ہے؟اور خود نبی ﷺ کے بارے میں کون سی بدگمانیوں کے پہلو نکلتے ہیں۔

الغرض یہ واقعہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔کوئی نبی،صحابی،امام یا ولی اس صفت میں اللہ کا شریک ہرگز نہیں ہے۔جیسا کہ قرآنِ کریم کی سورۃ الانعام،آیت:۵۰ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام:۵۰)

''(اے نبی!)ان سے کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں،نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں،اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں،میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔پھر ان سے پوچھیں:کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟کیا تم غور نہیں کرتے؟''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سورۃ انعام کی ہی آیت:۵۹ میں ارشاد ربانی ہے:۔

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (سورة الانعام : ۵۹)

''اسی (اللہ) کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔''

اور اسی سورۃ کی آیت:۷۳ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

''وہ (اللہ ہی) غیب وظاہر ہر چیز کا عالم ہے۔اور دانا و باخبر ہے''۔

اسی طرح سورۂ اعراف آیت:۱۸۸ میں ارشادِ گرامی ہے:۔

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (سورة الاعراف:۱۸۸)

''(اے نبی!) ان سے کہیں کہ میں اپنی ذات کیلئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے، ہوتا ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا۔ اور مجھے کبھی کوئی (تکلیف و) نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا، اور خوشخبری سنانے والا ہوں، ان لوگوں کیلئے جو میری بات مانیں۔''

اس ارشادِ الٰہی پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا کسی کے مختارِ کل ہونے اور عالم غیب ہونے کی نفی کر دی ہے۔ اور خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہلوایا ہے کہ میں نہ مختار نفع و نقصان ہوں، اور نہ ہی عالم غیب ہوں۔

اور سورۂ ہود آیت:۳۱ میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی کہلوانے کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا:۔

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ﴾ (سورة الهود:۳۱)

''اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں''

اور سورہ ہود کی ہی آیت:۴۹ میں حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾

(سورة الهود : ٤٩)

''(اے نبی!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے، اور نہ ہی تمہاری قوم، پس صبر کرو، انجام کار متقیوں ہی کے حق میں ہے۔''

اور سورہ ہود کی آخری آیت:۱۲۳ میں نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے، سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے پس (اے نبی!) تو اسی کی بندگی کر، اور اسی پر بھروسہ رکھ، اور جو کچھ تم کر رہے ہو، تیرا رب اس سے بے خبر نہیں ہے''۔

اور سورہ نحل آیت:۶۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (سورة النحل: ٦٥)

''ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ (معبودانِ باطلہ تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔''

اور سورۂ لقمان کی آخری آیت: ۳۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (سورة لقمان: ٣٤)

''اُس (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا پرورش پا رہا ہے۔ کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے۔ اللہ ہی سب کچھ جاننے والا باخبر ہے۔''

ان سب ارشاداتِ الٰہی کے بعد کیا اب بھی کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی مختارِ کل ہے، اور نہ ہی عالمِ غیب؟

علم الغیب

شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں:

''علم الغیب'' کو نبی ﷺ کیلئے ثابت کرنا بریلوی مکتب فکر کے ''نعت گو'' قسم کے علماء کا طرہ ہے۔ ورنہ ان کے بانی مبانی مولانا احمد رضا خان بریلوی اور اس مکتب فکر کے بعض معروف علماء اس حق میں نہیں ہیں۔ اور شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کے عقائد کی جو تفصیل اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ذکر کی ہے، اس کی رو سے ''علم غیب'' علم جمیع ما کان وما یکون (جو کچھ ہو گیا اور ہونے والا ہے اس سب کچھ کا علم) کسی غیر اللہ کیلئے ثابت کرنا رافضیوں شیعوں کا عقیدہ ہے اہلِ سنت کا نہیں۔ اور جو شخص یہ ناپسندیدہ عقیدہ رکھے، وہ اہلِ سنت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین'' میں رقمطراز ہیں:۔

''رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ ''امام'' کو دنیا و دین کی ہر چیز کا علم ہوتا ہے۔ جو ہو چکی ہے اور جو ہونے والی ہے۔ یہاں تک کہ کنکروں، بارشوں کے قطرات اور درختوں کے پتوں کی تعداد و گنتی بھی جانتے ہیں''۔

مذکورہ کتاب ہی کے ''باب فضائلِ شب قدر'' میں موصوف نے ایک بڑا عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جہاں نبی آخر الزمان ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے جن چیزوں کے متعلق ﴿وَمَآ أَدْرَاكَ﴾ فرمایا ہے ان چیزوں کا علم تو اللہ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا۔ اور جن چیزوں کے متعلق ﴿وَمَا يُدْرِيكَ﴾ فرمایا ہے۔ ان چیزوں کی اطلاع آپ ﷺ کو نہیں دی۔

جیسا کہ سورہ احزاب آیت: ۶۳ میں قیامت کے متعلق فرمایا ہے:۔

﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا﴾ (سورۃ الاحزاب: ۶۳)

''اور کس چیز نے آپ کو خبردار کیا ہے کہ قیامت کب آئے گی (یعنی آپ ہرگز نہیں جانتے اس کے آنے کا وقت)''۔ [1]

معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی نبی ﷺ کو عالمِ غیب نہیں جانتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک بھی یہ خاصہ ہے صرف اللہ تعالیٰ کا۔

---

[1] بحوالہ مرشد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات حقانی، ص ۱۵۵، ۱۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم غیب۔بریلوی مکتب فکر کی نظر میں:

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نبی، ولی یا پیر عالم الغیب نہیں۔اور نبی ﷺ نے جن غیبی امور کی بذریعۂ وحی خبریں دی ہیں، انہیں علمِ غیب کہنا ہی کبار بریلوی علماء پیر حمزہ شاہ، اور مفتی احمد رضا خان کے نزدیک بھی جہالت وگمراہی ہے۔ چنانچہ بریلوی جماعت کے بانی شاہ احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات حصہ اول، ص:۳۴ اور ۳۵ پر مسئلہ علمِ غیب کی تشریح کی گئی ہے جہاں موصوف لکھتے ہیں:۔

''میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے۔'' (ص ۳۵)

فاضل بریلوی ہی اپنی کتاب ''خالص الاعتقاد'' میں لکھتے ہیں:۔

''ہماری تقریر سے روشن وتاباں ہوگیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علمِ الٰہی کے مساوی ہونے کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گزرے۔ہم قاہر دلیلیں قائم کرچکے کہ علمِ مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہونا عقل وشرع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔

علمِ ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں۔ بندوں کیلئے صرف ایک گونہ علم بعطائے الٰہی ہے۔ہم نہ علمِ الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کیلئے علم بالذات جانیں، اور عطاء الٰہی میں سے بھی بعض علم ہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔''

موصوف مزید فرماتے ہیں:۔

''میرا مختصر فتویٰ: انباء المصطفیٰ، بمبئی مراد آباد میں تین بار ۱۳۱۸ھ سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہوکر شائع ہوا۔ایک نسخہ اس کا رسالہ ''الکلمۃ العلیاء''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تالیف مولانا نعیم الدین مراد آبادی) کے ساتھ مطبوعہ ہوا، مرسلِ خدمت ہے۔ اس سے بڑھ کر جس جس امر (علمِ غیب کلی) کا اعتقاد میری طرف نسبت کرے، مفتری وکذاب اور اللہ کے یہاں اس کا حساب ہے۔"[1]

الدولۃ المکیہ، ص:۲۵ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں:۔

فَإِنَّا لَا نَدَّعِيْ أَنَّهُ ﷺ قَدْ أَحَاطَ لِجَمِيْعِ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمُحَالٌ لِلْمَخْلُوْقِ.

"ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کا علمِ شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ مخلوق کیلئے محال ہے۔"

اور اسی کتاب کے ص:۸۲ پر لکھتے ہیں:۔

وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَاءِ اللّٰهِ إِلَّا الْبَعْضَ.

"اور ہم عطائے الٰہی سے بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں۔ نہ کہ جمیع۔"

اور تمہید ایمان میں فرمایا ہے:۔

"حضور ﷺ کا علم بھی جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط نہیں۔"

اور اپنی کتاب "الامن والعلی" (مطبع نظامی بدایوں)، ص:۲۰۳ پر فیصلہ کن انداز سے لکھتے ہیں:۔

"علم بالذات اللہ عزوجل کیلئے خاص ہے، کفار اپنے معبودانِ باطل کیلئے مانتے تھے۔ مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ، اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتانے سے انہیں امور غیب پر اطلاع ہے۔"

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دادا مرشد جناب پیر حمزہ شاہ نے خزینۃ الاولیاء، ص:۱۵ پر فرمایا ہے:۔

---

[1] خالص الاعتقاد شائع کردہ مرکزی حزب الاحناف ہند، مطبوعہ ۲۸ رمضان ۱۳۶۱ ھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''علم الغیب خاص رب العزت کی صفت ہے۔ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور جو رسول اللہ ﷺ کو ''عالم الغیب'' کہے، وہ بے دین ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوا تھا جسے علم الغیب کہنا ہی گمراہی ہے''۔

ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے کیونکہ رسول ﷺ کو جو بعطائے الٰہی علم ہوا آپ ﷺ نے وہ امت کو پہنچادیا۔ مثلاً

''پورا قرآن علمِ غیب ہی ہے جو ہمارے سامنے اور علم میں ہے۔''

اور دورِ حاضر کے معروف بریلوی عالم مفتی احمد یار گجراتی اپنی کتاب ''جاء الحق'' (طبع ہفتم) کے ص: ۳۹ پر لکھتے ہیں:۔

''حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا''۔

اور مذکورہ کتاب کے ص: ۸۸ پر وہ لکھتے ہیں:۔

''حضور ﷺ کا علمِ غیب جاننا، نہ جاننے کی طرح ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ نے مقرر فرمائی۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح میں اپنی مراد کے واقع کرنے میں قادر ہوتا تو خیر بہت جمع کر لیتا۔''

اور کتابِ مذکور ہی کے ص: ۹۱ پر وہ قمطراز ہیں:۔

''غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا، کل غیب......کوئی نہیں جانتا۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

''علمِ غیب عطائی کو علمِ غیب کہنا ہی جہالت ہے۔'' ❶

---

❶ ملخصاً از تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی ازمولانا حنیف یزدانی ص ۴۲، ۴۵، ۴۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زینب بنت جحش اور جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

اسی غزوہ بنی مصطلق میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسیر ہو کر آئیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جو انہیں اسیر بنا کر لائے تھے۔ انہوں نے انہیں مکاتب کر دیا۔ وہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے زرِ کتابت ادا کرنے اور شادی کر لینے کا کہا تو وہ بخوشی مان گئیں۔ یہ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ اس شادی کی خبر سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے ایک سو قیدیوں کو بھی یہ کہتے ہوئے رہا کر دیا کہ یہ اب ہمارے نبی کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں اپنی قوم کیلئے باعث برکت کہا کرتی تھیں۔ شوال ۵ ھ کو نبی اکرم ﷺ سے ان کی شادی ہوئی اور چھ سال زوجیت میں رہ کر وفات پائی۔

۵ ھ میں نبی ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش (پھوپھی زاد) سے شادی کی جو کہ آپ ﷺ کے مولیٰ و متبنٰی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں۔ اور انہوں نے طلاق دے دی۔ قرآن پاک کی سورۃ احزاب رکوع ۵ میں انہی کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے برابر والی منزلت کی مانتی تھیں۔ ان سے آپ ﷺ کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوا تھا۔ چھ برس آپ کی زوجیت میں رہ کر وفات پائی۔

امہات المومنین حضرت حفصہ و زینب و ام سلمہ رضی اللہ عنہن سے نکاح:

فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں جو غزوہ احد میں زخمی ہو کر آئے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ شعبان ۳ ھ میں نبی اکرم ﷺ کی زوجیت میں آئیں اور ام المومنین ہونے کا شرف پایا۔ اور ۴۱ ھ ماہ جمادی الاولیٰ میں بعمر ساٹھ سال وفات پائی۔

۳ ھ میں نبی ﷺ نے ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جو پہلے طفیل پھر عبیدہ کے نکاح میں تھیں جو کہ نبی ﷺ کے عمزاد بھائی یعنی حارث بن عبد المطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جو آپ ﷺ کے پھوپھی زاد اور آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ وہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تو بعد میں یہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ ماں کی جانب سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھی۔ یہ صرف دو یا تین ماہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں، اور وفات پا گئیں۔

اور ۴ھ میں آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (ہند بنت ابو امیہ) سے شادی کی، جو کہ آپ ﷺ سے پہلے ابو سلمہ (عبداللہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ) کے گھر میں تھیں۔ ابو سلمہ کی والدہ برہ بن عبد المطلب نبی ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تینوں رضاعی بھائی بھی تھے۔ وہ غزوۂ اُحد میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ آخر جمادی الآخر ۳ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سات سال آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں۔ اور پھر وفات پائی۔

ملوک و امراء اور سلاطین و حکام کو تبلیغ

آج جب بھی اور جہاں کہیں بھی اصلاحِ معاشرہ کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے تو عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بھئی سب سے پہلے اپنے آپ کو سدھارو، پھر اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کے اخلاق و کردار کو سنوارو اور اس کے بعد پھر مقامی وشہری، ملکی و قومی اور عالمی سطح پر معاشرے کی اصلاح کا کام شروع کرو۔

اگر اس طریقۂ کار کو اپنایا جائے تو نہ صرف مقامی و ملکی بلکہ عالمی سطح پر اصلاح ممکن ہے۔ کیونکہ یہی منہجِ ربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کا اپنایا اور آزمایا ہوا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تبلیغ و اصلاح کا سب سے پہلے یہ حکم دیا تھا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (سورۃ الشعراء:۲۱۴)

''اور اپنے قرابت داروں کو اللہ سے ڈرائیں''۔

اور اس کے بعد تمام لوگوں کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ اور بالآخر حکم دے دیا کہ پوری نوع انسانی کی اصلاح آپ ﷺ کے ذمے ہے۔ جیسا کہ سورہ سباء میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (الآیۃ ۲۸)

''اے نبی! ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کیلئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے''

اور سورہ الانبیآء آیت: ۱۰۷ میں فرمایا:۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

''اے نبی! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

نبی ﷺ نے ان آیات کا مصداق بنتے ہوئے واقعی ثابت کر دکھایا کہ آپ ﷺ پوری نوع بشر کے داعی و مبلغ اور مصلحِ اعظم تھے۔ نبی ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے منہج ربانی پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنے گھر والوں سے اصلاح کا آغاز کیا، پھر اپنے خاندان وقبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے اس کے بعد اپنے شہر اور گرد و نواح کے قبائل و اقوام تک دائرہ کار کو بڑھایا۔ اور بالآخر اپنے اس مقدس مشن کو اتنی وسعت دی کہ مصلحِ عالم کی حیثیت اختیار فرمائی۔ اور پوری دینا کیلئے اسلام کو دین واحد کہہ کر پیش کیا۔

معروف صحابہ کرام حضرت بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی اور عداس نینوائی رضی اللہ عنہم وہ بزرگوار ہیں کہ جو حبشہ، یونان، ایران اور وسط ایشا کی طرف سے ثمرِ اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے۔

۷ھ کے پہلے ہی مہینے محرم کی پہلی ہی تاریخ کو آپ ﷺ نے تبلیغِ اسلام کی وہ کاروائی فرمائی، جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کے بڑے بڑے سلاطین و حکام اور ملوک و امراء کو تبلیغی مکتوبات ارسال فرمائے جن میں انہیں توحید و رسالت اور دین اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لئے تم پر پڑے گا کہ تم نے انکار کر دیا، بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری رعایا بھی ہدایت سے رکے گی۔ لہٰذا ان کی ضلالت و گمراہی کا وبال بھی تمہیں پر پڑے گا۔ کیونکہ اس مکتوب میں تمہیں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سربراہِ قوم ہونے کی حیثیت سے مخاطب کیا گیا ہے''۔

جن لوگوں کی طرف آپ ﷺ نے تبلیغی و دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔

ان میں سے شاہِ قسطنطنیہ یا قیصرِ روم ہرقل، کسرائے فارس یا شاہِ ایران خسرو پرویز، شاہِ مصر و حاکمِ سکندریہ مقوقس، نجاشئ حبشہ اصحمہ بن ابجر، حاکمِ بحرین ساوی، حاکمِ یمامہ ہوذہ بن علی، دمشق کے حاکم اور شام کے گورنر حارث بن ابی شمر غسانی، عمان کے بادشاہ جیفر جلندی اور اس کے بھائی عبد جلندی کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ان میں سے شاہِ عمان، حاکمِ حبشہ، اور فرمانروائے بحرین ایمان لے آئے۔

اور شاہ مصر وغیرہ بعض ملوک و حکام ایمان تو نہ لائے مگر قاصدینِ مصطفےٰ ﷺ کا مکمل احترام کیا، آپ ﷺ کے مکتوبِ گرامی کو پورے اعزاز کے ساتھ شاہی خزانے میں رکھا، اور نبی ﷺ کی خدمت میں تحائف ارسال کئے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں لکھا ہے:۔

مشہور سفید خچر یا دُلدُل شاہِ مصر نے تحفہ بھیجا تھا۔ اور آپ ﷺ کی اُمّ الولد حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی مقوقس ہی کا ہدیہ تھیں۔

ان میں صرف ایک شاہِ ایران خسرو پرویز نے آپ ﷺ کے مکتوبِ گرامی کے ساتھ گستاخی کی اور اسے غصے میں پھاڑ ڈالا۔ قاصدِ رسول ﷺ نے آ کر واقعہ بتایا تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«مَزَّقَ مُلْكَهُ»۔

''اس نے اپنی حکومت کا ورقہ پھاڑا ہے۔''

آپ ﷺ کے اس مختصر اور پر ہیبت جملہ کا اثر دیکھیں کہ چار پانچ ہزار سال سے نصف دنیا پر حکومت کرنے اور روم و یونان کو نیچا دکھانے والی وہ قومِ زردشت چودہ سو برس سے تاریخ کے اوراق میں ایسی دفن ہوئی ہے کہ آج صفحہ ہستی سے اس کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔

اپنے خطوط پر لگانے کیلئے آپ ﷺ نے مہر بھی بنوائی تھی جس کی تین سطریں اور تین ہی لفظ تھے۔ وہ چاندی کی تھی اور اس کا نقش اوپر نیچے یوں تھا (محمد رسول اللہ) نیچے محمد اوپر رسول اور اس کے بھی اوپر اللہ۔ یہ مہر والی انگوٹھی حضرت ابوبکر وعثمان وعمر رضی اللہ عنہم اپنے اپنے عہدِ خلافت میں پہنتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے آخر میں یہ مدینہ کے ایک کنویں ''بئر اریس'' میں گر گئی۔ اور تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ ❶

حضرت صفیہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما سے نکاح:

جمادی الاخریٰ ۷ ھ میں ہی نبی اکرم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو معرکۂ خیبر میں قیدی ہو کر آئی تھیں۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ تھیں۔ وہ جب نبی ﷺ کے حصے میں آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے اور دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق

❶ مکتوبات مصطفےٰ ﷺ کی نقول اور مضامین کی تفصیل بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث کے علاوہ درج ذیل کتب میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۵۷۔۱۶۱، البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۲۶۲۔۲۷۳، زاد المعاد ۳/ ۶۰۔۶۳ طبع قدیم و ۳/ ۶۸۸ تا ۶۹۷ طبع جدید، طبری ۱/ ۲۳۵۔۲۵۶، رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۴۹۔۱۶۱، وسیرت النبی ﷺ شبلی ۱/ ۲۶۲۔۱۷۴)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہوا تھا، جو غزوہ خیبر میں مارا گیا تھا۔ یہ پونے چار سال نبی ﷺ کی خدمت میں رہیں اور ۵۰ ھ میں فوت ہوگئیں۔

اور اسی سال ۷ ھ میں ہی ماہِ ذوالقعدہ میں نبی ﷺ نے ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ وہ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ اور پھر حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اور بیوہ ہوگئی تھیں۔ ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ان کی ماں کی جانب سے بہن تھیں جن سے ۳ ھ میں آپ ﷺ نے نکاح کیا اور صرف تین ہی ماہ بعد وہ وفات پا گئی تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سوا تین سال خدمتِ نبوی ﷺ میں رہیں اور ۵۱ ھ میں وفات پائی۔

فتح مکہ اور رحمۃ للعالمین کی رحم گستری

نبی ﷺ کے حکام و سلاطین کو خطوط ارسال فرمانے سے اتنا فائدہ ضرور ہوگیا کہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین الاسلام کی تعلیمات، اور وحی الٰہی کی بازگشت تمام آباد دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی اور اسلام کا عام تعارف ہوگیا۔

علاوہ ازیں نبی ﷺ کے تربیت یافتہ مبلغین و مصلحین صحابہ رضی اللہ عنہم کی دعوت و تبلیغ کے اثر سے کئی ملکوں اور علاقوں کے حکمران اور والی بھی مسلمان ہو گئے، جن میں سے سلطنتِ غسان کے حاکم جبلہ، ملکِ شام کے گورنر فروہ بن عمرو خزاعی، دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر، قبائلِ حمیر کے بادشاہ اور یمن و طائف کے بعض اضلاع کے حاکم ذی الکلاع حمیری کے نام معروف ہیں۔ ❶

اتنے مختصر سے عرصہ میں اتنے زیادہ سلاطین و حکام کا اسلام لانا نبی ﷺ کی تبلیغ کا وہ کرشمہ اور آپ ﷺ کا ایسا شرف ہے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ ﷺ

❶ رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۵٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح غزوات و جہاد اور دعوت و ارشاد جیسے مقدس فرائض کی بھرپور ادائیگی پر مشتمل ماہ و سال گزار رہے تھے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے وہ دن دیکھنا بھی نصیب فرمادیا کہ وہ مکہ مکرمہ جہاں سے یہ مٹھی بھر مسلمان شہر بدر ہونے پر مجبور ہوگئے تھے املاک و جائیداد حتیٰ کہ بعض لوگوں کے اہل وعیال بھی وہیں چھوٹ گئے تھے۔ آخر ۸ھ کے ماہِ رمضان المبارک میں قدسی نفوس افراد پر مشتمل مسلمان فوج فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی۔ انہوں نے اپنے قبلہ کو مشرکوں سے آزاد کروالیا اور بیت اللہ شریف کو بتوں کی نجاست سے پاک کرڈالا۔

فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اس طرح بائبل کے سفرِ استثناء باب: ۳۳ کے پہلے اور دوسرے فقرہ میں دی گئی بشارت بھی پوری ہوگئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماگئے ہیں:۔

> ”کہ خداوند سیناء سے آیا، اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا، اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی“۔ ❶

یہ وہ دن تھا کہ کوئی ہماشما کی طرح ہوتا تو گن گن کر بدلے لیتا۔ اسلام اور نبیِ اسلام ﷺ کو زک پہنچانے والوں کو چن چن کر مارتا کیونکہ یہی اہلِ مکہ وہ گردن زدنی و کشتنی لوگ تھے جنہوں نے نبی اور نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ صرف مکہ کے اندر تکلیفیں دی تھیں بلکہ تین سو میل (ساڑھے چار سو کلو میٹر) دور چلے جانے کے باوجود پیچھا نہیں چھوڑا تھا، ان کے ساتھ آپ ﷺ جو بھی سلوک کرتے، روا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے کیا سلوک فرمایا تھا؟ اتنے خون کے پیاسے دشمنوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:۔

---

❶ رحمة للعالمين حاشيه ١/ ١١٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے قریش کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباء واجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ سب لوگ ہی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، جنہیں مٹی سے بنایا گیا تھا''۔

پھر آپ ﷺ نے سورۂ حجرات کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وزن سے پیدا کیا، اور تمہارے خاندان وقبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے اللہ کے یہاں سب سے زیادہ معزز ومکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے''۔

اور آخر میں فرمایا:۔

«اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ».

''جاؤ تم آزاد ہو اور آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔''

یہ خطبہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ ❶

جبکہ امام قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد (۱۶۳/۲ طبع قدیم) میں آپ ﷺ کے جانی دشمن مگر حقیقی چچا حارث کے بیٹے ابوسفیان اور حقیقی پھوپھی عاتکہ کے بیٹے عبداللہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق برادران یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں معافی مانگتے ہوئے یہ آیت پڑھی:۔

﴿تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ﴾ (سورة اليوسف: ۹۱)

''بخدا آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت بخشی اور واقعی ہم خطا کار تھے''۔

---

❶ كما في رحمة للعالمين ۱/ ۱۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ہی الفاظ دہراتے ہوئے سورہ یوسف کی آیت :۹۲ تلاوت فرمائی جس میں ہے:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔''

خون آشام دشمنوں کے ساتھ یہ رویہ؟ یہی تو آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر ہیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نبوی:

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سابقہ واقعہ میں مذکور ابوسفیان کی بیٹی ہیں۔ ام حبیبہ ان کی کنیت اور رملہ نام تھا۔ ان کا پہلا شوہر عبداللہ بن جحش تھا۔ جو کہ دائم الخمر تھا اور عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہوگیا تھا یہ خود قدیم الاسلام تھیں، اور ماں، باپ، بہن، بھائیوں کو چھوڑ کر صرف شوہر کے سہارے حبشہ میں تھیں۔ ارتداد سے یہ سہارا بھی جاتا رہا۔ اور نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا ایک آدمی بھیج کر پیغام نکاح دیا۔ نجاشی نے مجلس نکاح منعقد کی، خطبہ پڑھا۔ نبی ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر دیا۔ اور تمام حاضرین کو کھانا بھی کھلایا۔

جلاء الافہام میں ابن قیم رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ ''مدینہ میں ابوسفیان آئے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا چارپائی سے بستر اٹھا لیا۔ اور کہا کہ یہ بستر رسول ﷺ کا ہے کوئی مشرک اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے ایک دو دن پہلے مسلمان ہوئے، اور غزوہ حنین، طائف اور یرموک میں مسلم مجاہد کی حیثیت سے خوب استقامت دکھائی تھی۔ حضرت ام حبیبہ رضی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ۶ ھ میں ہوا۔ اور چھ برس نبی ﷺ کی خدمت میں رہیں۔ اور ۴۴ ھ میں وفات پائی۔

دوسری عورتیں اور کنیزیں:

دو عورتیں ایسی بھی تھیں کہ آپ ﷺ نے ان سے نکاح تو کیا، مگر جماع کی نوبت نہیں آئی۔ ان میں سے ایک بنی کلاب اور دوسری بنی کندہ سے تھی۔

اور آپ ﷺ کی دو کنیزیں تھیں جن میں سے ایک تو آپ کی ام ولد ہوئی۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا جن کے بطن سے نبی ﷺ کا فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا۔ جو ۲۸ یا ۲۹ شوال ۱۰ھ الموافق ۲۷۔ جنوری ۶۳۲ ھ کو فوت ہوئے۔ دوسری ریحانہ بنت زید تھیں۔ یہ ابن قیم کی تحقیق ہے جبکہ بعض نے ریحانہ کے بارے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے شادی کر لی تھی۔ یہ آپ ﷺ کی بیوی تھیں۔ ابو عبیدہ نے دو اور کنزیں ذکر کی ہیں جنمیں سے ایک کا نام جمیلہ تھا، اور دوسری وہ تھی جو حضرت زینب بنت جحش نے آپ کو ہبہ کی تھی۔ ❶

حجۃ الوداع اور تکمیل اسلام کی بشارت

نبی ﷺ کی تبلیغی و دعوتی کوششوں اور مساعی مشکورہ کا اندازہ کرنے کیلئے صرف اتنی سی بات کافی ہے کہ حج بیت اللہ تو تب سے ہوتا آرہا ہے جب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا ہے لیکن چشمِ فلک نے اتنا بڑا جم غفیر اور انسانوں کا بحرِ بیکراں کبھی حج کرتے نہیں دیکھا تھا جتنا کہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔

۹ ھ میں حج کی فرضیت نازل ہوئی تو اسی سال آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنا کر بھیجا کہ وہ سب کو حج کرائیں، اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ

❶ زاد المعاد ۱/ ۲۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو روانہ فرمایا کہ وہ سورۃ براءت یا توبہ کا اعلان کر دیں۔ انہوں نے اس سورت کی پہلی چالیس آیات اور ان میں مذکور احکام پڑھ کر سنائے اور لوگوں کو بتایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ میں داخل نہ ہونے پائے گا اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔

اگلے سال ۱۰ھ میں خود نبی اکرم ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ فرضیتِ حج کے نزول کے بعد یہ نبی ﷺ کا پہلا اور یہی آخری حج تھا جو حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے۔ اس سال نبی اکرم ﷺ کے ساتھ میدانِ عرفات میں ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کا مجمع احکامِ الٰہی کی تعمیل کیلئے موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر حجۃ الوداع کا وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا، جسے بجا طور پر ''انسانی حقوق کا منشور'' کہا جا سکتا ہے، اس تاریخی خطبے کے مضامین کی تفصیلات بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث کے باب حجۃ الوداع یا حجۃ النبی ﷺ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور بخاری شریف میں ہی حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ سورۃ المائدۃ کی تیسری یہ آیت نازل ہوئی:۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے۔ اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔''

اس طرح ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدگانِ الٰہی کے جلو میں حج کے اعمال سے فارغ ہو کر اپنی محنتوں کے عظیم الشان ثمر کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ شاداں وفرحاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔ اب کے جو ماہ محرم آیا تو اس کے ساتھ ہی ۱۱ھ کا آغاز ہو گیا۔
بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی عمرِ شریف کے آخری رمضان المبارک (۱۰ھ) میں بیس دن اعتکاف فرمایا حالانکہ آپ ﷺ ہر سال دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو اس طوالتِ اعتکاف کی وجہ بیان فرمائی کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے۔ ❶

اور اس بات کی طرف آپ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں بھی اشارہ فرما دیا تھا کہ:

''اے لوگو! شائد میں اور تم آئندہ کبھی اس مقام پر اکٹھے نہ ہو سکیں''۔

اور رحلت سے چھ ماہ قبل سورۂ نصر نازل ہو چکی تھی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا﴾

''جب اللہ تعالیٰ کی نصرت آجائے اور (حق وصداقت کو) فتح نصیب ہو جائے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ پھر آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت مانگیں۔ یقیناً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

اس سورت کے نزول سے بھی آپ ﷺ سمجھ گئے تھے کہ اس میں کوچ کی طرف اشارہ ہے۔ ❷

---

❶ بخاری عن عائشه وفاطمة رضی الله عنهما.

❷ طبرانی عن جابر. رحمة للعالمين ١/ ٢٤٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آغازِ صفر ۱۱ھ میں سرورِ کائنات ﷺ نے سفرِ آخرت کی تیاری شروع فرمادی۔ ایک دن میدانِ اُحد کو تشریف لے گئے اور شہداءِ اُحد کیلئے دعاء کی اور واپس آ کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا:۔

”لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں، اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں، واللہ! میں اپنے حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔“ ❶

پھر ایک رات کی نیم شبی میں جنت البقیع تشریف لے گئے اور آسودگانِ بقیع کیلئے دعاء فرمائی۔ ❷

اور علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں نقل کیا ہے کہ: ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

”مرحبا مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے، تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے، تمہیں رزق دے اور تمہاری مدد فرمائے۔ تمہیں با امن وامان رکھے، میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔“

اور اس خطبہ کے آخر میں فرمایا:۔

”سلام تم سب پر اور ان لوگوں پر جو بذریعۂ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے“۔ ❸

مرض الموت اور وصیتیں

۲۹ صفر ۱۱ھ بروز پیر کو نبی اکرم ﷺ ایک جنازہ پڑھا کر واپس تشریف

---

❶ بخاری عن عقبہ بن عامر، کتاب المغازی.

❷ بخاری عن ابی مویہبہ مولی النبی ﷺ

❸ زرقانی ۸ بحوالہ واحدی، رحمۃ للعالمین ۲۴۴/۱، ۲۴۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہا رہے تھے کہ راستے میں دردِ سر شروع ہو گیا اور پھر شدید بخار آ گیا۔ یہ مرض تیرہ یا چودہ دن مسلسل رہا اور بالآخر یہی بیماری ''مرض الموت'' ثابت ہوئی۔ اس بیماری کے پہلے گیارہ دن نبی ﷺ تکلیف کے باوجود مسجد میں تشریف لا کر خود نماز پڑھاتے رہے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا آخری ہفتہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی اجازت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا کیا۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پہلے جب کبھی آپ ﷺ بیمار ہوتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے اور اپنے ہاتھوں کو جسم اطہر پر پھیر لیا کرتے:

«اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَماً».

''اے نسل انسان کے پالنے والے! خطر کو دور فرما دے، اور صحت عطا کر۔ شفاء دینے والا صرف تُو ہی تو ہے۔ اور صرف اسی شفاء کا نام شفاء ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت عطا فرما کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ کی مرض الموت کے دنوں میں میں نے یہ دعاء پڑھی اور نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ وہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر پھیر دوں مگر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ ہٹا لئے اور فرمایا:۔

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى». [1]

''اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔''

رحلت سے صرف پانچ دن قبل، بدھ کے روز آپ ﷺ کو بیماری سے کچھ افاقہ ہوا، اور آپ ﷺ نے جب طبیعت ذرا ہلکی محسوس کی تو مسجد میں تشریف لائے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے

---

[1] بخاری عن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:

''تم سے پہلے ایک قوم گزری ہے جو انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں پر سجدے کرتی تھی، تم ایسا نہ کرنا''۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:۔

''یہودیوں اور نصرانیوں پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے انبیاء (علیہم السلام) کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا''۔ ❶

اور ارشاد فرمایا:۔

''میرے بعد میری قبر کو ایسا نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش ہوا کرے''۔ ❷

اور یہ بھی فرمایا:۔

''اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جس نے قبورِ انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں منع اس سے کرتا ہوں''۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اور اپنے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ علامہ زرقانی نے شرح المواہب (جلد ہشتم) میں نقل کیا ہے کہ منبر پر آپ ﷺ کا یہ آخری جلوہ تھا، اور اس وقت آپ ﷺ نے جو مختصر خطبہ ارشاد فرمایا اس میں انصارِ مدینہ کے حق میں وصیتیں فرمائیں۔ اور ان کی عزت وقدر کرنے کا حکم دیا۔ اور بخاری ومسلم شریف اور مسند احمد میں ہے کہ اس خطبہ میں ہی آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«إِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ».

''ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا، مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا''۔

---

❶ صحیحین عن عائشہ رضی اللہ عنہا، بخاری ١/ ٦٢.

❷ مؤطا عن بن ابی یسار ص ٦٥.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یہ اشارہ آپ ﷺ کی اپنی ذات گرامی کی طرف ہی تھا مگر) اس امر کو صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سمجھے۔ انہوں نے کہا: ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں اور ہمارے مال آپ پر نثار ہوں۔ ❶

رحلت سے صرف چار دن قبل بروز جمعرات آپ ﷺ نے کچھ لکھ کر دینے کا ارادہ فرمایا جو پورا نہ ہو سکا۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:۔

''ایک دن جب شدت مرض بڑھ گئی تو گھر میں اہلِ خاندان کے کئی لوگ موجود تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔''

«هَلُمُّوا أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَاباً بِأَلَّا تَضِلُّوا بَعْدَهُ».

''لاؤ تمہیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔''

حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ نبی ﷺ پر شدتِ درد غالب ہے اور قرآن الکریم تمہارے پاس موجود ہے اور ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، اس پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ سامانِ کتابت لے آؤ کہ آپ ﷺ ایسا نوشتہ لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے اور کوئی کچھ اور کہتا۔ جب یہ شور و شغب اور اختلاف رائے بڑھ گیا تو نبی ﷺ نے فرمادیا کہ سب لوگ (میرے پاس سے) اُٹھ جاؤ۔

اس طرح وہ نوشتہ نہ لکھا جا سکا جس میں نہ جانے آپ ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے۔ اور اسی دن آپ ﷺ نے یہ تین وصیتیں فرمائیں:۔

۱) یہودیوں کو ملک عرب سے باہر نکال دیا جائے۔

۲) وفود کی عزت و میزبانی معمول نبوی ﷺ کے مطابق بحال رہے۔ ❷

---

❶ الفتح الربانی ۲۱/ ۲۲۲.

❷ بخاری عن سلیمان الاحول.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴) قرآنِ کریم کے متعلق بھی وصیت فرمائی۔ ❶

اس روز مغرب تک کی چاروں نمازیں آپ ﷺ نے خود پڑھائیں، عشاء کیلئے تین مرتبہ عزم فرمایا، ہر دفعہ وضوء کیلئے بیٹھتے تو بے ہوشی طاری ہو جاتی، آخر حکم فرمایا، جسے تین مرتبہ دہرایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائے۔ ❷

اس حدیث کی رو سے آپ ﷺ کی حیاتِ پاک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور نہ صرف ایک بلکہ سترہ نمازوں کی امامت کروائی۔ ❸

قارئینِ کرام! نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنی رحلت سے پہلے کے ہفتہ، اور بالتحدید رحلت سے صرف پانچ دن پہلے بدھ کے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر پوری امتِ مسلمہ کے افراد کو جو چند نصیحتیں فرمائیں، انہی میں آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''تم سے پہلے ایک قوم گزری ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتی تھی، مگر تم ایسا ہرگز نہ کرنا۔''

اس کے بعد فرمایا:۔

''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

آگے فرمایا:۔

''میرے بعد میری قبر کو ایسا نہ بنا دیجیو کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔''

اور آخر میں فرمایا:۔

''اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جس نے قبورِ انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس فعل سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو میں تبلیغ کر چکا ہوں۔ الٰہی!

---

❶ بخاری عن عبد اللہ بن ابی اوفی

❷ بخاری ۱/ ۹۹ و مسلم.

❸ رحمۃ للعالمین ۱/ ۲۴۸، امتاع الاسماع للمقریزی ۱/ ۵۴۸، سیرت النبی ۲/ ۱۷۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس بات پر گواہ رہنا۔ الٰہی! تو اس بات پر گواہ رہنا۔''

ان آخری نصیحتوں میں نبی ﷺ نے جس بات کا بار بار اعادہ کیا، جسے بار بار دہرایا۔ وہ یہ تھی کہ انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو اور اس بات کی سخت تاکید فرمائی کہ تم نیک لوگوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ ان کی پوجا نہ کرنے لگنا۔

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں آپ ﷺ عمر بھر دہراتے رہے۔ ساری زندگی قبر پرستی جیسے شرک سے بچنے کی تاکیدیں کرتے رہے۔ قبروں کو پکا بنانے، ان پر عمارتیں تعمیر کرنے، ان پر دیئے جلانے اور ان پر مجاور بن کر بیٹھنے سے روکتے رہے تاکہ آپ ﷺ کی امت کے افراد اس شرک میں مبتلا نہ ہونے پائیں۔ اور حیات طیبہ کے آخری ایام میں پھر بطورِ خاص قبر پرستی کے شرک سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ مگر افسوس کہ آج حب مصطفی کے دعوے کرنے اور عشقِ رسول ﷺ کے نعرے لگانے والے بیشمار مسلمان اس شرک میں مبتلا ہیں۔ پکی قبر بنانے کو سعادت سمجھتے ہیں، ان پر دیئے جلانے کو واجب بنائے بیٹھے ہیں اور ان پر مجاور بن بیٹھنے کو درجۂ ولایت قرار دیتے ہیں۔ آپ حضرات خود اپنی ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ نبی ﷺ کی صریح نافرمانی کرنے والے ایسے لوگوں کو حب مصطفی ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ کے نعرے دعوے بھلا کہاں تک زیب دیتے ہیں؟ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

آخری وصیتیں اور نصیحتیں

اا ھ کا ماہ ربیع الاول شروع ہوا۔ وہی ماہ ربیع جس میں تریسٹھ برس پہلے نبی رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے اس جہانِ رنگ و بو میں بہار آئی تھی۔ مگر اب کے ماہ ربیع الاول مژدۂ بہار نہیں بلکہ پیغامِ خزاں لے کر آیا تھا۔ اس ماہ کے شروع ہونے سے پہلے ہی نبی ﷺ بیمار ہو گئے تھے۔ دس یا گیارہ ربیع الاول تک آتے آتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقاہت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ خود سے چل بھی نہیں سکتے تھے۔ ہفتہ یا اتوار کا دن تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نمازِ ظہر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔

بخاری و مسلم شریف میں یہ واقعہ موجود ہے کہ نبی ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور اپنے چچیرے بھائی و داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں کا سہارا لیئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے، نبی ﷺ نے ارشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو بلکہ نماز پڑھاتے رہو۔ پھر آپ ﷺ حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک جانب بیٹھ کر نماز میں شامل ہو گئے۔ اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اقداء کر تے تھے اور باقی سب لوگوں نے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی تکبیروں پر نماز ادا کی۔ [1]

رحلت سے صرف ایک دن پہلے اتوار کے روز آپ ﷺ نے اپنے تمام غلام آزاد فرما دیئے۔ جن کی تعداد چالیس اور بعض روایات کے مطابق تریسٹھ تھی۔ گھر میں نقد صرف سات دینار موجود تھے۔ وہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیئے اور آلاتِ حرب مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ [2]

سرورِ عالم ﷺ کے گھر کی مالی حالت یہ تھی کہ اس دن کی شام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چراغ کیلئے تیل پڑوسن سے عاریتاً منگوایا۔ اور بخاری شریف میں مذکور ہے کہ خود نبی ﷺ کی زرہ (ذرع) وفات کے وقت بھی ایک یہودی کے پاس گروی پڑی تھی جس کے عوض گھر والوں کیلئے تیس صاع جو لیئے تھے۔ رات گزر گئی۔ ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر کی نمازِ فجر کا وقت آیا۔ مسجدِ نبوی میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں جماعت کھڑی ہو گئی۔ نبی ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اور مسجد میں فاصل تھا۔ تھوڑی دیر کیلئے آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے باجماعت نماز پڑھنے کا منظر ملاحظہ فرماتے رہے۔ جس سے رخِ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر

---

[1] صحیحین، بخاری ۱/ ۹۸، ۹۹ و مسلم.

[2] بخاری عن عمر واخی جویریہ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسکراہٹ کھیل گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

(اس وقت بھی جمالِ مصطفی ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک "ورقِ قرآن" معلوم ہوتا تھا)۔ ❶

آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو ورقِ قرآن قرار دینا کس قدر تعجب انگیز اور پاکیزہ ومقدس تشبیہ ہے۔ ورقِ قرآن پر طلائی کام ہوتا ہے، نبی ﷺ کے رخِ زیبا اور چہرۂ تاباں پر زردیٔ مرض چھائی تھی لہٰذا تابانی ورنگِ مرض کو طلاء سے اور تقدس کو قرآن سے تشبیہ دے کر چہرۂ انور کو "ورقِ قرآن" گردانا ہے۔

جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوقِ دیدار اور فرحت کی بیتابی سے یہ حال ہو گیا کہ جیسے رخِ مصطفی ﷺ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ شاید آپ ﷺ کا نماز میں آنے کا ارادہ ہے۔ وہ جا نمازِ امام سے پیچھے سرکنے لگے تو نبی ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو بلکہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تسکین کا موجب بنا، پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور یہ نماز بھی حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ نے مکمل فرمائی۔ ❷

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت ہی نہیں آیا۔ صحیح بخاری ومسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی:۔

"جب دن چڑھا تو نبی ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اور ان کے کان میں سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں۔ اور جلد ہی بعد پھر ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

"میں نے حضرتِ زہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے ان سے رازداری

---

❶ بخاری ومسلم، الفتح الربانی ۲۱/ ۲۴، ۴۲.

❷ صحیحین، بخاری ۱/ ۹۸، ۹۹ ومسلم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کیا فرمایا تھا؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میں نبی ﷺ کا بتا یا ہوا یہ راز فاش نہیں کرنا چاہتی (اس طرح وقتی طور پر یہ بات آئی گئی ہو گئی) پھر رحلتِ مصطفی ﷺ کے بعد میں نے حضرت فاطمہ سے دوبارہ پوچھا کہ نبی ﷺ کی ان سرگوشیوں میں کیا راز تھا کہ پہلے آپ روئیں، اور پھر ہنسیں؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لیجئے! اب میں وہ بھید آپ کو بتائے دیتی ہوں: نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ سرگوشی کے انداز میں مجھے بتایا تھا کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا۔ فراق و وفات کی یہ باتیں سن کر میں رونے لگی۔ اور دوسری مرتبہ مجھے سیدۃ نسآء اھل الجنۃ یاسیدۃ نسآء المؤمنین، (اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق سیدۃ نسآء ھذہ الامۃ) یعنی ''خاتونِ جنت'' ہونے کی بشارت دی۔''

اور بخاری کی ہی ایک حدیث ہے کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسی تکلیف کے دوران میری روح قبض کر لی جائے گی تو میں رودی اور جب دوسری مرتبہ فرمایا:۔

«اِنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ». ❶

''کہ میں اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ سے جاملوں گی تو میں ہنسنے لگی''۔

اور اسی دن آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر کو ''سیدۃُ نسآء العالمین'' ہونے کی بشارت بھی دی۔ ❷

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گفتگو اور بشارت آخری دن نہیں،

---

❶ مشکوۃ تحقیق الالبانی ۱۷۳۱، ۱۷۳۲. شرح السنۃ بغوی وتحقیق الارنا وط ۱۴/ ۱۶۰. الفتح الربانی ۲۲/ ۹۳. رحمۃ للعالمین ۱۱/ ۱۲۹.

❷ رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۲۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ آخری ہفتہ کا واقعہ ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ:

(اس کے بعد آپ ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا، دونوں کو پیار سے چوما، اور پھر ان کے احترام کی وصیت فرمائی)۔

علامہ زرقانی نے ابن سعد کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ان کے بعد آپ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو بلایا، اور انہیں نصیحتیں فرمائیں۔ ❶

آخری لمحات اور سانحہ ارتحال

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی رحمت ﷺ نے ''رفیقِ اعلیٰ'' کی طرف انتقال سے تھوڑا قبل جو آخری وصیت فرمائی وہ یہ تھی:

«اَلصَّلاَۃُ، اَلصَّلاَۃُ،وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ». ❷

''نماز کا خاص خیال رکھنا، نماز کا خاص خیال رکھنا، اور ان لوگوں کا بھی خیال رکھنا جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔

نبی ﷺ نے اس وصیت کو کئی بار دہرایا۔ اور اس کے بعد ہی آپ ﷺ پر نزع کی حالت طاری ہوگئی۔ اس وقت سرورِ کائنات ﷺ کو سہارا دیتے ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پسِ پشت اس طرح بیٹھی تھیں کہ آپ ﷺ کا سرِ اقدس ان کے سینے پر تھا۔

---

❶ زرقانی جلد ہشتم میں یہ بھی مذکور ہے کہ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ اور ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ (رحمۃ للعالمین ۱/۲۵۰) اس روایت کی سند میں دو راوی واقدی اور حزام ابن عثمان ہیں جو کہ دونوں ہی متروک ہیں۔ اس طرح اس روایت کی اسنادی حیثیت مخدوش ہوگئی۔

❷ بخاری ۲/۶۳۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری شریف میں ہے کہ:۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ان آخری لمحات میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) آگئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، نبی ﷺ نے مسواک پر نظر ڈالی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے اثبات میں سرِ اقدس کو ہلایا۔ میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی مگر نقاہت کی وجہ سے آپ ﷺ سے وہ چبائی نہیں جاری تھی۔ میں نے پوچھا: اگر ارشاد ہو اور پسند فرمائیں تو میں نرم کردوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا۔ میں نے (اپنے دانتوں سے) مسواک چبائی اور نرم کر کے دی تو آپ ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی۔ اس وقت پانی کا پیالہ آپ ﷺ کے پاس رکھا تھا۔ آپ ﷺ پانی میں ہاتھ ڈبوتے اور اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے۔ ان آخر لمحات میں آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک کبھی سرخ ہو جاتا، اور کبھی زرد پڑ جاتا۔ اور آپ ﷺ زبانِ مبارک سے بار بار یہ فرماتے:۔

«لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ». [1]

"اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ بیشک یہ سکرات الموت (سب کیلئے) ہیں"۔

نبیٔ رحمت ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا۔ جب مسواک فرما چکے تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کو اٹھا کر انگشتِ شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی نگاہیں اوپر کو جم گئیں اور ہونٹ ہلنے لگے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کان لگا کر سنا تو آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے صادر ہونے والے آخری

[1] بخاری، باب مرض النبی ﷺ ۲/ ٦٤٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمات یہ تھے:۔

«مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ».

''(اے اللہ!) ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔ اور مجھ پر رحم فرما''۔

اور آخر میں تین مرتبہ فرمایا:۔

«وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى، اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى». ❶

''اے اللہ مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔''

اور ان الفاظ کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا اٹھایا ہوا دستِ مبارک گر گیا اور جسمِ اطہر سے روحِ انور پرواز کر گئی۔

﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ﴾

''اے نبی! ہم نے آپ سے پہلے (بھی) کسی فرد بشر کو دائمی زندگی نہیں عطا کی۔ اگر آپ فوت ہو گئے تو کیا دوسرے ہمیشہ رہیں گے؟''

عظیم مفسرین ومورخین امام طبری وابن کثیر اور مقریزی وابن سعد اور ماضی قریب کے محقق سیرت نگار علامہ منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء کے نزدیک نبی اکرم ﷺ نے بارہ ربیع الاوّل ۱۱ھ الموافق مئی ۶۳۲ء (اور صحیح بخاری شریف کے مطابق) بروز پیر کو چاشت کے وقت رحلت فرمائی۔ جبکہ آپ ﷺ کی عمرِ شریف قمری یا ہجری کیلنڈر

---

❶ بخاری، باب مرض النبی ﷺ ۲/ ۶۴۰، باب آخر ما تکلم النبی ﷺ ۲/ ۶۳۸، ۶۳۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حساب سے تریسٹھ سال اور چار دن تھی۔ ❶

آپ ﷺ کی وفات کے دل فگار و جگر پاش واقعہ کا اثر اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے علاوہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی بڑا گہرا پڑا۔ جو صرف ایک ہی مثال سے محسوس کیا جا سکتا ہے:

ابن ہشام (۴/ ۲۲۴) نقل کرتے ہیں کہ حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ (جیسے شیر دل اور صاحبِ جلال شخص) کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں، بلکہ سراسیمگی کے عالم میں فرمانے لگے کہ آپ ﷺ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح چالیس دن کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس گئے ہیں۔ جیسے وہ تورات لینے کیلئے طورِ سیناء پر گئے تھے۔ آپ ﷺ واپس آ جائیں گے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، ان کی گردنیں مار دیں گے۔ آپ ﷺ کی وفات کے صدمے کا اثر دیکھیں کہ فاروقِ اعظم جیسا مدبر انسان ہوش کھو بیٹھا۔

بخاری شریف میں مذکور ہے کہ:۔ اتنے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ جبینِ اقدس کو بوسہ دیا، آنسو بہائے اور فرمایا:۔

«بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مِتَّهَا». ❷

''میرے ماں، باپ آپ (ﷺ) پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔ اور آ گئی ہے''۔

---

❶ طبری ۱/ ۵٤٤، الفصول فی اختصار سیرت لرسول لابن کثیر ص ۱۹۶، امتاع الاسماع للمقریزی ۱/ ۵٤۸، طبقات ابن سعد ۱/ ٥٤٤، رحمۃ اللعالمین ۱/ ۲۵۱.

❷ بخاری عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، الفتح الربانی ۲۱ /۲۵۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانکاہ حادثۂ وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا:۔

یَا اَبَتَاہُ! اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ.

''پیارے باپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کو قبول فرمالیا''۔

یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جَنَّۃِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاہُ.

''والدِ گرامی نے فردوس بریں میں نزول فرمالیا''۔

یَا اَبَتَاہُ اِلَی الْجِبْرِیْلِ نَنْعَاہُ.

''ہم اپنے والدِ گرامی کی تعزیت جبرائیل سے کریں گے''۔آگے فرمایا:۔

''یا الٰہی! روحِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دے۔ یا الٰہی! مجھے دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسرور کردے۔

یا الٰہی! اس مصیبت کے ثواب سے تو مجھے بے نصیب نہ رکھ اور بروزِ محشر مجھے شفاعتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محروم نہ فرما''۔

زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دلفگار موقع پر کہا:

''صد افسوس! وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر، اور مسکینی کو تونگری پر ترجیح دی۔

صد افسوس! وہ نبی دین پرور، جو امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔

جس نے ہمیشہ استقامت واستقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ ومقابلہ کیا۔

جس نے منہیات کو لمحہ بھر بھی نگاہِ التفات سے نہ دیکھا۔

جس نے بر واحسان کے دروازے اربابِ فقر واحتیاج پر کبھی بھی بند نہ کئے۔

جس کے ضمیرِ منیر کے دامن پر دشمنوں کی تکلیفوں اور ایذاؤں کا ذرہ بھر بھی غبار نہ بیٹھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صد حیف! وہ کہ جس کے موتیوں جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔

جس کے رخِ انور کو زخمی کیا گیا۔

آج وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا''۔ ❶

وفات مصطفیٰ ﷺ

غسل اور تکفین و تدفین:

رسول رحمت ﷺ کی وفات کے صدمہ کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سراسیمگی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین نہ آنے کا واقعہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں، ان کی حالت دیکھی، تو فرمایا:۔

''عمر رضی اللہ عنہ! بیٹھ جاؤ، مگر وہ غم و کرب سے اس قدر مغلوب تھے کہ بیٹھنے سے انکار کر دیا۔''

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی طرف لپک آئے۔ تب انہوں (صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات مصطفیٰ ﷺ کے اعلان کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو بخاری شریف میں یوں مذکور ہے۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا:۔

«مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ».

''تم میں جو شخص حضرت محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا (وہ سمجھ لے) وہ تو وفات پا گئے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا، اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے، اسے ہرگز موت نہیں آئے گی۔''

❶ مدارج النبوة بحوالہ رحمة للعالمین ۲۵۱/۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بعد سورۃ آل عمران کی یہ آیت (۱۴۴) تلاوت فرمائی:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾

''محمد بھی تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کتنے رسول گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو کوئی الٹا پھرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بن کر رہیں گے، انہیں وہ اس کی جزاء دے گا۔''

بخاری شریف میں ہی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

''بخدا جب میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا تو میری ٹانگوں میں سکت نہ رہی، میرے پاؤں میرا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو گئے اور مجھے یقین آ گیا کہ نبی ﷺ وفات پا گئے ہیں۔''[1]

الغرض بارہ ربیع الاول کو خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا غم سے نڈھال ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اشکبار ہیں، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سراسیمہ و پریشان بلکہ سرگرداں ہیں، اہلِ بیت پر مصیبتوں کا پہاڑ آ گرا، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بحرِ غم میں ڈوبی ہوئی ہیں، صحابۂ رسول ﷺ کا یہ عالم ہے کہ مدینے کی گلیوں میں کہرام مچا ہوا ہے، ایک وہ لوگ تھے، اور ان کی یہ حالت!

اور دوسرا آج کا یہ عاشقِ رسول وفدائے مصطفی ﷺ ہے کہ اسی بارہ ربیع الاول یا بارہ وفات کو جشن مناتا ہے۔ خدارا کچھ تو عقل و فکر سے کام لیں۔

---

[1] بخاری ۲/ ٦٤٠، ٦٤١۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد رہے کہ امتِ اسلامیہ میں سب سے پہلا اختلاف یہی رونما ہوا تھا کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں یا زندہ ہیں؟ اور قرآنِ پاک سے استدلال کرتے ہوئے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ نے واضح کر دیا کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح سب سے پہلے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ہوا وہ یہی تھا کہ نبی ﷺ وفات پا گئے ہیں۔

اس اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باوجود اگر کوئی شخص آج یہ کہے کہ نبی ﷺ نے وفات نہیں پائی بلکہ آپ ﷺ زندہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا شخص گویا قرآن کی آیات کا انکار کرتا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قرآن فہمی بلکہ ان کی عقل و دانش پر بدظنی کا ارتکاب کرتا ہے۔

الغرض پیر کے روز آپ ﷺ نے وفات پائی مگر آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین کا کام اگلے دن منگل کو شروع ہوا۔ اس تاخیر کی متعدد وجوہات ہیں مثلاً:۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس ناگزیر واقعہ پر عدمِ یقین۔

☆ حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کا خطاب اور حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس امرِ حق پر یقین۔

☆ ثقیفہ بنی ساعدہ میں امرِ خلافت کا واقعہ، اور خلیفہ بلافصل حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعتِ عام، اور غروبِ آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین کیلئے وقت کا ناکافی ہونا وغیرہ۔

لہٰذا منگل کے روز آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔ حضرت فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے پردہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ اور آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے بھی پردہ کیا۔ غسل دینے کے بعد آپ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑے کی چادروں میں کفن دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ ❶

غسل اور کفن سے فارغ ہوئے تو سوال پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کو دفن کہاں کیا جائے؟ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے:۔

«لَنْ یُقْبَرَ نَبِیٌّ إِلَّا حَیْثُ یَمُوْتُ». ❷

''کوئی نبی جہاں بھی فوت ہوا اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔''

لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ ﷺ کے بسترِ مرگ کے مقام پر ہی قبر کھودنا تجویز ہوا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے لحد والی قبر کھودی۔ جنازہ تیار ہوگیا۔ جو حجرہ کے اندار ہی رکھا تھا۔ لھذا پہلے گھر والوں اور اہلِ خاندان نے اور پھر مہاجرین وانصار مردوں، عورتوں اور بچوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ کی تنگ دامانی کی وجہ سے دس دس شخص اندار جاتے اور نماز پڑھ کر نکل آتے۔ یہ سلسلہ لگا تار شب و روز جاری رہا۔ اس لئے تدفینِ مبارک منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو یعنی رحلت سے تقریباً بتیس گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ ❸

ابو داؤد میں ہے کہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کو حضرت علی، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے قبرِ شریف میں اتارا تھا۔ ❹

---

❶ سیرت النبی ﷺ. سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ۲/ ۱۸۵.

❷ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ترمذی، ابن ماجہ مسند احمد، ابی یعلی اور البدایۃ والنہایہ وغیرہ میں موجود ہے تفصیل کے لئے دیکھیے: الفتح الربانی مع بلوغ الالبانی ۲۱/ ۲۵۵. ۲۵۶.

❸ رحمۃ للعالمین ۱/ ۲۵۳.

❹ مرض الموت، امر خلافت، غسل اور تکفین و تدفین مصطفیٰ ﷺ کی تفصیلات کے لئے بخاری و مسلم باب مرض النبی ﷺ اور وفات النبی ﷺ وغیرہ، اور البدایۃ والنہایہ ۵/ ۲۲۳ تا ۲۷۲، طبری ۱/ ۱۵۱۵ تا آخر کتاب (جزء اول ص ۵۴۴، طبقات ابن سعد ۲/ ۵۲۳۔ ۵۴۴، الفتح الربانی ۲۱/ ۲۲۲ تا ۲۶۹، ابن ہشام ۴/ ۲۱۲، ۲۳۶ ملاحظہ فرمائیں)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ رَحْمَةِ لِلْعَالَمِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ».

قارئینِ کرام! رسولِ رحمت ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا یہ ایک انتہائی مختصر سا خاکہ تھا جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے، ورنہ بقولِ شاعر ؎

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کیلئے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تذکارِ صحابہ و مناقبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حوالے سے

کسی شخصیت کی سیرت کے صحیح خدوخال جاننے میں مدد دینے تذ اس اعتبار سے والی ایک چیز یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کے دوست واحباب اور اہلِ خانہ کے حالات بھی معلوم ہوں۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اس اعتبار سے بھی نہایت بلند معیار والی ہے جس کا بہترین ثبوت عنوانِ بالا کے تحت آنے خلفاء وصحابہ اور اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کے مختصر معمولی سا کار اور فضائل و مناقب سے ہی مل جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

سیرت النبی ﷺ، تذکارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تناظر میں

مقامِ صحابیت وشانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سب وشتم پر وعید شدید

جس ہجرت نے تاریخِ اسلام کا دھارا موڑ کر رکھ دیا، اس موقعہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا کیا قربانیاں دیں؟ ان کی تفصیلات بڑی ہی ایمان افروز ہیں مگر کس کس کا کیا کیا واقعہ ذکر کریں۔ اُن انسانی فرشتوں نے جب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھا۔ پھر اپنی دولت و جائیداد اور احباب و اولاد تو کیا، اپنی جانیں بھی نبی ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیں۔ وہ آپ ﷺ کے اشارۂ ابرُو پر اپنا سب کچھ لٹانے پر تیار ہو جاتے تھے۔ وہ اپنی انہی قربانیوں، یادِ الٰہی میں شب بیداریوں، اطاعتِ الٰہی اور اتباع وحبِ رسول ﷺ کی بدولت ہی بلند درجات پر فائز ہوئے۔

ہم مجموعی طور پر مقامِ صحابیت اور شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ آیات، اور احادیثِ رسول ﷺ پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں نبیٔ اکرم ﷺ کا دیدار کیا اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہوا، ایسے سعادت مند انسان کو "صحابی" کہا جاتا ہے۔ یہ شرفِ صحابیت اتنا بلند مقام ہے کہ قرآن وسنت میں اس کی بہت ہی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ سورہ توبہ، آیت:۱۰۰ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾

''مہاجرین وانصار (صحابہ) میں سے سب سے پہلے (اسلام کی طرف) سبقت کرنے والے، اور وہ لوگ جو خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور (اللہ تعالیٰ نے) ان کیلئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔''

اور سورۃ الفتح کا کثیر حصہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے۔ پہلی اور دوسری آیت میں نبی ﷺ کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۞ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۞﴾

''ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ (تعالیٰ) آپ کے پہلے اور پچھلے تمام گناہوں کو بخش دے۔ اور آپ پر اپنی نعمت کو مکمل کر دے۔ اور صراطِ مستقیم کی ہدایت سے نوازے۔''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور **مسند احمد** میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''جب نبی ﷺ پر اس آیت کا نزول ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج رات مجھ پر وہ آیت نازل ہوئی ہے جو میرے لیے زمین کی تمام دولت سے بھی زیادہ محبوب و عزیز ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت: ﴿لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاٰخر ...الخ﴾ صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے مبارکیں دیں۔ اور ساتھ ہی پوچھا کہ یہ تو آپ کیلیئے ہے، ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ الفتح کی آیت: ۵ نازل کر کے فرمایا:۔

﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [1]

”تاکہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے گناہوں کو ختم کرے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم کامیابی ہے۔“

اور جب ذوالقعدہ ۶ ھ میں مقامِ حدیبیہ پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قریشِ مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے تو ان کے خون کا بدلہ لینے کیلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ آنے والے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔ اس بیعت میں شرکت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح کی آیت: ۱۸ میں فرمایا:۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

”اللہ تعالیٰ ان ایمان والے (صحابہ) سے راضی ہو گیا جو (ببول کے) درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے“۔ [2]

اور اسی بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں صحیح مسلم، ابو داؤد و ترمذی، اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعی ۴/ ۶۹، سورۂ فتح کی آیت ۱، ۲ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور آیت: ۴، ۵ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے۔

[2] آیت ۱۸ مکمل، اور ۱۹، ۲۰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکرِ جمیل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ».❶

''ان صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کوئی ایک شخص بھی نارِ جہنم میں (ہرگز) داخل نہ ہوگا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔''

اور سورۃ فتح کی آخری آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''اللہ کے رسول اور آپ کے صحابہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں بڑے نرم اور مہربان ہیں۔ آپ انہیں رکوع وسجود کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ جس کے ذریعے وہ اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں، (سجدوں کی) نشانیاں ان کے چہروں پر ہیں۔ ان کے یہ اوصاف تورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔ ان کی مثال اس کھیتی کی طرح ہے جس نے پہلے انگوری نکالی پھر مضبوط ہوئی۔ اور اپنی بالیوں پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ جو کسان کو تو بھلی لگتی ہے، مگر کفار اس کی وجہ سے جلتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے''۔

❶ الفتح الربانی ۲۱/ ۱۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر صرف انہی آیات پر غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اتنے بلند مرتبہ کے سعادت منداولیاء اللہ، صحابہؓ رسول ﷺ کے ساتھ بُغض وکینہ رکھنا، انہیں بُرا بھلا کہنا، اور لعن وطعن کرنا، کم ازکم کسی مسلمان سے تو نہیں ہوسکتا جبکہ مزید برآں صحیح بخاری شریف کی ایک حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے:

«مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَرْفُوْعًا».

''جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، اس کیلئے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔''

اور صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا ولی اور کون ہوسکتا ہے؟ صحیح بخاری ومسلم شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُم مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَ لَا نَصِیْفَهٗ». ❶

''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں مت دو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی راہِ للہ خرچ کرے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مٹھی دانے صدقہ کرنے بلکہ اس سے آدھے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

شرح السنہ بغوی، تاریخ بغداد خطیب، حلیۃ الاولیاء اور طبرانی کبیر میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ». ❷

---

❶ رواه الشیخان والا ربعه واحمد فی مسنده. الفتح الربانی ۲۲/ ۱۶۹، ۷۰. مشکاة ۳/ ۹۴ ۱۶.

❷ صحیح الجامع الصغیر وزیا دته. البانی (۸۵).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس (شخص) نے میرے صحابہ اور کو گالیاں دیں اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

ایک اور حدیث میں ہے:۔

«مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ سَبَّنِیْ، وَمَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ». ❶

''جس نے میرے صحابہ اور کو گالیاں دیں، اس نے مجھے گالیاں دیں۔ اور جس نے مجھے گالیاں دیں، اس نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں''

ترمذی شریف و مسند احمد کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں ہے:

«اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ».

''اللہ سے ڈرو اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے بعد (لعن و طعن کا) نشانہ مت بناؤ، (اور فرمایا:) جس نے ان کے ساتھ محبت رکھی، اس نے میرے ساتھ محبت رکھی۔ اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا، اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔''

تو گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض یا محبت، نبی ﷺ کے ساتھ بغض و محبت کی علامت ہے۔ اور اسی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:۔

«مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ، وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ اَوْشَكَ اَنْ یَّاْخُذَهٗ». ❷

''جس نے (میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو) اذیت پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی، تو اللہ اسے ضرور پکڑے گا''۔

❶ عن انس مرفوعاً كما في تطهير المجتمعات ص ٢٧٤ طبع قطر.

❷ الفتح الرباني ٣٢/ ١٦٩، والترمذي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ شروع میں ہی ذکر گزرا ہے۔

مذکورۃ الصدر آیاتِ قرآنیہ اور ان احادیث نبویہ کے پیشِ نظر اہل علم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا کفر قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الصارم المسلول میں نقل کیا ہے کہ:۔

''فقہاء کوفہ نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو گالی دینے والے کو قتل کرنے اور رافضہ (شیعہ) کو کافر قرار دینے کا قطعی فتویٰ دیا ہے۔''

محمد بن یوسف فریابی سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:۔

''وہ کافر ہے، اس کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا۔ نہ ہاتھ لگایا جائے گا۔ بلکہ اسے کسی لکڑی کے ذریعے گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا جائے گا''۔

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے:۔

''فقہاء کے نزدیک جو شخص حلال سمجھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے، وہ کافر ہے، اور جو حلال تو نہ سمجھے مگر گالی دے وہ فاسق ہے''۔

اور اپنا فیصلہ دیتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

''جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو خدا یا نبی سمجھے اور یہ یقین رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام غلطی سے وحی و رسالت نبی ﷺ کو دے گئے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے وہ کافر ہے۔ اور اسے کافر کہنے میں توقف کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور جو شخص قرآنِ کریم کو ناقص قرار دے یا باطنی تاویلات کا زعم رکھے، جیسا کہ قرامطہ، باطنیہ اور تناسخیہ کا خیال ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم پر بخل، بزدلی، کم علمی اور عدمِ زہد کا الزام لگائے وہ کافر تو قرار نہیں دیا جائے گا مگر وہ سزاوارِ تعزیر ہے۔ مطلق لعن طعن کرنے والوں میں سے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد دس پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا باقی سب مرتد یا فاسق ہو گئے تھے تو وہ بھی کافر ہے۔ اوران کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ الغرض گالی دینے والوں میں سے کچھ صاف کافر ہیں۔ بعض کے کفر میں تردد کیا گیا ہے۔ اور بعض پر کفر نہیں لگایا جاسکتا۔" ❶

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے یہی شرف کیا کم ہے کہ انہوں نے حالتِ ایمان واسلام میں نبی آخر الزمان ﷺ کے رخِ انور کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ چہرۂ انور ورخِ زیبا کہ جس کا ایمان کی حالت میں دیکھ لینا اخری فوز وفلاح اور نارِ جہنم سے نجات کا ضامن ہے بلکہ اس چہرۂ مبارک کی زیارت کا اثر تو یہاں تک ہے کہ جو شخص کسی صحابی کا چہرہ دیکھ لے (جس نے نبی ﷺ کا چہرۂ انور بحالتِ ایمان دیکھا ہو) اس کی بھی آگ سے نجات ہوگئی۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِماً رَآنِيْ أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِيْ». ❷

"اس مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا۔ یا اسے دیکھا، جس نے مجھے دیکھا۔"

اور بخاری ومسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:۔

"لوگوں پر وہ زمانہ بھی آئے گا جب مسلمانوں کی ایک جماعت (کسی قوم پر) حملہ آور ہوگی۔ وہ کہیں گے: کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے نبی ﷺ کو دیکھا ہو! وہ کہیں گے ہاں! تو انہیں صرف اتنی سی بات پر فتح حاصل ہوگی۔ پھر وہ دور آئے گا کہ غازی جماعت سے پوچھا جائے گا: کیا تم

❶ الصارم المسلول بحوالہ تطہیر المتجمعات ص ۲۷٤، ۲۷٥ مختصراً

❷ بحوالہ مشکوۃ ۳/ ۱٦۹٥، ۱٦۹٦۔ ونقل الالبانی تحسینہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے کسی صحابی رسول ﷺ کو دیکھا ہو! وہ کہیں گے ہاں! تو انہیں بھی فتح حاصل ہو جائے گی۔ اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ غازیوں سے پوچھا جائے گا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے کسی تابعی (جس نے کسی صحابی رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہو) کو دیکھا ہو؟ جب وہ کہیں گے ہاں تو انہیں بھی فتح مل جائے گی۔ ❶

اور مسلم شریف میں تو یہاں تک ہے کہ:۔

''چوتھی جماعت سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے تبع تابعین (جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہو) میں سے کسی کو دیکھا ہو تو اس جماعت میں ایسا ایک ادمی مل جائے گا، اور انہیں اس آدمی کی وجہ سے فتح حاصل ہو جائے گا۔'' ❷

اور قدسی نفوس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ». ❸

''میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے (یعنی تابعین) ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے (یعنی تبع تابعین) ہیں۔''

نسائی و مسند احمد اور مستدرک حاکم میں اسی مفہوم کی ایک حدیث ہے جس کے ابتدائی کلمات میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«أَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ

---

❶ مشکوۃ شریف ۳/ ۱٦٩٤

❷ مشکوۃ شریف ۳/ ۱٦٩٥۔

❸ متفق علیہ مشکوۃ ۳/ ۱٦٩٥۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ » . ❶

''میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا احترام واکرام کیا کرو۔ کیونکہ وہ تم سب سے بہتر لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے (تابعین) ہیں۔ اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے (تبع تابعین) ہیں۔ ان کے بعد پھر جھوٹ عام ہو جائے گا۔''

مقام ومرتبہ شہادت اور بین ونوحہ خوانی

اسلامی سالِ نو اپنے ساتھ جو یادیں لاتا ہے۔ انہیں میں سے تاریخِ اسلام کا ایک انتہائی اندوہناک سانحہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ بھی ہے۔ یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہادت کے مقام ومرتبہ کی وضاحت قرآن وسنت کی روشنی میں کر دی جائے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کے ایک دو نہیں بکثرت مقامات پر جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت وعظمت اور مقام ومرتبۂ شہادت کی رفعت ومنزلت بیان ہوئی ہے۔ آپ مترجم قرآن پاک اٹھائیں اور زیادہ نہیں تو کم از کم سورۃ بقرہ کی آیات: ۱۵۴، ۱۹۰، ۲۱۸۔ سورۃ آل عمران کی آیات: ۱۵۷، ۱۶۹ تا ۱۷۷۔ سورہ نسآء کی آیات: ۷۴ تا ۹۵۔ سورہ انفال کی آیت: ۷۴، سورہ توبہ کی آیات: ۲۰، ۴۱، ۱۱۱ اور سورہ حج کی آیت: ۵۸ کی تلاوت کریں۔ اور ان کا ترجمہ دیکھیں، کہیں فرمایا ہے:

''فی سبیل اللہ شہادت پانے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں اس زندگی کا شعور نہیں۔''

کہیں ''انہیں رحمتِ الٰہی کے امیدوار فرمایا''۔ اور کہیں ''رحمت وبخشش کو ان کا مقدر بتایا ہے''۔ اور کہیں فرمایا ہے ''انہیں اللہ کی طرف سے رزق دیا جائے گا۔ وہ

❶ مشكوة ايضاً وصححه الالباني.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے فضل و احسان اور نعمت و کرم پر خوش ہوں گے انہیں کوئی غم یا خوف نہیں ہو گا ان کیلئے اجرِ عظیم اور بلند درجات ہیں۔ انہیں ہمیشہ کیلئے رضائے الٰہی اور دائمی جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔"

ان قرآنی آیات کے علاوہ بے شمار احادیث میں بھی جہاد و مجاہدین، اور شہادت و شہداء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

«يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟»

"اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

«الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ وَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ».

"اللہ پر غیر متزلزل ایمان لانا، اور اس کی راہ میں جہاد کرنا"

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ».

"جنت میں ایک سو درجات رفیعہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کیلئے تیار کر رکھے ہیں۔"

اور مسلم شریف میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

«يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيدِ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ».

"اللہ تعالیٰ قرضے کے سوا شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

بخاری شریف میں ہے کہ غزوۂ بدر کے دوران شہادت پانے والے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابی حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میرا بیٹا حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے دوران شہید ہوا تھا۔ اس کا انجام کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے اسے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ» (عن انس رضی اللہ عنہ).

''تیرا بیٹا جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام کو پا گیا۔ ہے۔''

اور بخاری شریف میں ایک طویل حدیث میں ہے:۔

''آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے دو آدمی اپنے ساتھ لے کر اوپر چڑھ گئے، اور ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا کہ:

«لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا» .

''میں نے اس سے بڑھ کر خوبصورت کوئی گھر کبھی دیکھا ہی نہیں''۔

اور انہوں نے مجھے بتایا:

«أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ».

''یہ گھر شہداء کیلئے تیار کیا گیا ہے''۔

شہداء کو اللہ تعالیٰ جنت میں بلند مقام اور قربِ خاص سے نوازے گا۔ اور پوچھے گا: کیا تمہیں کسی اور نعمت کی تمنا ہے؟ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں جو نعمتیں میسّر ہیں ان سے بڑھ کر اور کیا طلب کریں؟ ہاں اگر ممکن ہو تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم دوبارہ تیری راہ میں شہید ہوں۔ [1]

شہید کے سوا ایسی تمنا دوسرا کوئی جنتی نہیں کرے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ ان کی یہ تمنا صرف اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے بوقتِ شہادت جو حلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کرم و شرف پایا ہوگا، اسی کے پیش نظر وہ دوبارہ شہادت کی خواہش

---

[1] بخاری و مسلم عن انس۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں گے۔اور بخاری ومسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يَدْمِيْ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ». ❶

''جہاد فی سبیل اللہ میں زخمی ہونے والا قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخموں سے ایک ایسا رنگین مادہ بہہ رہا ہوگا جسکا رنگ خون کا، اور خوشبو کستوری کی ہوگی۔''

یہ تو شہید کا مقام ومرتبہ ہے جبکہ موت شہید کی ہو یا عام مرگ، موت بہر حال موت ہی ہے جو پسماندگان اور عزیز واقارب کیلئے صدمہ اور دکھ کا باعث بنتی ہے۔اور کون نہیں جانتا کہ یہ زندگی خوشی وغم اور شادی ومرگ سے عبارت ہے۔موت وحیات کا نظام کائنات کا ایک جزء ہے، اور ہر ذی روح کی موت کا وقت مقرر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ برگزیدگانِ خدا پیغمبر ہوں، ان کے صحابہ یا دیگر اولیاء اللہ ہوں، موت کا جام ہر کسی کیلئے مقرر ہے، دشمنانِ دین ہوں، اپنے آپ کو ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ کہلوانے والے ہوں، صاحب جبروت وسطوت ہوں، شاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا فقیر، موت بہرحال سب کا مقدر ہے۔

کیونکہ سورہ آل عمران، آیت: ۱۸۵، سورہ انبیآء، آیت: ۳۵، اور سورہ عنکبوت، آیت: ۵۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾

''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔''

اسی قانونِ الٰہی کے تحت جب کسی کو موت آجائے تو ایسے موقعہ پر فطرتی امر ہے کہ پسماندگان کو دکھ اور صدمہ پہنچے گا، مگر اس کے اظہار کی کہاں تک اور کسی طرح

❶ متفق علیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنجائش ہے؟ اس سلسلہ میں بھی شریعت اسلامیہ میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ چنانچہ سورہ البقرہ، آیت: ۱۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے موقعہ پر صبر و ہمت سے کام لینے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۞ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۞ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۞﴾ (سورة البقرة: ۱۵۵. ۱۵۷)

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں جو مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت ہے۔ اور یہی لوگ (آخرت میں) کامیابی پانے والے ہیں''۔

مصیبت آجائے، دل دکھوں سے بھر جائے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑے تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے رونا اور آنسو بہانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری ومسلم میں ایسے کئی مواقع پر خود نبیٔ رحمت ﷺ کا آنسو بہانا ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم میں آپ ﷺ کا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر۔ بخاری ومسلم اور نسائی میں اپنی بیٹی کے ایک لختِ جگر پر، اور بخاری ومسلم اور ابوداؤد میں خود اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر آنسو بہانا ثابت ہے۔ [1]

بشرطیکہ رونے اور آنسو بہانے کے ساتھ زبان نہ چلائی جائے، مرنے والی کی صفات اور اس کی موت کی وجہ پیش آنے والے مصائب کا ذکر نہ چھیڑا جائے۔ کیونکہ بخاری ومسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَٰكِنْ

[1] رياض الصالحين مراجعه الارناؤوط ص ۳۸۸، ۳۸۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُعَذِّبُ بِهٰذَا أَوْ يَرْحَمُ۔ وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهِ ». ❶

''اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے اور دل کے حزن وغم پر عذاب نہیں کرے گا۔ البتہ اس کے عذاب دینے یا رحم فرمانے کا تعلق اس سے ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔''

نوحہ خوانی اور سوگ وماتم

اسلام میں مقام ومرتبۂ شہادت یا طبعی موت مرنے والوں کے پسماندگان کے صبر وہمت اور ایسے مواقع پر آنسو بہانے کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور آنسو بہانے کی اس شرط کا ذکر بھی ہو چکا ہے کہ اس کے ساتھ زبان سے بَین ونوحہ خوانی، واویلا، اور واہی تباہی جائز نہیں کیونکہ نوحہ خوانی آگے جانے والے کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ نادانستہ دشمنی کے مترادف ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم اور ترمذی ونسائی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ». ❷

''میت کو اسکے پسماندگان کی نوحہ خوانی کے سبب قبر میں عذاب ہوتا ہے''

اس حدیث شریف کا مفہوم بظاہر سورۂ انعام کی آیت: ۱۶۴، سورہ اسراء آیت: ۱۵، سورہ فاطر آیت: ۱۸، سورہ زمر آیت: ۷، اور سورہ نجم کی آیت: ۳۸ کے معارض ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾

''کہ کسی کے گناہ کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا''۔

---

❶ نفس المرجع.

❷ بحوالہ رياض الصالحين ص ٦٣٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ علم نے اس تعارض کو دور کرنے کیلئے کئی آراء ذکر کی ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ آگے جانے والا اگر پسماندگان کو بَین ونوحہ کرنے کی وصیت کر کے جائے۔ اور وہ اس پر عمل کر گزریں تو اسے ان کے نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اور بعض اہلِ علم نے اس حدیث میں مذکور لفظ ''عذاب'' کا مفہوم ''احساسِ الم'' بیان کیا ہے۔ جبکہ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ بھی ہو، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ (صحیح احادیث میں) رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ پسماندگان کے بَین کرنے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ (فَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا) ''پس ہم نے آپ ﷺ کا ارشاد سنا اور اطاعت کی''۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں کہتے۔ ❶

بعض لوگ اور خصوصاً خواتین غم کے موقعوں پر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہیں۔ اور جائز رونے اور آنسو بہانے کے ساتھ ساتھ ہی نوحہ خوانی بھی شروع کر دیتی ہیں کہ رونے کے ساتھ مرنے والے کی صفات اور اس کی موت سے پیش آمدہ مصائب کی گنتی شروع ہو جاتی ہے۔ اور ایک راگ کے ساتھ بَین کیے جاتے ہیں۔ اس نوحہ خوانی سے نبی ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ». ❷

''ہم سے بیعت لیتے وقت نبی ﷺ نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ خوانی نہیں کریں گی۔''

اور صحیح مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ

---

❶ للتفصيل الفتح الرباني ٧ / ١٢٦، ١٢٩.

❷ رياض الصالحين ص ٦٣٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَى الْمَيِّتِ». ❶

”لوگ میں دو باتیں ایسی ہیں جن کا ارتکاب کفر ہے۔ کسی کے نسب میں طعن کرنا، اور میت پر نوحہ خوانی کرنا۔“

اور جو لوگ کسی مرگ پر جوشِ غم میں ہوش کھو دیتے ہیں، اور بین و نوحہ کے ساتھ ساتھ سر کے بالوں کو بکھیرنا اور نوچنا، رخساروں کو پیٹنا، سینہ کوبی و ماتم کرنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ». ❷

”جو اپنے رخساروں کو پیٹے، کپڑے پھاڑے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نوحہ خوانی کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

بخاری و مسلم اور ابوداود و نسائی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَرِيْءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ». ❸

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے بین کرنے، سر کے بال بکھیرنے، اور مونڈنے اور کپڑے پھاڑنے والی عورتوں سے براءت کا اظہار فرمایا ہے۔“

ابوداود میں ہے کہ نبی ﷺ نے یہ عہد لیا تھا:

---

❶ ریاض الصالحین ص ٦٣٦.

❷ بخاری ٣/ ١٣٣، مسلم ١٠٣ عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ ورياض الصالحين ص ٦٣٣.

❸ بخاری ٣/ ١٣١، ١٣٢ تعليقاً، مسلم في كتاب الايمان ١٠٤ عن ابی بردة رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهاً وَلَا نَدْعُوْا وَیْلًا وَلَا نَشُقَّ جَیْباً وَلَا نَنْشُرَ شَعْراً». ❶

''(کہ) مصیبت میں نہ ہم منہ نوچیں گی، نہ واویلا کریں گی، نہ کپڑے پھاڑیں گی اور نہ بال بکھیریں گی۔''

عورتیں چونکہ مردوں کی نسبت کمزور طبع ہوتی ہیں اور ان میں ایسے امور کا صدور ممکن ہونے کی بناء پر آپ ﷺ نے ان سے یہ عہد لئے اور اگر اس کے باجود بھی کوئی عورت فرمانِ نبوی کی نافرمانی کرے تو ایسی عورت کے بارے میں صحیح مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد اور بیہقی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ». ❷

''نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مرگئی تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں اٹھائی جائے گی کہ آتش گیر مادے (چقماق) کی قمیص پہنے ہوگی، اور اسے خارش کی ذرع پہنائی جائے گی''۔

اور مسند احمد میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«ثُمَّ یُعْلٰی عَلَیْهَا دِرْعٌ مِنْ لَهَبِ النَّارِ». ❸

''(کہ) پھر اس آتشگیر مادے کے اوپر آگ کے شعلے کی ذرع ہوگی''

اور یاد رہے کہ صرف بین و نوحہ خوانی کرنا ہی ناجائز نہیں بلکہ اس کا (خوشی سے) سننا بھی درست نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد، مسند احمد بیہقی، بزار اور طبرانی میں

---

❶ ریاض الصالحین ص۶۳۵.

❷ ریاض الصالحین ص ۶۳۵.

❸ ریاض الصالحین ص ۶۳۵: الفتح الربانی ۷/ ۱۱۴، ۱۱۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ایک ضعیف سے مروی حدیث ہے:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ». ❶

''نبی ﷺ نے نوحہ خوانی کرنے، اور نوحہ سننے والی پر لعنت فرمائی ہے''۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ ❷

شریعت اسلامیہ ہر معاملہ میں چونکہ اعتدال پسند ہے، اس میں نہ خوشی کے موقع پر حد اعتدال پھلانگنا جائز ہے اور نہ ہی مرگ کا سوگ منانے پر حدود اور پابندیاں توڑنا روا ہے۔ ایسے مواقع پر عورت کی طبیعت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام نے اس کیلئے شوہر کے سوا کسی بھی عزیز کی مرگ کا صرف تین دن سوگ منانا جائز رکھا ہے۔ البتہ اگر کسی کے شوہر کی مرگ ہو جائے تو اس عورت کو چار ماہ اور دس دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔ ان میں وہ نہ زیب و زینت کرے، نہ زیوات اور ریشمی کپڑے پہنے، اور نہ ہی خوشبو، مہندی اور سرمہ وغیرہ لگائے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا تُحِدُّ الْمَرْأَةُ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ». ❸

''کوئی عورت تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے سوائے شوہر کی وفات کے، اس پر وہ چار ماہ دس دن سوگ منا سکتی ہے۔ وہ رنگین کپڑے نہ پہنے سوائے یمنی چادروں کے، نہ وہ سرمہ لگائے اور نہ ہی خوشبو استعمال کرے،

---

❶ الفتح الربانی ۷/ ۱۱۲، ۱۱۳.

❷ تفصیل کے لئے دیکھئے تخریج صلوٰۃ الرسول رقم ۶۳۰.

❸ بخاری ومسلم ومسند احمد بحوالہ الفتح الربانی ۷/ ۱۵۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوائے اس دن کے جس دن وہ غسلِ حیض سے فارغ ہو تو عود وغیرہ کے بخور (یعنی دھوئیں) کا استعمال کر سکتی ہے"۔

امام نووی رحمہ اللہ کے بقول یہ بھی کوئی خوشبو کی غرض سے نہیں بلکہ محض خون جاری رہنے سے پیدا ہونے والی بدبو کو زائل کرنے کی غرض سے جائز ہے۔

ابوداؤد و نسائی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«وَلَا تَخْتَضِبُ».

"اور وہ مہندی و خضاب بھی نہ لگائے"۔

اور نسائی میں ارشادِ نبوی ﷺ کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں:

«وَلَا تَمْتَشِطُ».

"اور وہ کنگھی بھی نہ کرے"۔

یہ احکام صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اور وہ بھی عام عزیزوں کی نسبت صرف تین دن۔ اور شوہر کیلئے چار ماہ دس دن تک۔ اور مردوں کیلئے ان امور میں سے کوئی ایک بھی ایک دن کیلئے بھی جائز نہیں، سوائے دل کے غم اور آنکھوں کے آنسوؤں کے۔

اس ارشادِ نبوی ﷺ کے پیشِ نظر بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو چودہ سو سال پہلے کی موت شہادت پر سوگ منا رہے ہیں وہ تعلیماتِ اسلام کے سراسر منافی فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، جس کا کسی بھی طرح کوئی جواز نہیں ہے۔

خلاصۃ الکلام:

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے دو ایک نہیں، بیسیوں مقامات پر جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت و فضیلت اور مقامِ شہادت کی رفعت و منزلت بیان فرمائی ہے۔

کہیں فرمایا کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''راہِ خدا میں جان دینے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر ان کی اس زندگانی کا تمہیں شعور نہیں۔''

کہیں انہیں ''رحمت الٰہی کے امیدوار'' اور کہیں ''رحمت و بخشش کو ان کا مقدر'' بتایا ہے:۔

''انہیں اللہ کی طرف سے رزق دیا جائے گا۔ وہ اللہ کے فضل و احسان اور نعمت و کرم پر خوش ہوں گے، انہیں کوئی غم یا خوف نہیں ہوگا۔ ان کے لئے اجرِ عظیم اور بلند درجات ہیں۔ انہیں ہمیشہ کیلئے رضائے الٰہی اور دائمی جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔''

ایسے ہی نبی ﷺ بیشمار احادیث میں جہاد و مجاہدین اور شہادت و شہداء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت گزر چکی ہے، جس میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

«يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟».

''اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟''۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان لانا، اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔''

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں ایک سو درجات رفیعہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کیلئے تیار کیے ہیں۔''

اور مسلم شریف میں ہے:

''اللہ تعالیٰ قرضے کے سوا شہید کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے:۔

''آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے دو آدمی اپنے ساتھ لے کر اوپر کو چڑھ گئے۔ اور ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا میں نے اس سے خوبصورت کوئی گھر نہیں دیکھا۔ اور انہوں (فرشتوں) نے مجھے بتایا:

«اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ».

''کہ یہ گھر شہداء کیلئے تیار کیا گیا ہے''۔

الغرض شہداء کو اللہ تعالیٰ جنت میں بلند درجات اور قربِ خاص سے نوازے گا۔ اور سوال کرے گا کہ کیا تمہیں کسی اور نعمت کی تمنا ہے؟ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! جو نعمتیں ہمیں میسر ہیں، ان سے بڑھ کر اور کیا طلب کریں۔ ہاں، اگر ممکن ہو تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج تاکہ ہم دوبارہ سہ بارہ تیری راہ میں شہید ہوں۔ شہید کے سوا ایسی تمنا دوسرا کوئی جنتی نہیں کرے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ:

''یہ صرف اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے جو حلاوت بوقتِ شہادت اور جو ''اکرام و شرف'' اللہ تعالیٰ کے ہاں پایا ہوگا، اس کے پیش نظر وہ دوبارہ شہادت کی تمنا کریں گے۔''

ان مذکورہ آیات واحادیث کو سامنے رکھ کر مقامِ شہادت کی تعیین بالکل واضح ہوگئی، اب یہ سوچنا ہر شخص کا فرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شہداء کو اتنا بلند مقام عطا کیا ہے تو ہم شہداء پر ہر سال ماتم ونوحہ خوانی کی مجالس منعقد کر کے کیا خیر خواہی کرتے ہیں؟ جبکہ نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ بین اور نوحہ و ماتم ان کیلئے تکلیف دہ ہیں۔ اس کے باوجود کالا ماتمی لباس پہن کر ہر نئے اسلامی سال کے آغاز پر شہداء کی یاد تازہ کرنا اور ممنوع افعال کا ارتکاب کرنا عقل ونقل کسی بھی اعتبار سے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ راہِ راست کی ہدایت فرمائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، بزبانِ علی رضی اللہ عنہ

نبیٔ رحمت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ڈیڑھ لاکھ (ایک لاکھ چالیس ہزار) سے متجاوز ہے اور ان سب میں سے مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت کے اعتبار سے کس کا درجہ کونسا ہے؟ اس سلسلہ میں صحیح بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والدِ گرامی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:

«اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ؟ قَالَ: اَبُوْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ».

''نبی ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر شخص کون ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ''۔

''میں نے پوچھا، ان کے بعد کون؟ تو انہوں نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں ڈرا کہ میرے والد کہیں (میرے سوال پر حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں، لہٰذا میں نے خود ہی کہہ دیا:

ثُمَّ اَنْتَ.

''کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ ہیں''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

مَا اَنَا اِلاَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ. ❶

''میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔''

سبحان اللہ! نبی ﷺ کے داماد اور چچا زاد بھائی، جگر گوشۂ رسول ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار، اور حسنین رضی اللہ عنہما کے والدِ صدق شعار نے حقیقت

❶ بخاری بحوالہ مشکوۃ ۳/ ۱۶۹۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسندی وصداقت شعاری اور تواضع وانکساری کی بہترین مثال قائم فرمادی۔ ایسے ہی مسند احمد میں حبیب بن ابو ثابت، عبد خیر ہمدانی کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا:۔

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا ﷺ؟»۔

''کیا میں تمہیں نبی ﷺ کے بعد اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟''۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ پھر فرمایا:۔

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالثَّانِي؟

''کیا میں تمہیں دوسرے درجہ پر آنے والے شخص کی خبر نہ دوں؟''۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ پھر فرمایا:۔

''اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے شخص کی خبر بھی دے سکتا ہوں''۔ لیکن پھر آپ خاموش ہوگئے۔ ❶

اور مسند احمد میں ہی حضرت شعبیؒ سے مروی ہے کہ مجھے ابو جحیفہ نے حدیث بیان کی جن کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ''وہب الخیر'' رکھا تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟

''کیا میں تجھے نبی ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟''

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ضرور خبر دیں جبکہ میں ان کے سوا کسی کو افضل امت نہیں سمجھتا تھا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَفْضَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَبَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَالِثٌ وَلَمْ يُسَمِّهِ. ❶

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیسرا نام نہیں لیا''۔

اور زوائد مسند میں حضرت شعبی رحمہ اللہ سے ہی وہب السوائی کے واسطہ سے بسندِ صحیح ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے، اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ مزید تعریفی کلمات بھی مذکور ہیں۔ ❷

اور مسند احمد و طبرانی اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

سَبَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَ صَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ وَثَلَّثَ عُمَرُ ثُمَّ خَبَطَتْنَا أَوْ أَصَابَتْنَا فِتْنَةٌ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم (فضلِ اکبر اور سیرت حمیدہ کی رو سے) سبقت لے گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی) لوگوں کو نماز کی امامت کرائی۔ ان دونوں کے بعد تیسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ہم فتنہ میں میں مبتلا ہو گئے''۔

ان الفاظ میں شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ اور جنگِ جمل و جنگ صفین کی طرف اشارہ ہے۔

اور آخر میں فرمایا:

---

❶ الفتح الربانی ۲۲ / ۱۸۱

❷ الفتح الربانی ۲۲ / ۱۸۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَغْفِرُ اللهُ عَمَّنْ يَشَاءُ. ❶

''اللہ جسے چاہے معاف کرتا ہے۔''

اور زوائد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چند قریبی عسکری ساتھیوں میں سے حضرت جحیفہ (وہب الخیر) سے مروی ایک جید سند کی روایت میں بھی ہے کہ:۔

''نبی ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت کے بہترین لوگوں میں سے پہلے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیا۔'' ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات سے جو ترتیب سامنے آتی ہے اسی کی صراحت صحیح بخاری و مسلم میں خود نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ گرامی سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے۔

«كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَعْدِلُ بِأَبِيْ بَكْرٍ أَحَداً، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ». ❸

''نبی ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہم پلہ و ہمسر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو درجہ دیتے تھے۔ (ان تینوں کے بعد) پھر ہم اصحابِ نبی (ﷺ) میں کسی کو کسی سے افضل ترین قرار نہیں دیا کرتے تھے''۔

یہ بخاری شریف کے الفاظ ہیں، جبکہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں:۔

«كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَيٌّ، أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ

---

❶ نفس المرجع.

❷ ایضاً

❸ صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ. تحقیق الثانی ۳/ ۱۶۹۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدَهُ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہم». ❶

''نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کے افضل ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، اور پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہیں۔''

اس حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ میں حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہی تیسرا نام حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا بھی مذکور ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ چہارم ہونے پر اہلِ سنت کے تمام مکاتب فکر کا اجماع ہے اور یہی صحیح و مسنون ترتیب ہے۔ ❷

فضائل و مناقبِ صدیق رضی اللہ عنہ

نبی رحمت ﷺ کے سسر اور جلیل القدر صحابی اور پہلے خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی عبداللہ بن عثمان ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تیمی تھا۔ ابوبکر کنیت اور صدیق و عتیق لقب تھا۔ ❸

عام الفیل کے دو سال اور چند دن کم چار ماہ بعد پیدا ہوئے۔ اور مردوں میں سے پہلے مسلمان تھے۔ آپ کے والدین، خود آپ، آپ کی اولاد اور پوتے، مسلسل چار پشتیں صحابیٔ رسول ہوئیں۔ شرف میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں، آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

اکیس، بائیس جمادی الآخرہ کی درمیانی منگل کی رات ۱۳ھ کو مغرب و عشاء کے مابین مدینہ طیبہ میں وفات پائی، جبکہ عمر تریسٹھ سال (مسنون) تھی۔ ان کی اپنی

---

❶ ابوداود بحوالہ مشکوۃ ۳/ ۱۶۹۸.

❷ تحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۲۰۱، ۲۰۳.

❸ ایک ضعیف روایت میں ہے: «أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ، فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقًا» ''تم جہنم کی آگ سے آزاد ہو، اسی دن سے ان کا لقب عتیق رکھا گیا'' مشکوۃ ۳/ ۱۷۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصیت پر ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نبی ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کا دورِ خلافت دو سال چار ماہ تھا۔ آپ ایک سو بیالیس حدیثوں کے راوی ہیں۔

جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ گیارہ صرف بخاری شریف میں اور ایک صرف مسلم شریف میں اور باقی دیگر کتب حدیث میں ہیں۔ اور قلتِ روایتِ حدیث کا سبب آپ کا نبی ﷺ کے بعد قلیل مدت زندہ رہنا ہے۔

آپ تمام غزوات میں نبی ﷺ کے ہمراہ رہے۔ بلکہ عہدِ جاہلیت اور دورِ اسلام میں آپ کی اور نبی ﷺ کی رفاقت نہیں ٹوٹی۔ ❶

فضائل ومناقب:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور سیرت وسوانح پر اہلِ علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جبکہ صرف ''تاریخِ اسلام'' میں انکا تذکرہ سو پچاس صفحات پر نہیں، بلکہ ڈیڑھ جلد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل ہے۔ لیکن ہم یہاں ان کے فضائل ومناقب کے بارے میں صحیح سند سے ثابت چند احادیثِ رسول ﷺ ہی ذکر کر رہے ہیں۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهِ وَ مَالِهِ أَبُوْ بَكْرٍ ـ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ: أَبَا بَكْرٍ».

''تمام لوگوں میں سے صحبت اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسانات ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہیں''۔

❶ تحفة الاحوذي ١٠/ ١٣٧.١٣٨. المرعاة شرح المشكاة ٢/ ٥٣٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا تَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ».

''مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازوں میں سے کوئی دروازہ باقی نہ رہنے دیا جائے، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔''

«لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيلاً غَيْرَ رَبِّي لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً». ❶

''اگر میں نے اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بنانا ہوتا، تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی خلیل بناتا۔''

اور بخاری و مسلم میں ہی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں گفتگو کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ (آئندہ بوقتِ ضرورت) پھر آپ کی طرف رجوع کرے۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کبھی میں آؤں، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ پاؤں تو؟ گویا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کی طرف وہ اشارہ کر رہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

«فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ». ❷

''اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی آنا۔''

یہ دونوں حدیثیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خلافت کے سب سے پہلے مستحق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ جبکہ صحیح مسلم شریف میں تو اس کی صراحت بھی موجود ہے۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مجھے فرمایا: ''اپنے باپ ابوبکر اور بھائی (عبدالرحمن) کو بلاؤ، تاکہ میں (خلافت کے بارے میں) وصیت نامہ لکھ دوں''

---

❶ مشکوۃ، تحقیق الالبانی ۳/ ۱۶۹۷۔

❷ مشکوۃ شریف ۳/ ۱۶۹۷، ۹۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آگے فرمایا:

«فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا وَلَا (وَفِي بَعْضِ نُسَخِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ وَكِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ: أَنَا أَوْلَى) وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ». ❶

''مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا، اور کہنے والا کہے گا کہ میں ہی مستحقِ خلافت ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور تمام مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو اس کا اہل نہیں سمجھتے''۔

اور بخاری و مسلم میں ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انہیں غزوۂ ذات السلاسل کیلئے فوج کا سالار بنا کر بھیجا، (جانے سے قبل) میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور پوچھا:۔

«أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟».

''آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا».

میں نے پوچھا: مردوں سے کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کا باپ (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ)۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد؟ تو فرمایا: ''عمر رضی اللہ عنہ تو پھر آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے کئی نام گنوائے۔ تب میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ مجھے آپ ﷺ کہیں سب سے آخر میں نہ کر دیں''۔ ❷

❶ مشکوٰۃ شریف ۳/ ۱۶۹۷.

❷ مشکوٰۃ ۳/ ۱۶۹۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری و مسلم کی ان احادیث میں یہ ارشاداتِ نبوی ﷺ حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مقامِ صدیق رضی اللہ عنہ بزبانِ فاروق رضی اللہ عنہ:

اب آیئے ذرا دیکھیں کہ نبی ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرتِ عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تاثرات ہیں؟ اس سلسلہ میں ترمذی شریف میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

«اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا: وَخَیْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ». ❶

''ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے آقا و سردار، ہم سب سے بہتر اور ہم سب کی نسبت رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب تھے۔''

ایسے ہی ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اور یہ حکم ایسے موقعہ پر فرمایا کہ میرے پاس بھی مال موجود تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے سکتا ہوں تو وہ موقع صرف آج ہی ہاتھ آسکتا ہے۔ لہٰذا میں اپنے کل مال کا آدھا حصہ بطور صدقہ لے آیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا:

«مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ؟».

''اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟''

میں نے عرض کیا: جتنا لایا ہوں، اتنا ہی چھوڑ آیا ہوں۔ جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے سارا مال ہی لے آئے تھے۔ جب ان سے نبی ﷺ نے پوچھا:

«یَا اَبَا بَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ».

''اے ابوبکر! تم اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟''

---

❶ ترمذی وقال: حدیث حسن صحیح. وقال الالبانی. سند جید مشکوۃ ۳/ ۱۶۹۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انہوں نے کہا:

«أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ» .

''میں اپنے گھر والوں کیلئے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کی محبت) کو چھوڑ آیا ہوں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا:۔

«لَا أَسْبِقُهُ إِلٰى شَيْءٍ أَبَدًا» . ❶

''میں کبھی کسی بھی معاملہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا ہوں''۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

«كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَعْدِلُ لِأَبِيْ بَكْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ أَحَدًا» . ❷

''نبی ﷺ کے زمانے میں ہم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہم پلہ کسی دوسرے صحابی کو نہیں سمجھتے تھے، ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو درجہ دیتے۔ اور اس کے بعد دیگر اصحابِ رسول ﷺ میں سے ہم کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔''

اور ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:۔

«كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَهُ أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہم» . ❸

---

❶ ابوداؤد و ترمذی وحسنه حسن الالبانی مشكوٰة ٣/ ١٧٠٠.

❷ مشكوٰة. تحقيق الالبانی ٣/ ١٦٩٨.

❸ نفس المرجع.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں یہ کہا کرتے تھے کہ نبی ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد سب سے افضل صحابی ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں''۔

فضائل ومناقب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نام ونسب وحالاتِ زندگی:

نبی اکرم ﷺ کے سسر، جلیل القدر صحابی اور دوسرے خلیفہ راشد کا اسمِ گرامی عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ العدوی القرشی المدنی تھا۔ اور زوجۂ رسول ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نام کی مناسبت سے ان کی کنیت ابو حفص تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کعب بن لوی میں نبی ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ فقہاء صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔

سب سے پہلے ''امیر المؤمنین'' کے نام سے آپ ہی پکارے گئے۔ ۵ھ یا ۶ھ میں اس وقت اسلام لائے جبکہ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان ہو چکی تھیں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا عدد چالیس آپ کے ساتھ ہی پورا ہوا تھا۔ آپ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کو بڑی قوت ملی تھی۔ اور آپ کو ''فاروق'' کا لقب عنایت ہوا۔

بدر اور تمام غزوات میں نبی ﷺ کی معیت میں جہاد کیا۔ آپ پانچ سو انتالیس احادیث رسول کے راوی ہیں۔ جن میں سے دس متفق علیہ ہیں۔ نو صرف بخاری شریف میں اور پندرہ صرف مسلم شریف میں ہیں اور باقی دیگر کتبِ حدیث میں ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ کے عیسائی غلام ابولؤلؤ نے بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کی نمازِ فجر کے دوران آپ کو خنجر مارا، جس کے نتیجے میں آپ شہید ہوئے۔ جبکہ عمرِ شریف ترسیٹھ سال (مسنون) تھی۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یکم محرم ۲۴ھ بروز اتوار نبی ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔آپ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمیت عشرہ مبشرہ اور صحابہ وتابعین میں سے خلقِ کثیر نے روایت کی ہے۔ ❶

آپ کے دورِ خلافت میں پانچ سو قلعے فتح ہوئے، پانچ لاکھ کافر مسلمان ہوئے۔اور پچیس لاکھ مربع میل تک دینِ مبین پہنچا۔آپ کی حکومت شمال میں اناطولیہ، جنوب میں ہندوکش، مشرق میں چین اور مغرب میں درہ دانیال تک تھی۔آپ نے قرآن کے دولاکھ قلمی نسخے تقسیم کیے۔ ❷

فضائل ومناقب:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت وسوانح، ساڑھے دس سال عہدِ خلافت کی فتوحات اور ترویج واشاعتِ دین کے سلسلہ میں ان کی خدمات کی تاریخ بھی طویل ہے۔اور ان کے فضائل ومناقب کے بارے میں کتبِ حدیث میں بکثرت ارشاداتِ نبوی ﷺ مذکور ہیں جیسا کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رمیصاء رضی اللہ عنہا میرے سامنے ہے۔پھر میں نے کوئی آہٹ سنی تو پوچھا، یہ کون ہے؟ تو (حضرت جبرائیل علیہ السلام نے) بتایا کہ یہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہیں۔پھر میں نے ایک محل دیکھا (جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی) میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس محل میں داخل ہوکر اسے دیکھوں، مگر مجھے تیری غیرت یاد آگئی، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

❶ المرعاۃ ۱/ ۳۲.

❷ بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور، جمعہ ایڈیشن ٤ محرم ١٤٠٨ھ بمطابق ٢٨ اگست ١٩٨٧ء.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھا سکتا ہوں؟'' ❶

اسی طرح بخاری و مسلم میں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم دینداری کی شہادت دیتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا، لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں۔ وہ قمیض پہنے ہوئے ہیں، ان میں سے بعض کی قمیصیں صرف چھاتیوں تک پہنچتی ہیں اور بعض کی اس سے بھی چھوٹی ہیں۔ اور جب میرے سامنے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا تو وہ اتنی بڑی قمیص پہنے ہوئے تھے کہ وہ اسے گھسیٹ کر چل رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین''۔ ❷

اس تعبیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرتاپا مجسمہ و پیکرِ دین تھے۔

اور بخاری و مسلم میں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کی گواہی بزبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں سویا ہوا تھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ میں نے خوب جی بھر کر پیا۔ پھر اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم''۔ ❸

اور یہاں شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب محض خواب و خیال نہیں بلکہ وحی و برحق ہوتے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب انہیں دفن کیا گیا تو حضرت ابن مسعود

---

❶ متفق علیہ۔ مشکوۃ ۳/ ۲۔ ۱۷۰۲، ۱۷۰۳.

❷ مشکوۃ ۳/ ۱۷۰۳.

❸ نفس المرجع.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«ذَهَبَ الْيَوْمَ بِتِسْعَةِ أَعْشَارِ الْعِلْمِ». ❶

''آج علم کے دس حصوں میں سے نو حصے (ہم سے) رخصت ہو گئے ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے صاحب جلال و جمال تھے۔ ان کی جلالت کا اندز صرف اس بات سے ہی کیا جا سکتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«إِيهٍ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ، إِلَّا سَلَكَ غَيْرَ فَجِّكَ». ❷

''اے ابن خطاب! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب کسی راستے پر آتے ہوئے تجھے شیطان دیکھ لے تو وہ بھی تیرا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ لے لیتا ہے''۔

ان کی جلالت اور رُعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ شیطانِ لعین جیسی غیر مرئی چیز بھی ان کا سامنا کرنے کی تاب نہیں رکھتی تھی اور وہ انہیں دیکھتے ہی بھاگ جاتا تھا۔

اور ترمذی شریف میں ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ!». ❸

''اے عمر! بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے''۔

اور ترمذی کے ایک واقعہ کے ضمن میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ»

(وقال الالبانی۔ اسناده حسن)

---

❶ لمرعاة ۱/ ۳۲.

❷ متفق عليه. مشكوة ۳/ ۱۷۰۲.

❸ مشكوة ۳/ ۱۷۰۵ وقال الترمذی حسن صحيح غريب ووافقه الالبانی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطینِ جن وانس عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے بھاگ گئے ہیں۔‘‘

اور ترمذی ومسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے دعاء فرمائی:

«اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ».

’’اے اللہ! ابن ہشام کے بیٹے ابو جہل یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کو مسلمان کرکے (اس کے ذریعے) اسلام کی عزت کو دوبالا کر دے‘‘۔

راویٔ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

’’صبح ہوئی تو (نبی ﷺ کی مراد برآئی، دعاء قبول ہوگئی۔ اور) عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آکر مسلمان ہوگئے۔ اور اس دن سے مسلمانوں نے مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) میں کھلے عام نماز پڑھنا شروع کر دیا جبکہ اس سے پہلے سب مسلمان چھپ چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔‘‘ ❶

اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کیلئے یہی مقام ومرتبہ اور شرف کیا کم ہے کہ ترمذی شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ». ❷

’’اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے‘‘۔

بخاری ومسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ». ❸

’’پہلی امتوں میں کچھ لوگ ’’محدَّث‘‘ یا ’’مُلْہَم‘‘ ہوتے تھے (جنہیں الہام ہوتا ہو) اگر میری امت کا کوئی محدَّث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے‘‘۔

---

❶ وقال الترمذي: حسن صحيح غريب. ووافقه الالباني المشكاة ٣/ ١٧٠٤.

❷ مشكاة ٣/ ١٧٠٤، ١٧٠٥ وحسنه الالباني.

❸ مشكاة ٣/ ١٧٠٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ترمذی شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهِ». ❶

''اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان وقلب پر حق کو آشکارا کر دیا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

«مَا كُنَّا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ». ❷

''ہم اس بات کو بعید خیال نہیں کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینت و وقار اور سکون بولتا ہے۔''

بخاری شریف میں حضرت اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حِيْنَ قُبِضَ كَانَ أَجَدَّ وَأَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ». ❸

''میں نے نبی ﷺ کے بعد نشر واشاعتِ دین میں کوشاں اور بکثرت صدقہ کرنے والا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔''

اور بخاری و مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

«وَافَقْتُ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ: فِيْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ وَفِي الْحِجَابِ وَفِيْ أُسَارٰى بَدْرٍ».

''تین امور میں میری رائے میرے رب کے ارشاد کے موافق ثابت ہوئی: مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں، اور پردے کے بارے میں اور بدر کے

---

❶ مشكاة ٣ / ١٧٠٤ و حسنه.

❷ دلائل النبوة بيهقي وزوائد مسند احمد. مشكوٰة ٣ / ١٧٠٤. الفتح الرباني ٢٢ / ١٨١.

❸ مشكاة ٣ / ١٧٠٧.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیدیوں کے بارے میں۔"

اوراس کی مزید وضاحت بخاری ومسلم کی ہی ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

"تین امور میں میری رائے میرے رب کے ارشاد کے موافق ثابت ہوئی:

① میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو جانماز بنایا جائے تو (سورہ بقرہ: کی آیت: ۱۲۵) ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ نازل ہوئی۔

② میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آنے والے لوگوں میں نیک وبد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ ﷺ انہیں پردے کا حکم فرمادیں۔ تو (سورہ احزاب کی آیت: ۵۳) آیہ حجاب ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ نازل ہوگئی۔

③ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ایک مرتبہ غیرت میں آکر اکٹھی ہوگئیں تو میں نے سوچا: ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾. (التحریم: ۵)

تو بعینہٖ اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمادی۔ ❶

اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں ان کی رائے کے مطابق جو آیت نازل ہوئی تھی وہ سورہ انفال کی آیت ۶۸ ہے۔ جس میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے مشرک قیدیوں کے قتل کی رائے رکھتے تھے۔ مگر بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے پر انہیں فدیہ

---

❶ مشکاۃ شریف ۳/ ۱۷۰۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر زندہ چھوڑ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ڈانٹ پلائی۔

بخاری و مسلم کی مذکورہ دونوں حدیثوں میں چار مقامات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر قرآنِ کریم کی آیات نازل ہونے کا تذکرہ آ گیا ہے جو کہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک صحیح حدیث میں نبی ﷺ اپنے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ:۔

''میں ایک کنویں پر ہوں جس پر ایک ڈول لٹک رہا ہے۔ پہلے میں نے اس سے جتنا اللہ نے چاہا پانی نکالا۔ پھر ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے وہ ڈول پکڑا، اور ایک یا دو ڈول نکالے۔ اور ڈول نکالنے میں کمزوری نمایاں تھی۔ اللہ انہیں ان کی کمزوری معاف کرے۔ پھر وہ ڈول بہت ہی بڑا ہو گیا، اور اسے ابن خطاب (حضرت فاروق رضی اللہ عنہ) نے پکڑ لیا۔ اور میں نے کبھی کسی قوی آدمی کو اتنی آسانی سے ڈول نکالتے نہیں دیکھا، جتنی آسانی سے عمر نکال رہے تھے، یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پیٹ بھر کر پانی پلایا، اور اونٹوں کے بٹھانے کی جگہیں بنالیں۔ ❶

اس حدیث میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی یکے بعد دیگرے خلافت، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی قلیل المدتی (دو، ڈھائی سال) اور خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کا طول (ساڑھے دس سال) اور خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ میں فتنۂ ارتداد وغیرہ کی وجہ سے کمزوری اور عہدِ فاروقی میں قوت و شوکتِ اسلام کے واضح اشارات موجود ہیں۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتے دم تک کمالِ ایمان و استقامت اور امیر المؤمنین ہونے کی شہادت خاندانِ نبوت کے افراد میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

❶ مشکاۃ شریف ۳/ ۱۷۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دی ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فراشِ مرگ پر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے امیر المؤمنین ! آپ نبی ﷺ کی صحبت میں رہے۔ اور حقِ صحبت انتہائی خوبی سے ادا کیا، پھر جب آپ ﷺ (وفات پا جانے سے) آپ سے جدا ہوئے تو وہ اس وقت آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کی صحبت میں رہنا شروع کر دیا (یعنی بارِ خلافت اٹھایا) تو اس صحبت و ذمہ داری کو بھی بخیر و خوبی نبھایا۔ اور اگر آپ ان کا ساتھ چھوڑ کر عازمِ سفرِ آخرت ہو گئے، تو آپ یقیناً ان سے ایسے حال میں جدا ہوں گے کہ تمام مسلمان آپ سے راضی ہیں''۔ ❶

- یہ ابولؤلؤ کے خنجر مارنے اور حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ کے شہادت پانے کے درمیان کل دو، چار دنوں کے مابین دی گئی گواہی ہے۔

صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے چند مشترکہ فضائل و مناقب

عمر بھر نبیٔ اکرم ﷺ کے شرفِ صحبت میں رہنے والے اور مرنے کے بعد بھی آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جانے والے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے الگ الگ فضائل و مناقب کے بارے میں ارشاداتِ نبوی ﷺ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ نے پڑھ لئے جبکہ کتبِ حدیث میں بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن میں ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما کے ایمان و عملِ صالح اور بہترین جزائے اخروی کی شہادات مذکور ہیں۔ کسی کے ایمان کی صداقت و رفعت اور نبیٔ امت کے ان پر اعتمادِ کامل کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ خود تو حاضرِ مجلس نہ ہو، مگر نبیٔ امت یہ شہادت

---

❶ بخاری شریف بحوالہ مشکاۃ ۳/ ۱۷۰۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے دیں کہ اس بظاہر نا قابلِ یقین چیز پر بھی میں اور فلاں فلاں شخص ایمان رکھتے ہیں۔ یہ شرف حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نصیب ہوا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں ایک نماز پڑھائی پھر جب ہماری طرف رخِ انور کو پھیرا تو۔ مسند احمد) فرمایا: کوئی شخص گائے لئے جا رہا تھا جب وہ تھک گیا تو اس گائے پر سوار ہو گیا۔ اس گائے نے کہا: ہم اس سواری کیلئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بھی بولتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (بظاہر نا قابلِ یقین واقعہ) پر میرا اور ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کا ایمان ہے کہ اللہ کے لئے یہ کوئی ناممکن بات نہیں کہ گائے کو بولنے کی قوت عطا فرمائے۔''

راوی حدیث کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت صدیق و فاروق (رضی اللہ عنہما) اس مجلس میں موجود نہ تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''کوئی شخص بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیئے نے حملہ کر کے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہا بر وقت پہنچا اور بکری چھڑا لی تو اس سے مخاطب ہو کر اس بھیڑیئے نے کہا: اس دن اس بکری کا کیا بنے گا جب لوگ اپنے مال مویشی سے بے خبر انہیں درندوں کے حوالے کر دیں گے اور اس کا رکھوالی کرنے والا میرے سوا کوئی نہ ہو گا؟ یہ سن کر لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی بولتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر بھی میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایمان رکھتے ہیں۔ جبکہ یہ دونوں وہاں موجود نہ تھے''۔ ❶

یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے کمال

---

❶ مشکوۃ: ۶۰۴۷ والفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان، قلبی اطمینان اور بلندیٔ ادراک کی عظیم شہادت ہے۔ ❶

اسی طرح بخاری و مسلم میں ان دونوں بزرگوں کے بارے میں نبی ﷺ کی گواہی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ خاندانِ نبوت کے عظیم فرد، ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:۔

حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ جامِ شہادت نوش کر گئے۔ تدفین کیلئے چارپائی پر لٹائے جا چکے تھے، میں بھی وہاں کھڑا تھا کہ لوگوں نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کیلئے دعائیں کرنا شروع کیں۔ اچانک ایک شخص میرے پیچھے سے آیا اور میرے کندھے پر کہنی رکھ کر کہنے لگا (اے عمر! رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے (پہلے جانیوالے) دونوں ساتھیوں (یعنی نبی ﷺ اور حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہی ملا دیگا کیونکہ میں نے بے شمار دفعہ نبیٔ اکرم ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ فلاں جگہ میں تھا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ فلاں کام میں نے کیا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔ فلاں طرف میں چلا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما چلے۔ فلاں جگہ میں داخل ہوا، اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے۔ اور فلاں جگہ سے میں نکلا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نکلے (گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی گہری رفاقت وصحبت اور مسلسل و غیر منقطع معیت کے واقعات کی بناء پر فرمایا:

''اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تجھے تیرے ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی ملا دے گا'')۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب باتیں سننے کے بعد جب میں کہنے والے کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❷

ترمذی شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

---

❶ للتفصيل: ترمذي مع لتحفه ۱۰/ ۱۸۴، ۱۸۵

❷ مشكوة شريف ۳/ ۱۷۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«إِنِّيْ لَا أَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ: أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ». ❶

''میں نہیں جانتا کہ کب تک تمہارے درمیان رہوں۔ تم لوگ میرے بعد ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء اور اطاعت کرنا''۔

یہ روایت حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی یکے بعد دیگرے خلافت کے استحقاق و اہلیت کی روشن دلیل ہے۔ ایسے ہی ابوداؤد و ترمذی میں ہے کہ:

''کسی صحابی نے نبی ﷺ کو بتایا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو اترا، اس میں (پہلے) آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ ﷺ کا پلہ بھاری نکلا۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما دونوں پلڑوں میں ڈالے گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ والا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر وہ ترازو اٹھالیا گیا''۔ ❷

اس حدیث میں نبی ﷺ کے بعد ابوبکر، پھر عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کی دلیل موجود ہے بلکہ اس حدیث کے آخری الفاظ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ».

''یہ خلافت نبوت ہے اور پھر اللہ جسے چاہے گا حکومت دے گا''۔

گویا یہ حدیث خلافت پر نص صریح ہے۔

فضائل و مناقب کی ان شہادات اور نبی ﷺ کی زبانِ صدق ترجمان سے صادر ہونے والی ان گواہیوں سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔ اور حضرت صدیق و فاروق

---

❶ مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۰۹، حسنہ الترمذی والالبانی. ابن ماجہ. مستدرک حاکم و مسند احمد. الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۲

❷ مشکوٰۃ ۳/ ۱۰، ۱۷، وقال الالبانی: سندہ جید لن کان الحسن. و ھو البصری. سمعہ من ابی بکرہ. الفتح الربانی ۲۳/ ۱۳، ۲۲/ ۱۸۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہما کیلئے یہی شرف کیا کم ہے کہ ترمذی شریف کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح سند والی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ، سَيِّدَ كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ، إِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ». ❶

''حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) صرف انبیاء ورسل (علیہم السلام) کو چھوڑ کر (پختہ عمر میں فوت ہوکر) جنت میں جانے والے پہلے، پچھلے تمام انسانوں کے سردار ہوں گے''۔

کسی شخص کیلئے صرف جنتی ہو جانے کی خوش خبری ہی دینا جہان کی تمام سعادتوں اور دولتوں سے بڑھ کر ہے۔ جبکہ حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو تو نبی ﷺ نے نہ صرف جنتی ہونے بلکہ اہلِ جنت کے سردار ہونے کی بشارت عطا فرمائی ہے۔

ترمذی شریف میں یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کے آخر میں ہے:

«يَا عَلِيُّ! لَا تُخْبِرْهُمَا».

''اے علی رضی اللہ عنہ! اس بشارت کی خبر انہیں مت دو''۔

اور ابن ماجہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:۔

«مَا دَامَا حَيَّيْنِ». ❷

''جب تک وہ زندہ ہیں''۔

جبکہ ایک متکلم فیہ روایت میں ہے کہ:۔

''نبی ﷺ اس حال میں مسجد میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ کی دائیں

---

❶ مشکوۃ: ۵/۶۰. الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۴.

❷ بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۴.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور بائیں طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور نبی ﷺ کے ہاتھوں میں ان کے ہاتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». ❶

''ہم قیامت کے دن بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔''

اور زوائد مسند احمد میں ایک جید سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِ وَسَارَ بِسِيْرَتِهِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى ذٰلِكَ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِمَا وَسَارَ بِسِيْرَتِهِمَا حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ». ❷

''رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کردار وعمل کو اپنایا اور تاحیات آپ ﷺ کے نہج وطریقہ (سیرت) پر چلتے رہے۔ (اور ان کی وفات کے بعد) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی ان دونوں کے کردار وعمل کو اپنایا اور تاحیات ان دونوں کے نہج وطریقہ پر چلتے رہے''۔

---

❶ مشكاة ٣/ ١٧٠٩، ١٧١٠ و تكلم فيه الالباني.

❷ الفتح الرباني ٢٢/ ١٨٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل ومناقب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور مختصر حالات زندگی:

تیسرے خلیفہ راشد کا اسم گرامی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس اموی قرشی مدنی تھا، اور ابوعبداللہ وابوعمرو کنیت تھی۔ جبکہ امیر المؤمنین، ذوالنورین مجہز جیش العسرہ اور مشتری بئر رومہ آپ کے القاب تھے۔ امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ:

''آپ کی کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ ساری رات ایک ہی رکعت میں گزار دیا کرتے تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے تین دن بعد یکم محرم ۲۴ھ کو ان کی خلافت پر بیعت لی گئی۔ اور ۳۵ھ میں بیاسی سال کی عمر میں ظلماً شہید کر دیئے گئے۔ آپ چند دن کم بارہ سال خلیفہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے لوگوں نے اپنے نفسوں پر ایسے فتنے کا دروازہ کھول لیا جو قیامت تک بند ہونے والا نہیں۔

آپ ایک سو چھیالیس حدیثوں کے راوی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ، آٹھ صرف بخاری شریف میں اور پانچ صرف مسلم شریف میں ہیں۔ اور باقی دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ [1]

فضائل ومناقب:

رسول رحمت ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کے یکے بعد دیگرے شوہر، اور اسی عظیم سعادت کی مناسبت سے ذوالنورین کا لقب پانے والے، ایک یہودی سے منہ مانگی قیمت بیس ہزار دینار دے کر بئر رومہ نامی کنواں خرید

---

[1] المرعاة ۱/ ۱۰٦، تحفة الاحوذی ۱۰ / ۸۷، ۱۸٦، ۱۸۷، ۱۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر، جو بعد میں بئر عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہوا، وہ کنواں مسلمانوں کیلئے وقف کرنے والے، گرمی کی شدت، پانی، زادِراہ اور سواریوں کی قلت اور سخت قحط کے موقع پر پیش آنے والے جیش العسرہ یعنی غزوۂ تبوک کے مجاہدین کو زرِ کثیر خرچ کر کے تیار کرنے والے، بیعتِ رضوان کے موجب، قاصدِ رسول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی، اور چند دن کم بارہ سالہ عہدِ خلافت کی تاریخ پر کثیر مورخین اور اہلِ علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔

خصوصاً تاریخِ دمشق میں تو ان کی سیرت کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں۔ لیکن ہم یہاں صرف زبانِ رسالت مآب ﷺ سے نکلنے والے چند صحیح اسناد سے مروی ارشادات کی روشنی میں ان کے فضائل ومناقب کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''نبی ﷺ اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ کی دونوں رانیں یا پنڈلیاں ننگی تھیں کہ باہر سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، اور خود اسی حالت میں یعنی کھلی پنڈلیوں سے ہی لیٹے مصروفِ گفتگو رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو انہیں بھی اجازت دی اور خود آپ ﷺ اسی طرح مصروفِ گفتگو رہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو نبی ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے کپڑوں کو اچھی طرح درست کرلیا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باہر نکل گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (اے اللہ کے رسول ﷺ!) جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ ان کیلئے اپنی جگہ سے نہیں ہلے، اور نہ ہی آپ ﷺ نے ان کیلئے (درستیٔ پوشاک کی) کوئی پرواہ کی، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تب بھی آپ ان کیلئے نہیں اٹھے، اور نہ ہی (درستیٔ پوشاک کی) کوئی پرواہ کی، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑوں کو درست فرمالیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا:۔

«اَلَا اَسْتَحِیْ مِنْ رَجُلٍ، تَسْتَحِیْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ».

''کیا میں اُس آدمی سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں؟''۔

اور صحیح مسلم کی اسی حدیث میں اس واقعہ کے بعد بعد ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَیِیٌّ، وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اِنْ اَذِنْتُ لَهٗ عَلٰی تِلْكَ الْحَالَةِ اَنْ لَّا یَبْلُغَ اِلَیَّ فِیْ حَاجَتِهٖ». ❶

''عثمان رضی اللہ عنہ بڑے حیادار آدمی ہیں، اور میں ڈر گیا کہ اگر میں نے انہیں اسی حالت میں رہتے ہوئے اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت پیش کرنے کیلئے (مارے شرم کے) مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔''

اندازہ فرمائیں کہ بخاری و مسلم میں صفتِ حیاء کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ». ❷

''حیاء ایمان کا حصہ ہے۔''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ سراپا حیاء قرار دے رہے ہیں کہ جن سے اللہ کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اللہ اکبر، زہے نصیب۔

اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے بیعت رضوان کے موقعہ پر جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر مکہ مکرّمہ بھیجا ہوا تھا تو انہیں اس بیعت کے شرکاء میں شامل کرنے کیلئے نبی ﷺ نے اپنے دائیں دستِ مبارک کو (ہوا میں لہراتے ہوئے) فرمایا:

---

❶ مشکاۃ ۳/ ۱۷۱۲.

❷ متفق علیه مشکوۃ ۳/ ۱٤٠٧.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ».

''یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے''۔

پھر اسے اپنے دُوسرے دستِ مُبارک پر مار کر فرمایا:

«هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ». ❶

''یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت ہے۔''

سبحان اللہ! کیا نرالی شان ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کہ نبی ﷺ نے اپنے دائیں دستِ مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نائب و قائمِ مقام قرار دیا، اور خود ان کی طرف سے بیعت کی شرط ادا فرمائی۔ اور بخاری شریف کی اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنے والی (پہلی) دخترِ رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمار داری پر مامور کرتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْراً وَسَهْمَهُ». ❷

''تمہیں بدری صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے برابر اجر وثواب اور مالِ غنیمت کا حصہ ملے گا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے یہی شرف کیا کم ہے کہ ترمذی و مسند احمد میں حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جیش العسرہ (المعروف بہ غزوۂ تبوک) کے مجاہدین کی تیاری کے موقعہ پر (اس زمانے کی خطیر رقم) ایک ہزار دینار نبی ﷺ کی خدمت میں لائے۔ نبی ﷺ نے وہ تمام دینار اپنی جھولی میں بکھیر لئے، حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

❶ مشکوٰۃ شریف ۳/ ۱۶ ۱۷.

❷ مشکوٰۃ. بتحقیق الالبانی ۳/ ۱۵ ۱۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ: «مَاضَرَّ عُثْمَانَ بَعْدَ الْيَوْمِ».

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ان دیناروں کو الٹ پلٹ رہے تھے، اور زبانِ مبارک سے فرمارہے تھے:

''آج کے بعد عثمان ﷺ جو بھی عمل کرے وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا''۔

تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں ان الفاظ کی وضاحت یوں لکھی ہے کہ آج کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوئی گناہ بھی کرے تو اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ وہ اس عظیم قربانی کی بدولت بخش دیا جائے گا۔ ❶

اور نبی ﷺ نے یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے۔ جبکہ ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:۔

«يَا عُثْمَانُ إِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصاً فَإِنْ أَرَادُوكَ (وَلَفْظُ ابْنِ مَاجَةَ: فَأَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ) عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْ لَهُمْ». ❷

''اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں (خلعتِ خلافت کی) قمیص پہنائے۔ پس اگر منافقوں نے تمہیں معزول کرنا بھی چاہا تو تم معزول نہ ہونا''۔

اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے اور مخالفین کے قطعاً باطل پر ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کے علاوہ ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے نبی ﷺ کو عنقریب واقع ہونے والے فتنوں کا ذکر کرتے سنا۔ اسی دوران قریب سے ایک شخص منہ پر کپڑا لپیٹے گزرا تو نبی ﷺ

---

❶ تحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۹۳.

❷ مشکوٰۃ ۳/ ۱۵ ۱۷ و صحیحہ الالبانی۔ ترمذی مع التحفۃ ۱۰ ھ ۲۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

''اس (بلوائیوں کے فتنہ کے) دن یہ حق و ہدایت پر ہوگا۔ میں اٹھا اور جا کر دیکھا کہ وہ شخص عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کا چہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر کر پوچھا کہ یہ شخص؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں''۔ ❶

فضائل و مناقب صدیق و فاروق و غنی رضی اللہ عنہم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ارشاداتِ گرامی ایسے بھی ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں کے فضائل و مناقب یکجا ملتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و مسند احمد میں ملتے جلتے الفاظ کی ایک حدیث ہے اور ان میں بخاری شریف کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ أُحُدًا، وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ: «اُثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَ صِدِّيقٌ وَ شَهِيدَانِ». ❷

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم جبلِ اُحد پر چڑھے، ان (چاروں حضرات) کو اپنے اوپر پا کر جبلِ احد لہرانے لگا۔ (شارحین حدیث لکھتے ہیں، کہ جبلِ احد کا یہ لہرانا یا ہلنا ان چاروں حضرات کو اپنے اوپر یکجا پانے کی خوشی و فرطِ مسرت کا اظہار تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدمِ مبارک سے پہاڑ پر ضرب لگائی۔ اور فرمایا: ''اے اُحد! اپنی جگہ پر جم جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں''۔

---

❶ ترمذی مع التحفۃ ۱۰ / ۱۹۸، مشکوۃ ۳/ ۱۴ / ۱۷۔

❷ ترمذی ۱۰ / ۱۸۵، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۶۶، مشکوۃ ۳/ ۱۷ / ۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزے مذکور ہیں۔ پہلا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہاڑ کو حکم فرمانا کہ حرکت مت کر، اس پر اس کا اپنی جگہ پر ہی جم جانا۔ اور دوسرا معجزہ حضرت فاروق اور حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہما کے جام شہادت نوش کرنے کی پیش گوئی، جو من وعن پوری ہوئی۔ حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ کو (مغیرہ بن شعبہ کے) ایک عیسائی غلام ابولولؤ نے نمازِ فجر کے دوران خنجر مارا، جوان کی شہادت کا باعث ہوا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے شہید کردیا۔ ان معجزات کے علاوہ اس حدیث شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور حضرت عمرِ فاروق وغنی رضی اللہ عنہما کی موت شہادت کی گواہی بھی مل گئی۔

اسی طرح بخاری ومسلم کی ایک متفق علیہ حدیث جو کہ صحیحین کے علاوہ ابو داؤد ونسائی، مسند احمد اور طبرانی اوسط میں بھی ہے۔ بخاری ومسلم اور نسائی میں اس کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ دیگر کتب میں یہ حضرت نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باغاتِ مدینہ میں سے کسی باغ میں تھا کہ باہر سے کسی آدمی نے آکر دروازہ بجایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا:

«اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»۔

''اس کیلئے دروازہ کھول دو اور اس آنے والے کو جنت کی خوشخبری دے دو''۔

میں نے جا کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ آنے والے شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی جنت کی بشارت دی تو انہوں نے (اس سعادت پر) اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔ الحمد للہ وغیرہ کہا۔ پھر کوئی دوسرا آیا، اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:

«اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»۔

''اس کیلئے بھی دروازہ کھول دو، اور اسے بھی جنت کی خوشخبری دے دو''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرتِ فاروق (رضی اللہ عنہ) تھے۔ میں نے انہیں نبی ﷺ کی ارشاد فرمودہ (بشارتِ جنت کی) خبر دی تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر کسی اور شخص نے بھی دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھے نبی ﷺ نے حکم فرمایا:۔

«اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيبُهُ».

''اس کیلئے بھی دروازہ کھول دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو، مگر انہیں (حصول جنت کیلئے) ایک بلوے کا شکار ہونا پڑے گا''۔

(میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ) وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی (جنت اور بلوے کی) خبر دی تو انہوں نے (پہلے جنت کی بشارت ملنے پر) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر فرمایا:۔

«وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ». ❶

''(بلوے یا دیگر مصائب میں) اللہ ہی مدد کرنے والا ہے''۔

شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے (شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت) لکھا ہے کہ اس میں ان تینوں حضرات کی فضیلت مذکور ہے۔ اور یہ کہ تینوں اہلِ جنت میں سے ہیں۔ اور یہ کہ تینوں حضرات ہی تا دمِ آخر ایمان و ہدایت پر رہیں گے۔ اور اس حدیث میں نبی ﷺ کا یہ معجزہ بھی ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے ہی فرما دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا جائے گا۔ اور اس بلوہ میں وہ مظلوم شہید کر دیئے جائیں گے۔ ❷

اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشادِ نبوی ﷺ کی تصدیق کرنا کتنا ایمان افروز اور حیرت ناک ہے کہ بلویٰ کی پیش گوئی سن کر یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! مجھے

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۴، ۱۸۵۔ مشکوٰۃ ۳/ ۱۷ ۱۷، ترمذی مع التحفہ ۱۰ / ۲۰۷، ۲۰۸۔

❷ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۱۰ / ۲۰۷، ۲۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آزمائش سے دوچار ہی نہ کرنا بلکہ فرمایا:

«وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ».

اور مسند احمد وغیرہ کی روایت میں «اَللّٰهُمَّ صَبْرًا» کے الفاظ بھی ہیں کہ ''اے اللہ! تیرے محبوب نبی ﷺ نے جو پیش گوئی کی ہے وہ تو یقیناً پوری ہو کر ہی رہے گی، تو میری مدد کرنا۔ اور اس آزمائش میں مجھے صبر و ہمت عطا کرنا''۔

یہ دونوں حدیثیں جو دیگر کتب کے علاوہ خاص بخاری و مسلم جیسی بلند پایہ اور مسلمہ صحت کتب میں موجود ہیں، یہ اصحابِ ثلاثہ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمرِ فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کی ایسی شہادتیں ہیں کہ اگر انہیں دوسری کوئی بھی فضیلت میسر نہ آتی تو ان کیلئے یہی کچھ بھی کیا کم تھا؟ مگر ان بزرگوں کے اوصافِ حمیدہ اور فضائلِ سدیدہ سے تو کتابیں بھری پڑی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

فضائل و مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور حالاتِ زندگی:

نبی ﷺ کے چوتھے خلیفۂ راشد کا اسمِ گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمی تھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ اور نبی ﷺ نے انہیں ''ابو تراب'' کی کنیت عطا فرمائی۔ راجح روایت کی رو سے دس برس کی عمر کے تھے کہ اسلام قبول کیا۔ اور بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف پایا، اور ابو تراب کنیت پانے کا واقعہ صحیح بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دن بروز جمعہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو خلیفہ ہوئے۔ چار سال نو ماہ اور چند دن خلافت رہی، اور ایک شقی القلب خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی کے ہاتھوں تیرہ رمضان ۴۰ھ کو کوفہ میں تریسٹھ برس کی عمر (مسنون) میں شہادت پائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شہادت کے دن وہ تمام زندہ بنی آدم میں سب سے افضل انسان تھے۔ آپ چھیاسی حدیثوں کے راوی ہیں، جن میں سے بیس متفق علیہ، نو صرف بخاری میں، پندرہ صرف مسلم میں اور باقی دیگر کتب حدیث میں ہیں۔ [1]

فضائل ومناقب:

کم سن مسلمانوں میں سے سب سے پہلے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والے، نبی رحمت ﷺ کے داماد اور چچازاد، جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار، حسنین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد اور فاتحِ خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب، سیرت وسوانح اور وقائع حیات کی فہرست بھی بڑی طویل ہے۔ اور کتب تاریخ و سیرت کی روایات وحکایات سے قطع نظر، اگر صرف صحیح احادیثِ رسول ﷺ کو ہی دیکھا جائے تو ان کا مقامِ بلند اور مرتبہ عالی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور ان کے مقام ومرتبہ کا اندازہ تو صحیح بخاری اور ترمذی شریف میں مذکور اس ارشادِ نبوی ﷺ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں نبی ﷺ نے حبِ علی رضی اللہ عنہ کو ایمان کی علامت اور بغضِ علی رضی اللہ عنہ کو نفاق کی نشانی قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم وترمذی میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"مجھے قسم ہے اس ذاتِ الٰہی کی جس نے دانے کو چیر کر انگوری نکالی اور نسلِ انسانی تخلیق فرمائی کہ نبی ﷺ نے میری نسبت وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

«لَا یُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ». [2]

"میرے ساتھ محبت کرنے والا مومن اور مجھ سے نفرت کرنے والا منافق ہوگا۔"

شارحین نے اس ارشادِ نبوی ﷺ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

---

[1] تحفة الاحوذي ١٠/ ٢٠٩، المرعاة ١/ ١٦٨.

[2] مشكوٰة ٣/ ١٩/ ١٧، ترمذی ١٠/ ٢٣٩ واللفظ لمسلم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہاں افراط وتفریط اور غلو سے پاک شرعی محبت مراد ہے جو حقیقت اور واقع کے مطابق ہو۔ اس طرح نصیری وخارجی جو حب علی رضی اللہ عنہ میں افراط وتفریط کا شکار ہوئے وہ محبان علی رضی اللہ عنہ سے خارج ہو گئے۔ ایسے ہی جو شخص حب علی رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کے پہلو بہ پہلو بغض ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما (اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہم) میں مبتلا ہو۔ اس کی حب علی رضی اللہ عنہ بھی حب مشروع شمار نہیں کی گئی۔ اور وہ شخص جو دعوائے مسلمانی کے باوجود بغض علی رضی اللہ عنہ کا شکار ہو۔ وہ اس ارشادِ نبوی ﷺ کی رو سے حقیقی یا حکمی منافق ہوگا۔" ❶

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حبیب خدا اور حبیبِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

"غزوۂ خیبر پر روانگی کے دن نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"کل یہ جھنڈا میں اس آدمی کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح دے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا ہوگا۔ اور جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ محبت کرتے ہیں"۔

جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ہر صحابی کی خواہش تھی کہ یہ جھنڈا اسے ہی ملے۔ نبی ﷺ نے پوچھا:

"علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟"۔

صحابہ نے بتایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کی آنکھیں خراب ہیں۔ فرمایا:

"اسے پیغام بھیجو"

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جا کر انہیں لے آئے، نبی اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں پہ اپنا لعاب دہن یعنی تھوک لگایا۔ جس سے ان کی آنکھوں کی تکلیف ایسے غائب ہوگئی کہ گویا کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر انہیں وہ جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

---

❶ تحفۃ الاحوذی ١٠/ ٢٣٩، ٢٤٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جھنڈا ہاتھ میں لے کر) فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ان (اہلِ خیبر یہود) سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا، جب تک وہ بھی ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ آرام وسکون سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ، اور جب ان (اہلِ خیبر کے علاقے میں پہنچ جاؤ تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا، اور بتانا کہ ان پر اسلام کی رو سے کیا کیا حقوق اللہ واجب ہیں۔ اور آگے فرمایا):

«فَوَ اللّٰهِ لَاَنْ يُّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». ❶

''بخدا اگر تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ کسی ایک انسان کو راہِ ہدایت پر لگا دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے''۔

صحیحین کی اس حدیث میں فتحِ خیبر کی پیش گوئی ہے۔ اور وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں۔ اسی مناسبت سے وہ ''فاتحِ خیبر'' کے لقب سے بھی معروف ہیں۔ اور اس ارشادِ نبوی ﷺ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے دوسری بشارت یہ بھی مذکور ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے، اور اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور بخاری ومسلم میں تو یہاں تک ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ». ❷

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں''۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس ارشادِ نبوی ﷺ کے تحت لکھا ہے: حسب ومصاہرت اور محبت ومسابقت میں ہم دونوں ایک دوسرے سے ہیں۔ ❸

اس واضح مفہوم کے علاوہ کوئی من چاہا مطلب لینا اس لئے صحیح نہیں کہ ایسے

---

❶ متفق علیہ: مشکوٰۃ ۳/ ۱۹ ۱۷.

❷ متفق علیہ: مشکوٰۃ ۲/ ۱۰۰۷.

❸ تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی الفاظ نبیِ اکرم ﷺ نے حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے علاوہ اشعریوں اور بنی ناجیہ کے بارے میں بھی ارشاد فرمائے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم اور مسند احمد میں مذکور احادیثِ صحیحہ سے پتہ چلتا ہے۔ ❶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے یہی شرف کیا کم ہے؟ کہ بخاری و مسلم کی ایک متفق علیہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ». ❷

’’اے علی رضی اللہ عنہ میری نسبت تمہارا مقام وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا‘‘۔

اس ارشادِ نبوی ﷺ کا صحیح مفہوم سمجھنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحیح مقام متعین کرنے کیلئے چند امور کا پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً:

① حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سگے بھائی تھے۔

② حضرت ہارون علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی بنا دیئے گئے تھے۔

③ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے ان کی زندگی میں ہوگئی تھی۔

④ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی، جب نبیِ اکرم ﷺ انہیں اپنے پیچھے مدینہ منورہ چھوڑ کر خود غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہونے لگے تھے۔

⑤ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی زندگی میں ہی کوہِ طور پر مناجات کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو پیچھے

---

❶ انظر تحفة الاحوذي ١٠/ ٢١٢ و مسلم ٤/ ١٩١٨.

❷ متفق عليه مشكوة ٣/ ١٧١٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ گئے تھے۔ ❶

ان پانچوں نکات کو سامنے رکھا جائے تو کوئی غلط مفہوم اخذ کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ اور فضیلت و منزلت کی بھی پتہ مل جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہ

ترمذی و مسند احمد میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ». ❷

''جس کا میں دوست ہوں اسی کے علی رضی اللہ عنہ بھی دوست ہیں''۔

ترمذی میں ہے:

«إِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَ أَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ». ❸

''بیشک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ تمام اہلِ ایمان کا دوست ہے''۔

ان ارشادات میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ البتہ جو غلط مفہوم اخذ کیا جاتا ہے، اس کی تفصیلی وجوہات کیلئے ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی (۱۰/۲۱۱۔ ۲۱۶) اور فضائل و مناقب علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت جو بڑی معروف ہے:

«أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا». ❹

''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں''۔

یہ روایت خود امام ترمذی اور ان کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ البانی، علامہ عبد الرحمن مبارک پوری اور دیگر محدثین کے نزدیک سخت ضعیف اور ناقابلِ

---

❶ تحفہ الاحوذی ۱۰ / ۲۲۹، ۲۳۵، ۲۳۶.

❷ مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۲۰ صححہ الالبانی.

❸ المرجع السابق.

❹ ترمذی مع التحفۃ ۱۰ / ۲۲۶. مشکوٰۃ ۲/ ۱۷۲۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال ہے۔ ❶

ایسے ہی ایک اور حدیث میں ہے:

«اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا» .

''میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں''۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ ❷

فضائل ومناقب عشرہ مبشرہ وخلفاء راشدین اربعہ وغیرہم رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ، خلفائے راشدین کے بالترتیب اور یکے بعد دیگرے چاروں کے فضائل ومناقب، مختصر انداز سے آپ کے سامنے رکھے جا چکے ہیں۔ جو ہم نے صرف ان احادیث سے اخذ کئے ہیں جنہیں اہلِ علم نے صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔ اور اس باب میں ضعیف اور موضوع ومن گھڑت روایات بھی بکثرت ہیں جن سے ہم نے عمداً گریز کیا ہے اور کوئی ایک روایت بھی منتخب کر کے براہِ استدلال آپ کے سامنے نہیں رکھی کیونکہ جب صحیح وثابت احادیث رسول ﷺ کا وافر ذخیرہ موجود ہے تو اسی پر اکتفا کرنے میں ہی برکتیں اور دین وایمان کی سلامتی ہے۔ اور یہ نہ صرف اِن فضائل ومناقب کے سلسلہ میں ہے بلکہ ہر موضوع کے لئے ہمارا طریق کار یہی ہونا چاہیئے کہ حتی المقدور کوشش اور تلاش کے بعد صرف صحیح وحسن درجہ کی احادیث سے استدلال کیا جائے۔ وَالْعِصْمَةُ لِلّٰهِ وَبِيَدِهِ التَّوْفِيْقُ.

---

❶ تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الاحوذی ۱۰ / ۲۲۶، ۲۷، مشکوٰۃ و تحقیقہ ۳/ ۱۷۲۱ ورسالۃ ملتحقہ بمشکوٰۃ لابن حجر عقلانی ۳/ ۸۹، ۷۸۸۔

❷ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ محدث لاہور جلد ۱۷، شمارہ ۳، ۵،٤ مشترکہ ۷،٦ از ربیع الاول ۱٤۰۷ تا رجب ۱٤۰۷ھ بمطابق نومبر ۱۹۸٦تا مارچ ۱۹۸۷ مضمون مولانا غازی عزیز صاحب ،الجبیل ، السعودیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتنی ہی احادیثِ رسول ﷺ ایسی بھی ہیں جن میں ان چاروں ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب یکجا ہیں۔ اور ان میں سے بعض میں چھ دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں جو مجموعی طور پر عشرہ مبشرہ کے نام سے معروف ہیں۔

اور ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بخاری و مسلم کی حدیث میں نبی ﷺ نے اپنا ''حواری'' قرار دیا اور فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فرما حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بخاری و مسلم کے ایک ارشادِ نبوی ﷺ میں ''اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' کے لقب سے نوازا۔ ❶

جبکہ ترمذی و ابن ماجہ اور مسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی، چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ، وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ». ❷

''ابو بکر جنتی ہیں، اور عمر جنتی ہیں اور عثمان جنتی ہیں، اور علی جنتی ہیں، اور طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں۔ اور عبد الرحمن بن عوف جنتی ہیں، اور سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، اور سعید بن زید جنتی ہیں۔ اور ابو عبیدہ بن جراح بھی جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔''

---

❶ نظر مشکوۃ ۳/ ۱۷۲۵، ۱۷۲۶.

❷ مشکوۃ ۳/ ۱۷۲۶، ترمذی التحفہ ۱۰/ ۲٤۹، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک حدیث میں یہ نام لینے سے پہلے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ».

''یہ دس اشخاص جنتی ہیں''۔

بہر حال اس حدیث شریف میں ایسے دس سعادتمند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ہیں جنہیں اس دنیا میں ہی جنت کا پروانہ مل گیا تھا۔ اور بخاری کے ایک ارشادِ نبوی ﷺ میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح اس شرف سے نوازا کہ غزوۂ احد کے دن ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«يَا سَعْدُ! ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي».

''اے سعد! تیر اندازی کرتے جاؤ، تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں''۔

اور مسند احمد وغیرہ کی ایک حدیث میں ان حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہ بشارت مذکور ہے:۔

«وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ». ❶

''اور سعد بن مالک بھی جنتی ہیں''۔

اور بخاری و مسلم کی ایک حدیث جس میں حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت میں ایک محل ملنے کی بشارت دی، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ میں نے جنت میں اُمِ انس رضی اللہ عنہا حضرت رمیصاء رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ اور اسی حدیث ہے کہ میں نے ایک آہٹ سی سنی پوچھا یہ کون ہے؟ تو حضرت (حضرت جبرائیل علیہ السلام نے) بتا کہ یہ (آپ ﷺ کے مؤذن) بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❷

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۸۹.

❷ مشکوۃ ۳/ ۱۷۰۲ و ۱۷۴۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اِنَّهٗ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِی الْجَنَّةِ». ❶

''یہ بھی دس جنتی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، یعنی ان کی طرح ہی ہیں''۔

اور بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ». ❷

''وہ اہلِ جنت میں سے ہیں''۔

اور بخاری و مسلم ہی کی ایک حدیث میں حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی داخل ہوا جس کے چہرے پر خشوع کے آثار نظر آ رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے۔ اس تفصیلی حدیث کے آخر میں ان کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ منقول ہے کہ:۔

«اَنْتَ عَلَی الْاِسْلَامِ حَتّٰی تَمُوْتَ».

''موت آنے تک تم اسلام پر رہو گے''۔

اور غالباً اسی بشارت کی بنا پر اور دوسری جنت کی بشارتوں کے پیشِ نظر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یقین سے کہا کہ یہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے۔ بلکہ صحیح بخاری و مسلم شریف میں تو یہاں تک بھی ہے کہ:

نبی ﷺ کو ریشم کا ایک حلہ ہدیہ دیا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے چھونا اور اس کی نرمی پر تعجب کرنا شروع کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم اس کی نرمی پر تعجب کر رہے ہو، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں ایسے

---

❶ مشکوٰۃ ۲/ ۱۷۵۷، ترمذی ۱۰/ ۳۰۷۔

❷ مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۴۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومال دیئے جائیں گے جو اس سے کہیں زیادہ بہتر اور نرم ہوں گے‘‘۔ ❶

اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہی صحیح بخاری و مسلم شریف میں ہے:

«اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ». ❷

’’سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کی موت پر عرشِ الٰہی ہل گیا‘‘۔

اور نسائی شریف میں ہے:

«هٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ». ❸

’’یہ وہ (سعادتمند) شخص ہے کہ جس کیلئے عرش بھی حرکت میں آ گیا، اور آسمان کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے گئے۔ اور اس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے‘‘۔

علامہ عبید اللہ رحمانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد پر خوشی و مسرت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے مقام و مرتبہ اور اکرام و احترام پر عرشِ الٰہی حرکت میں آیا۔ اور عرش کے جمادات میں ہونے کے باوجود یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں نیک ارواح اور ان کے کمالات میں تمیز کی قوت و ادراک پیدا کر دیا ہو۔ ❹

اور امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:۔

’’اہلِ علم کے مذکورۃ الصدر حدیث کے مفہوم میں مختلف اقوال ہیں: ایک

---

❶ مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۴۹، الفتح الربانی ۲۲/ ۲۵۳.

❷ مشکوٰۃ ۳/ ۷۴۹.

❸ مشکوٰۃ ۱/ ۴۹ وصححه الالبانی.

❹ المرعاۃ ۱/ ۲۳۱ طبع مکتبه اثریه سانگه ہل.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ کا کہنا ہے اس کے ظاہری معنیٰ مراد ہیں کہ عرشِ الٰہی ہی ہلا، اور اس کا ہلنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد پر اظہارِ مسرت تھا۔ اور یہی زیادہ صحیح بات ہے جبکہ بعض کہنا ہے کہ اس سے حاملینِ عرش کا ہلنا مراد ہے۔ ❶

اور صرف یہی نہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے بلکہ فرشتوں نے ان کے جنازہ کو کندھا بھی دیا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ: جب انکا جنازہ اٹھایا گیا تو بعض منافقین نے طنزیہ کہا کہ کتنا ہلکا ہے ان کا جنازہ اور یہ ہلکا پن ان کے بنی قریظہ میں حَکَم بننے کی وجہ سے ہے۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ اس وجہ سے ہلکا نہیں بلکہ اس کی وجہ ہے کہ:

«اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهٗ»:

''فرشتے انکے جنازے کو اٹھائے ہوئے تھے''۔

صحیح مسلم شریف میں خطیبِ انصار حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ». ❷

''وہ اہلِ جنت میں سے ہیں''۔

اور مسلم شریف میں ہی مروی ہے کہ: حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی شکایت کی۔ اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ وہ ضرور جہنم میں داخل ہوگا۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ (ہرگز) جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۲۵۴. الفتح الباری ۷/ ۲٤. ۱۲۳

❷ مشکوۃ ۳/ ۷۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ تو غزوۂ بدر و حدیبیہ میں شریک تھے"۔ ❶

فضائل و مناقب اہل بدر رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ کے وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اسلام کے پہلے معرکۂ حق و باطل غزوۂ بدر میں شرکت کی، ان کا ذکرِ خیر نہ صرف احادیث میں بلکہ خود قرآنِ کریم میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت ۱۲۳:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ﴾

سے لے کر آیت ۱۲۶ تک اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول پوری سورہ انفال (بحوالہ فتح الباری ۷/ ۲۸۶) یا پھر اس کا اکثر حصہ اور بالخصوص آیت ۹ تا ۱۲ تو غزوۂ بدر اور بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ❷

وہ غزوۂ بدر جس میں بخاری شریف کے مطابق تین سو دس اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور مورخین کے بقول تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت فرمائی۔ ❸

جن میں سے پینتالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی خود بخاری شریف میں ہی مذکور ہیں۔ ❹

اور میدانِ بدر میں حاضر ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نبی ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی بخاری و مسلم و ابوداؤد میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

«اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ». ❺

---

❶ مشكوة ٣/ ١٧٥٩.

❷ بخاري مع الفتح ٧/ ٢٨٤.

❸ بخاري مع الفتح ٧/ ٢٩١، ٢٩٢.

❹ نفس المرجع ص ٣٢٦. و مشكوة شريف ٣/ ١٧٦٣.

❺ بخاري مع الفتح ٧/ ٣٠٥. مشكاة ٣/ ٧٧٥٤. الفتح الرباني ٢٢/ ١٩٣.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’آج کے بعد تم جو بھی عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی‘‘۔

اور ایک روایت میں ہے:

«قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ». ❶

’’میں نے تمہیں بخش دیا‘‘۔

بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، اور آکر پوچھا کہ اہلِ بدر کا تمہارے یہاں کیا مقام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ». ❷

’’ان کا شمار افضل مسلمانوں میں سے ہوتا ہے‘‘۔

اور ساتھ ہی فرمادیا کہ جو فرشتے میدانِ بدر میں آئے تھے، ان کا بھی یہی مقام ہے (کہ وہ فرشتوں میں سے افضل ہیں)۔

فضائل و مناقب اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم

غزوۂ بدر کی طرح ہی حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی تعداد بخاری و مسلم کے مطابق ایک ہزار چار سو تھی۔ (مشکاۃ ۳/ ۱۷۵۴) ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت و رفعت کا اندازہ بھی اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورہ فتح اول تا آخر پوری انتیس آیات ہی نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہیں۔ اور بطورِ خاص آیت: ۱۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

’’اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے یقیناً راضی ہوگیا ہے جو (ببول کے) ایک

---

❶ بخاری مع الفتح ۷/ ۳۰۵، مشکاۃ ۳/ ۱۷۵٤، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۹۳.

❷ مشکوٰۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے“۔

اور آخری آیت: ۲۹ میں فرمایا:۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا﴾

”اللہ کے رسول محمد اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کفار کیلئے بڑے سخت اور آپس میں بڑے نرم اور مہربان ہیں۔ آپ انہیں رکوع وسجود کی حالت میں دیکھتے ہیں (جس کے ذریعے) وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں“۔

صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

«اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ». ❶

”مجھے امید ہے کہ بدر وحدیبیہ کے میدان میں حاضر ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ان شاء اللہ کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا“۔

مسلم، ابوداود، ترمذی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

”وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے ان شاء اللہ ایک شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔“ ❷

بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو آدمی تھے۔ اور نبی رحمت ﷺ نے ہم سے فرمایا:۔

«اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ». ❸

”آج تم روئے زمین پر سب سے بہترین لوگ ہو“۔

---

❶ مشکوۃ ۳/ ۱۷۵۴، الفتح الربانی ۲۱/ ۱۰۸ و ۲۲ / ۱۹٤.

❷ مشکوۃ ۱۷۵٤/۳، الفتح الربانی ۲۱/ ۱۰۸ و ۲۲ / ۱۹٤.

❸ مشکوۃ شریف ۳/ ۱۷۵٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل ومناقب انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم

بخاری ومسلم شریف میں بلا تفریق تمام انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ». ❶

''انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ اور انصار سے بغض و عداوت نفاق کی نشانی ہے''۔

بخاری ومسلم میں ہی فرمایا:۔

«مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ». ❷

''جس نے (انصار سے) محبت کی، اس سے اللہ نے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض ونفرت کی، اس سے اللہ نے بغض ونفرت کی''۔

مسلم شریف میں ہے:۔

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ». ❸

''اے اللہ! انصار، ان کی اولاد، اور ان کی اولاد کی اولاد کی مغفرت فرما''۔

بخاری شریف میں یکے بعد دیگرے دو حدیثیں ایسی ہیں جن کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے قسم کھا کر تین مرتبہ انصار کے بارے میں فرمایا:

«إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ». ❹

''تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہو''

---

❶ بخاری ۷/ ۱۱۳، مشكاة ۳/ ۱۷۵۱.

❷ حوالہ سابقہ.

❸ مشكوة ۳/ ۷۵۳.

❹ بخاری مع الفتح ۷/ ۱۱۳، ۱۱٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ حشر کی آیت: ۸ فضائلِ مہاجرین، اور آیت: ۹ فضائلِ انصار پر ہی مشتمل ہے۔

چنانچہ سورہ حشر کی آیت ۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ .

''(اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں''۔ ❶

اور اس سے اگلی ہی آیت: ۹ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

''اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرصِ

❶ نیز دیکھئے بخاری مع الفتح ۸/۷ باب مناقب المہاجرین وفضلہم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں''۔ ❶

اور سورہ توبہ کی آیت: ۱۰۰ میں تو اہلِ بیت وزوجاتِ رسول ﷺ سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا پروانہ عطا کرتے ہوئے فرمایا ہے:

«وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ».

''مہاجر وانصار میں سب سے پہلے (اسلام کی طرف) سبقت کرنے والے، اور وہ لوگ جنھوں نے خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا، اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے''۔

جبکہ بخاری شریف میں انصارِ مدینہ کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ».

''تم صبر کرو یہاں تک کہ تم مجھے حوض پر ملو گے، یعنی حوضِ کوثر پر ہماری ملاقات ہوگی''۔

اور ایک روایت میں ہے:

«اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ وَ مَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ». ❷

''تم صبر کرو، میری اور تمہاری ملاقات کا موعدو مقام حوضِ کوثر ہے''۔

یہ ارشاداتِ نبوی ﷺ، تمام انصار کے اہلِ جنت ہونے کی شہادت ہیں۔

اور بخاری شریف میں نبی ﷺ کی یہ دعائیں مذکور ہیں:

«اَللّٰهُمَّ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ».

---

❶ بخاری مع الفتح ۷/ ۱۱۰ ۱۹باب مناقب الانصار.

❷ بخاری مع الفتح ۷/ ۱۱۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! انصار و مہاجرین کی اصلاح فرما''۔ (اور انہیں نیک و صالح بنا دے)

اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ... فَاَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَةِ».

''اے اللہ! بس حقیقی زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس تو مہاجرین وانصار کی اصلاح فرما''۔

غزوۂ خندق کے موقع پر قولِ انصار یہ تھا:

«نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا... عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا».

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے زندگی بھر (تا حیات) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جہاد پر بیعت کی''۔

انکے لئے جوابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تھا:

«اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ... فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ»

''اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی زندگی (پائیدار) نہیں، تو تو پھر انصار و مہاجرین کو اکرام بخش''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خندق کی مٹی ڈھوتے دیکھ کر فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ..... فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ». (1)

''اے اللہ! آخرت کی زندگی ہی زندگی اصل ہے، پس تو مہاجرین و انصار کی بخشش فرما''۔

یہ تمام ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انصار و مہاجرین (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہیں۔

---

(1) بخاری مع الفتح ۷ / ۱۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اہل بیت کون کون؟

گزشتہ صفحات میں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں مقام وشرفِ صحابیت کا ذکر کیا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بھی ذکر کیے، جن میں بطورِ خاص ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکرِ جمیل آیا جنہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارتیں دی تھیں۔ اور وہ قدسی نفوس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمایا ہے۔ جن میں غزوۂ بدر وحدیبیہ اور بیعتِ رضوان کے شرکاء صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ مقام وشرفِ صحابیت جس طرح دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے ایک نہایت بڑی نعمت اور اعزاز ہے، اسی طرح وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کیلئے بھی سرمایۂ افتخار ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں یا اہلِ بیت یا اہلِ خانہ کو شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ جو شرفِ قرابت حاصل ہے، اس میں تو ان کا کوئی ثانی ہی نہیں، کیونکہ انکی پاکدامنی وپاک بازی اور تطہیر کا اہتمام خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت: ۳۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾

''اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر قسم کی گندگی کو دور کر دے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب رہا مسئلہ یہ کہ نبی ﷺ کے گھر والوں، یا اہلِ خانہ یا اہلِ بیت میں کون کون لوگ شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں اہلِ علم کی تین آراء ہیں:۔

① اہلِ علم کی ایک جماعت جس میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کے علاوہ عطاء، کلبی، مقاتل اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما جیسے مفسرینِ قرآن اور سرکردہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں مذکور اہلِ بیت سے مراد خاص نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

② دوسری جماعت جس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، امام مجاہد، قتادہ، اور ایک روایت میں کلبی رضی اللہ عنہ شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں مذکور اہلِ بیت سے مراد خاص حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم ہیں۔

③ محققین علماءِ تفسیر کی تیسری جماعت جس میں امام ضحاک، قرطبی، امام ابن کثیر اور امام شوکانی رحمہ اللہ جیسے اساطینِ علم ومعرفت شامل ہیں، ان سب نے درمیانہ موقف اختیار کیا ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق کی رو سے نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرت تو اہلِ بیت ہیں ہی جبکہ قرابت اور نسبی تعلق کی بناء حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بھی اہلبیت میں شامل ہیں۔ اور صحیح مسلم ومسند احمد کی ایک صحیح حدیث کی رو سے نسبی قرابت کی بناء پر آلِ علی رضی اللہ عنہ کی طرح ہی آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم کا اہلِ بیت ہونا بھی ثابت ہے۔

اور ان سب کے شاملِ اہلِ بیت ہونے کی صراحت کئی صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اور کثیر علماءِ تفسیر وحدیث اور اہلِ تحقیق نے اسی تیسرے موقف کو ترجیح دی ہے۔ اور سیاقِ قرآنی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کے اہلِ بیت یا اہلِ خانہ میں آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت حسن وحسین اور آلِ عقیل وجعفر وعباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اور عرفِ عام بھی اسی کا مؤید ہے کہ بچوں کے ساتھ بیویاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اہلِ خانہ میں شامل ہوتی ہیں۔

نبیٔ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت میں کون کون حضرات شامل ہیں؟ اس موضوع کا لبِ لباب یا خُلاصہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ (1)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطابِ الٰہی

نبیٔ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، خصوصاً آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا تذکرہ اور چند خاص ہدایات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی سورۂ احزاب میں فرمایا ہے، اور اس سورۂ مبارک کا آغاز رئیسِ اہلِ بیت یا سربراہِ خاندانِ نبی آخر الزمان، امام الانبیاء والرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

”اے میرے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور کفار و منافقین کی باتوں میں نہ آؤ، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں“۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:۔

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾

”جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے اس کی

---

(1) اگر تفصیلات مطلوب ہوں تو کتب تفسیر میں سے امام قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی جلد ۷ جز ۱۴، ص ۱۸۲ تا ۱۸۴، امام ابن الجوزی کی تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر جلد ۶ ص ۳۸۱، ۳۸۲، تفسیر ابن کثیر عربی جلد ۳ ص ۴۸۲ تا ۴۸۷، یا تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴ ص ۲۷۹ تا ۲۸۴، امام سیوطی کی تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۱۶۸-۱۶۹، امام شوکانی کی تفسیر فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۸ تا ۲۸۰۔ اور علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۱۲ تا ۲۰۔ اور کتب شروح حدیث میں سے علامہ عبد الرحمن مبارک پوری کی تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد ۹، ص ۶۶-۶۷، اور علامہ احمد عبد الرحمن البنا کی الفتح الربانی، ترتیب و شرح مسند احمد الشیبانی جز ۱۸ ص ۲۳۷-۲۳۸ کا مطالعہ فرمائیں۔ اور شیعہ حضرات جو صرف آلِ علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت ہونے کے قائل اور اسی پر مصرّ ہیں۔ ان کا نقطہ نظر شیعی تفسیر الکافی، للفیض الکاشانی جلد ۴ ص ۱۸۷ تا ۱۸۹ میں مذکور ہے)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی کرتا رہ، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر ایک عمل سے باخبر ہے''۔

اور تیسری آیت میں فرمایا:۔

﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''تو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل رکھ، وہی کارسازی کیلئے کافی ہے''۔

ان آیات میں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے، اطاعتِ الٰہی پر کاربند رہنے اور توکل و بھروسہ کی تعلیمات ہیں۔ اور تنبیہ کی ایک مؤثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے کہ چھوٹا خود ہی چوکنا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر کہ دوسروں کیلئے وہ تاکید اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اگلی دو آیتوں میں ظِہار یعنی اپنی بیوی کو ماں کہہ بیٹھنے اور متبنّٰی بنانے یعنی کسی کے بیٹے کو اپنا منہ بولا یا لے پالک بنانے کی شرعی حیثیت اور احکام بیان کرنے کے بعد چھٹی آیت میں نبیٔ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام و مرتبہ اور حیثیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

«اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ».

''نبی تو اہلِ ایمان پر خود ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ حق رکھنے والے اور مہربان ہیں اور نبی کی ازواج مؤمنوں کی مائیں''۔

آگے چل کر آیت: ۵۲ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾

''اس کے بعد تمہارے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ، اگرچہ ان کا حسن تمہیں بھلا لگے''۔

اور آیاتِ خیار (۲۸۔ ۲۹) میں دیئے گئے اختیار میں ازواجِ مطہرات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہن کے سرخرو نکلنے کے بعد ان کی نبی ﷺ سے ابدی رفاقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور ان میں تبدیلی لانے کا اختیار خود نبی ﷺ سے بھی واپس لے لیا ہے۔ اور اگلی آیت ۵۳ میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾

''اور تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ یقیناً یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے''۔

اس آیت میں نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے امت پر ہمیشہ حرام ہونے کا (یعنی حرمتِ دوام کا) اعلان کیا گیا ہے۔

کلامِ الٰہی کے ان کلمات پر ذرا ٹھنڈے دل اور گہرائی سے غور کریں، جن میں خالقِ ارض وسماء کا ارشاد ہے کہ:

''اے مومنو! تمہاری ذات پر خود تمہارا اپنا اتنا حق نہیں جتنا کہ نبی ﷺ کا ہے لہٰذا امورِ دنیا و دین میں اپنے لئے تم خود کوئی لائحہ عمل تجویز نہ کرو، بلکہ نبیٔ اکرم ﷺ جو حکم فرمائیں۔ اسے دل و جان سے تسلیم کرتے جاؤ، اور اسی تسلیم ورضا میں تمہاری دین ودنیا کی بھلائی اور فوز وفلاح ہے''۔

اور نبی ﷺ کی بیویوں، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

''وہ حرمت واحترام؟ عزت واکرام اور بزرگی واعظام میں تمام اہلِ ایمان کی مائیں ہیں''۔

تاہم حرمتِ نکاح اور تعظیم وتکریم کے سوا دیگر احکام مثلاً خلوت، پردہ اور ان کی اولاد سے شادی وغیرہ امور میں وہ ماں کی طرح نہیں ہیں۔ [1]

---

[1] تفسیر کی کتب تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم کی اسی آیت اور اسی حکمِ الٰہی کے پیشِ نظر نبی ﷺ کی بیویوں کو امہات المؤمنین یعنی مؤمنوں کی مائیں کہا جاتا ہے۔ جیسے ام المؤمنین حضرت خدیجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ، ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہن۔

اسی سورۂ احزاب کی آیت: ۲۸ سے لے کر ۳۴ تک مسلسل نبیٔ اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب ہے اور اس خطاب کے دوران ''اہلِ بیت'' کا لفظ آیا ہے۔ اور اس لفظ والی آیت سے پہلے والی پانچ آیتوں میں خطاب نبی ﷺ کی بیویوں سے ہے، خود اس لفظ والی آیت کے پہلے دو تہائی حصے میں خطاب نبی ﷺ کی بیویوں سے ہی ہے، اور اس لفظ پر مشتمل آیت کے بعد والی آیت میں بھی خطاب نبی ﷺ کی بیویوں سے ہی ہے، اس طویل و مسلسل خطاب کے دوران ہی لفظ اہلِ بیت کی آمد اور قرآنِ کریم کے اسی سیاق وسباق کے پیشِ نظر ہی اہلِ تحقیق علماءِ تفسیر کا کہنا ہے نبی ﷺ کی بیویوں کو اہلِ بیت سے خارج قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ الغرض نبیٔ اکرم ﷺ کے توسط سے اس خطابِ الٰہی کا آغاز یوں ہوتا ہے:۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (سورہ احزاب: ۲۸۔ ۲۹)

''اے میرے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں، اور اچھائی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے (نعمتوں والے) گھر کو چاہتی ہو تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والی (ازواجِ رسول) کیلئے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم (یعنی زبردست ثواب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیار کر رکھا ہے''۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ان آیات کے نزول کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو بیویاں تھیں جنکے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت عائشہ، حفصہ، امِ حبیبہ، سودہ، اُمِ سلمٰی، صفیہ، میمونہ، زینب اور جویریہ رضی اللہ عنہن۔

بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مجھ سے کی، تو میں نے کہا: میں اللہ، اس کے رسول، اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔ اور پھر باقی سب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی یہی بات کہی۔ ❶

یعنی سب امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند کر لیا۔

یہ واقعہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی بیویاں ساری عمر نیک ہی رہیں۔ ﴿ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ ﴾۔ اور دنیا وزینتِ دنیا یا پھر اللہ، رسول اور دارِ آخرت میں سے کسی چیز کو اختیار کر لینے میں خیار دیئے جانے پر ان سب نے اللہ و رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا۔

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ''خیار'' دے دے اور عورت خاوند کو پسند کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ہاں اگر عورت علیحدگی پسند کرے تو ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی جبکہ خاوند نے مطلق طلاق کی نیت کی ہو۔ ❷

اور جب امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تا حینِ حیات برضاء و رغبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر چکیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بلند مقام و مرتبہ کو بر قرار رکھنے کیلئے ایک لائحہ عمل دیا اور سمجھایا کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔

---

❶ بن كثير ٣/ ٤٨١، قرطبى ١٤/ ١٧١.

❷ فتح القدير للشوكاني.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر بالفرض تم نے نبی ﷺ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی یا پھر بالفرض تم سے تمہارے مقام و مرتبہ کے منافی کوئی بدخلقی سرزد ہوئی تو تمہیں دوہرا عذاب و عقاب ہوگا۔ اسی طرح ہر نیک عمل کا ثواب بھی عام عورتوں کی نسبت دوگنا ہی ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ (سورہ احزاب: ۳۰)

''اے (میرے) نبی کی بیویو! تم میں سے جس کسی نے کسی کھلی بداخلاقی کا ارتکاب کیا تو اسے (دوسری عورتوں کی نسبت) دوہرا عذاب دیا جائے ہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ (دوگنا عذاب دینا) بہت آسان سی بات ہے''۔

آگے فرمایا:۔

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾۔ (سورہ احزاب: ۳۱)

''اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی۔ تو ہم اسے دوہرا اجر عطا کریں گے۔ اور اس کیلئے ہم نے عزت کی روزی (یعنی جنت کی نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں''۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ازواجِ مطہرات کی نسبت نافرمانی و بدسلوکی کا فرمان بطورِ شرط کے ہے کہ اگر تم ایسا کروگی تو یہ عذاب ہوگا، جبکہ شرط کا واقع ہونا ضروری نہیں ہوتا، جیسے سورۂ زمر، آیت: ۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے مخاطب ہوکر فرمایا ہے:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾

''(اے نبی!) اگر تم بھی شرک کروگے تو تمہارے تمام اعمال بھی برباد ہو جا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ئیں گے''۔

مگر نبی ﷺ سے شرک کا صدور ہرگز نہیں ہوا۔ سورۂ انعام، آیت: ۸۹ میں ۱۸ انبیاء کرام کا ذکر کر کے فرمایا:۔

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اگر یہ انبیاء شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال بھی بیکار ہو جاتے''۔

لیکن کسی بھی نبی نے شرک کا ارتکاب ہرگز نہیں کیا۔ اور سورۂ زخرف کی آیت: ۸۱ میں تو یہاں تک ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾

''(اے میری نبی!) ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر واقعی رب رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی، تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا''۔

اور سورہ زمر کی آیت: ۴ میں ارشاد فرمایا:۔

﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بیٹا بنانا ہوتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا برگزیدہ کر لیتا''۔

مگر ان دونوں مقامات پر خود اللہ تعالیٰ نے اولاد ہونے کی تردید فرمادی ہے۔ سورۂ زخرف کی آیت: ۸۲ میں فرمادیا:

﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''پاک ہے ارض و سماوات کا فرمانروا، اور عرش کا مالک، ان ساری باتوں سے لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں''۔

اور سورہ زمر کی آیت: ۴ ہی میں ارشاد فرمایا:۔

﴿سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پاک ہے وہ (ذات) اِس سے (کہ کوئی اس کا بٹیا ہو) وہ اللہ ہے یکتا اور غالب قہار''۔

ان پانچوں مقامات پر شرط کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ لیکن کسی ایک مقام کا متعلقہ امر بھی واقع نہیں ہوا۔ اور نہ ہی شرط کا واقع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ازواجِ رسول ﷺ، امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی نسبت بھی فرمایا کہ اگر تم میں کوئی کھلی نافرمانی و بدسلوکی یا لغو حرکت و بد خلقی کرے تو اسے دگنی سزا ہوگی۔

سورۂ احزاب کی آیت: ۳۰ سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ان میں سے کسی نے واقعی کوئی ایسی اپنے مقام و مرتبہ سے گری ہوئی نازیبا حرکت کی ہو یا اس کا کوئی اندیشہ تھا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ. بلکہ بطورِ شرط کے یہ فرمان نازل فرما کر انہیں یہ احساس دلانا مقصود تھا کہ تم ساری امت کی مائیں ہو، اس لئے اپنے مرتبے سے گرا ہوا کوئی کام نہ کرنا جیسا کہ اگلی ہی آیت میں واضح الفاظ میں فرمادیا ہے:۔

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾

''نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

امام الانبیاء و الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی فحش حرکت کا سرزد ہونا تو دور کی بات ہے، خاندانِ نبوت کے معروف فرد، نبی ﷺ کے چچازاد بھائی، امام المفسرین ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تو ارشاد ہے کہ:

''کسی بھی نبی کی بیوی سے فحاشی کا ارتکاب نہیں ہوا۔ اور اس چیز پر اجماعِ امت ہے۔ البتہ سابق میں ایمان واطاعت میں خیانت ثابت ہے جیسا کہ سورۂ تحریم کی آیت: ۱۰ میں حضرت نوح ولوط علیہما السلام کی بیویوں کے بارے میں آیا ہے۔'' ❶

---

❶ تفسیر ابن کثیر ٤/ ٢٧٧، ٢٧٨ اردو. فتح القدیر. قرطبی. لشرف الحواشی مولانا محمد عبدہ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے نبی ﷺ کو کبیدہ خاطر کرنے کیلئے جو تہمت لگائی تھی، اس کی تردید سات آسمانوں کے اوپر سے خود اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان فرما دیا تھا۔'' ❶

شیعہ حضرات ان تمام آیات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بجائے نبی ﷺ کی کسی کنیز سے متعلق قرار دیتے ہیں جو کہ انتہائی دور کی کوڑی اور ٹیڑھی منطق ہے کہ حرم نبوی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگے تو تردید و براءت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اور کسی کنیز پر تہمت لگے، تو اس کی تردید و براءت نازل جائے۔ ''بباید سوخت ایں عقل و دانش را''۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

قرآنِ کریم کی سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے مخاطب ہو کر مخصوص ہدایات نازل فرمائی ہیں۔ اسی سلسلہ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾

''اے نبی کی بیویو! تم تمام عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ازواج کو ان کا بلند مقام و مرتبہ یاد دلا دیا، اور پھر فرمایا۔

﴿إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ (الاحزاب: ۳۲)

---

❶ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ ترجمہ و تفسیر سورہ نور آیت ۱۱ تا ۲۶، نزول براءت ۱۰ آیات اور آگے متعلقات واقعہ، الفتح الربانی ۲۲/۱۲۱ و ۱۸/۱۱۸ ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو، تاکہ جس کے دل میں روگ ہے وہ کسی لالچ میں مبتلا نہ ہو، بلکہ صاف سیدھی بات کیا کرو‘‘۔

اور اگلی آیت: ۳۳ میں فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا﴾

(احزاب: ۳۳)

’’اور اپنے گھروں میں باوقار طریقے سے ٹکی رہو، اور سابق دورِ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبی سے ہر قسم کی لغویات وگندگی کو دور کر دے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے‘‘۔

اور اس سے اگلی آیت میں بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے مخاطب ہو کر ہی فرمایا:۔

﴿وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ إِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا﴾ (سورۃ احزاب ۳۴)

’’تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی باتیں (یعنی ارشادات واحادیثِ رسول) پڑھی جاتی ہیں، انہیں یاد رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ لطیف (یعنی باریک بین ومہربان اور) ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے‘‘۔

یہاں آکر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے متعلق یہ مسلسل خطابِ الٰہی ختم ہو جاتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اسی خطاب کے دوران ہی اہلِ بیت کا ذکر بھی آیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ یہاں اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی ہیں۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ نے آلِ علی رضی اللہ عنہ کو بھی اہلِ بیت میں شامل فرمالیا تھا۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے پتہ چلتا ہے جن کی نصوص اور ترجمہ آگے ذکر ہوگا۔ (اِنْ شَآءَ اللّٰہ)

تذکرۂ امّ المؤمنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کی زندگی مبارک میں آنے والی سب سے پہلی زوجہ محترمہ اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اب ہم ان کا ذکرِ جمیل اور ان کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتیق بن عائد مخزومی سے ہوا تھا، اور اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابو ہالہ ہند بن نباس تمیمی سے ہوا جس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے تھے جن میں سے۔ ایک ہالہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور یہ صحابی تھے۔

ان کا ذکر صحیح بخاری شریف میں آیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ان کا نام سن کر خوشی سے فرمایا تھا:

«اَللّٰھُمَّ ھَالَہٗ»۔

''اے اللہ! ہالہ آیا ہے''۔

علامہ منصور پوری نے اسی طرح رحمۃ للعالمین (۱۴۶/۲) میں ذکر کیا ہے۔ جبکہ صحیح بخاری اور مسلم باب تزویج النبی ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفضلھا اور باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں «اَللّٰھُمَّ ھَالَۃَ بِنْتُ خُوَیْلِدَ» آیا ہے۔ [1] جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ الفاظ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے بارے میں فرمائے تھے۔ اور فتح الباری (۱۴۰/۷) میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مستغفری کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ ﷺ کے الفاظ: «ھَالَۃَ ھَالَۃَ» ہیں جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل ہوئے ہیں۔ اور پھر خود مستغفری نے ہی لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ہالہ سے مراد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہے نہ کہ بیٹا۔ البتہ امام ابن حبان وابن عبدالبر نے ہالہ ابن خدیجہ رضی اللہ عنہا (ہالہ بن ابو ہالہ تمیمی) کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں ذکر کیا ہے جس سے ہالہ کے صحابی ہونے کا پتہ بھی چلتا۔

دوسرے بیٹے کا نام طاہر رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ بھی صحابی تھے، اور نبی ﷺ نے انہیں ایک چوتھائی یمن کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ اور تیسرے بیٹے کا نام ہند رضی اللہ عنہ تھا، وہ بھی صحابی تھے، بلکہ ان کا بچپن اور پرورش بھی نبی ﷺ کے گھر میں ہوئی۔ بڑے فصیح و بلیغ اور نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بڑی خوبی وصحت سے بیان کرتے۔ اسی بناء پر ہی ''وصّاف النبی'' یعنی نبی ﷺ کا حلیہ اور اوصاف بیان کرنے والے مشہور تھے۔ جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ [2]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن کا نام بھی ہالہ بنت خویلد تھا، جو کہ صحابیہ تھیں انہی کے فرزند ابو العاص بن ربیع ہیں جو نبی ﷺ کے لختِ جگر قاسم رضی اللہ عنہ سے چھوٹی اور باقی تمام اولادِ رسول ﷺ سے بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی ﷺ کے پہلے داماد تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایک سگے بھائی کا نام عوام تھا جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ پانچویں پشت قصی میں جا کر نبی اکرم ﷺ کے

---

[1] بخاری مع الفتح ۷/ ۱۳۴، مسلم مع النووی ۸/ ۱۵، ۲۰۲.

[2] زوائد مسند احمد کی ایک غیر معتبر روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اور بھی تھے جو کہ عہد جاہلیت میں ہی وفات پا گئے تھے۔ جن کے بارے میں ہے: «ھُمَا فِی النَّارِ». (مشکوۃ ۴۱/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی شرافت ونجابت کا یہ عالم تھا کہ عہدِ جاہلیت میں بھی وہ ''طاہرہ'' یعنی پاکدامن معروف تھیں۔ ادھر نبی ﷺ امانت و دیانت اور صداقت کا شہرہ عام ہو گیا۔ آپ ﷺ تو نبوت سے پہلے ہی صادق وامین کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ جب آپ ﷺ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیغامِ نکاح ملا۔ اور نکاح ہو گیا جبکہ حضرتِ طاہرہ رضی اللہ عنہا دوسرے شوہر سے بھی بیوہ اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ چکی تھیں۔ ❶

فضائل ومناقب:

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ سعادتمند خاتون ہیں کہ جنہیں نبی اکرم ﷺ کے حرمِ زوجیت میں داخل ہونے کا شرف سب سے پہلے حاصل ہوا۔ اور پچیس سال تک یہ شرف مسلسل رہا اور جب تک وہ زندہ رہیں نبی ﷺ نے کسی دوسری زوجۂ محترمہ سے نکاح نہیں کیا جیسا کہ مسلم شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خَدِيْجَةَ حَتَّى مَاتَتْ». ❷

''جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، رسول اللہ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔''

اور دوسری عظیم سعادت یہ حاصل کی کہ نبی ﷺ پر مردوں، عورتوں، بچوں، بڑوں، سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اور اس اعتبار سے وہ امتِ اسلامیہ کی پہلی فرد اور پہلی مسلمان تھیں، اور جب نبی اکرم ﷺ کو شرف نبوت ورسالت سے نوازا گیا، اور

❶ مختصر از رحمة للعالمين ٢/ ١٤٣، ١٤٧، الفتح الرباني ٢٠ / ١٩٧، ١٩٨ و٢٣٦، ٢٣٧، فتح الباري ٧/ ١٣٤، ١٣٥.

❷ مسلم مع شرحه النووي ٨/ ١٥ / ٢٠١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غارِ حراء میں قیام کے دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی مرتبہ وحی لے کر آئے تو نبی ﷺ سخت گھبرائے ہوئے گھر پہنچے، اور حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

«لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ».

''مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے''۔

تو بارِ مشکلاتِ نبوت کو اٹھانے کا حوصلہ اِنہی خاتون کے ہمت افزا الفاظ نے دیا۔

صحیح بخاری شریف کی ابتدائی حدیث ۳ باب ''کیف کان بدأ الوحی الیٰ رسول اللہ (ﷺ)'' میں حضرت خدیجہ علیہا السلام کے وہ ہمت افزا و جان نواز الفاظ یوں ہیں:۔

«كَلَّا، وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ». [1]

''نہیں نہیں (آپ کو ڈر کا ہے کا) بخدا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ (میں دیکھتی ہوں کہ) آپ ﷺ اہلِ قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے ہیں، کمزور و ناتواں لوگوں کا تعاون کرتے ہیں، اور تہی دست غریبوں کی امداد کرتے ہیں، اور مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حقیقی مصیبت زدوں کی آپ ﷺ امداد کیا کرتے ہیں''۔

یوں نبی ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کا تذکرہ کر کے آپ ﷺ کی ڈھارس بندھائی اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«قَدْ اٰمَنَتْ بِيْ اِذْ (حِيْنَ) كَفَرَ بِيَ النَّاسُ وَصَدَّقَتْنِيْ اِذْ

[1] بخاری مع الفتح ۱/ ۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَذَّبَنِي النَّاسُ وَاَشْرَكَتْنِي فِيْ مَالِهَا حِيْنَ حَرَمَنِي النَّاسُ وَرَزَقَنِي اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ وَلَدَهَا اِذْحَرَمَنِيْ اَوْلَادَ النِّسَاءِ (اَوْحَرَمَ وَلَدَ غَيْرِهَا)» ❶.

''وہ مجھ پر ایمان لائیں جبکہ لوگوں نے کفر اختیار کیا، انہوں نے میری تصدیق کی جبکہ دوسرے لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انہوں نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جبکہ دوسرے لوگوں نے مجھے کسب مال سے محروم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بطن سے اولاد دی، جبکہ دوسری بیویوں سے نہیں ہوئی''۔

تاہم حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ لیکن وہ آپ ﷺ کی کنیز (امّ ولد) تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کا استثناء ضروری نہیں سمجھا ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی و مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«وَخَيْرُ نِسَآئِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ» ❷.

''اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل ہیں''۔

اور ترمذی و مسند احمد، ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَاٰسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ» ❸.

---

❶ بحوالہ رحمة للعالمين ٢/ ٤٥، الفتح الربانی ٢٠ / ٢٤ وحسنه فتح الباری ٧ /١٣٧.

❷ بخاری مع الفتح ٧/ ١٣٣و مسلم النووی ٨/ ١٥ / ١٩٨، ترمذی مع التحفہ ١٠ / ٣٨٨ و الفتح الربانی ٢٠. ٢٤، مشكوٰة ٣/ ١٧٤٣.

❸ ترمذی معه التحفه ١٠ / ٣٨٩ الفتح الربانی ٢٠ / ١٣٣، ٢٤٠، مشكوٰة ٣/ ١٨٤٥، وصححه الترمذی والالبانی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”(مقام و مرتبہ اور فضائل و محاسن کے اعتبار سے) تمہارے لیے دنیا بھر کی عورتوں میں سے (یہ چار) عورتیں ہی کافی ہیں: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ) حضرت مریم بنت عمران، (ام المؤمنین حضرت) خدیجہ بنت خویلد، (جگر گوشۂ رسول حضرت) فاطمہ بنت محمد (ﷺ) اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ“۔

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسا شرف بھی حاصل ہے جس میں ان کا ہمسر دوسرا کوئی نہیں۔ اور وہ شرف ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا سلام بھیجنا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد و طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی طرف آرہی ہیں، اور ان کے ہاتھ میں کھانا اور سالن ہے“۔

«فَإِذَا أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَ مِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ». [1]

”جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں اور انہیں جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت و خوشخبری بھی دے دیں جو ہیرے جواہرات کا بنا ہوا ہے۔ جس میں نہ کوئی شور و شغب ہوگا نہ رنج و الم“۔

سبحان اللہ! جسے رب ذو الجلال اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی سلام بھیجیں، ان کے تو مقام و مرتبہ کا تعین کرنا بھی تصور سے باہر ہے۔ اور اس بلند مقام و مرتبہ کو

[1] مشکوۃ ۳/ ۱۷۴۳. بخاری مع الفتح ۷ / ۱۳۳، مسلم مع النووی ۸ /۱۵/ ۱۹۹، الفتح الربانی ۲۰ / ۲۳۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانے والی ام المؤمنین سے نبی ﷺ کے تعلقِ خاطر کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ انہیں ان کے وفات پا جانے بعد، متعدد بیویاں ہونے کے باوجود بھی بکثرت یاد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی اور مسند احمد میں مروی ہے کہ:۔

"مجھے نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنی غیرت و چڑ نہیں آتی تھی جتنی میں خدیجہ رضی اللہ عنہا پر چڑتی تھی۔ حالانکہ میں نے انہیں دیکھا ہوا بھی نہیں تھا۔ لیکن نبی ﷺ پھر بھی ان کا ذکر بکثرت ہی فرمایا کرتے تھے، اور جب کبھی بکری ذبح کرتے تو گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر ان کی سہیلیوں کی طرف بطورِ ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ (اسی چڑ میں آکر) ایک مرتبہ میں کہہ بیٹھی کہ جیسے دنیا میں تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ». [1]

"خدیجہ رضی اللہ عنہا میں یہ اور یہ اوصاف تھے۔ اور (سب سے بڑھ کر یہ کہ) اس کے بطنِ طاہر سے میری اولاد تھی"۔

اور مسلم شریف میں تو یہ بھی ارشاد ہے:۔

«اِنِّيْ قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا». [2]

"مجھے ان کی محبت خدا کی دین ہے"۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ ایسے الفاظ بھی نکل گئے کہ:۔

"وہ تو قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بڑھیا تھیں...... الخ"۔

---

[1] بخاری مع الفتح ۷/ ۱۳۳، مسلم مع النووی ۸/ ۱۵ / ۲۰۰۔ ۲۰۱، الترمذی مع التحفہ ۱۰ / ۸۶ ۳، الفتح الربانی ۲۰ / ۲۴۰، مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۴۳۔

[2] مسلم مع النووی ۸/ ۱۵/ ۲۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا یا ڈانٹا نہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ نے امام طبری وغیرہ علماء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''سوتنوں کی یہ باہمی غیرت و چڑ معاف ہے، اس پر انہیں کوئی عقوبت و سزا نہیں ہوگی''۔

کیونکہ یہ چیز عورت کی فطرت میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زجر و توبیخ نہیں کی''۔ اور قاضی عیاض کا کہنا ہے کہ:

''ایسے کلمات کا صدور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کم سنی و نو جوانی کی وجہ سے ہوا۔ اور لگتا ہے کہ اس وقت تک وہ ابھی بالغ نہیں ہوئی تھیں''۔ [1]

جبکہ حضرت عائشہ، حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے فضائل کی معترف تھیں جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جنّت میں گھر ہونے کی بشارت والی بعض روایات کی راوی ہیں۔ [2]

امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اولادِ الرسول ﷺ

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ طاہر سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو سب سے پہلے ایک بیٹا عطا فرمایا، جن کا نام قاسم تھا، اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اسی لختِ جگر کے نام سے اپنی کنیت ''ابوالقاسم'' رکھی۔ اور یہ کنیت کتبِ حدیث میں سے صحاح و سنن سبھی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور بعض صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرما دیا تھا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلوائے۔ اس طرح اگر کسی کا نام محمد ہوتا تو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم نہیں رکھ سکتا تھا، جبکہ بعض اہلِ علم نے اس ممانعت کو نبی ﷺ کے عہدِ مسعود تک خاص کر دیا ہے

---

[1] مسلم مع النووی ۸/ ۱۵ / ۲۰۱.

[2] بخاری مع الفتح ۷ / ۱۳۳، مسلم مع النودی ۸ / ۱۵ / ۲۰۰، ۲۰۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد اس کی ممانعت نہیں رہی۔

آپ ﷺ کے یہ پہلے فرزند ابھی پاؤں پر چلنا سیکھے ہی تھے کہ وفات پا گئے۔ ان کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی چار بیٹیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں۔ ان چاروں بیٹیوں کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہاں نبی ﷺ کے دوسرے بیٹے نے جنم لیا جن کا نام نامی اسمِ گرامی عبداللہ تھا۔ آپ ﷺ کے یہ لختِ جگر اس وقت پیدا ہوئے جبکہ آپ ﷺ منصبِ نبوت ورسالت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ اہلِ علم نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو نبوت ورسالت مل چکنے کے بعد دورِ اسلام میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہی آپ ﷺ کے اس فرزند کو طیب اور طاہر کے القاب سے بھی پکارا جاتا تھا، اور یہ دونوں لقب اس قدر مشہور ہوئے کہ بعض مورخین اور سیرت نگاروں نے طیب و طاہر کو نبی ﷺ کے دو الگ الگ بیٹے شمار کیا ہے مگر علامہ ابن قیم اور قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ جیسے محققین نے اسے ہی ترجیح دی ہے کہ یہ دونوں لقب ہی تھے۔ [1]

الغرض نبی ﷺ کے یہ لختِ جگر بھی بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ اور انہی کی وفات پر مشرکینِ مکہ نے جب یہ کہنا شروع کیا کہ اب اس شخص کی کوئی نرینہ اولاد نہیں رہی لہٰذا اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے مٹ جائے گا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نبی ﷺ پر سورہ کوثر نازل فرمائی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو حوضِ کوثر یا نہرِ کوثر عطاء کی۔ پس آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں، اور قربانی کریں، یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے''۔ [2]

---

[1] زاد المعاد ۱/ ۲۵، رحمة للعالمين ۲/ ۹۶، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۰۱، ۱۰۲.

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے ابن کثیر اردو ۵/ ۷۰۹، ۷۱۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفار ومشرکین یہ سمجھتے تھے کہ نرینہ اولاد کے باقی نہ بچنے سے اب ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ یہ تصور ان کی جہالت ونادانی کا نتیجہ تھا ورنہ صدیوں پہلے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب زبور کے کئی مقامات پر نبی ﷺ کے بارے میں بشارتیں مذکور ہیں۔ اور بعض میں تو اس بات کی صراحت بھی موجود ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کا اسمِ گرامی ابد الآباد تک باقی رہے گا جیسا کہ زبور کے ایک مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:۔

''میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا، پس سارے لوگ ابد الآباد تک تیری ستائش کریں گے''۔ (زبور ۴۵۔ ۱۷)

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

''اس کا نام ابد تک باقی رہے گا، جب تک آفتاب رہے گا۔ اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے۔ ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی''۔ (زبور ۷۲۔ ۱۷)

اور زبور ہی کے تیسرے مقام پر فرمایا:۔

''اس کے حق میں سدا دعا ہوگی، ہر روز اس کی مبارکباد کہی جائے گی''۔ (زبور ۷۲۔ ۱۵)

سابقہ آسمانی کتابوں کی ان بشارتوں اور قرآنِ کریم کے اعلان کا ہی اثر ہے کہ آج ان کافروں کا کوئی نام بھی نہیں جانتا جنہیں اپنی اولاد کا غرور تھا، جبکہ نبی ﷺ کا ذکرِ خیر اور اسمِ مبارک آذانوں میں، اقامتوں میں، نمازوں کے تشہد میں، اور درود شریف وکلمۂ اسلام میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔ اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج واقبال کے ساتھ گونجتا رہے گا۔ بر وبحر میں ہر وقت اس کی منادی ہوتی رہے گی۔ [1]

---

[1] رحمة للعالمين ٢/ ٩٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرزند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بھی تھا، جس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جد الانبیاء حضرت خلیل اللہ کے نام پر ''ابراہیم'' رکھا تھا۔ مگر وہ بھی ایامِ رضاعت وشیر خوارگی میں ڈیڑھ سال کے ہو کر ہی وفات پا گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نورِ نظر کی دودھ پینے کی جو مدت باقی تھی، اس کی تکمیل کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے جنت میں کر دیا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں تین مختلف مقامات پر ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے:

«إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ». ❶

''بے شک (میرے بیٹے ابراہیم کیلئے) جنت میں ایک دودھ پلانے والی (مقرر کر دی گئی) ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر کا یہ شرف بھی ایسا ہے کہ اس میں اس کا کوئی بھی ثانی نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی فرزند ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے نزع کے عالم میں گود میں لیا، بوسہ دیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی آنسو بہا رہے ہیں؟ تو فرمایا: یہ تو رحمت کی علامت ہیں۔ پھر فرمایا:

«إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَىٰ رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ». ❷

''آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، اور دل غمگین ہوتا ہے، اور ہم صرف وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہو۔ اے ابراہیم! ہمیں تیری جدائی کا صدمہ ضرور ہے''۔

---

❶ بخاری فی الجنائز وبدء الخلق والادب. شرح السنۃ ١٤/ ١٥. مشکوٰۃ ٣/ ١٧٣١.

❷ بخاری مع الفتح: ٣/ ١٧٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہی وہ فرزند ہیں جن کی وفات کے دن سورج گرہن واقع ہوا، اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ نبی ﷺ کے بیٹے کی وفات پر سورج بھی سوگوار ہے۔ تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور ان کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے انہیں بتایا:۔

«إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ». ❶

''بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ یہ دونوں (سورج و چاند) کسی بھی انسان کی موت وحیات (کی وجہ) سے نہیں گہناتے''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بنات الرسول ﷺ کی تعداد

قرآن وسنت اور لغتِ عربی کی رو سے

نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، جن میں سے پہلی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں جو قاسم سے چھوٹی اور باقی سب بہن بھائیوں سے بڑی تھیں۔ آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ، تیسری حضرت امّ کلثوم اور چوتھی حضرت فاطمۃ الزہراء تھیں۔ رضی اللہ عنہن۔

اور نبی اکرم ﷺ کی تین یا تین سے زیادہ صاحبزادیاں تو نہ صرف کتب حدیث یا تاریخ و سیرت سے بلکہ خود قرآنِ کریم سے بھی ثابت ہیں، جیسا کہ سورہ احزاب کی آیت: ۵۹ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ

---

❶ متفق علیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں، اور اپنی بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں۔''

اسلامی پردے کے بارے میں نازل ہونے والی سورۂ احزاب کی اس آیتِ حجاب میں اللہ تعالیٰ نے عہدِ نبوی ﷺ کی کل مومن عورتوں کی تین قسمیں کر دی ہیں: پہلی قسم، ازواجِ رسول یا نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن۔ دوسری قسم بنات رسول یا نبی ﷺ کی صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن، اور تیسری قسم مومنوں کی عورتیں، وہ ان کی مائیں ہوں یا بہنیں، بیویاں ہوں یا بیٹیاں، سب کیلئے باپردہ رہنا فرض قرار دے دیا۔

اس آیتِ کریمہ میں بنات کا لفظ جمع کا صیغہ ہے اور لفظِ بنت اسی لفظِ بنات کا واحد کا صیغہ اور بنت کا معنیٰ ہے بیٹی اور بنات کا معنیٰ بیٹیاں۔ یہ ایسے بنیادی کلمات ہیں کہ ان کا معنی و مفہوم ان عرب ممالک میں رہنے والے غیر عرب بھی بآسانی سمجھ جاتے ہیں، اور اردو لغت کے اعتبار سے تو ایک سے زیادہ کی تعداد کے لیے جمع کا صیغہ استعمال ہو جاتا ہے۔ جیسے دو بیٹیاں، چار بیٹیاں۔ مگر ایک کیلئے اردو میں بھی جمع کا صیغہ استعمال نہیں ہوتا مثلاً یہ کوئی نہیں کہتا کہ میری ایک بیٹیاں ہیں۔ بلکہ ایک بیٹی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اردو لغت کے اعتبار سے بھی قرآنِ کریم سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں، جبکہ عربی لغت میں اردو کی نسبت کچھ فرق ہے۔ عربی میں اگر دو بیٹیاں کہنا ہو تو بھی جمع کا صیغہ نہیں آتا کہ دو بیٹیوں کو بنات کہا جا سکے بلکہ عربی میں دو کے لیے تثنیہ کا صیغہ موجود ہے۔ جیسے دو شخص ہوں تو نفران یا عام مروجہ لہجہ میں نفرین کہا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ہی دو درہم کیلئے درہمان یا درہمین بھی ہے۔ لہٰذا عربی لغت کے قاعدے سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دو نہیں بلکہ دو سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اور قرآنِ کریم میں بنات یعنی جمع کا صیغہ استعمال ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو کہ کم از کم تین اور تین سے زیادہ کیلئے ہوتا ہے۔

اس طرح بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نبی ﷺ کی تین یا تین سے زیادہ بیٹیاں ذکر کی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہونا جو کہ کتبِ حدیث اور تاریخ و سیرت میں منقول ہے تو خود قرآنِ کریم سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

اب ایک قیاس آرائی باقی رہ جاتی ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو لفظِ بنات جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تو شائد اس سے نبی ﷺ کی ایک اپنی لختِ جگر، اور ساتھ ہی بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی سابقہ شوہروں کی بیٹیوں سمیت سب بیٹیاں مراد ہوں۔ لیکن یہ قیاس حقیقت کے خلاف ہے اور اس کا ثبوت خود اسی سورۂ احزاب میں ہی مذکور ہے، صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت: ۴ اور ۵ میں ظِہار یعنی اپنی بیوی کو ماں سے تشبیہ دے بیٹھنے کے احکام، اور کسی کی اولاد کو اپنا متبنیٰ بنانے کی شرعی حیثیت جیسے اہم اسلامی مسائل بیان ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیلات اسلامک پرسنل لاء یا شخصی مسائل میں اسلامی احکام کے تحت آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو ان امور کی تفصیلات بھی کبھی ذکر کریں گے۔ سرِ دست پانچویں آیت کے چند بنیادی کلمات ہی ہمارا مقصود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی غیر کی اولاد کو اپنا متبنیٰ یا منہ بولا بیٹا بنا لینے کی رسمِ جاہلیت کا خاتمہ کرتے ہوئے اور آئندہ مسلمانوں کو مبنی برحق اور صحیح طریقے کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾

''انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے''۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت زید رضی اللہ عنہ جو رسول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کے غلام حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ انکے بارے میں مروی ہے کہ:

«مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾». ❶

''ہم اسے (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے، یہاں تک کہ آیت ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ نازل ہوئی۔''

جس ذاتِ الٰہی نے سورۂ احزاب کی آیت: ۵ میں یہ حکم فرمایا ہے کہ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارنا زیادہ منصفانہ بات ہے۔ وہی ذات اسی سورت کی آیت: ۵۹ میں ان لڑکیوں کو نبی ﷺ کی صاحبزادیاں کہے جو کہ دراصل آپ ﷺ کے خون سے نہ تھیں، تو یہ حق وانصاف سے بعید اور کھلا ہوا تناقض وتضاد ہوتا ہے۔ جس سے کہ کلامِ الٰہی پاک ہے۔

بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیئے جانے کی قیاس آرائی خلافِ حقیقت ہے۔ اور منطوقِ الٰہی یا قرآنِ کریم کی نصِ صریح کے سامنے قیاسِ انسانی کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور پھر عربی میں بیویوں کی بیٹیوں کیلئے ایک مستقل الفاظ ربیبہ اور ربائب موجود ہیں، اور خود قرآنِ کریم کی سورہ نسآء آیت: ۲۳ میں ایسی لڑکیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے لفظ ربائب ہی استعمال فرمایا ہے نہ کہ بنات۔

الغرض قرآن کریم کے لفظ ''بناتک'' نے نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کے سلسلے میں اہلِ تحقیق علمائے انساب کی تصدیق فرمادی ہے۔

ربائب النبی ﷺ:

نبی ﷺ کی ربائب میں امّ المؤمنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیاں،

---

❶ متفق علیہ مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۳٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درہ، زینب، امّ کلثوم۔ اور اسی طرح ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی، حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ سے ۴ھ میں ہوا تھا۔ اور حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ۶ھ میں، لہٰذا مذکورہ بالا لڑکیوں کو ۴ھ سے پہلے نبی ﷺ کی ربائب ہونے کا درجہ حاصل نہ تھا جبکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت النبی ﷺ کا ذکر اسیرانِ بدر (۲ھ) کے فدیہ کے ضمن میں آتا ہے۔ جب انہوں نے اپنے شوہر ابو العاص رضی اللہ عنہ کی رہائی کیلئے اپنی والدہ کا دیا ہوا ہار بطورِ فدیہ بھیجا تھا، اور حضرت امّ کلثوم ورقیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہجرت سے بھی قبل ابولہب کے خاسرانہ اعمال کے ضمن میں آتا ہے کہ اس نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے نبی ﷺ کی ان دونوں صاحبزادیوں کو طلاقیں دلوادی۔ پھر ان تینوں بناتِ رسول ﷺ کا انتقال آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا، جبکہ سب ربائب آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اپنے گھروں میں آباد رہیں۔[1]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بناتِ رسول ﷺ کا مختصر تذکرہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

نبی اکرم ﷺ کی چار صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں جن کی پیدائش کے وقت نبی ﷺ کی عمرِ مبارک تیس برس تھی مکہ میں قیام کے دوران ہی آپ ﷺ نے ان کا نکاح ان کے خالہ زاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے، ہالہ بنت خویلد کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔

جب نبی ﷺ کو منصبِ نبوت و رسالت پر سرفراز کیا گیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تھا، مگر ان کے شوہر

---

[1] رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۰۰، ۱۰۲، حاشیہ و متن بالتصرف۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کئی سال کے بعد جا کر مسلمان ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کے مدینہ پہنچتے ہی (نکاحِ اوّل ہی سے) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت فرمادیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ایک بٹیا اور ایک بیٹی عطا فرمائے تھے۔ بیٹے کا نام علی تھا جو بالغ ہونے کے قریب وفات پا گئے۔ اور بیٹی کا نام امامہ رضی اللہ عنہا تھا، جن سے نبی ﷺ کو خاص انس ومحبت تھی۔

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے لاڈ پیار کا اندازہ صحیح بخاری و مسلم، موطا امام مالک اور نسائی وغیرہ میں مذکور اس واقعہ سے ہی لگایا سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں بچپن میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر ایک نماز (فجر) ادا فرمائی تھی۔ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو انہیں زمین پر بٹھا لیتے۔ اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے تھے۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے سفرِ ہجرت میں بڑی مشقت اٹھائی تھی، حتیٰ کہ اسی دوران ہی سقوطِ حمل ہوا، اور طبرانی کی ایک مرسل صحیح روایت کے مطابق یہ تکلیف آخری دم تک رہی یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ انہیں شہید سمجھتے تھے۔ اور امام طحاوی و حاکم کے حوالہ سے علامہ زرقانی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں:۔

«هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِيْ أُصِيبَتْ فِيَّ».

''یہ (زینب رضی اللہ عنہا) میری صاحبزادیوں میں سے افضل ہے کہ میری خاطر اسے مصیبت اٹھانا پڑی''۔

بعض آئمہ نے یہ کہا ہے کہ ان کی یہ فضیلت دمرتبہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت سے پہلے تھا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہا عطا فرمائیں تو انہیں وہ شرف و مرتبہ اور فضیلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی جس میں پوری امت کی عورتوں میں سے ان کا کوئی شریک نہیں۔ [1]

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے چار سال قبل ۸ ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ [2]

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

نبی اکرم ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کی ولادت کے وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر شریف تینتیس (۳۳) سال تھی۔ معروف مفسر و محدث اور مورخِ اسلام امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا مگر جب قرآنِ کریم میں سورۂ لہب

﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۞ مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُۥ وَمَا كَسَبَ ۞ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۞ وَٱمْرَأَتُهُۥ حَمَّالَةَ ٱلْحَطَبِ ۞ فِى جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍۭ﴾

نازل ہوئی، جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کا انجامِ بد بتایا گیا ہے تو ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہہ کر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دلوادی۔ اور یہ طلاق قبل از رخصتی تھی یعنی ابھی صرف نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے اپنی اس صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کر قائم کیا۔ اور اسی ہجرتِ حبشہ کی نسبت

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے۔ فتح الباری ۷/ ۱۰۵، ۱۰۶۔

[2] مختصر از رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۰۲، ۱۰۴، الفتح الربانی ۱۴ / ۱۰۰، ۲۲/ ۹۷، ۹۹ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۲/ ۳/ ۳۳۰، ۳۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حضرت عثمان و رقیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مستدرک حاکم میں ایک حدیث ہے کہ حضرت لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲ھ میں بیمار ہوئیں جبکہ ان کی عمر اکیس سال تھی۔ اور جس دن غزوۂ بدر میں فتح و نصرت کی بشارت لے کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینے پہنچے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ طاہر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا عبداللہ تھا جو چھ برس کی عمر میں اپنی والدہ کے دو سال بعد ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ❶

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ طاہر سے نبی ﷺ کی تیسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا نکاح بھی ابولہب کے ایک بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ اور ان کی طلاق کا سبب اور موقع بعینہٖ وہی ہے جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی اور زوجۂ عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ۳ھ میں اپنی دوسری صاحبزادی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یکے بعد دیگرے نبی ﷺ کی دو صاحبزادیوں کا شوہر ہونے کے شرف و سعادت کی وجہ سے انہیں ''ذوالنورین'' کا خطاب ملا۔ ازالۃ الخفاء کے ص: ۲۲۳ سے مستدرک حاکم کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے علامہ منصور پوری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرتِ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

''یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو کہہ رہے ہیں حکمِ الٰہی ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تم سے بیاہ دوں''۔

---

❶ بخاری مع الفتح ۳/ ۵۱۵، ۱۵۸ و مع العمدۃ للعینی ۴/ ۸/ ۷۵، ۷۶، الفتح الربانی ۸/ ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۲۲ / ۹۹، البدایہ و النہایہ ۳/ ۵ / ۳۰۸، ۳۰۹، رحمتہ للعالمین ۲/ ۱۰۵، ۱۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لکھا ہے:۔

جن دنوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، انہی دنوں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا تو وہ ٹال سے گئے، اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی ﷺ سے کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''عثمان کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر زوجہ ملے گی، اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر ملے گا''۔

اس ارشاد کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو امّ المؤمنین ہونے کا شرف عطا ہوا (کہ ان سے خود نبی ﷺ نے نکاح کر لیا) اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ (کہ آپ ﷺ نے اپنے دوسری صاحبزادی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان کے نکاح میں دے دی)۔

اور نہج البلاغۃ (ص ۵۳ طبع تبریز ۱۲۶۷ھ) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''آپ ان دونوں (صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما) سے بڑھ کر نبی ﷺ سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی ﷺ کے داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہیں ملی''۔ ❶

سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، اور ۹ھ میں وہ انتقال کر گئیں، اور صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اپنی ایک بیٹی کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ».

❶ نقلاً عن رحمة للعالمين ۲/ ۱۰۶ ـ ۱۰۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے''۔

طبقات ابن سعد، طبری اور طحاوی وغیرہ کے حوالہ سے اس حدیث کے شارحین نے لکھا ہے ''کہ اس بیٹی سے مراد امّ کلثوم ہیں۔ رضی اللہ عنہا[1]

اور البدایہ والنہایہ (۳/۵/۳۰۹) میں ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«لَوْ كَانَتْ عِنْدِيْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُهَا عُثْمَانَ».

''اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں عثمان سے بیاہ دیتا''۔

اور ایک روایت میں ہے۔

«لَوْ كُنَّ عَشْرًا لَزَوَّجْتُهُنَّ عُثْمَانَ».

''اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے سبھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا''۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں جو الاستیعاب کی روایت کی مطابق نبی اکرم ﷺ کی عمرِ شریف کے اکیالیسویں سال میں پیدا ہوئیں جبکہ نبی ﷺ منصب نبوت و رسالت سے سرفراز کیے جا چکے تھے۔

جگر گوشۂ رسول ﷺ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن کعبہ شریف میں نماز پڑھنے گئے۔ وہاں بہت سے کفارِ قریش اور مشرکینِ مکہ موجود تھے۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی گندی

---

[1] بخاری مع الفتح ۳/ ۱۵۱، ۱۵۸، ومع العمدہ للعینی ٤/ ۸/ ۷۵، ۷٦، الفتح الربانی ۲۲/ ۹۹، ۵۷، ۵۹، ٦۰، البدایہ والنہایہ ۳/ ۵/ ۳۰۸، ۳۰۹، رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۰۵، ۱۰۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوجھڑی لاکر نبی ﷺ کی پشتِ مبارک پر ڈال دی۔ آپ ﷺ ابھی حالتِ سجدہ میں ہی تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، اور اپنے والدِ گرامی کی پشت سے وہ اوجھڑی گرائی، اور عقبہ کیلئے بددعاء کی۔ یہ واقعہ صحیح بخاری شریف، ''باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین'' میں مذکور ہے۔

۲ھ میں اسلام اور کفر کے مابین لڑے جانے والے پہلے معرکہ حق و باطل غزوۂ بدر کے بعد لیکن غزوۂ اُحد سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ اور اس دوسرے معرکہ غزوۂ اُحد میں تو خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حصہ لیا۔

صحیح مسلم شریف میں غزوۂ اُحد کے وقائع میں مذکور ہے کہ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُحد کے میدانِ کارزار میں پہنچ گئیں۔ مگر اس وقت تک نبی اکرم ﷺ اس غار سے باہر تشریف لا چکے تھے، جہاں زخموں سے نڈھال ہو کر کچھ سستانے کیلئے آپ ﷺ جا بیٹھے تھے۔ حضرتِ سیدہ رضی اللہ عنہا نے والدِ محترم کے زخموں کو دھویا، اور جب دیکھا کہ خون تھم نہیں رہا تو کھجور کی ایک صف کو جلا کر اس کی راکھ آپ ﷺ کے زخموں پر رکھی، جس کے بعد آپ ﷺ کا خون بہنا بند ہو گیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی دوسری بہنوں پر یہ شرف وفضیلت حاصل تھی کہ وہ دوسری بہنوں میں سے کسی کی ذریت نہیں چلی۔ اگر اولاد ہوئی بھی تو فوت ہو گئی، جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن، حسین، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہم عطا فرمائے۔ جبکہ بعض مورخین اور سیرت نگاروں نے حضرت فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں محسن اور رقیہ بھی ذکر کیے ہیں یہ دونوں بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی نواسی کے ساتھ اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح پر چالیس ہزار درہم حق مہر ادا کیا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو بچے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاحِ ثانی حضرت عون بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دوسری صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جن سے ان کے ایک فرزند عدی بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھے۔ جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم تھے جن سے حضراتِ سادات کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پاکبازی و پارسائی کا اندازہ صرف اسی واقعہ سے کیا جا سکتا ہے جس کی راوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں کہ:

''ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ذکر کیا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ہجرتِ حبشہ کے دوران وہاں ایک دستور دیکھا ہے، وہ آپ کو دکھاتی ہوں۔ پھر انہوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی کے اطراف میں لگائیں اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ بہت ہی اچھا ہے''۔

الغرض ام الحسنین، جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ اور فضائل و مناقب کی فہرست بڑی طویل ہے۔ جسے حسبِ سابق صحیح احادیثِ رسول ﷺ کے حوالہ سے ہم بعد میں درج کریں گے۔ ان شاء اللہ!

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے صرف چھ ہی ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو منگل کی رات وفات پائی جبکہ ان کی کل عمر اور مقام تدفین میں مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوال ہیں۔ خود ان کے اپنے پڑپوتے حضرت عبداللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم نے تیس سال ذکر فرمائی ہے۔ اور جائے تدفین کے بارے میں بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں دفن ہوئیں، لیکن اکثر مورخین کا رجحان اس طرف ہے کہ ان کی قبرِ مبارک حضرت عباس، حضرت حسن اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پہلو بہ پہلو بقیع میں ہے۔

اور مسعودی نے مروج الذہب میں ذکر کیا ہے کہ ۳۰۴ھ میں بقیع سے پتھر کی ایک ملی تھی جس پر تحریر تھا:۔

«هٰذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ».

''یہ قبر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کی ہے''۔

اس سے بھی بقیع میں مدفون ہونے والوں کے رجحان کی تائید ہوتی ہے۔ ❶

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب شیعہ کتب و مصنفین کے یہاں تعداد بنات رسول اللہ ﷺ ذکر کرنے کے بعد مذکور ہوں گے۔ ان شاء اللہ

شیعہ کتب و مصنفین کے یہاں تعدادِ بناتِ رسول ﷺ

معلوم نہیں کہ شیعہ حضرات نبی ﷺ کی صاحبزادیوں (ماسوا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) کی نفی پر کیوں مصر ہیں جبکہ خود کئی شیعہ منصف مزاج مؤلفین نے نبی ﷺ کی چار صاحبزادیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ کتاب ''حیات القلوب'' مولفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم باب پنجاہ و یکم (۵۱) اور باب پنجاہ و دوم (۵۲) میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے معتبر سند سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی اولاد یہ تھی، طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم

---

❶ فتح الباری ۷/ ۱۰۵. البدایہ و النہایہ ۳/ ۳۰۹/۵. مختصر از رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۰۸. ۱۲۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقیہ وزینب۔

اور مذکورہ مقام پر یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت ام کلثوم اور پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

حیات القلوب میں ملا مجلسی نے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاحِ عثمان رضی اللہ عنہ میں آنے کی جو ترتیب لکھی ہے وہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ پہلے حضرت رقیہ اور پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

اس مقام پر ملا مجلسی نے دوسرا مغالطہ دینے کی بھی ایک کوشش کی ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا رخصتی سے قبل فوت ہو چکی تھیں حالانکہ حضرت رقیہ، حضرت عثمان کے نکاح میں تقریباً آٹھ سال اور حضرت ام کلثوم تقریباً سات سال رہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

بہر صورت نبی ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہونا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوہرا دامادِ رسول ﷺ ہونا تو ثابت ہوا۔

۲۔ کتاب ''الاصول من الکافی'' تالیف ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی، کتاب الحجۃ باب مولد النبی ﷺ میں رقمطراز ہیں کہ بعثت سے قبل نبی ﷺ کے یہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم، اور بعثت کے بعد طیب و طاہر (عبداللہ) اور فاطمہ پیدا ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم)

۳۔ کتاب ''منتہی الآمال'' جلد اوّل، فصل ششم میں مصنفِ کتاب شیخ عباس قمی نے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے، جس میں طاہر و قاسم، فاطمہ و ام کلثوم اور رقیہ و زینب کے اسماء گرامی مذکور ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

۴۔ کتاب ''تہذیب الاحکام'' مصنفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی جلد سوم ص: ۱۲۰ مطبوعہ ایران میں قاسم و طاہر اور رقیہ و ام کلثوم (رضی اللہ عنہم) کو اولادِ رسول ﷺ شمار کیا گیا ہے۔

اسی طرح ہی کشف الغمہ، کتاب الخصال از شیخ صدوق ابن بابویہ القمی، الآما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لی از شیخ صدوق، مروج الذہب للمسعودی اور الانوار النعمانیہ جلد اوّل مصنفہ سید نعمت اللہ شیعی وغیرہم سے بھی اس بات کی ہی تصدیق ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں چار تھیں۔ رضی اللہ عنہن

شیعہ کے اعتراضات اور ان کے مختصر جوابات

۱ جب سورۂ شعراء کی آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو بخاری ومسلم کی بعض احادیث کے مطابق آپ ﷺ نے بعض قبائل کے نام لیے اور تین افراد حضرت عباس، حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے فرداً نام لے کر بلایا، اگر کوئی دوسری بیٹی بھی ہوتی تو اسے کیوں نہ بلایا گیا؟

جواب: مسلمہ قاعدہ ''عدم الذکر لا یستلزم عدم وجود الشئ'' کی رو سے جب صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا تو اس سے آپ ﷺ کے دیگر چچوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابوطالب وزبیر وغیرھم کی نفی نہیں کی جاسکتی، بعینہٖ معاملہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کا بھی ہے۔

۲ جب سورۂ شوریٰ کی آیت ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ نازل ہوئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب بعض روایات کے مطابق لوگوں نے پوچھا: (مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم، تو اس روایت سے بھی کسی دوسری صاحبزادی کا کیوں پتہ نہیں چلتا؟

جواب اولاً: تو یہ آیت بلکہ پوری سورت ہی مکی ہے۔ اور اس وقت تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہی نہیں ہوا تھا، تو حسن وحسین کہاں؟

ثانیاً: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' میں اس روایت پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ واسنادہ ضعیف. واسنادہ واہٍ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیہ ضعیف و رافضی، اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو لا اصل قرار دیا اور ثابت کیا ہے۔

③ آیت تطہیر ﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا﴾۔ (الاحزاب) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور ان پر اپنی چادر ڈال کر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں...... اگر آپ ﷺ کی اور بھی صاحبزادیاں ہوتیں تو آپ ﷺ انہیں بھی چادر کے نیچے جمع کرتے؟

جواب: (الف) مذکورہ آیت کا سیاق وسباق دال ہے کہ اس میں آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا ہی ذکر ہے بیٹیوں کا نہیں۔ لہٰذا مذکورہ روایت کا آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

(ب) چونکہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تو اہلِ بیت تھیں ہی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان چار حضرات کو بھی چادر ڈال کر دعاء کے ذریعے اس شرف میں شامل کرلیا۔ (تفسیر قرطبی)

اگر مذکورہ آیت سے مراد صرف یہی چار افراد تھے تو ان پر چادر ڈال کر دوبارہ دعاء کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

(ج) مسلمہ قاعدہ "ذکر الشئ ......" کی رو سے دیگر بیٹیوں کی نفی ہرگز نہیں ہوتی اور نہ وہ غیر حقیقی بنتی ہیں۔

(د) اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کردے کہ حضرت زینب واُمِ کلثوم، حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں، اور نہ ہی وہ اہلِ بیت میں سے ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کی چادر کے نیچے نہیں تھیں تو شیعہ حضرات اس استدلال کو کمزور قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح خود شیعہ کا استدلال بناتِ رسول ﷺ (حضرت زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن) کے بارے میں بھی کمزور ہے۔ جس طرح وہ چادر کے نیچے نہ آنے کے باوجود حقیقی اور اہلِ بیت سے ہیں، اسی طرح یہ بھی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ نجران کے نصاریٰ کے مقابلے میں ''دعوتِ مباہلہ'' کے موقعہ پر آپ نے ﷺ حضرت علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا، اس سے بھی دوسری، صاحبزادیوں کے حقیقی وصلبی ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

جواب: شیعہ وسنی کتب کے مطابق مباہلہ کا یہ واقعہ ۹ھ کے آخر میں، اور بعض روایات کے مطابق ۱۰ھ میں رونما ہوا، جیسا کہ معتبر شیعہ کتاب ''تلخیص الشافعی'' میں مذکور ہے، جبکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲ھ میں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۸ھ میں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۱۰ھ میں وفات پا گئیں۔ جب وہ زندہ ہی نہیں تھیں تو شرکت کا سوال چہ معنیٰ دارد؟ اور اسی طرح کے بعض دیگر بے سروپا اعتراضات کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی کہہ دیتے ہیں کہ بنات سے مراد آپ ﷺ کی ربیبائیں تھیں، جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ اور کبھی کہہ دیتے ہیں کہ کتب حدیث و تاریخ میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی ذکر ملتا ہے، دوسری بنات کا نہیں، جو کہ ان کی کم علمی کا ایک کھلا اعتراف ہے ورنہ ہم ہر ایک بیٹی کا ذکر وفضائل بیان کر آئے ہیں۔ اور کسی کا ذکر نہ ملنا عدمِ وجود کا ثبوت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سورۂ نساء آیت: ۱۶۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾

''اللہ کے وہ رسول جن کا حال ہم (قرآن میں) پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں۔ اور کئی رسول ایسے ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے نہیں بیان کیا''۔

تو جن رسولوں کا تذکرہ قران میں نہیں آیا، اس سے کوئی یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ وہ رسول ہی نہیں تھے؟ یا وہ حقیقی نہیں تھے۔

وَاللّٰهُ الْهَادِيْ إِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل ومناقب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب پر مبنی ارشادِ نبوی ﷺ بکثرت ہیں جن میں سے صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے پاس تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں:

«مَا تَخْفٰى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ».

''ان کے چلنے کا انداز بالکل نبی ﷺ جیسا تھا ذرہ برابر فرق نہ تھا''۔

جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھ لیا۔ تو فرمایا:۔

«مَرْحَبًا یَا بِنْتِیْ».

''میری بیٹی خوش آمدید''۔

پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس بٹھالیا۔ اسی دوران اُن سے کوئی سرگوشی کی۔ ان کے کان میں کوئی بات کہی۔ جس سے وہ رونے لگیں۔ جب انہیں غمناک (روتے) دیکھا تو پھر دوسری مرتبہ بھی کان میں کوئی سرگوشی کی تو وہ خوشی سے ہنسنے لگیں۔ جب نبی اکرم ﷺ اٹھ کر کہیں باہر تشریف لے گئے تو میں نے پوچھا کہ نبی ﷺ نے ان سے رازداری کے ساتھ کیا فرمایا تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی ﷺ کا بتایا ہوا راز فاش نہیں کرنا چاہتی۔ (اس طرح بات آئی گئی ہوگئی) پھر جب نبی ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ کہا کہ میں نے پہلے بھی ایک مرتبہ آپ سے پوچھا تھا کہ نبی ﷺ کی ان سرگوشیوں میں کیا راز تھا؟ جن سے آپ پہلے روئیں پھر ہنسیں۔ مگر آپ نے نہیں بتایا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''لیجیے وہ بھید اب میں آپ کو بتاتی ہوں: نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ سرگوشی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز سے مجھے بتایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآنِ کریم کو دہرایا کرتے تھے مگر اس سال انہوں نے دو مرتبہ دہرایا ہے اور اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب آگیا ہے، تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا۔ میں تم سے پہلے جانے والا تمہارا بہترین پیش رو ہوں (نبی ﷺ کی وفات اور فراق کی باتیں سن کر) میں رونے لگی تھی۔ اور جب آپ ﷺ نے مجھے غمناک دیکھا تو دوبارہ سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا:

«يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ». ❶

"اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اہلِ جنت کی خواتین کی سردار ہو" (یعنی خاتونِ جنت) یا پھر شائد کہ یہ فرمایا: "تم تمام اہلِ ایمان کی خواتین کی سردار ہو"۔

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی تکلیف کے دوران ان کی روح قبض کر لی جائے گی تو میں رو دی، اور جب دوسری مرتبہ فرمایا:۔

«إِنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ». ❷

"میں آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ سے جا ملوں گی تو میں ہنس دی"۔

اور صحیح بخاری و مسلم شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

---

❶ مسلم ٤/ ١٩٠٥.

❷ متفق عليه، مشكوة ٣/ ٢٣. ٧١٣١ شرح السنة ١٤/ ١٦٠. ١٤١، الفتح الربانی ٢٢/ ٩٢. ٩٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي». ❶

''فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ (جگر گوشہ) ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا''۔

بخاری و مسلم کی ایک اور متفق علیہ حدیث میں ہے:۔

«يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَ يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا». ❷

''جو چیز فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو بری لگے وہی مجھے بھی بری لگتی ہے، اور جس چیز سے اسے اذیت پہنچتی ہو اس سے خود مجھ کو بھی اذیت پہنچتی ہے''۔

یاد رہے کہ صحیح بخاری شریف کے سات مقامات اور صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں اس حدیث شریف میں آپ ﷺ کے ان الفاظ کا سبب بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہی ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے اور اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سوتن بنانے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ غم وغصہ کے عالم میں منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور تین مرتبہ فرمایا کہ میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا سوائے اس کے کہ اگر ابن ابی طالب ضرور ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا ہی چاہتا ہے تو پہلے میری بیٹی کو طلاق دے دے، پھر اس سے نکاح جا کرے۔ ❸

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر) حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کا نام لے کر فرمایا کہ میں نے اسے اپنی بیٹی دی تو اس نے مجھ سے جو بات کہی، سچ کہا، اور جو وعدہ کیا پورا کیا۔ اس طرح حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ایک اچھا داماد ہونے کی تعریفیں کیں۔ اور اسی خطبہ میں یہ بھی

---

❶ بخاری مع الفتح ۷/ ۱۰۵.

❷ مشکوۃ ۳/ ۱۷۳۲، شرح السنۃ ۱۴/ ۱۵۸ ۱۵۹، الفتح الربانی ۲۲/ ۹۵.

❸ شرح السنۃ و تحقیقہ ۱۴ / ۱۵۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا کہ میں حرام کو حلال، اور حلال کو حرام تو قرار نہیں دے سکتا، لیکن:

«وَ اللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا». [1]

''بخدا اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن (ابوجہل) کی بیٹی ایک جگہ پر اکٹھی نہیں ہوسکتیں''۔

اور دوسری روایت میں ہے:۔

«عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَبَدًا».

''ایک آدمی کے نکاح میں کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں''۔

اس عتاب نبوی ﷺ کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ [2]

تاکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کو ٹھیس پہنچنے کی وجہ سے نبی ﷺ کو دکھ پہنچانے کی نوبت نہ آنے پائے۔ اور حضرت جمیع بن عمیر سے مروی ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ نبی ﷺ کو سب زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے فرمایا: فاطمہ علیہا السلام رضی اللہ عنہا اور کہا گیا کہ مردوں میں سے کون تھا؟ تو فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شوہر علی رضی اللہ عنہ۔ جو میری معلومات کے مطابق بڑے روزہ دار و شب زندہ دار تھے۔ [3]

فضائل مناقب حضرت فاطمہ و علی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کے بارے میں نبی ﷺ

---

1. بخاری ۷/ ۸۵. مسلم باب فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت النبی ﷺ ٤/ ١٩٠٢.
2. مسلم ایضاً والفتح الربانی ۲۲/ ۹٤.
3. ترمذی، مشکوۃ ۱۷۳۵/۳ وحسنہ الترمذی و والفقہ الالبانی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چند ارشادات آپ کے سامنے رکھے جاچکے ہیں جبکہ بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے فضائل بھی مذکور ہیں۔ مثلاً: سورۃ آل عمران: ۵۹ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور فرمایا: ہوجا، اور وہ ہوگئے۔ یعنی اگر بالفرض محض بے باپ پیدا ہونا ہی کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا بنانے کیلئے کافی دلیل ہو تو پھر عیسائیوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بدرجۂ اولیٰ ایسا عقیدہ تجویز کرنا چاہیے تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف بے باپ ہی پیدا ہوئے تھے۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں ہی کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ ❶

آگے آیت: ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جارہی ہے۔ اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ جو اس میں شک کرتے ہیں۔''

اور اس سے اگلی آیت: ۶۱، آیتِ مباہلہ میں اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''یہ علم آجانے کے بعد جو کوئی اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا کرے تو (اے نبی!) اس سے کہیں کہ آؤ، ہم اور تم خود بھی آجائیں، اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں۔ پھر (سب مل کر) مباہلہ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کو جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو''

صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت: ﴿نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ﴾. نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو اپنے پاس بلا کر فرمایا:۔

❶ تفہیم القرآن ۱/ ۲۵۹، مختصر حواشی ترجمہ قرآن ص ۱۶۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ». ❶

''اے اللہ! یہ سب میرے اہلِ بیت ہیں''۔

اس حدیث شریف کی رو سے ان چاروں حضرات کو بھی نبیِ اکرم ﷺ نے اپنے اہلِ بیت یا اہلِ خانہ ہونے کے شرف سے نوزا۔

اسی طرح ہی صحیح مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''نبیِ اکرم ﷺ ایک دن صبح کے وقت کالی اون کی بنی ہوئی یمنی چادر اوڑھے نکلے تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی داخل کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو بھی اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر (سورہ احزاب کی آیت: ۳۳) تلاوت فرمائی۔ (جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (سورہ احزاب، آیت: ۳۳)

''اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبی سے ہر قسم کی لغویات و گندگی کو دور کر دے۔ اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے''۔

اس حدیثِ نبوی ﷺ میں ان چاروں حضرات کی نبی ﷺ سے قرابت داری، ان کا مقام و مرتبہ اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ❷

صحیح مسلم شریف کی ان سابقہ دونوں حدیثوں کے ساتھ ہی صحیح مسلم وغیرہ کی ہی ایک اور حدیث بھی شامل کر لی جائے تو نہ صرف اہلِ بیت کے مقام و مرتبہ اور

---

❶ مسلم مع النووی ۸/ ۱۵/ ۱۷۶، مشکوٰۃ ۳ / ۱۷۳۱۔

❷ شرح السنۃ ۱۴ / ۱۱۶و مشکوۃ ۳/ ۱۷۳۱ ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلت کا پتہ چل جاتا ہے، بلکہ ساتھ ہی افرادِ اہلِ بیت کی تعیین بھی ہو جاتی ہے۔ اور واضح طور پر یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ اہلِ بیت میں کون کون شامل ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیرِ خم نامی مقام پر نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں حمد و ثنا اور وعظ و تذکیر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں بھی ایک بشر ہوں، اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیامِ اجل لانے والا (یعنی ملک الموت علیہ السلام آئے اور میں اسے قبول کرلوں۔ لیکن میں تمہارے مابین دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں۔ ان میں پہلی چیز اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو پکڑ لو، اور اس (کے احکام) کو اچھی طرح اپنا لو''۔

آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں خوب ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا:۔

''اور (دوسری چیز) میرے اہلِ بیت ہیں، اور پھر تین مرتبہ فرمایا:

«اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ».

''میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں خوفِ خدا سے کام لینے کی تلقین کرتا ہوں''۔

رواۃِ حدیث میں سے حصین بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اے زید! نبی ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کے اہلِ بیت سے نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:۔

نِسَاۤءُهٗ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ.

''آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تو آپ ﷺ کے اہل بیت سے ہی ہیں''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہ بھی آپ ﷺ کے اہلِ بیت ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم ہیں''۔

حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا ان سب پر صدقہ و زکوٰۃ حرام ہے؟ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ ❶

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں مذکور لفظ ''صدقہ'' سے مراد زکوٰۃ ہے۔ اور وہ ہمارے نزدیک بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر حرام ہے۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ صرف بنو ہاشم پر حرام ہے، اور کسی پر نہیں۔

اور اس حدیث سے آگے تیسری حدیث مسلم میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اہلِ بیت سے ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ جس سے یہ دونوں روایتیں بظاہر متناقض اور متضاد معلوم ہوتی ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:۔

پہلی روایت سے مراد یہ ہے کہ وہ سب آپ ﷺ کے اہلِ بیت سے ہیں کہ جن کی رہائش و خوراک اور کفالت بھی نبی ﷺ کے ذمے تھی، آپ ﷺ نے ان کے احترام و اکرام کا حکم فرمایا اور انہیں ثقل (عظیم الشان) قرار دیا۔ اور آپ ﷺ نے ان کے حقوق کے سلسلہ میں وعظ و تذکیر فرمائی، اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ان سب امور میں داخل ہیں لیکن ان لوگوں میں داخل نہیں ہیں جن پر صدقہ زکوٰۃ حرام ہے۔

---

❶ مسلم مع النووی ۸/ ۱۵ / ۱۷۹، ۱۸۰، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۰۳، ۱۰۴، شرح السنۃ ۱۴/ ۱۱۷، ۱۱۸، مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی روایت میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے اہلِ بیت سے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کے اہلِ بیت وہ بھی ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس طرح دونوں روایتوں کا ظاہری اختلاف ختم ہوا، اور دونوں کا مفہوم متفق ہو گیا۔ ❶

فضائل ومناقب حضرت حسن رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نواسے، حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے لختِ جگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ اور فضائل ومحاسن بھی کتب حدیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ». ❷

"میں نے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے کندھے پر تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے:

"اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی اس سے محبت کر"۔

اور بخاری ومسلم میں ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"میں نبی ﷺ کے ساتھ دن کے کسی حصہ میں باہر نکلا، آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تشریف لائے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آوازیں دیں (جبکہ وہ ابھی بچے تھے) تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھاگتے ہوئے آئے۔ اور

---

❶ شرح مسلم نووی ۸/ ۱۵/ ۱۷۹، ۱۸۰.

❷ بخاری الفتح ۷/ ۹۴، مسلم مع النووی ۸/ ۱۵/ ۱۹۳، شرح السنۃ ۱۴ / ۱۳۴، مشکوۃ ۳/ ۱۷۳۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے آتے ہی انہیں گلے لگالیا۔ دونوں نے باہم معانقہ کیا، تب نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

«اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُ فَاَحِبَّهُ وَاَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ». ❶

''اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت رکھتا ہے''۔

صحیح بخاری، ابوداود، ترمذی اور نسائی میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر دیکھا جبکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کے ایک پہلو میں تھے، آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن کی طرف، اور اسی عالم میں آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«اِنَّ هٰذَا ابْنِيْ سَيِّدٌ لَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ».

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کے ہاتھوں مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے مابین صلح کرائے گا''۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ نبی ﷺ کی یہ بشارت پوری ہوئی۔ اور امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنۃ میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوئی جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ہاتھ آنے پر فتنہ وفساد کے خدشہ اور مسلمانوں میں خون خرابہ کو ناپسند کرتے ہوئے امرِ خلافت کو ترک کردیا۔ اور نبی ﷺ کے کاتب وحی ❷ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اور ان کے حق میں دست بردار ہوگئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے عراق وشام کے مابین صلح کرادی، اور وہ سال تاریخِ اسلام میں عام الجماعۃ یاسنۃ الجماعۃ کہلایا۔

---

❶ البخاري في البيوع، باب ما ذكر في الأسواق، شرح السنة ١٤ / ١٣٤، مسلم و مشكوة حواله سابقه.

❷ کاتبین وحی کی تفصیل: البدایه و النهایه ٣/٥/ ٣٣٩، تا ٣٥٦ آخر جلد.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیثِ صحیح میں اس بات کی دلیل بھی موجود ہے کہ اس صلح میں شریک دونوں جماعتیں ہی مسلمان تھیں۔ طرفین میں کوئی ایک بھی قولاً یا فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ کیونکہ بخاری وغیرہ کے اس ارشادِ نبوی ﷺ میں آپ ﷺ نے دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی جماعتیں قرار دیا ہے۔ ❶

بخاری شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے تھے اور سورۂ احزاب کی آیت چار اور پانچ، خصوصاً آیت پانچ کے الفاظ ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾ کے نزول سے پہلے زید بن محمد ﷺ کہلواتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ دونوں باپ بیٹے ہی نبی ﷺ سے انتہائی محبت رکھتے تھے جیسا کہ بخاری و مسلم میں مذکور احادیث سے پتہ چلتا ہے، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو تو آپ ﷺ اتنا مقام دیتے تھے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہم دونوں کو پکڑ کر (اپنے ساتھ چمٹا لیتے اور) فرماتے تھے:۔

«اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا». ❷

''اے اللہ! میں ان (دونوں) سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''۔

اور بخاری شریف ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مجھے اپنی ایک رانِ مبارک پر، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔

«اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا». ❸

''اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما، میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں''۔

ان دونوں حدیثوں میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ

---

❶ شرح السنة ٤/ ١٣٦، ١٣٧، تحفة الاحوذی ٩/ ٢٧٧، ٢٧٨.

❷ بخاری مع الفتح ٧/ ٩٤، مشکوٰة ٣/ ١٧٣٤.

❸ مشکوٰة شریف ٣/ ١٧٣٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی دعاءِ خیر میں شریک فرمایا جبکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اور خود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بارے صحیح مسلم وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَنْ كَانَ لِمَنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَ اِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهُ». ❶

''(زید رضی اللہ عنہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھا، اور اس کے بعد یہ (اسامہ رضی اللہ عنہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے''۔

اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے حبِ رسول ﷺ کا اندازہ ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ناک صاف کرنا چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اے اللہ کے رسول! یہ کام مجھے کرنے دیں''۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«يَا عَائِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّهُ». ❷

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس سے محبت رکھو، میں اس سے محبت رکھتا ہوں''۔

فضائل و مناقب حسنین رضی اللہ عنہما

سبطِ رسول ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند ارشاداتِ نبوی ﷺ ذکر کیے جا چکے ہیں جبکہ بعض احادیث میں نبی ﷺ کے دونوں نواسوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا». ❸

---

❶ مسلم مع النووی ۸/ ۱۵/ ۱۹۶.

❷ ترمذی مع التحفۃ ۹/ ۳۲۳، مشکوۃ ۳/ ۱۷٤۰ وحسنہ الالبانی.

❸ بخاری مع الفتح ۷/ ۹۵، شرح السنۃ ۱٤/ ۱۳۰۰، مشکوۃ ۳/ ۱۷۳۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) دونوں میرے پھول ہیں''۔

اور ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلا کر سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے تھے۔ اور طبرانی اوسط میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) دونوں آپ ﷺ کے سامنے کھیل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ ان سے محبت رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَكَيْفَ لَا، هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا أَشُمُّهُمَا». ❶

''کیوں نہیں، یہ دونوں تو میرے پھول ہیں، جنہیں میں سونگھتا ہوں''۔

بخاری شریف میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

«لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ». ❷

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر نبی ﷺ سے ملتی جلتی شکل وشباہت والا کوئی نہ تھا''۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے:

«كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ». ❸

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی شکل وشباہت والے ہونے کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھے''۔

---

❶ فتح الباری ۷/ ۹۹.

❷ بخاری مع الفتح ۷/ الفتح ۷/ ۹۵، شرح السنۃ ۱۴/ ۱۳۳، مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۳۳.

❸ بخاری مع الفتح ۷/ ۹۴، وشرح السنۃ و المشکوٰۃ ایضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما میں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ زیادہ قریبی شباہت والے تھے۔ اوران کے علاوہ پندرہ دیگر حضرات رضی اللہ عنہم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی شباہت رکھنے والے تھے۔ ❶

ترمذی شریف، صحیح ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ». ❷

''حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما نوجوان اہلِ جنت کے سردار ہوں گے''۔

علامہ طیبی، مظہر اور مبارک پوری رحمہ اللہ شارحینِ ترمذی نے یہ وضاحت کی ہے کہ اہلِ جنت کی عمر تو ایک ہی ہوگی، سبھی نوجوان ہوں گے۔ اوراس حدیث کے صحیح مفہوم کی تعیین تبھی ممکن ہے کہ وہ اہلِ جنت مراد لیے جائیں جو جوانی کے عالم میں راہِ اللہ فوت شہید ہوئے ہوں یا پھر یہ کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے سوا تمام اہلِ جنت کے سردار ہوں گے۔ ❸

ترمذی شریف میں ایک حسن وجید سند سے مروی حدیث ہے:۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ اوران کی والدہ رضی اللہ عنہما کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ وہ نازل ہوا ہے جو آج کی رات سے قبل کبھی بھی زمین پر نہیں آیا، اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ (میرے پاس آکر) مجھے سلام کرے اور مجھے یہ بشارت وخوشخبری دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت خواتین کی سردار ''خاتونِ جنت'' ہیں۔ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ ❹

---

❶ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری ۷/ ۹۷، ۹۸۔

❷ ترمذی مع التحفہ ۹/ ۲۷۲، ۲۸۵، شرح السنۃ و تحقیقہ ۱۴ / ۱۳۸، مشکوۃ ۳/ ۱۷۳۷، ۱۷۳۹۔

❸ تحفۃ الاحوذی ۹/ ۲۷۳۔

❹ ترمذی مع التحفہ ۹/ ۲۸۴، مشکوۃ ۳/ ۱۷۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''نبی ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آ گئے۔ وہ دونوں سرخ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے اور (بچپنے کی وجہ سے) گرتے پڑتے چل رہے تھے۔ نبی ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ اور ان دونوں کو اٹھالیا، اور (منبر پر) اپنے سامنے بٹھالیا۔ اور ارشاد فرمایا:۔

«صَدَقَ اللّٰهُ ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا».

''اللہ تعالیٰ نے (سورہ تغابن کی آیت: ۱۵ میں) سچ ہی فرمایا ہے کہ ''تمہارے مال اور اولاد فتنہ و آزمائش ہیں''۔ میں نے ان دونوں کو چلتے ہوئے گرتے پڑتے آتے دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ یہاں تک میں نے وعظ و گفتگو کو روک کر ان دونوں کو اٹھالیا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کے دل میں ان دونوں نواسوں کی کس قدر محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس حدیث میں مذکور صرف اسی ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ان نونہالوں کو جب اُفتاں و خیزاں، گرتے پڑتے، اٹھتے اور پھر چلتے دیکھا، تو فوراً منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ خطبہ اور وعظ و ارشاد کا وہ سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔ اور آ کر انہیں اٹھالیا۔ اور ساتھ ہی سورہ التغابن میں نازل ہونے والے ارشاد الٰہی کی تصدیق بھی فرما دی کہ مال اور اولاد انسان کیلئے امتحان و آزمائش ہیں بھلا کوئی مال میں مگن اور اولاد میں کھو کر اپنے خالق و مالک کو تو نہیں بھول جاتا؟

ذکر ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

صحیح مسلم کے حوالہ سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب تک نبی اکرم ﷺ کی پہلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زوجۂ محترمہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، آپ ﷺ نے دوسری کسی زوجۂ محترمہ سے نکاح نہیں کیا۔ اور جب نبی اکرم ﷺ کے حرمِ زوجیت میں پچیس سالہ ازدواجی زندگی گزار کر حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا، تو ان کے دو سال بعد سے نبی اکرم ﷺ نے متعدد خواتین کو اپنے نکاح میں لے کر انہیں ام المؤمنین ہونے کے شرف سے نوازا۔ ان میں نکاح کے اعتبار سے تو سب سے پہلی خاتون حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ لیکن ان کے نکاح کے تین چار سال بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی جبکہ اسی دوران نبی ﷺ نے ایک اور خاتون حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور نبی ﷺ کے دادا، عبد المطلب کے ننھیال ایک ہی تھے، اور ان کا نسب نامہ نبی اکرم ﷺ کے آٹھویں پشت کے دادا کعب بن لؤی میں جا کر نبی ﷺ سے ہی مل جاتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ پہلے ایمان لائیں اور پھر انہی کی ترغیب و تحریص سے ان کے شوہر بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی سنت بھی پوری کی۔ اور حضرت سکران (رضی اللہ عنہ) کا وہیں انتقال ہوا، اور نبوت کے دسویں سال ان کا نکاحِ ثانی نبی کریم ﷺ سے ہوا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال میں معروف تھیں، اور ان کے درجۂ ام المؤمنین پر فائز ہونے کا اصل سبب ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا، اور اسلام کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کرنا تھا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے نکاح کے چند سال بعد نبی ﷺ کی تقسیم کے مطابق انہیں دیا گیا وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ [1]

---

[1] مختصر از رحمة للعالمین ۲/ ۱۴۷، ۱۴۸، الفتح الربانی ۲۰/ ۲۳۶، ۲۲/ ۱۰۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب حدیث میں ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ایک بخاری شریف میں اور چار سننِ اربعہ میں۔انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ❶

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں جن کا مختصر تذکرہ وفضائل گزر چکے۔اوران کا شجرۂ نسب نبی ﷺ کے ساتویں پشت کے دادا مرہ میں جا کر نبی ﷺ سے ہی مل جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح تو مکہ مکرمہ میں نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال میں ہوا تھا۔مگر رخصتی ہجرت کے پہلے سال ماہِ شوال میں جا کر مدینہ منورہ میں ہوئی۔اور نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے صرف یہی ایک خاتون ایسی ہیں کہ جن کا پہلا نکاح نبی ﷺ سے ہی ہوا، جبکہ دیگر تمام امہات المؤمنین وزوجاتِ رسول ﷺ بیوہ ہو کر آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔اوراسی مناسبت سے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک عظیم شرف بھی حاصل ہوا کہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہ واحد زوجہ محترمہ تھیں کہ نبی ﷺ پر ان کے بستر میں ہونے کے باوجود بھی وحی کے نزول میں تاخیر نہیں ہوتی تھی چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ایک واقعہ کے ضمن میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَانَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنْ غَيْرَهَا». ❷

❶ بحوالہ رحمۃ للعالمین.

❷ بخاری مع الفتح ۷/ ۱۰۷. ترمذی مع التحفہ ۹/ ۳۳۷. الفتح الربانی ۲۲/ ۱۱۴. ۱۱۵. مشکوٰۃ ۳/ ۱۷٤٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں (کچھ کہہ کر) اذیت و تکلیف مت پہنچاؤ، بخدا یہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی مجھ پر وحی کا نزول ہو جاتا ہے، مگر دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا‘‘۔

اسی واقعہ کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہے کہ پھر اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

«يَا بُنَيَّةُ ! أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ».

’’اے میری بیٹی! (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کیا تم اس سے محبت نہیں رکھتی ہو جس سے میں محبت رکھتا ہوں‘‘۔

تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«فَأَحِبِّي هَذِهِ». [1]

’’تب پھر اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے محبت رکھ‘‘۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضرت امام الانبیاء والرسل ﷺ پر وحی نازل ہونے والی حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے شارحین نے لکھا ہے کہ:

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی سعادت و فضیلت ہے اور اس کا سبب غالباً یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بستر مردوں میں سے صرف نبی اکرم ﷺ ہی کیلئے خاص تھا کیونکہ وہ واحد کنواری خاتون تھیں جن کا نبی اکرم ﷺ سے ہی پہلا نکاح ہوا تھا۔ جبکہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں یہ چیز نہیں تھی، بلکہ ان سب میں ہر ایک کی زندگی میں نبی ﷺ سے قبل بھی مرد آچکے تھے۔ اس اعتبار سے اور من کل الوجوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو یہ شرف حاصل ہوا وہ اس کی بجا طور پر مستحق تھیں۔

---

[1] حوالہ جات سابقہ و صحیح مسلم مع النووی ۸/۱۵/ ۲۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر میں نزولِ وحی کے اختصاص کی حکمت کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کپڑوں کو انتہائی صاف ستھرا رکھتی تھیں جن میں وہ نبی ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ❶ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی

کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جود و سخا کے بارے میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ہی دن میں ستر ہزار درہم راہِ للہ صرف کیے۔ جبکہ خود پیوند لگا کر کرتہ پہنے ہوئے تھیں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، جو سب انہوں نے اسی روز صدقہ کر دیئے۔ خود روزہ سے تھیں، شام کو کنیز نے سوکھی روٹی سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ اگر سالن کیلئے کچھ بچا لیا ہوتا تو تیار کر لیتی۔

حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''مجھے تو خیال ہی نہ رہا تو نے ہی یاد دلا یا ہوتا''۔ ❷ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاَرْضَاھَا۔

فضائل و مناقب:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام و مرتبہ عطا کیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے ضمن میں ایک ارشادِ نبوی ﷺ گزر چکا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا، اور خود حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی انہیں سلام کہا، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

---

❶ فتح الباري ۷/ ۱۰۹.

❷ بحوالہ رحمۃ للعالمین ۲/ ۵۵. ۱۵٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«يَا عَائِشُ هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ». ❶

"اے عائشہ! یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں"

اور مسلم شریف کے الفاظ ہیں:

«لِيَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ».

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جواب میں کہا: "وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ".

اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہ میں نہیں دیکھ رہی تھی، اور ان کی مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

اور بخاری و مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"اے عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے تین راتیں مسلسل تم دکھائی گئی ہو، ایک فرشتہ تمہیں ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا اور مجھے کہتا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے۔ اور جب میں تمہارے چہرے سے کپڑا اٹھاتا تو وہ تم ہی ہوتیں"۔ تب میں نے کہا:

«إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ». ❷

"کہ یہ خواب اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا کر دے گا"۔

اس خواب کی تعبیر حقیقت کا روپ دھار گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ زوجیت میں داخل ہو گئیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام حظیرۃ القدس میں کیا گیا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کو من جانب اللہ قرار دیا تھا۔

---

❶ بخاری مع الفتح ۱۰۶/۷۔

❷ متفق علیہ مشکوٰۃ ۱۷۴۴/۳، مسلم مع النووی ۲۰۲/۱۵/۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح بخاری شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

«اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ». ❶

"میں جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بیوی ہیں"۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس ارشادِ نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے جو صحیح ابن حبان میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

«اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ زَوْجَتِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ». ❷

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ہی میری بیوی ہو"۔

ترمذی شریف میں ایک صحیح حدیث ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی خاص اشارۂ الٰہی تھا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سبز رنگ کے ریشم میں لپیٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر نبی ﷺ کی خدمت میں لائے، اور فرمایا:

«هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ». ❸

"یہ آپ کی دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بیوی ہے"۔

ان تینوں حدیثوں پر معمولی سا غور کرنے سے کتنے ہی مسائل واضح ہو جاتے ہیں، مثلاً:

پہلا: یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ سے نکاح، منشاءِ الٰہی اور خاص اہتمامِ الٰہی سے ہوا۔

---

❶ بخاری مع الفتح ۷/ ۱۰۶

❷ بحوالہ فتح الباری ۷/ ۱۰۸.

❸ ترمذی مع التحفہ ۹/ ۳۷۹، مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۴۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا: یہ کہ یہ نکاح دنیا و آخرت دونوں جہانوں کیلئے دائمی تھا۔

تیسرا: یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت میں سے ہیں۔ اور وہاں بھی نبی ﷺ کی بیوی اور آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی۔

اور بخاری و مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ مردوں میں سے تو بہت درجۂ کمال کو پہنچے ہیں، مگر عورتوں میں سے صرف حضرت مریم بنت عمران، اور آسیہ زوجہ فرعون ہی درجۂ کمال کو پہنچی ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی ارشاد فرمایا:۔

«وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ». [1]

''اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر''۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا''۔ اور پوچھا کہ مردوں میں سے کون؟ تو فرمایا: اس کا باپ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ''۔

حضرت خدیجہ، فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہن میں بہت سے فضائل مشترک ہیں۔ اور بعض متفاوت اور مجموعی طور پر افضلیت کسے حاصل ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خیر و برکت کا پیکر تھیں، اور اس امر کی گواہی بخاری شریف میں حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی زبانی منقول ہے کہ ایک سفر کے دوران ان کا ہار گم ہو گیا، تلاش کرنے والوں نے نماز کا وقت ہو جانے اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے بلا وضوء ہی نماز ادا کر لی، اور نبی ﷺ سے جب اس بات کا ذکر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے

---

[1] بخاری مع الفتح ۷/ ۱۰۶، مسلم مع النووی ۸/ ۱۵/ ۲۱۱، ترمذی مع التحفۃ ۹/ ۳۸۳، شرح السنۃ ۱۴/ ۱۶۳.

[2] تفصیلاً دیکھئے فتح الباری ۷/ ۱۰۷، ۱۰۹، جلاء لا فہام لا بن القیم رحمۃ للعالمین ۲/ ۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آسمان سے سورہ مائدہ کی آیت ۶، اور سورہ نساء کی آیت ۴۳) آیتِ تیمم نازل فرمائی۔ اس وقت حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْراً فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجاً فِيهِ لِلْمُسْلِمِينَ بَرَكَة». ❶

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تمہیں جزائے خیر دے، بخدا جب بھی کبھی آپ کا کوئی کام اٹکا تو آپ کیلئے خود اللہ نے بہتر راہ نکالی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے بھی برکت نازل فرمائی (اس سے ان کی مراد رخصتِ تیمم کا نزول ہے)''۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم وفضل کا اندازہ ترمذی شریف میں مذکور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

''ہم اصحابِ رسول ﷺ کو جب بھی کوئی دینی مسئلہ مشکل نظر آیا تو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، اور ہمیشہ اس مسئلہ کے بارے میں ان کے پاس علم پایا''۔ ❷

ترمذی شریف میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت کی گواہی حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر فصیح اللسان کسی کو نہیں دیکھا۔ ❸

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دو ہزار دو سو دس حدیثوں کی راوی ہیں جن میں سے ۱۷۴ متفق علیہ، ۵۴ بخاری، ۶۷ مسلم اور ۲۰۱۷ دیگر کتب معتبرہ میں ہیں۔

فتاویٰ شرعیہ، حل مشکلاتِ علمیہ، بیان روایاتِ عربیہ، اور واقعاتِ تاریخیہ

---

❶ بخاری ۷/ ۱۰۷، ۱۰۸، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۲۳.

❷ ترمذی مع التحفۃ ۹/ ۳۸۰، شرح السنۃ ۱۴/ ۱۶۶، مشکوٰۃ ۳/ ۱۷۳۶ وصححہ.

❸ حوالہ جات سابقہ ایضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر مستزاد ہیں، اور ان کے خطبات الگ ہیں۔ ❶

ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر و زینب بنت خدیجہ رضی اللہ عنہن

نبی اکرم ﷺ کی چوتھی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جن کے والدِ گرامی خلیفۂ ثانی امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جن کے سگے بھائی دو ہزار دو سو دس حدیثوں کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، جن کی والدہ نہایت قدیم الاسلام حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا، اور جن کے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے، جو قبولِ اسلام کے لحاظ سے چودھویں مسلمان تھے، وہ ذوالہجرتین اور مدینہ منورہ میں مہاجرین میں سے سب سے پہلے انتقال کرنے والے ہیں۔ جن کی پیشانی پر تکفین کے وقت نبی ﷺ نے بوسہ دیا۔ اور اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ان کے پاس بنائی اور تدفین کے وقت فرمایا تھا:

«اِلْحَقْ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَّا». ❷

''ہم سے پہلے رخصت ہو جانے والے نیک شخص سے مل جا۔''

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ نبی ﷺ کی آٹھویں پشت کے دادا کعب میں جا کر مل جاتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے قبل حضرت خُنیس بن حذافہ السّہمی رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں، وہ بھی قدیم الاسلام (السابقون الاولون میں سے) تھے۔ اور انہوں نے حبشہ اور پھر مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تھی۔ غزوہ بدر و احد میں شریک ہوئے۔ اور میدانِ اُحد میں زخمی ہو کر مدینہ آئے اور وہیں وفات پائی۔ بخاری شریف، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/۱۲۸، ۲۳ ایضاً ابواب خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ ومناقبہ من کتاب الخلافۃ و الامارۃ ۱/۱۶۸، ۱۷۶، رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۵۵

❷ بحوالہ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حفصہ بنت عمر (رضی اللہ عنہا) بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا کیونکہ ان کی بیوی اور نبی ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ابھی نکاح کرنے کا کوئی ارادہ نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انہوں نے بھی خاموشی اختیار کرلی، کوئی جواب نہ دیا۔ اور چند دن ہی گزرے تھے کہ نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح کرلیا۔ یہ نکاح ہو چکنے کے بعد حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم شاید میری خاموشی پر ناراض ہوئے ہو گے مگر مجھے نکاح سے صرف اس بات نے روکے رکھا کہ میں نے نبی ﷺ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے سنا تھا۔ اور اس وقت میں آپ ﷺ کا یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر آپ ﷺ نکاح نہ کرتے تو پھر میں کرلیتا۔ [1]

مسند ابی یعلی کی ایک حسن درجہ کی روایت میں اس واقعہ کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب کی نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَزَوَّجَ حَفْصَةَ خَيْرٌ مِّنْ عُثْمَانَ وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ خَيْراً مِّنْ حَفْصَةَ». [2]

''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس شخص سے شادی کرے گی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس خاتون سے شادی کرے گا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے''۔

---

[1] الفتح الربانی ١٦/١٤٨، ٢٢/ ١٢٩، ١٣٠.

[2] بلوغ الامانی ترتیب و شرح الفتح الربانی ١٦/ ١٤٩، و فتح الباری ٧/ ١٠٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا (اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کر لیا۔) اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' ہونے کا شرف اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور دارمی میں حضرتِ فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (ایک مرتبہ) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو (کسی وجہ سے) طلاق دے دی تھی، پھر رجوع کر لیا تھا۔ ❶

اور علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں طبرانی ایک صحیح سند والی حدیث نقل کی ہے جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: رَاجِعْ حَفْصَةَ، فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَهِيَ زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ». ❷

''میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کر لو، (اور ساتھ ہی فرما دیا:) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی روزہ دار اور راتوں کو بکثرت قیام کرنے والی شب زندہ دار عورت ہے اور (دنیا میں ہی نہیں) وہ تو جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی''۔

یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بتائے، تعریف کی اور بتایا کہ وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَأَرْضَاهَا.

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی، اور ساٹھ سال کی عمر میں ۴۱ھ جمادی الاولیٰ میں انتقال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا ساٹھ

---

❶ الفتح الربانی ۱۷ / ۲، ۲۲/ ۱۳۱.

❷ بحوالہ بلوغ الامانی ۲۲/ ۱۳۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث کی راوی ہیں جن میں سے چار متفق علیہ، پانچ صرف بخاری میں، چھ صرف مسلم میں اور پینتالیس دیگر کتب میں ہیں۔ جبکہ التقریب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی وفات ۴۵ھ ماہ شعبان لکھی ہے اور اکثر اہلِ علم کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ وفات کے وقت ان کی کل عمر تریسٹھ سال تھی۔ ❶

امّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی پانچویں زوجۂ محترمہ امّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا تھیں، ''الاصابۃ فی تمییز الصحابہ'' میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ امّ المساکین کے لقب سے پکاری جاتی تھیں کیونکہ آپ بکثرت فقراء و مساکین کو کھانا کھلاتیں، اور ان پر صدقہ کیا کرتی تھیں، ان کے شوہر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ منصور پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کے پہلے شوہر طفیل اور دوسرے عبیدہ تھے۔ یہ دونوں سگے بھائی اور نبی ﷺ کے چچا زاد یعنی حارث بن عبد المطلب کے فرزند تھے، اور ان کا تیسرا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ ❷

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے چوتھے شوہر تھے۔ اور آپ ﷺ ہی کی زوجیت میں ان کا انتقال ہوا۔

غرض حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پھوپھی زاد اور امّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی تھے، جب وہ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تو اس کے بعد ان سے نبی ﷺ نے نکاح کر لیا۔

امّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، اور امّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایک ہی تھیں، البتہ باپ الگ الگ تھے تو گویا وہ ماں کی طرف سے

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۱، رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۲، ۱۶۳.

❷ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۳، ۱٦٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہنیں تھیں، یہ صرف دو یا تین ماہ تک نبی ﷺ کے حرمِ زوجیت میں رہیں اور وفات پا گئیں جبکہ ان کی کل عمر تیس سال تھی۔ نبی ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع میں انہیں دفن کیا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا

ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی چھٹی زوجہ محترمہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا اسمِ گرامی ہند بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا تھا، جبکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت میں ان کا نام ہند اور دوسری میں رملہ مذکور ہے۔ اور علامہ مبارکپوری و منصور پوری رحمہ اللہ نے ہند ہی ذکر کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھی دونوں ہی نام یعنی رملہ اور ہند مذکور ہوئے ہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے دونوں نام (ہند و رملہ) ذکر کرنے کے بعد رملہ کو ہی زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کا نام ابو سلمہ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بن عبد الاسد تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام تھیں، اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تو اسلام لانے کے اعتبار سے غالباً گیارھویں مسلمان تھے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ برّہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ، سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تینوں رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی تھے۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پہلے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مکہ مکرمہ آ گئے۔ اور جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کے گھر والوں نے ان کا بچہ ”سلمہ“ چھین لیا اور کہا کہ تم جا سکتے ہو ہمارا یہ بچہ نہیں لے جا سکتے کیونکہ یہ ہمارے خاندان کا فرد ہے۔ ادھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے

---

[1] الفتح الربانی ۲۱/ ۶۹، ۲۲/ ۱۳۲، رحمة للعالمین ۲/ ۱٦٤، ۱۷٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر والوں نے انہیں روک لیا کہ یہ ہمارے خاندان کی لڑکی ہے، ہم اسے نہیں جانے دیں گے۔ اس کے باوجود بھی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ایمان وعزم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور وہ اکیلے ہی ہجرت کر گئے۔

• حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں روک لی گئی تھیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آبیٹھا کرتیں جہاں سے وہ اپنے شوہر سے الگ کی گئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگ دل رشتہ داروں پر ان کی آہ وبکاء اور گریہ وزاری اثر کر گئی، تب جا کر انہوں نے بچہ بھی دے دیا اور ہجرت کی اجازت بھی دے دی۔ اور انہوں نے اکیلے ہی مدینہ منورہ کا رخ کر لیا۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جو بیت اللہ شریف کے چابی بردار تھے، گو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بے بسی پر رحم کھا کر ان کے ساتھ ہو لیے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کراتے اور خود پیدل چلتے، اور یوں عزت واحترام کے ساتھ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا کر واپس چلے گئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر واُحد میں شریک ہوئے۔ میدانِ اُحد میں زخمی ہو گئے۔ اور انہی زخموں کے نتیجے میں (جمادی الاخریٰ ۳ھ میں) شہادت پائی۔ کتب تاریخ وسیرت کے علاوہ صرف صحیح بخاری شریف کے سوا صحاح یا اصولِ ستہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے نکاح کا واقعہ متعدد احادیث میں مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص کسی مشکل یا مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھے:۔

«﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا».

تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت سے نجات دیتا ہے۔ اور پہلے سے بہتر نگہداشت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذریعہ عطا کرتا ہے۔ اس دعاء پر مبنی یہ ارشادِ نبوی ﷺ بیان کرنے کے بعد خود اپنا عمل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

''جب (میرے شوہر) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے وہی دعاء کی جس کا حکم نبی ﷺ نے فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بدرجہا بہتر شوہر عطا فرمایا، اور وہ تھے رسول اللہ ﷺ''۔ ❶

الغرض جب اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایامِ عدت چار ماہ دس دن پورے کر لیے تو ان سے نبی ﷺ نے نکاح کر کے انہیں ام المؤمنین ہونے کے شرف سے نوازا، اور ان کے دو لڑکوں عمر اور سلمہ، اور دو لڑکیوں زینب اور درّہ نے نبی ﷺ کے گھر میں ہی تربیت و پرورش پائی۔ اور صحیح مسلم کے باب فضائل اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہے کہ:

انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نبی ﷺ سے باتیں کرتے دیکھا جبکہ وہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں نبی ﷺ کے پاس آئے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد پوچھا: معلوم ہے یہ کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت دحیہ تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں بعض دیگر امور کے علاوہ لکھا ہے کہ یہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و منقبت ہے کہ انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ ❷

مسند احمد و مستدرک حاکم اور ابن جریر میں ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بیت سے متعلق سورۂ احزاب کی آیت: ۳۳ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں

---

❶ مسلم ۳/۳۷، ۳۸، الفتح الربانی ۲۱/ ۶۷، ۶۹ و ۲۲/ ۱۳۱/ ۱۳۲، الکلم الطیب لابن تیمیہ بتحقیق الالبانی ص ۸۱، ۸۲.

❷ مسلم مع النووی ۸/۱۶/ ۷، ۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ ❶

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی تو کوئی اولاد نہیں تھی، مگر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کے جو بچے تھے وہ نبی ﷺ کے دستِ شفقت پر پروان چڑھے۔ ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوان ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے فارس و بحرین کے حاکم رہے۔ بخاری و مسلم میں انہی حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:۔

«كُنْتُ غُلَاماً فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ». ❷

''میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں لڑکا (بچہ) تھا۔ اور میرا ہاتھ رکابی (پلیٹ) میں گھومتا تھا۔ تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بسم اللہ کہہ، اور اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی متصل جانب سے کھا، یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھا''۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے اپنی چچازاد امامہ بنتِ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ میں تمام عورتوں سے بڑی فقیہہ تھیں، اور درہ بنت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ کیا نبی ﷺ درّہ سے نکاح کرنے والے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر وہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی، تب بھی وہ میرے لیے حلال نہ تھی۔ کیونکہ

---

❶ الفتح الربانی ۱۸/ ۲۳۷، ۲۲،۲۳۸/ ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۳۲، وشرح السنہ ۱۴/ ۱۱۷ وقال المحقق: لاباس باسنادہ۔

❷ مشکوٰۃ، تحقیق الالبانی ۲/ ۱۲۱۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تو میرا دودھ شریک بھائی ہے"۔ ❶

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا ۳۷۸ احادیث کی راوی ہیں۔ جن میں سے ۱۳ متفق علیہ، ۳ صرف بخاری اور ۱۳ صرف مسلم، اور ۳۴۹ دیگر کتب حدیث میں ہیں۔ ❷

المواہب اللدنیہ کے مؤلف نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ وفات ۸۴ سال لکھی ہے۔ اور شرح المواہب میں زرقانی نے اس کی تصویب کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابۃ فی تمیز الصحابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سب امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے آخر میں فوت ہوئیں۔ ان کی وفات ۵۹ ھ اور بعض روایات کے مطابق ۶۰۔ ۶۱ ھ میں ہوئی۔ اور ان کا نسب نامہ بھی نبی ﷺ کی آٹھویں پشت کے دادا کعب میں جا کر نبی ﷺ سے ہی مل جاتا ہے۔ ❸

نکاح ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کی ساتویں زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جن کا آبائی نسب قضاعہ تک پہنچتا ہے۔ اور ماں کا نسب بھی معن بن طی سے ملتا ہے۔ اس اعتبار سے تو دراصل وہ نجیب الطرفین یا معزز حسب ونسب والے تھے مگر لڑکپن میں کسی گروہ نے انہیں اغوا کیا اور مکہ مکرمہ کے قریب منعقد ہونے والے ایک سالانہ میلہ "سوق حباشہ" میں لا کر بیچ دیا۔ یوں وہ بظاہر غلامی کی زد میں آ گئے، مگر اس وقت تک کسے معلوم تھا کہ اس بچے کی تو ایک مرتبہ اغوا ہونے اور بک جانے سے قسمت ہی

---

❶ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۵.

❷ المرعاۃ ۱/ ۲۱۶. رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۶

❸ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۲، رحمۃ للعالمین ۲/۱۴۳، ۱۴۴، ۱۶۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنورتی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کیلئے خرید لائے۔ اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے ہوا تو انہوں نے انہیں نبی ﷺ کو بطور ہدیہ ہبہ کر دیا۔ اس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کے سایۂ رحمت وشفقت میں آگئے۔

نبی ﷺ کے پیار و محبت اور شفقت و رأفت کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے آباء و اجداد کو بھول کر انہیں زید بن محمد ﷺ کا خطاب دے دیا۔ مگر چونکہ بچپن میں وہ ایک مرتبہ سر بازار بک چکے تھے، لہٰذا وہ بات ابھی دلوں میں باقی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جوان ہونے پر نبی ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہا تو دار قطنی (ص ۱۴۶ مطبع فاروقی دہلی) کی ایک روایت کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والے شروع میں اس پر رضا مند نہ ہوئے مگر نبی ﷺ کا تقاضا جاری رہا، یہاں تک کہ سورۂ احزاب کی آیت: ۳۶ بھی نازل ہوگئی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾

''جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کیلئے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا''۔

یہ حکم نازل ہو جانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر والے بھی اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرنے پر رضا مند ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ یہ نکاح انسانیت کیلئے احسانِ عظیم ثابت ہوا کیونکہ اسی دن سے غلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خاتمے کا آغاز ہو گیا تھا۔

اب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ ایک اور رسمِ جاہلیت یعنی متبنیٰ بنانے کا خاتمہ ہو تا کہ جس کی کوئی اصل اولاد اور خون ہو، اسے اسی کی طرف ہی منسوب کیا جائے۔ اور اس رسم کی اصلاح کا آغاز یوں ہوا کہ حضرت زید اور زینب رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ رہی۔ میاں بیوی میں کشیدگی رہنے لگی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے شکایت کی اور آپ ﷺ نے انہیں صبر و ہمت اور برداشت سے کام لینے کی نصیحت فرمائی۔ لیکن میاں بیوی کا عجب ہی رشتہ ہے کہ جب آئینۂ دل میں بال آجائے تو کوئی نصیحت بھی کارگر ثابت نہیں ہوتی، اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ بالآخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے ہی دی۔ ❶

اور جب طلاق کی عدت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ہم نے آپ ﷺ سے کر دیا ہے۔ آپ ﷺ انہیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔ لہٰذا امرِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے حرمِ زوجیت میں لے لیا۔ یہ واقعہ خود قرآن کریم کی سورۂ احزاب، آیت: ۳۷ میں مذکور ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾

''اور (اے میرے نبی! وہ وقت یاد کریں) جب آپ اس شخص سے جس پر

---

❶ مختصر از رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۷، ۱۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے (توفیقِ اسلام جیسا) انعام کیا۔ اور آپ نے (آزاد کرنے، متبنیٰ بنانے اور اپنی پھوپھی زاد سے نکاح کرانے جیسا) احسان کیا (آپ اس سے) کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے دل میں ایک بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ لوگوں سے (اس بات کے کھلنے میں) ڈرتے تھے۔ حالانکہ آپ کو اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے تھا۔ اور جب زید اس عورت سے اپنی خواہش (طلاق) پوری کر چکا تو ہم نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ یہ اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنے لے پالک لڑکوں کی بیویوں سے نکاح کر لینے میں جبکہ وہ اپنی خواہش (طلاق) پوری کر چکیں، کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہے گا''۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح سے متعلقہ آیت کی وضاحت:

اس مذکورہ آیت میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح اور پھر طلاق اور پھر ان سے نبی ﷺ کے نکاح کا تذکرہ ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت زینب اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کا نکاح تقریباً ایک سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ رہا تھا۔ اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس عرصہ کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس بات کی اطلاع کر دی تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا تیری بیویوں میں سے ایک ہوگی۔ اس کے باوجود جب حضرت زینب اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات میں کشیدگی اور ناخوشگواری پیدا ہوئی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ شکایت لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ نے انہیں برداشت سے کام لینے کی جو نصیحت فرمائی، اس کے الفاظ قرآن کریم کی اس آیت میں یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے، اور اللہ سے ڈر''۔

(یعنی) اسے طلاق دینے میں جلد بازی سے کام نہ لے اور اس کے معاملہ میں اللہ سے ڈر۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کے الفاظ قرآنِ کریم میں نازل کرنے کے ساتھ ہی فرما دیا:۔

﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾

''اور (اے میرے نبی! اس وقت) آپ اپنے دل میں ایک بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔ اور آپ (اس بات کے ظاہر ہونے میں) لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ آپ کو اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے تھا''۔ [1]

یہ بات کیا تھی جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور جس کے ظاہر ہونے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے تھا؟ اس بات کے بارے میں کتبِ تفسیر میں مختلف اقوال مذکور ہیں جن میں سے بعض تو ایسے ہیں جو شانِ نبوت کے سراسر منافی ہیں۔ اس لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ:۔

''ان اقوال کا بیان کرنا بھی مناسب نہیں''۔

اور صاحبِ تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ان کے بیان کرنے سے پہلوتہی کی ہے۔ مثلاً یہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حسن کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دل سے ان کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ (نعوذ باللہ) حالانکہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعی ۳/ ۳۷۰، ۳۷۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تو اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی۔ اور اس وقت تک ابھی آیت الحجاب (پردے والی) نازل نہیں ہوئی تھی۔ صرف ان دو نقطوں کو پیش نظر رکھنے والا کوئی شخص بھی مذکورہ لغو داستان کو باور نہیں کر سکتا کیونکہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں، وہ آپ ﷺ کے سامنے پلیں بڑھیں، اس عرصہ میں ان کی شکل و صورت آپ ﷺ سے کیونکہ پوشیدہ رہ سکتی تھی۔

خصوصاً جبکہ ابھی پردے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر چھتیس سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے، ایسا کیوں کر مانا جا سکتا ہے؟ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ (ایک آزاد کردہ غلام) تو ان سے بیزار ہو جائیں، اور امام الانبیاء وسید الاتقیاء ﷺ ان پر شیفتگی کا اظہار کریں۔

عقل و عادت اور تجربہ و مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کیلئے کافی ہیں۔ ❶

وہ بات دراصل یہ ہے کہ نبی ﷺ کو بذریعہ وحی پہلے سے مطلع کر دیا گیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بیوی بننے والی ہے مگر آپ ﷺ اس بات کے اظہار سے شرماتے تھے کہ مخالفین الزام لگائیں گے کہ دیکھیے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس لئے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آکر شکایت کی تو انہیں فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رہنے دو۔ اور اس کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب آمیز لہجہ میں فرمایا کہ جب میں نے آپ ﷺ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے ہونے والا ہے تو پھر آپ ﷺ زید رضی اللہ عنہ کو یہ بات کیوں کہہ رہے ہیں؟ یعنی یہ آپ ﷺ کی شان کے لائق نہیں تھا بلکہ بہتر یہ تھا آپ خاموش رہتے یا زید رضی اللہ عنہ کو کہہ دیتے کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو، اور تفسیر روح المعانی کے مؤلف علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ عتاب وغصہ ترکِ اولیٰ پر

---

❶ رحمۃ للعالمین ۳/ ۱۷۱، ۱۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کوئی بات چھپانے والے ہوتے تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔ ❷

مختصر یہ کہ اس عتاب آمیز خطاب کے بعد ارشاد فرمایا:۔

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾

''پھر جب زید اس عورت سے اپنی خواہش پوری کر چکے (یعنی طلاق دے چکے اور مدت بھی پوری ہوگئی) تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کردیا''۔

قرآنِ کریم کا یہ مقام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سعادت وفضیلت کا واضح ثبوت ہے، کیونکہ ﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح خود اللہ نے پڑھایا اس معنیٰ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ آپ بغیر ایجاب وقبول اور مہر وغیرہ کے اسے اپنی زوجیت میں لے لیں۔

(الاشرف الحواشی)

یہی وجہ ہے کہ تفسیر ابن کثیر میں بخاری کے حوالہ سے منقول ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سامنے فخر یہ کہا کرتی تھیں:۔

«زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ،
أَنَا الَّتِي نَزَلَ تَزْوِيجِي مِنَ السَّمَاءِ». ❸

''تمہارا نکاح تو تمہارے گھر والوں نے پڑھایا جبکہ میں وہ خوش قسمت زوجۂ رسول (ﷺ) ہوں کہ میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر خود اللہ تعالیٰ

❶ فتح الباری وروح المعانی بحوالہ فوائد سلفیہ المسمّٰی بہ اشرف الحواشی ص ۵۰۶. از مولانا محمد عبدہ الفلاح.

❷ اشرف الحواشی ومختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعی ۳/ ۳۷۱.

❸ مختصر ابن کثیر للرفاعی ۳/ ۱۴۰. وحوالہ سابقہ. و ابن کثیر اردو ۴/ ۲۹۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پڑھایا، میں ہی ہوں کہ جس کی تزویج آسمان سے نازل ہوئی‘‘۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے کہا کرتی تھیں کہ تین امور میں مجھے آپ ﷺ کی دیگر بیویوں میں انفرادیت حاصل ہے:۔

① یہ کہ میرا اور آپ ﷺ کا دادا ایک ہے۔

② یہ کہ میرا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ آسمان سے خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا ہے۔

③ یہ کہ میرے اور آپ ﷺ کے نکاح میں پیغام رسانی کرنے والا (کوئی انسان نہیں بلکہ) حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ❶

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں اہتمام الٰہی اور اس کی وجہ

نبی ﷺ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح اور انہیں نبی ﷺ کی زوجیت میں دینے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ خاص اہتمام فرمایا، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اس سوال کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی اسی آیت: ۳۷ کے آخر میں دے دیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾

’’یہ اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنے لے پالک لڑکوں کی بیویوں سے نکاح کر لینے میں کوئی تنگی وحرج نہ رہے۔ جبکہ وہ اپنی خواہش (طلاق) پوری کر چکے ہوں‘‘۔

تو گویا اس نکاح میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اہتمام کا مقصد ایک رسم متبنیت کو ختم کرنا تھا، اور وہ رسم یہ تھی کہ عام طور پر مختلف ممالک میں رواج چلا آرہا تھا

❶ مختصر ابن کثیر للرفاعی ۳/۳۷۱، ۳۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جب کسی کے یہاں اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا لیتے، جسے متبنٰی کہا جاتا، اور وہ متبنٰی اپنے آپ کو اپنے حقیقی والد کی طرف منسوب کرنے کی بجائے فرزندی میں لینے والے کی طرف نسبت کرتا، یہ رسم درحقیقت قدرتِ الٰہی کا ایک ستا خانہ جواب تھی۔ متبنٰی بنانے والا شخص گویا اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کرتا کہ تو نے مجھے فرزند عطا نہیں کیا تو کیا ہوا؟ یہ دیکھا میں نے بھی آخر یہ بیٹا حاصل کر ہی لیا ہے؟

اس کے علاوہ اس رسم کی وجہ سے افرادِ خاندان کے حقوق پر بڑا برا اثر پڑتا تھا کہ اصل وارث تو محروم رہ جاتے، اور ایک غیر متعلق شخص جو مصنوعی طور پر گھر میں دیا گیا تھا وہ ناحق سارا مال لے جاتا، جو دوسروں کے دلوں میں بغض وعداوت اور دشمنی پیدا کرنے کا سبب بنتا، اور خصوصاً جب املاک وجائیداد جدّی پیدا کردہ ہوتیں، تو ایسے موقع پر متبنٰی کے وراثت لینے سے تمام خاندان میں کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔

اسی طرح یہ متبنٰی اگر کبھی غریب رہ جاتا، اور اس کے حقیقی بھائی اچھی حالت میں ہوتے تو یہ حسد کی آگ میں جلنے لگتا۔ اور اگر متبنٰی مالدار ہو گیا اور حقیقی بھائیوں کی حالت پتلی رہی تو وہ سب انگاروں پر لوٹتے اور اس کا حسد کرتے۔ یوں یہ رسم کتنے ہی افرادِ معاشرہ کے دلوں میں کدورتوں اور نفرتوں کے بیج بو دیتی اور اس رسم تبنیت میں ایسی ہی کئی دیگر قباحتیں بھی تھیں۔ ❶

لہٰذا اس رسم زبوں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۂ احزاب کی آیت: ۴، اور ۵ میں فرمایا:۔

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝ ادْعُوهُمْ

---

❶ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۸-۱۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارے واقعی بیٹے نہیں بنایا ہے یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھی راہ سمجھاتا ہے۔ لے پالکوں کو اپنے حقیقی باپوں کی طرف نسبت کر کے ہی بلاؤ، اللہ کے نزدیک یہی صحیح انصاف کی بات ہے۔ ہاں اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں (یعنی بیٹے پھر بھی نہیں)''۔

کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ یہ کلامِ الٰہی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا تھا کیونکہ نبی ﷺ نے انہیں نبوت سے پہلے آزاد کر کے اپنا متبنّٰی بنالیا ہوا تھا اور وہ زید بن محمد ﷺ کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس نسبت کی ممانعت فرمادی۔ ❶

لیکن یہ رسمِ جاہلیت اتنی قدیم اور مستحکم تھی کہ اسے ختم کرنے کیلئے کسی زبردست عملی نمونے کی ضرورت تھی، اور نبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی نمونہ کہاں ہوگا کہ جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے ہی سورۂ احزاب کی آیت:۲۱ میں ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ فرما کر ساری دنیا کیلئے زندگی کا بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس رسم کے خاتمے اور اسکے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کیلئے نبی ﷺ کو ہی بطورِ نمونہ منتخب فرمایا۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طلاق یافتہ بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی زوجیت میں دے دیا تا کہ یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ منہ بولے لوگ حقیقی ہرگز نہیں ہوسکتے۔ اور اگر حقیقی کا درجہ لے سکتے تو پھر نبی ﷺ کا بامرِ الٰہی حضرت زینب

❶ ابن کثیر اردو ۴/ ۲۵۳، ۲۹۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ؓ سے نکاح نہ ہوتا کیونکہ وہ بھی تو آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید ؓ کی بیوی تھیں۔ اس طرح مسلمان ایک مشکل سے چھوٹ گئے اور ایک باطل رسم کی جڑ کٹ گئی، اور اسی بات کا لحاظ رکھتے ہوئے سورہ نسآء کی آیت: ۲۲۔۲۳ اور ۲۴ میں جہاں ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح کرنا حرام ہے، وہاں فرمایا:۔

﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾

''اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری اپنی صلب سے (یعنی تمہارا اپنا خون) ہیں''۔

یہاں بھی واضح طور پر منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کو محرمات سے خارج کر دیا، ہاں البتہ رضاعی لڑکا نسبی و صلبی بیٹے کے حکم میں ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ». ❶

''رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں''۔

بخاری شریف میں ہے:۔

«يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ».

''رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت (نکاح کرنے) سے حرام ہو جاتے ہیں''۔

اور مسلم شریف میں ہے:۔

«إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ». ❷

---

❶ متفق عليه بلوغ المرام مع حاشية الدہلوی ۲/ ۲۰۰.

❷ مشكوة ۲/ ۹۴۴، تحقيق الألباني

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام قرار دیئے ہیں جو نسب سے حرام قرار دیئے ہیں‘‘۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ پیار سے کسی کو بیٹا کہہ دینا، یہ اور چیز ہے۔ اور یہ ممنوع نہیں، جیسا کہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو (یَا بُنَيَّ) ’’اے میرے بیٹے‘‘ کہا تھا۔

بخاری و مسلم، ابو داود اور ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف کرتا ہے، اس پر جنت کی خوشبو تک حرام ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔ ❶

اس سخت وعید سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے اصل نسب سے ہٹ کر اپنے آپ کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا، کبیرہ گناہ ہے۔ ❷

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے نکاح پر کفار و منافقین کے اعتراضات اور ان کا رد

نبی اکرم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا تو منافقین و کفار نے ایک طوفانِ بدتمیزی بپا کرنے کی کوشش کی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو! اپنے آزاد کردہ اور متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ جو ان کی نظر میں بہو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ان باطل نظریات کی تردید کیلئے قرآنِ کریم کے مختلف مقامات پر مختلف انداز اختیار فرمایا:

سورۂ احزاب کی آیت: ۴ کے نصفِ ثانی میں فرمایا کہ تمہارے متبنّٰی لڑکوں کو

---

❶ صحیح الجامع الصغیر: ۵۹۸۷، ۵۹۹۰۔

❷ ابن کثیر ۴/ ۲۵۴، ۲۵۵ و المرجع السابق و اشراف الحواشی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے تمہارے حقیقی بیٹے ہرگز نہیں بنایا۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں ۔اور تمہارے کہنے سے کسی چیز کی حقیقت تو نہیں بدل سکتی، بلکہ حقیقت تو وہی ہے جو اللہ ہے۔

(۱) آیت:۵ کے آغاز میں فرمایا: کہ اپنے منہ بولے، لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف ہی نسبت کر کے بلاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی بات مبنی بر انصاف ہے۔اور یہ ناممکن ہے کہ کسی کے دو حقیقی باپ ہوں، بلکہ اصل باپ صرف ایک ہی ہوسکتا ہے۔اور وہ ہی ہوتا ہے جس کی صلب اور خون سے کسی نے جنم لیا ہو۔

(۲) اس بات کو لوگوں کیلئے اقرب الی الفہم کرنے اور آسانی کے ساتھ ذہن نشین کرانے کیلئے آیت:۴ کے آغاز میں تمہید کے طور پر دو باتیں فرمائیں۔پہلی یہ کہ:۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ﴾.

”کسی آدمی کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے“۔

اور دوسری یہ کہ:۔

﴿وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ﴾.

”اور جن بیویوں کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو، انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچ کی مائیں نہیں بنادیا“۔

اور آگے فرمایا تمہارے متبنّیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرمادی کہ جس طرح ایک سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے، ویسے ہی کسی شخص کے دو باپ بھی نہیں ہو سکتے، اور جس طرح محض زبانی کہہ دینے سے کسی کی اپنی بیوی اس کی ماں نہیں بن جاتی، بلکہ اصل ماں تو صرف وہی ہوتی ہے جس نے جنم دیا ہو، جیسا کہ سورہ مجادلہ آیت:۲ میں ارشادِ الٰہی ہے۔

﴿الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”(یعنی ایسا کہہ دینے سے) کہ تم میری ماں جیسی ہو، ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، ان کی مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا“۔

اور اسی سورہ المجادلہ کی آیت ۳،۴ میں اس ظِہار کا کفارہ یہ مذکور ہے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل غلام آزاد کریں۔ یہ نہ ہو پائے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے (دو ماہ کے روزے نہ رکھ سکتے تو) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ ❶

ایسے ہی کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہہ دینے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اور نہ ہی وہ بیٹا بن جاتا ہے۔ اور اسی سورۂ احزاب میں آگے چل کر آیت: ۳۷ جس میں ﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾ فرما کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی زوجیت میں دینے کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے اگلی ہی آیت: ۳۸ میں فرمایا:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾

”نبی پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ و حرج نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقرر کردیا ہو یہی دستورِ الٰہی ان انبیاء میں بھی رہا جو پہلے گزرے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے“۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک لے پالک کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا حلال و جائز ہے تو اس میں نبی ﷺ پر کیا حرج ہے جیسا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو حکمِ الٰہی ہوتا اس پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ آگے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے منافقین کے اس اعتراض کا رد کرنا مقصود ہے کہ دیکھو، اپنے لے پالک کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے جو ان کے خیال میں آپ ﷺ کی بہو تھی۔ ❷

---

❶ اس موضوع کی تفصیل ایک مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے۔

❷ تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۹۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

''(لوگو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے (یعنی آخری نبی) ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی، بہو سے نکاح کا اعتراض تھا تو فرمایا کہ بیٹا تھا ہی کب کہ بہو ہوتی۔

آپ ﷺ کے بیٹے قاسم، عبداللہ الملقب بہ طیب وطاہر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سب بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ آپ ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد اس عمر پہنچی ہی نہیں کہ مردوں کے زمرے میں آئے، شادی کے لائق ہو، اور طلاق کا موقع آئے۔ لہٰذا فرمایا کہ آپ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حقیقی بیٹا نہ سہی، تب بھی منہ بولے بیٹے کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا کچھ ضروری نہ تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا، مگر وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے، اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کر دیں۔ اور اس کی حلت کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔ پھر مزید تاکید کیلئے فرمایا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی اصلاح آپ ﷺ کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی علیہ السلام یہ کسر پوری کر دے۔ لہٰذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ آپ ﷺ خود ہی کر کے جائیں۔ اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھوں اس رسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاہلیت کو ختم کرادینا کیوں ضروری تھا، اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی؟ ❶

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے نکاح پر عیسائیوں کو تکلیف

ہم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے نکاح پر منافقین و کفار کے اعتراضات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اور اس میں کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے کے کفار و منافقین، اپنی ایک پرانی رسم کا خاتمہ ہوتے دیکھ کر چیخے چلائے ہوں۔ اور انہوں نے ایک جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن کریم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے ہوں، لیکن تعجب تو اس بات پر ہے کہ اب ہمارے زمانہ میں اس نکاح پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے میں عیسائی لوگ اور ان کے پادری سب سے پیش پیش ہیں۔ ہمارے لیے قابلِ غور امر یہ ہے کہ عیسائیوں کو اس نکاح سے رنجیدہ وملولِ خاطر ہونے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ کیا تورات نے متبنیت، لے پالک بنانے کی رسم کو حق ٹھہرایا ہے؟ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے؟ اور کوئی لفظ بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں (اور ہرگز نہیں) تو پھر عیسائی لوگوں کو کیوں رنج ہے؟ ہاں ان کے رنجیدہ وملول ہونے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کفار کی رسمِ متبنیت ہی کا بطلان و خاتمہ ہوا بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث بھی باطل ٹھہرا، کیونکہ جب اسلام نے یہ ثابت کردیا کہ صلبی وخونی رشتہ نہ ہونے کی شکل میں محض زبانی کلامی ایک انسان کو دوسرے شخص کا بیٹا کہنا بالکل جھوٹ، باطل، کامل افتراء اور بہتان ہے، تب یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ایک انسان کو اللہ کا بیٹا کہنا قطعاً وحتماً باطل ہے، کھلم کھلا کذب وافتراء اور صریح بہتان ہے کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت ہے ہی نہیں۔

---

❶ حاشیہ قرآن مجید مترجم مولانا مودودی ص ۱۰۷۱، ۱۰۷۳ تبصرف یسیر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسم وروح سے مرکب انسان سینکڑوں حوائج وضروریاتِ زندگی کا محتاج ہے جوایک دن پیدا ہوا، اوراس سے پہلے موجود نہ تھا، جیسا کہ قرآن کریم کی سورۂ دہر کا آغاز ہی اس ارشادِ الٰہی سے ہوتا ہے:۔

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾

''کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت وہ بھی نہیں گزرا ہے، جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا؟''۔

اس سے مقصود سوال نہیں بلکہ تحقیق ہے اورانسان سے اس بات کا اقرار کرانا مطلوب ہے کہ واقعی اس پرایک ایسا وقت گزر چکا ہے کہ اس کا نام ونشان تک نہ تھا اور اس کے ساتھ ہی فرمادیا:۔

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۞ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾

''ہم نے انسان کوایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں، اور اس غرض کیلئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا، ہم نے اسے راستہ دکھا یا، خواہ شکر کرنے والا بنے، یا کفر کرنے والا''۔

یعنی شکراور کفر کا اختیار اسے دیتے ہوئے بتادیا کہ شکر کا راستہ کونسا ہے اور کفر کا کونسا؟ اور پھر جسم وروح سے مرکب انسانی مخلوق کے ہرفرد کو بلکہ ہر ذی روح کوایک نہ ایک دن لقمۂ اجل بننا اور موت کے منہ میں چلے جانا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے تین مقامات یعنی سورہ آل عمران، آیت: ۱۸۵، سورہ انبیاء، آیت: ۳۵، اور سورہ عنکبوت، آیت: ۵۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے''

بھلا ایسا کوئی انسان اس اللہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ جس کی ذاتِ سرمدی ازل سے بھی اوّل اور ابد سے بھی آخر ہے۔ اور جب نبی ﷺ نے بامرِ الٰہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا تو ہر صاحبِ عقل و فکر کیلئے عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث باطل ٹھہرا، اور ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا جھوٹ ثابت ہوا۔ اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے پڑھے لکھے عیسائی اس قصہ سے ناراض رہا کرتے ہیں۔ ❶

الغرض حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وجودِ مسعود، تعلیمِ اسلام کے اظہار اور رسومِ جاہلیت کے ابطال میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی تعریف کیا کرتی تھیں جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کرتی تھیں:

«هِيَ الَّتِيْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ». ❷

''ایک زینب (رضی اللہ عنہا) ہی ہے جو بارگاہِ رسالت میں میری ہمسر تھی''۔

اور بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''(اے میری بیویو!) تم میں سے میرے پیچھے سب سے پہلے آنے والی وہ ہوگی جو تم میں سے لمبے ہاتھ والی ہوگی''۔

(اور لمبے ہاتھ سے نبی ﷺ کا ارشارہ زیادہ صدیقہ وخیرات کرنے کی طرف تھا) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

''اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی سب سے آگے تھیں''۔ ❸

---

❶ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۷۰۔ ۱۷۱ بہ ترمیم واضافہ۔

❷ الفتح الربانی ۱۸/ ۲۲۱۔ ۲۲/ ۱۲۱، ۱۳۵، ۱۳۶۔

❸ بخاری کتاب الزکاۃ، مسلم مع النووی ۸/ ۱۶/ ۸، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۴۔ ۱۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے انہوں نے ہی ۲۰ھ میں ۵۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاَرْضَاھَا.

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کے بارے میں علامہ احمد عبدالرحمن البنا نے متعدد روایات جمع کر دی ہیں۔ ❶

ظِہار اور اس کا حکم و کفارہ

پچھلے اوراق میں اپنی بیوی کو ماں کہہ بیٹھنے کا متعدد بار ذکر آیا ہے۔ یہ مسئلہ قرآنِ کریم، حدیث رسول ﷺ اور فقہِ اسلامی میں ''ظِہار'' کہلاتا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلات کا اصل مقام تو شخصی مسائل و معاملات کا باب ہے لیکن اب چونکہ بار بار اس کا ذکر آ چکا ہے لہٰذا اس کا مختصر سا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

ظِہار دراصل ظہر سے مشتق ہے۔ اور عربی میں ظہر پشت یا پیٹھ کو کہتے ہیں۔ اور ظہار کسی شوہر کا غصے سے اپنی بیوی کو اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ کہنا ہے کہ ''تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔''

عربوں میں بسا اوقات ایسی صورت پیش آتی تھی کہ میاں بیوی میں لڑائی ہوتی تو یہ کلمات استعمال کیے جاتے، اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ تجھ سے وظیفۂ زوجیت میرے لیے ایسا ہے جیسے کہ میں اپنی ماں سے کروں، اور آج بھی بعض نادان لوگ بیوی سے لڑ جھگڑ کر اسے ماں، بہن، بیٹی سے تشبیہ دے بیٹھتے ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی گویا اب اسے بیوی نہیں بلکہ ان عورتوں کی طرح سمجھتا ہے جو اس کیلئے حرام ہیں۔ اسی کا نام ظِہار ہے۔

عہدِ جاہلیت میں یہ طلاق بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید قطع تعلق کا اعلان سمجھا

---

❶ تفصیل کے لئے دیکھئے الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۴، ۱۳۵ قصۂ زواج اور نزولِ آیت حجاب کے لئے دیکھئے۔ ۲۱/ ۸۶، ۸۸، ۸/ ۲۴۱، ۲۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے اس حکم کو باطل قرار دیا ہے۔ البتہ ظِہار کی وجہ سے عورت اپنے شوہر پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ کفارہ ادا نہ کرے۔ اور ظہار سے اگرچہ طلاق تو واقع نہیں ہوتی، لیکن تمام آئمہ وفقہاء کا ظہار کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مسعود میں بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ظِہار کا ارتکاب ہوا۔ جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کے ظِہار کا ذکر ہے۔

ایسے ہی ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے ظِہار کا تذکرہ ہے۔ اور انہی حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا، اپنے شوہر کے ظِہار کی شکایت لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس سلسلہ میں اسلام کا حکم دریافت کیا۔ مگر اس وقت تک ابھی اس کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اسی گفتگو کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس کا حل نازل فرما دیا جو کہ سورۂ مجادلہ کی پہلی چار آیتوں میں مذکور ہے۔

اور ظہار کا کفارہ وغیرہ بھی چونکہ انہی آیات میں آگیا ہے لہٰذا نصوصِ احادیث اور آئمہ وفقہاء کی تصریحات کی بجائے صرف قرآنی آیات اور ان کے مفہوم و مطالب پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۖ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ۚ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝

''اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے تکرار کر رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کیے جاتی ہے۔ اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کرتے ہیں۔ ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کریں، پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں، جو انہوں نے کہی تھی، تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اس سے اللہ باخبر ہے۔ اور جو شخص غلام نہ پائے، وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے، قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ اور جو اس (دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے) پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے''۔

ان آیات میں جو کفارہ بتایا گیا ہے۔ وہ بالترتیب یوں ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اور غلام نہ ملنے کی شکل میں دو ماہ کے بلاناغہ روزے رکھے، اور اگر اس کی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور کفارے کی ادائیگی کے بعد میاں کیلئے بیوی دوبارہ حلال ہو جاتی ہے۔ ❶

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کی آٹھویں زوجۂ محترمہ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا تھیں جن کی پہلی شادی مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوئی تھی۔ ۵ھ میں غزوۂ مریسیع (بنی مصطلق) کے موقعہ پر قیدی ہو کر آئیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آگئیں تو انہوں نے ان کو ایک طے شدہ رقم ادا کرنے کی شرط پر آزاد کر دیا۔ جسے ''مکاتبت'' کہا جاتا ہے۔ ابو داؤد، مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا زرِ تعاون مانگنے کیلئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں تو نبی ﷺ نے انہیں فرمایا:۔

«فَهَلْ لَكِ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ؟»

''کیا تمہارے ساتھ اس سے بہتر سلوک نہ کیا جائے؟''

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیسے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«اَقْضِيْ كِتَابَكِ وَاَتَزَوَّجُكِ»

''میں تمہاری کتابت بھی ادا کر دوں (جس سے تم آزاد ہو جاؤ) اور پھر تم سے شادی بھی کر لوں''۔

تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا خوشی سے یہ پیش کش مان گئیں۔ اور جب یہ خبر لوگوں

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر ابن کثیر اردو ۵/ ۳۴۱، ۳۴۷۔ الفتح الربانی ۱۷/ ۲۱، ۲۳۔ نیل الاوطار ۳/ ۶/ ۲۵۸، ۲۶۳۔ الروضۃ الندیہ شرح الدرر البھیہ ۲/ ۶۵، ۶۷۔ سبل السلام ۲/ ۳/ ۱۸۶، ۱۹۰۔ فقہ السنہ ۲/ ۳۰۹، ۳۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پہنچی تو انہوں نے بھی بنی مصطلق کے تمام قیدی آزاد کر دیئے۔ اس طرح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نبی ﷺ سے نکاح کی بدولت بنی مصطلق کے ایک سو گھروں کو آزادی ملی (جن کی مجموعی تعداد ایک روایت کے مطابق سات سو افراد تھی) چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

«فَمَا أَعْلَمُ امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمُ بَرَكَةٍ عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا». ❶

''میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کیلئے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ باعث برکت ثابت ہوئی ہو''۔

مدارج النبوہ میں ہے کہ وہ جب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے زرِ کتابت سے پہلے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں، اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میں اپنی قوم کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ ❷

طبعات ابن سعد میں صحیح سند سے مروی ہے کہ جب وہ قیدیوں کے ساتھ لائی گئیں تو ان کے والد نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میری بیٹی جیسی لڑکیوں کو تو قیدی نہیں بنایا جاتا، تو اس پر نبی ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں اسے اختیار دیتا ہوں (چاہے تمہارے ساتھ چلی جائے چاہے ہمارے یہاں رہ جائے) تو ان کے والد نے کہا، بیٹی! دیکھو اس شخص نے تمہیں اختیار دیا ہے، اب ہمیں رسوا نہ کرنا لیکن حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔

«فَإِنِّيْ أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ». ❸

''میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی اختیار کرتی ہوں''۔

اس وقت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی کہ اللہ نے انہیں راہ ہدایت

---

❶ قال البنا سنده جيد و صنه في الصحيحين من حديث ابن عمر. الفتح الرباني ۲۲/ ...

❷ بحواله رحمةٌ للعالمين ۲/ ۱۷۵.

❸ الفتح الرباني ايضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیب فرمائی اور دنیا وآخرت میں نبی ﷺ کا ساتھ اور ام المؤمنین ہونے کے شرف سے نوازا۔ ❶

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے جو صحیح مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں ہے جس میں نبی ﷺ نے طویل وقت کے اذکار سے بھی وزنی مگر مختصر ذکرِ الٰہی بتایا ہے کہ نماز فجر ومغرب کے بعد صرف تین مرتبہ کہہ لیا جائے:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ. ❷

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے کل سات حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے دو صحیح بخاری میں، دو صحیح مسلم میں اور تین دیگر معتبر کتب حدیث میں ہیں۔ ❸

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ھ اور ایک روایت کے مطابق ۵۶ھ میں ۶۵ یا ۷۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور بقیع دفن ہوئیں۔ "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا"

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کی نویں زوجۂ محترمہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں، جن کا نام رملہ بنت ابوسفیان تھا۔ نبی ﷺ کے کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ماں کی طرف تو نہیں مگر والد کی طرف سے بھائی تھے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ان کے پہلے شوہر کا نام عبید اللہ بن جحش ہے۔ یہ دونوں میاں بیوی اکٹھے مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی

---

❶ لمرجع السابق.

❷ لفتح الربانی ۱۴/ ۲۲۱، ۲۲/ ۱۴۰.

❸ مدارج النبوه، رحمة للعالمین ۲/ ۱۷۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر عبید اللہ وہاں جا کر مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا لیکن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں۔ اسی پہلے شوہر سے ایک بیٹی حبیبہ بھی تھیں، جن کے نام کی نسبت سے ہی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہلاتی تھیں۔ یہ بچی نبی ﷺ کی ربیبہ تھی جو کہ حبشہ سے اپنی والدہ کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ آئیں، اور نبی ﷺ کے گھر میں رہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دین کی خاطر باپ، بھائی، رشتہ دار وقبیلہ اور قوم و ملک کو چھوڑ کر ہجرت کی تھی، پردیس میں صرف شوہر کا سہارا تھا، وہ بھی اس کے مرتد ہونے سے نہ رہا، نبی ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے شاہِ حبشہ کو لکھو ابھیجا تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو میرا پیغامِ نکاح پہنچا دیں۔

ابوداؤد ونسائی میں ہے کہ شاہِ حبشہ نجاشی نے خطبۂ نکاح پڑھا، اور نبی ﷺ کی طرف سے چار ہزار دینار (کمافی المستدرک) حق مہر ادا کیا۔ اور شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیا۔

الاستیعاب وغیرہ کی ایک روایت میں ہے کہ نجاشی کے بعد (جو کہ نبی ﷺ کے وکیل تھے) حضرت خالد بن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی خطبۂ نکاح پڑھا جو کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے باپ کے چچا کے بیٹے تھے۔ اور ان کے وکیل بھی تھے۔ [1]

مناقب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ضمن میں جلاء الافہام میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اور الاصابہ میں حافظ عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ مدینہ میں اپنی بیٹی کے گھر آئے۔ بستر پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے بستر لپیٹ لیا، کہنے لگے: بیٹی میں سمجھا نہیں کہ تو اس بستر کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھ کو اس بستر سے؟ تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

[1] الفتح الربانی ۲۲، ۱۳۳، رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَنْتَ اِمْرَأٌ نَجِسٌ مُشْرِكٌ».

''یہ نبی ﷺ کا پاک بستر ہے جبکہ تو ناپاک ومشرک ہے''۔

اس پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کھسیانا سا ہو کر کہا:۔

«لَقَدْ اَصَابَكِ بَعْدِيْ شَرٌّ». ❶

''بیٹی! تو ہم سے بچھڑ کر بگڑ سی گئی ہے''۔

اللہ اکبر! یہ تھیں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے ۴۴ ہجری میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا.

اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح بر سالت مآب ﷺ کی خبر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو اس وقت تک اگر چہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے پھر بھی رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

«ذٰلِكَ الْفَحْلُ لَا يُجْدَعُ اَنْفُهُ». ❷

''آپ ﷺ ایسا بر ہیں کہ جن کا ہم پلہ کوئی نہیں ہوسکتا''۔

یاد رہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پینسٹھ حدیثوں کی راوی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ، ایک صحیح مسلم میں اور ۶۲ دیگر کتب حدیث میں ہیں۔ اوران کے نام کے بارے میں بھی رملہ اور ہند دو روایتیں ہیں، مگر بقول حافظ ابن حجر رمہ ہی زیادہ صحیح ہے۔ ❸

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کی دسویں زوجۂ محترمہ ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی بن

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۴، رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۷۸.

❷ رواہ فی الاصابۃ کما فی الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۴.

❸ رحمۃ للعالمین ۲/ ۷۷، ۱۷۸، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخطب رضی اللہ عنہا تھیں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:۔

«وَلَدَ صَفِيَّةَ مِائَةُ نَبِيٍّ وَمِائَةُ مَلِكٍ ثُمَّ صَيَّرَهَا اللهُ اَمَةً لِنَبِيِّهِ ﷺ».

''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے آباء واجداد میں سے ایک سو نبی اور ایک سو بادشاہ تھے، پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز بنا دیا''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا والد یہود بنو نضیر کا سردار تھا، وہ بنو قریظہ کے ساتھ ہی قتل ہوا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے اور دوسرا کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ یہ غزوۂ خیبر میں مارا گیا، اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کے قیدیوں میں سے تھیں۔

بخاری و مسلم، نسائی اور مسند احمد میں مذکور ہے جنگ کے قیدیوں کی تقسیم کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیمتاً حاصل کر لیا۔ ❶

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حاصل کر لینے کے وقت اختلاف ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ یعنی سردار کی بیٹی ہے۔ اور ایسی عورت بہتر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے خاص فرمائیں۔ گویا ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک شاہِ دو عالم کا گھر ہی خیبر کی اس شہزادی کی شایانِ شان تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے خود ان سے نکاح کر لیا۔ ❷

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۴۰، ۱۴۱.

❷ رحمة للعالمين ۲/ ۱۷۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انہیں دولتِ ایمان سے مالا مال کیا بلکہ ام المومنین ہونے کے شرفِ عالی سے بھی نواز دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کا اندازہ ترمذی و نسائی اور مسند احمد میں مذکور اس حدیثِ شریف سے ہی لگایا جا سکتا ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر ملی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ یہ سن کر رونے لگیں۔ نبی ﷺ تشریف لائے، ان کے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ دہرائے کہ وہ مجھے یہودی کی بیٹی کہتی ہیں تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَنْتِ ابْنَةُ نَبِيٍّ، وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَأَنْتِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ».

''تم ایک نبی (حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہو، ایک نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) تمہارے چچا ہیں۔ اور تم ایک نبی (نبی رحمت ﷺ) کے گھر میں ہو تو پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تم پر کس طرح فخر کر سکتی ہے؟''۔

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے جا کر فرمایا:

«اتَّقِي اللَّهَ يَا حَفْصَةُ!». ❶

''اے حفصہ رضی اللہ عنہا! کچھ تو خوفِ خدا سے کام لو۔''

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت حفصہ و عائشہ (رضی اللہ عنہما) دونوں میری تحقیر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم اس سے بہتر ہیں کیونکہ ہم رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد یعنی ہم نسب اور آپ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم نے انہیں یہ نہیں کہا کہ تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو؟ جبکہ میرے

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۴۳، مشکوۃ ۳ / ۱۷۴۵ وصححہ الالبانی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ حضرت ہارون علیہ السلام، میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور میرے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ ❶

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خیبر سے مدینہ طیبہ پہنچنے پر پہلے ہی دن انہیں یہودیہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

«لَا تَقُوْلِيْ ذٰلِكَ، فَإِنَّهَا أَسْلَمَتْ وَحَسُنَ إِسْلَامُهَا». ❷

''ایسا مت کہو، وہ مسلمان ہوگئی ہے اور بڑا اچھا اسلام لائی ہے''۔

مسند احمد کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کے الفاظ کہے تھے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ناراض ہوئے کہ تین ماہ تک کلام نہیں کیا۔ ❸

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دس حدیثوں کی راوی ہیں۔ ایک متفق علیہ، اور نو دیگر کتب حدیث میں ہیں۔ اور انہوں نے رمضان المبارک ۵۰ھ میں انتقال فرمایا:۔ ❹

(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا)

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارھویں زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حویطب بن عبدالعزیٰ سے، اور دوسرا ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا تھا۔ ۷ھ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء ادا فرمایا تو اس وقت

---

❶ صححه الحاكم واقره الذهبي كما في الفتح الرباني ۲۲/ ۱٤۳.

❷ الفتح الرباني ۲۲/ ۱٤٥.

❸ الفتح الرباني ۲۳/ ۱٤۳ وقال، سنده جيد.

❹ مدارج النبوه والاستيعاب بحواله رحمة للعالمين ۲/ ۱۸۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں نبی ﷺ سے ذکر کیا۔ اور آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ❶

ترمذی و بیہقی میں نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نکاح کے سلسلہ میں نبی ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے وکیل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مابین پیام رسانی میں نے کی۔ ❷

یادر ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ام فضل لبابہ کبریٰ نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں، کیونکہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں حضرت میمونہ کے ایک بھانجے حضرت یزید بن اصم سے مروی ہے:

«وَكَانَتْ خَالَتِي وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ».

''وہ میری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں''۔

اور ان کی ایک بہن لبابہ صغریٰ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور ماں کی جانب سے ایک بہن ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو نبی ﷺ کے نکاح میں آئیں اور صرف دو یا تین ماہ بعد انتقال کر گئیں۔ اسی طرح ماں کی جانب سے ایک بہن سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو نبی ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں، اور ماں کی طرف سے ہی ایک بہن حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں، پھر ان کا نکاحِ ثانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور ان کی وفات کے بعد ان (حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا) کا تیسرا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ❸

طبقات ابن سعد میں ہے کہ نبی ﷺ نے جن عورتوں سے نکاح کیا، اور

---

❶ رحمة للعالمین ۲/ ۱۸۰.

❷ الفتح الربانی ۱۱/ ۲۲۹، ۲۱ / ۱۳۳، ۲۲/ ۱۳۷.

❸ رحمة للعالمین ۲/ ۱۸۰، ۱۸۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخصتی بھی ہوئی، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ان میں سے آخری زوجۂ محترمہ تھیں۔ ❶

اور سنن نسائی، مستدرک حاکم، ابن عساکر اور طبقات ابن سعد میں صحیح سند سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

«اَلْاَخَوَاتُ وَ الْاَرْبَعَةُ مُؤْمِنَاتٌ مَيْمُوْنَةُ وَاُمُّ الْفَضْلِ وَسَلْمٰى وَ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ۔ اُخْتُهُنَّ لِاُمِّهِنَّ». ❷

''میمونہ، ام الفضل سلمیٰ اور اسماء بنت عمیس۔ جو کہ انکی ماں کی طرف سے بہن ہے۔(رضی اللہ عنہن)۔ (چاروں) بہنیں مومن (ایماندار) ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مومن و ایماندار ہونے کی گواہی و شہادت دی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:۔

«اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ اَتْقَانَا لِلّٰهِ وَاَوْصَلِنَا لِلتَّرَحُّمِ». ❸

''وہ (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا) ہم سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار تھیں اور صلہ رحمی کرنے (قرابت داروں کا خیال رکھنے) والی تھیں''۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ۷۶ احادیث کی راوی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ ایک صرف بخاری اور ایک صرف مسلم میں اور باقی ۶۷ دیگر کتب حدیث میں ہیں۔

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ھ میں وفات پائی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا. ❹

---

❶ الفتح الربانی ۱۱/ ۲۲۹.

❷ صحیح الجامع: ۲۷۶۳. السلسلة الصحیحة: ۱۷۶٤.

❸ قال الحافظ و هذا سند صحیح.

❹ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۷. ۱۳۸، رحمة للعالمین ۲/ ۱۸۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المومنین رضی اللہ عنہن

تتمہ باب امہات المومنین رضی اللہ عنہن مشمولہ، کتاب

رحمۃ للعالمین، جلد دوم ص: ۱۸۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعددِ زوجات کے سلسلہ میں

عام مسلمانوں اور نبیِ اسلام ﷺ میں فرق!

نبیِ اکرم ﷺ کی جن گیارہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر گزرا ہے ان میں سے سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہیں، وہ صرف اکیلی ہی تھیں۔ آپ ﷺ نے کسی دوسری زوجۂ محترمہ سے ان کی زندگی میں نکاح نہیں کیا اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا صرف دو یا تین ماہ ہی آپ ﷺ کے نکاح میں زندہ رہیں، اور وفات پا گئیں۔ ان دونوں کا انتقال تو نبی ﷺ کی حیاتِ مبارک میں ہی ہو گیا۔ اور جب خود سرورِ کونین ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے گھر میں تھیں۔ اور ان سب میں سے سب سے آخر میں بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فی الاصابہ) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بعمر ۸۴ سال وفات پائی۔ ❶

اور وہ عورتیں جن سے آپ ﷺ نے نکاح کیا مگر رخصتی نہیں ہوئی، وہ دس تھیں۔ اور جنہیں پیغامِ نکاح دیا مگر نکاح نہیں کیا، وہ بھی دس تھیں۔ اور امام قتادہ رحمہ اللہ کے بقول آپ ﷺ کی دو کنیز تھیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ام ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن الرسول ﷺ، اور ریحانہ (رضی اللہ عنہا) اور بعض نے اور بھی ذکر کی ہیں۔ ❷

یہاں چند امور کی طرف ارشاد کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں عام مسلمانوں اور نبیِ اسلام ﷺ

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳۲، کما فی المواہب و شرحہ الزرقانی.

❷ للتفصیل تفسیر قرطبی ۷/ ۱۴/ ۱۶۴، ۱۶۹، الفتح الربانی ۲۲/ ۱۴۷، ۱۴۸ وغیرہما من کتب السیرۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مابین رب کائنات کی طرف سے ہی فرق رکھا گیا ہے۔

عام مسلمانوں کی نسبت حکمِ الٰہی یہ ہے کہ اگر صرف ایک بیوی سے شادی کے تمام مقاصد بااحسن وجوہ پورے ہورہے ہوں تو پھر صرف ایک پر اکتفاء کرنا ہی افضل وبہتر ہے۔ ہاں اگر ایک بیوی سے وہ مقاصد پورے نہ ہو پائیں تو بعض اسباب ووجوہ کی بنا پر اور بعض شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ اور پھر ایک سے زیادہ کا عدد کوئی غیر محدود نہیں کہ جتنی چاہے کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے حد بندی کردی ہے کہ چار عورتوں تک سے شادی کی جاسکتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ جیسا کہ سورہ نسآء کی آیت :۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾

''اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ (نکاح کرکے) انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لے لو جو تمہارے قبضہ میں آئی ہوں۔ بے انصافی سے بچنے کیلئے یہی زیادہ قرین صواب ہے''۔

اس آیت کی رو سے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جمہور اہل علم اور جمیع فقہاءِ امت کے نزدیک چار سے زیادہ بیویاں جمع کرنا منع ہے۔ نیز ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی شکل میں سب کے ساتھ عدل و انصاف اور برابری کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ اور جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا مگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دغابازی کرتا ہے۔ ❶

کتبِ حدیث میں نبی ﷺ کے ارشادات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے چار سے زیادہ بیویوں کو جمع کرنے کی ممانعت کردی۔ جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ، اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے، تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں، نبی ﷺ نے انہیں حکم فرمایا:۔

«اِخْتَرْ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا». ❷

''ان میں سے صرف چار کو رکھ لو''۔

ایسے ہی ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند شافعی میں دیگر واقعات بھی مذکور ہیں۔ ❸

البتہ نبی اکرم ﷺ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور چار سے زیادہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ نکاح خصائصِ مصطفی ﷺ میں سے ہے۔ اور آپ ﷺ کی یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ تھی جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت: ۵۰ میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾

''اے نبی! ہم نے آپ کیلئے حلال کردیں آپ کی وہ بیویاں جن کے مہر آپ نے ادا کیے ہیں۔ اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے

---

❶ ابن كثير اردو ۱/ ۵۳۷، حاشيه قرآن مجيد مترجم ازمولانا مودودی.

❷ بحواله مختصر ابن كثير للرفاعی ۱/ ۳۵۲.

❸ انظر ابن كثير اردو ۱/ ۵۳۸، ۵۳۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی ملکیت میں آئیں، اور آپ کی چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، اور خالہ زاد، جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی کیلئے ہبہ کیا ہو۔ اگر نبی اسے نکاح میں لینا چاہے"۔

آگے فرمایا:۔

﴿خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"یہ رعایت خالصۃً آپ کیلئے ہے، دوسرے مؤمنوں کیلئے نہیں ہے"۔

اور آگے فرمایا:۔

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾

"ہمیں معلوم ہے کہ عام مؤمنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا حدود عائد کیں ہیں (لیکن آپ کو ان حدود سے ہم نے اس لیے مستثنیٰ کیا ہے) تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے۔ اور اللہ بڑا غفور رحیم ہے"۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر جن حدود کی طرف اشارہ فرمایا ہے، وہ سورۃ نساء کی آیت:۳ میں مذکور ہیں۔ یعنی زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے شادی کی اجازت۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾

"اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اُن کے سوا جو عورتیں تمہیں پسند ہیں دو دو یا تین تین یا چار چار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن سے نکاح کرلو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے"۔

اور جب سورۂ احزاب کی آیت: ۲۸ اور ۲۹ نازل ہوگئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اللہ و رسول اور دارِ آخرت پسند کرلینے یا پھر دنیا اور اس کی زینت کو چن لینے کا اختیار دے دیا۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۞ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت و آرائش کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کردوں۔ اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی جنت) کی طلبگار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

اس وقت بھی نبی ﷺ کی نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ اور جب ان سب نے اللہ و رسول اور دارِ آخرت کو پسند کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حسنِ اختیار کا صلہ عطا کرنے اور نبی ﷺ کی دائمی رفاقت بخشنے کیلئے اپنے نبی ﷺ کو سورۂ احزاب ہی کی آیت: ۵۲ حکم فرمادیا تھا کہ:۔

﴿لَّا يَحِلُّ لَكَ ٱلنِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَٰجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا﴾

''اس کے بعد آپ کیلئے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں، اور نہ اس کی ہی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو، البتہ کنیزوں کی آپ کو اجازت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے''۔ ❶

چنانچہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت تک اگرچہ یہ حکم منسوخ ہو گیا لیکن آپ ﷺ کے گھر وہی نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن موجود رہیں۔

تعددِ زوجات اور قانون

شادی کے اغراض و مقاصد تو معروف ہیں اور اس سلسلہ میں ہر شخص اگر مکمل گہرائی میں جا کر ان تمام مقاصد کو نہیں سمجھ سکتا تو کم از کم جو امور بالکل ظاہر و باہر اور واضح و روشن ہیں انہیں تو ہر شخص جانتا ہی ہے۔ اور ان اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے بعض اسباب و وجوہ کی بناء پر اگر کوئی ایک شخص ایک سے زیادہ شادیاں کرنا چاہے تو اسلام نے بعض شروط و قیود کے ساتھ دو، تین اور چار شادیاں کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اور اس تعددِ زوجات میں کیا مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے اور ہم بعد میں مختصراً ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ!

لیکن سرِ دست دیکھنا یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی اجازت دی گئی ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کو اس تحدید سے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے واقعتاً چار سے زیادہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کیا تو آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ اس میں کیا حکمتیں اور مصلحتیں تھیں۔ اور کیا اس سلسلہ میں نبی ﷺ پہلے پیغمبر ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسا کیا۔ اور کیا اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں

---

❶ لتفصیل تفسیر القرطبی (۷/ ۱۴/ ۲۰۶، ۲۱۹ ومابعد) وغیر من کتب التفسیر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اس کی کوئی مثال موجود ہے؟ اور ایک سے زیادہ بیویوں کے مسئلہ پر بعض مغربی اقوام اور خصوصاً عیسائی لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟ اور نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر جو زبانِ طعن دراز کی جاتی ہے، اور بعض ایسے فقرے چست کیے جاتے ہیں جنہیں ''نقلِ کفر، کفر نہ باشد'' کا قاعدہ موجود ہونے کے باوجود کوئی مسلمان اپنی زبان سے ادا کرنا گوارا نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی ان غیر مرغوب و ناخوشگوار جملوں کو اصل مسئلہ کی حقیقت واضح کرنے کیلئے زبان سے کہنا ہی پڑے تو ان کے اوّل یا آخر میں معاذ اللہ یا نعوذ باللہ کہنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے فقروں کی اخلاقی حیثیت کیا ہے؟ آئندہ چند موضوعات میں ہم انہی امور کا جائزہ لیں گے۔ وبیداللہ التوفیق۔

ایک سے زیادہ بیویوں کے جواز یا عدمِ جواز کی بحث صرف دو ہی پہلوؤں سے کی جاسکتی ہے۔

اوّلاً:۔ دستور و قانون کی رو سے۔

ثانیاً:۔ مذہبی نقطۂ نظر سے۔

دستور و قانون کی رو سے تو ایک سے زیادہ بیویوں کے مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے، چنانچہ ایک قانون، ہندوستان کی ریاست پٹیالہ کے سابق سیشن جج اور معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

''قانون اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کیلئے اور طرح کرتا ہے، اور ایشیا کیلئے اور طرح۔ ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیویوں کی شخصیت کو دیوانی و فوجداری قوانین میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو جائیداد سے متعلق ہوں دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق کو (بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثاء قانونی کے) تسلیم کرتی ہیں اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیرِ دفعہ ۴۹۴ تعزیراتِ ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا چوتھی بیوی تھی (مطلقہ یا بیوہ ہوئے بغیر) کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں۔ اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں، جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کا یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون بائی گیمی کے بالکل خلاف ہے، تو گویا ہندوستان کی عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیا کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔ [1]

متحدہ ہندوستان کے قانون کی دفعات ۳۶۶ کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں، نیز دفعہ ۴۹۸ کو بھی اس نظیر میں شامل کر لینا چاہیے۔ تب ایک سے زیادہ بیویوں کا، قانون کی رو سے جائز ہونا بالکل ہی واضح ہو جاتا ہے:

اب اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ ہندستان کی عدالتوں نے اس بارہ میں خالصۃً ہندوستانی رسم ورواج کی پیروی کی ہے تو ان کی یہ بات درست نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر قانون وضع کرنے والے اس مسئلہ کو قطعاً مخربِ اخلاق سمجھتے تو اس کا ضرور کلی انسداد کر دیتے خواہ رسم ورواج اس کی تائید میں پائے ہی جاتے۔ رسمِ ستی کے انسداد کے متعلق حکومت نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے تھے۔ [2]

الغرض مسلم ممالک میں مروج وضعی قانون قطع نظر خاص متحدہ ہندوستان، کے قانون کی دفعات شاہد ہیں کہ ایک سے زیادہ بیویاں غیر قانونی نہیں بلکہ دیوانی و فوجداری قوانین ان کے وجود کو جائز و صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

یہ تو تھا مسئلہ تعدّدِ زوجات کا قانونی پہلو اور جواز، رہا اس بارے میں مذہبی نقطۂ نظر تو یہ آگے آنے والے اوراق میں بیان کیا جاتا ہے۔ اِن شآءاللہ۔

---

1. رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۲۔
2. حاشیہ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۲۶، ۱۲۷ بتصرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعددِ زوجات ہندوؤں اور اہلِ کتاب میں

ایک سے زیادہ بیویوں کے جواز پر قانونی دلائل پیش کیے جا چکے ہیں۔ اور اب آیئے اس مسئلہ پر اسلام کے علاوہ دیگر مختلف مذاہب کی تعلیمات اور ان کے پیشواؤں کے ذاتی عمل کو بھی دیکھیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مذہب کا اصل سرچشمہ ایشیائی ممالک ہیں حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہی ہیں۔ اور ایشیا کے تقریباً سبھی مشہور مذہب ایک سے زیادہ بیویوں کے جواز کی تائید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

قدیم ہندوستان کو ہی لے لیجئے، ہندو مذہب کے پیشواؤں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں ایک رام چندر جی کی والدہ پٹ رانی کوشلیا۔ دوسری لچھمن جی کی والدہ رانی سمترہ اور تیسری بھرت جی کی والدہ رانی کیکئی۔

شری کرشن (جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے) سینکڑوں بیویاں ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ البتہ ان کے سوانح نگار آنجہانی لالہ لاجپت رائے نے اپنی کتاب "کرشن چرتر" میں کرشن کی اٹھارہ رانیاں تسلیم کی ہیں۔ اور ہمارے مدعا کیلئے یہ تعداد بھی بہت کافی ہے۔ اور راجہ پانڈو جو مشہور پانڈوؤں کا جدِ اعلیٰ ہے، ان کی دو بیویاں تھیں، ایک کنتی، اور دوسری مادھری۔ اسی طرح راجہ شنتن کی بھی دو بیویاں گنگا اور ستیہ وتی تھیں۔ ایسے ہی بکھر ایرج کی دو بیویاں امیکا اور امبالکا کے علاوہ ایک کنیز کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (1)

ان تصریحات اور تاریخی حقائق کو پیشِ نظر رکھا جائے تو کم از کم ان پیشواؤں کے مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام میں متعدد

---

(1) تفصیل کے لیے دیکھیے رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۲۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیویوں کے جواز پر اعتراض کریں۔ شری کرشن جی کی زیادہ نہیں تو کم از کم اٹھارہ رانیاں تو خود ان کے پیروکار خاص اور سوانح نگار نے تسلیم کی ہیں۔ اگر یہ کوئی عجوبہ نہیں تو نبی اسلام ﷺ کے گھر میں بیک وقت نو بیویوں کا وجود بھی کوئی انوکھی بات نہیں سمجھی جانی چاہیے۔

اور ہندو مذہب کی طرح یہودی اور عیسائی مذہب کی اصل کتابوں میں بھی متعدد بیویوں کے بارے میں اسلام کے موقف کی تائید موجود ہے، اور نبی آخر الزمان ﷺ سے پہلے گزرے ہوئے کئی انبیاء علیہم السلام کے یہاں بھی متعدد بیویاں تھیں۔

مثلاً ''جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہیں انجیل باب: ۲۳، فقرہ: ۲ کی رو سے عیسائی لوگ بھی صاحب عظمت اور خلیل الرحمٰن تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی تین بیویاں تھیں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا ذکر کتاب پیدائش باب: ۴، فقرہ: ۱۶ میں موجود ہے۔ دوسری بیوی حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا ذکر کتاب پیدائش باب: ۱۵، فقرہ: ۱۸ میں ہے۔ اور حضرت خلیل علیہ السلام کی تیسری بیوی قتورہ خاتون تھیں جو زمران کی والدہ تھیں، جن کا ذکر کتابِ پیدائش باب۔ اوّل فقرہ: ۲۵ میں موجود ہے''۔

اور بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جنہیں کتابِ تواریخ باب: ۱۰، فقرہ: ۲۲، اور کتابِ خروج باب: ۴ فقرہ: ۱۱ کی رو سے عیسائی حضرات بھی نہایت برگزیدہ پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ ان حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں، ایک یہودہ کی والدہ لیاہ تھیں۔ دوسری زلفہ، تیسری حضرت یوسف علیہ السلام و بنیامین کی والدہ داخل تھیں۔ اور چوتھی بلہہ تھیں۔ اور ان چاروں کا ذکر بھی کتابِ پیدائش بالترتیب باب: ۲۳، ۳۴، ۲، ۲ اور ۲۹ میں موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں، جنہیں کتابِ استثناء باب: ۱۰، فقرہ: ۳۴ کی رو سے عیسائی بھی ایسا عظیم الشان نبی مانتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا، اوران کو اللہ تعالیٰ کے شرفِ ہمکلامی بخشنے کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔ان کی بھی چار بیویاں تھیں۔ جن میں سے ایک کا نام کتابِ خروج کے باب: ۳۱، فقرہ: ۲ میں صفورہ خاتون ملتا ہے۔ دوسری حبشیر تھیں اور باقی کا ذکر کتاب قاضیون کے باب: ۱۶ میں ملتا ہے۔ اور کتابِ استثناء کے باب: ۲۱، فقرہ: ۱۰ تا ۱۳ کے مطالعہ سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے لاتعداد بیویوں کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔"

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی نو بیویوں کے نام کتاب سموئیل کے باب: ۳، ۱۱، ۲۳ اور ۲۷ میں اور دس حرموں کا تذکرہ باب: ۳۰ میں موجود ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بکثرت بیویاں ہونے کا ذکر سلاطین باب: ۳، فقرہ: ۱۱ میں موجود ہے۔ اور چار، دس، بیس نہیں بلکہ ایک ہزار عورتوں کا ذکر ہے جن میں سات سو بیگمات اور تین سو حرمیں تھیں۔ ❶

ان کتب میں مذکور یہ حوالے تو معترضین کی اپنی کتابوں کے ہیں جبکہ قرآن کے بعد مسلمانوں کی معتبر اور صحیح ترین کتاب بخاری شریف، کتاب الجہاد ۲۳ جلد ۶ ص ۳۴ (مع الفتح) میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک سو اور ننانوے (۱۹۹) بیویوں سے ایک رات میں ملنا مذکور ہے۔ یہی کتاب النکاح باب: ۱۱۹ میں ہے۔ اور انبیاء ۴۰ ص ۴۵۸ میں ۷۰ کا ذکر ہے۔ اور الایمان ۳ (جلد ۱۱ ص ۵۲۴ مع الفتح) میں نوے (۹۰) مذکور ہیں، کتاب التوحید ۳۱ جلد ۱۳ ص ۴۴۶ (مع الفتح)، اور النکاح ۱۱۹ میں

❶ للتفصیل رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۲۸، ۱۳۰. تعدد زوجات از ڈاکٹر عبد الناصر توفیق العطار ص ۸۱، ۸۶. حکمۃ اباحۃ تعدد الزوجات، شیخ عبد اللہ بن زید آل محمود ص ۱۳، ۱۴. مجموعہ الرسائل ۲۴/ ۲۷۹، ۲۸۰ تعدد الزوجات فی الاسلام ص ۵ /۱۶ للشیخ عبد اللہ ناصح علوان.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلق ''عورتیں'' مذکور ہے۔ نیز صحیح مسلم کتاب الایمان ۲۲،۲۳،۲۵ (مختصر مسلم بتحقیق الالبانی ۲/۲۷) ترمذی، نذور ے، نسائی، ایمان ۴۰۔۴۳۔۴۵ اور مسند احمد ۲/حدیث ۲۲۹۔۲۷۵۔۵۰۶ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ادیان وامم سابقہ میں تعددِ ازواج کے عنوان کے تحت ڈاکٹر محمد یوسف عبد نے بھی مختصر مگر جامع بحث کی ہے۔ (دیکھئے ان کا ایم۔اے (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) کا مطبوعہ مقالہ: قضایا المراۃ فی سورہ النسآء ص ۵۱۔۵۴)۔

ان سب حوالوں سے یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ اللہ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں۔ عیسائی حضرات سے پوچھا جائے کہ ان لوگوں نے کثرتِ زوجات کو بنیاد بنا کر ان انبیاء کی تقدیس وعظمت پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا تو پھر نبیٔ اسلام ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کیوں؟

معاملہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ اگر کسی ہما شما کے بارے میں یوں دو پیمانے استعمال کرنے کا کھیل رچایا جاتا تو پھر کہا جاسکتا تھا کہ

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائی اکابرین سے تعددِ زوجات کی تائید

ہندوستان کے اکثریتی مذہب کے پیشواؤں کے ذاتی فعل اور سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے عمل سے اور اہلِ مذہب کی اپنی مقدس و معتبر کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ ان کے یہاں بھی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے بعض ارشادات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی متعدد بیویوں کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً انجیلِ متّی کے باب: ۲۵ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر فرمایا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی، گھر میں گئیں اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں ان کیلئے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ الفاظ بڑے واضح ہیں کہ پانچ، عورتوں نے ایک شخص سے شادی کی۔

اب عیسائی حضرات زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں یہ کلام تمثیلی ہے۔ حالانکہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناپسندیدہ ہوتا تو وہ اس تمثیلی بیان کو کبھی زبان پر نہ لاتے۔ اور مغرب کے بعض معروف اہلِ نظر نے بھی اس کلام سے یہی مطلب سمجھا ہے۔ چنانچہ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن اسی تمثیل کی بنیاد پر ایک سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں لینے کے جواز کا قائل تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس کلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق سابقہ کتب کے حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہزاروں سال سے کثیر انبیاء علیہم السلام نے جو منہاج نبوت اپنے محکم و مستقیم عمل سے قائم کیا وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔ اور اگر اس کے باوجود بھی کوئی شخص اس نتیجہ سے اتفاق کرنے پر تیار نہیں تو پھر اسے عبرانیوں کے باب: ۴ کا فقرہ: ۱۳ پڑھ لینا چاہیے۔ جو کچھ یوں ہے کہ

"بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے، اور بستر ناپاک نہیں۔ یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا"۔

اس فقرہ میں صرف دو ہی صورتیں مذکور ہیں: پہلی بیاہ، اور دوسری زنا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ اقرار کرنے کو بھی تیار و آمادہ ہے کہ وہ سب مقدس لوگ جن کے یہاں متعدد بیویاں ہونے کا ذکر سابقہ آسمانی کتب میں پایا جاتا ہے، وہ سب (معاذ اللہ) اس فقرہ کے مصداق تھے، ہمیں یقین ہے کہ کوئی بھی عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ لہٰذا جس طرح وہ حضرت ابراہیم و یعقوب، سلیمان و داؤد اور موسیٰ علیہم السلام کے معاملہ میں خاموش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اسی طرح ہی انہیں پیغمبرِ آخرالزمان، نبیٔ اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی باز رہنا چاہیے۔ ❶

اور حقیقت یہ ہے کہ عیسائی مذہب کے پیروکاروں میں جہاں کچھ مذہبی جنونی، متعصب مزاج اور نبی ﷺ کی نسبت خواہ مخواہ بغض وعداوت اور معاندانہ رویہ رکھنے والے پائے جاتے ہیں۔ وہاں کچھ احترامِ باہمی کا قاعدہ جاننے والے اہلِ فکر ونظر، متشددانہ رویہ سے بالا رہنے والے منصف مزاج ومعتدل خیال لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ نبیٔ اسلام ﷺ کی شان میں کبھی گستاخی نہیں کی بلکہ آپ ﷺ کی پاک زندگی کے پاک چال چلن اور مقدس کردار کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ کئی اہلِ علم نے صرف اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں تقریباً تمام مذاہب کے غیر مسلم اکابرین، پیشواؤں فلاسفروں، ڈاکٹروں، پروفیسروں، ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، زعماءِ حکومت حتیٰ کہ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے نبی ﷺ کی نسبت تعریفی اقوال جمع کیے ہیں۔

''نبی ﷺ: اغیار کی نظر میں'' یا ان الفاظ سے ملتے جلتے نام کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھی جاسکتی ہے۔ اور مجموعی تعریف وتوصیف کے علاوہ خاص تعددِ ازدواج کے موضوع پر بھی مغربی مفکرین اور مصنفین نے نبی ﷺ کی تائید کی ہے۔

چنانچہ علی احمد الجرجاوی نے اپنی کتاب ''حکمۃ التشریع وفلسفۃ'' کے جزء ثانی ص:۱۶ پر معروف کرسچن عالم، گوسٹاف لبون کا بیان نقل کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

> ''تعددِ ازواج کا نظام حقیقت میں ایک مستقل نظام ہے جو محمد (ﷺ) سے بھی پہلے مشرقی اقوام وعوام میں موجود تھا۔ یہ نظام عہدِ قدیم سے فارس میں مشروع، یہود میں مسنون اور عربوں میں مروّج تھا۔ اور ادیانِ عالم میں سے کسی دین میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس نظام کو منسوخ کرسکے۔ جیسے

---

❶ رحمة للعالمين ٢/ ١٣٠ بتصرف.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی دین (یعنی اسلام) نے برقرار رکھا ہے''۔

اور پھر تعدد کے اسباب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

''میں نہیں سمجھتا کہ اہلِ مشرق کا یہ شرعی نظامِ تعدد اہلِ مغرب کے فحش نظامِ تعدد سے گرا ہوا کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ مغربی نظام میں محض قانون کی حد تک تو صرف ایک ہی بیوی ہوسکتی ہے۔ جبکہ عادتاً کوئی شاذ ونادر شخص ہی ہوگا جو صرف ایک عورت پر قناعت کرتا ہو''۔ ❶

ان الفاظ کا مفہوم بڑا واضح ہے کہ نصاریٰ مغرب کے یہاں حلال طریقہ سے متعدد بیویاں کرنا تو ناپسندیدہ فعل ہے۔ مگر حرام طریقہ سے لاتعداد عورتوں کے ساتھ خفیہ تعلقات اور آشنائی رکھنا عام ہے۔ ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ''

ایسے ہی تعددِ ازواجات کے موضوع پر تائیدی بیانات انگریز فلاسفر سپنسر اور ٹومس کارلائل کے بھی ہیں۔ جن میں سے سپنسر کا بیان اس کی اپنی کتاب ''اصول علم معاشرہ'' کے حوالہ سے شیخ عبداللہ نے اپنے رسالہ (ص: ۱۱ و مجموعہ ۲/ ۲۷۷) میں نقل کیا ہے۔ اور ڈاکٹر عبدالناصر العطار نے اپنی کتاب تعدد الزوجات من النواحی الدینیہ والاجتماعیہ والقانونیہ (جو کہ ۳۳۲ صفحات کی اپنے موضوع پر بڑی جامع کتاب ہے) کے ص: ۱۰۸ پر دونوں کا ذکر کیا ہے۔

اور وسٹر مارک کی کتاب جس کا عربی ترجمہ عبدالمنعم الزیادی نے ''قصۃ الزواج'' کے نام سے کیا ہے، اس کے ص: ۳۵۶ سے نقل کیا ہے کہ ۱۵۳۱ء میں مونسٹر میں عیسائی پادریوں نے صراحت کے ساتھ اعلان کیا کہ جو شخص حقیقی مسیحی بننا اور رہنا چاہتا ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ متعدد بیویوں سے شادی کرلے۔ ❷

---

❶ بحوالہ حکمۃ تعدد الزوجات ص ۸، شیخ عبد اللہ آل محمود قطر یا مجموعۃ الرسائل لہ ۲/ ۲۷۳، ۲۷٤.

❷ تفصیل کے لیے دیکھیں: قصۃ الزواج ص ۱۰۷، ۱۰۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی کی کتاب ''المراۃ بین الفقہ والقانون'' اور عباس محمود عقاد کی کتاب ''المراۃ فی القرآن الکریم'' کے ابواب متعلقہ تعدّد اور عبد اللہ ناصح علوان کی تعدّد الزوجات (ص: ۱۵۔۲۵،۵۸۔۶۰) میں بھی عیسائی مفکرین، مصنفین اور پادریوں کی اس تعدّدِ ازواج کی تائید میں دی جانے والی آراء دیکھی جاسکتی ہیں۔اور سورۂ رعد، آیت: ۳۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً﴾

''تم سے پہلے بھی (اے میرے نبی!) ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں۔ اوران کو ہم نے بیویوں اور اولاد والا بنایا تھا''۔

تین اہم نقاط

مختلف ادیان کی مقدس کتب اوران پیشواؤں کے ذاتی فعل کے حوالہ سے اور منہاجِ نبوت کی رو سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ایک سے زیادہ شادیاں صرف اسلام میں ہی روانہیں بلکہ دیگرادیان میں بھی رہی ہیں اور متعدد بیویوں کو بیک وقت اپنی زوجیت میں رکھنا صرف نبی ﷺ پر ہی بس نہیں، بلکہ پہلے انبیاء اور کئی مذاہب کے پیشوا ایسے گزرے ہیں جنھوں نے متعدد عورتوں کو اپنے نکاح میں لیا۔لہٰذا جب معترضین کے اپنے گھر سے اس فعل کے جواز کی شہادت مل گئی تو ان کا اعتراض اپنی وقعت کھو بیٹھا۔لہٰذا اصل بات تو یہیں ختم ہو جاتی ہے۔لیکن اعتراض کرنے والوں کے مزید اطمینان کی خاطر ہم یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے متعدد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کر لینے میں محض ذاتی اغراض اور شخصی طلبات کارفرما نہیں تھیں بلکہ آپ ﷺ کے پیشِ نظر بیشمار تعلیمی، تشریعی، معاشرتی اور سیاسی فوائد تھے۔اور آپ ﷺ کے ہر نکاح میں لاتعداد حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی تھیں۔اور ان سب دینی فوائد و مصالح اور معاشرتی مقاصد کو بہتر طور پر سمجھنے کیلئے تین اہم نقطے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ذہن میں بٹھالیں:

اولاً: یہ کہ نبی ﷺ نے اپنی تریسٹھ سالہ حیاتِ مبارکہ میں سب سے پہلے پچیس سال کوئی شادی کیے بغیر کمالِ تجرد سے گزارے۔ آپ ﷺ نے عنفوانِ شباب اور جوشِ جوانی کا زمانہ کمالِ تقویٰ اور پرہیزگاری سے گزارا اور پھر پہلی شادی کی۔ اور پچیس سال سے پچاس سال کی عمر کا زمانہ صرف ایک اس خاتون کے ساتھ بسر کیا جو پہلے ہی دو شوہروں کی بیوہ، کئی بچوں کی ماں اور عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کی پچیس سالہ ازدواجی زندگی میں اپنی اس زوجۂ محترمہ سے محبت و دلبستگی میں ذرا کمی نہ آئی۔ اور ان کے جیتے جی آپ ﷺ نے دوسرا کوئی نکاح نہ کیا۔ کیا ایسی مقدس شخصیت کے بارے میں اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ اور کیا کوئی منصف مزاج شخص یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی اس شادی کی وجہ وہی تھی جو عام پرستارانِ حسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

ثانیاً: دوسرا نقطہ یہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ پچاس سال کی عمر تک آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی بلکہ اس کے بعد عمر کے ۵۵ سے ۵۹ سال تک پانچ سالہ زمانہ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے حجرات آباد ہوئے جبکہ آپ ﷺ بڑھاپے میں قدم رکھ چکے تھے۔ اگر آپ ﷺ کے پیشِ نظر بھی (معاذ اللہ) وہ اغراض و مقاصد ہوتے جو شہوت پرست، حسن کے پرستار اور عیش کوش لوگوں کے ہوتے ہیں تو آپ ﷺ عہدِ شباب میں متعدد نکاح کرتے، نہ کہ عمر رسیدہ ہو کر۔

ثالثاً: تیسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ صرف ایک ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بیوہ اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مطلقہ تھیں۔ اور ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا پچاس سالہ معمر خاتون تھیں۔ اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ نکاح قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق تقریباً تیس سال، اور علامہ محمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمود الصواف کے بقول ساٹھ سال تھی۔ ❶

اگر نبی ﷺ (نعوذ باللہ) ایسے خیالات وجذبات کے مالک ہوتے جیسا کہ یہ مستشرقین آپ ﷺ کے خلاف ناحق زبان درازی کرتے ہیں تو پھر آپ ﷺ کنواری دوشیزاؤں کا انتخاب فرماتے، نہ کہ عمر رسیدہ، بیوہ اور مطلقہ خواتین کا۔

اگر ان تینوں نقاط کو پیشِ نظر رکھا جائے تو حاقدین و معاندین کا اعتراض باد ر ہوا ثابت ہوتا ہے۔ اور معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص نبیٔ اسلام ﷺ کے تقدس وطہارت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ❷

عیسائی حضرات اور خصوصاً نصارائے یورپ جو ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرنے کا بڑی شدّ ومدّ سے پرچار کرتے ہیں، ان کی اپنی مقدس کتب کے حوالہ سے جو امور ذکر کیے جا چکے ہیں ان کے علاوہ ان کی مذہبی تاریخ میں بعض ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ ان لوگوں کے تعدّدِ زوجات کے خلاف ہونے کے باوجود بعض لوگوں نے اپنے مذہبی راہنماؤں کی موجودگی میں اور پورے مذہبی آداب کے ساتھ دوسرا نکاح کیا۔ مثلاً:۔

مشہورِ عالم شخص نپولین بونا پارٹ نے دُوسری شادی کی، جو خاص پورے یورپ کی موجودگی میں سرانجام پائی اور اس کی دوسری شادی کو پورے یورپ نے تسلیم بھی کیا۔ اور اس دوسری شادی کے جواز کیلئے ان کے پاس صرف ایک ہی عذر تھا کہ نپولین کا پہلی بیوی سے کوئی بچہ نہیں تھا جبکہ وہ چاہتے تھے کہ بونا پارٹ کی نسل باقی رہے۔ محض اس بناء پر اسے نہ صرف دوسری شادی کی اجازت دی گئی بلکہ وہ خاص

---

❶ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۸۲. زوجات النبی الطاہرات وحکمۃ تعدد ھن للصواف ص ٤٦.

❷ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۳۱. تعدد الزوجات فی الاسلام والحکمۃ من تعدد ازواج النبی ﷺ ص ٦٢. ٦٤ عبد اللہ ناصح علوان. شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول. محمد علی الصابونی ص ٩. ١٢.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوپ کی موجودگی میں ہوئی۔اب ذرا اس واقعہ پر غور فرمائیں کہ یہ ضرورت، ان عظیم مقاصد و مصالح کے مقابلہ میں، جو انبیاء کرام علیہم السلام کی تزویج میں ہوتے ہیں، کیا درجہ وحیثیت رکھتی ہے؟ ❶

نبی ﷺ کے تعددِ ازواج کی حکمتیں، مصلحتیں اور فوائد

نبی اکرم ﷺ نے جو متعدد نکاح کیے تھے، ان میں بے شمار علمی و دینی، تبلیغی و تشریعی، اور معاشرتی و سیاسی حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں تھیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا متعدد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے نکاح میں لینا لاتعداد منافع و فوائد پر مشتمل تھا۔ چنانچہ معروف اسلامی مفکر ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی نے اپنی کتاب ''المراۃ بین الفقہ والقانون'' میں، پروفیسر عبداللہ ناصح علوان نے اپنی کتاب تعدد الزوجات فی الاسلام والحکمہ من تعدد ازواجِ النبی میں، ڈاکٹر عبدالناصر توفیق العطار نے تعدد الزوجات من النواحی الدینیہ والاجتماعیۃ والقانونیہ میں، شیخ محمود الصواف نے اپنی کتاب زوجاتِ النبی الطاہرت وحکمۃ تعددھن میں، شیخ محمد علی الصابونی نے اپنے رسالہ شبہات واباطیل حول تعددِ زوجاتِ الرسول ﷺ میں، اور قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے رحمۃ للعالمین میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ جس کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

نبی ﷺ نے اپنی مقدس جوانی کا عہد گزار لینے کے بعد اپنی عمر شریف کے ۵۵ سے ۵۹ سال کے درمیانی پانچ سالہ عرصہ میں، یا پھر اس عرصہ کی مکمل احتیاط سے حد بندی کی جائے تو ۲ھ سے ۸ھ تک کے سالوں میں متعدد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کیا اور یہ عرصہ وہ دور ہے جس میں مسلمانوں اور مشرکین و کفار کے مابین یکے بعد دیگرے کتنی ہی جنگیں لڑی

❶ حاشیہ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی تھیں۔ اوراس عرصہ میں کیے گئے نبی ﷺ کے ہر نکاح میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں۔ مثلاً:

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ وحفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن کے نکاح نے تعلیمات قرآن وسنت کی حفاظت، نشر واشاعت، تعلیم نسواں اور تہذیب النساء کے میدانوں میں بہت کام کیا۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تین ہزار سے زیادہ احادیث کی راوی ہیں اور صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو ہزار دوسو دس احادیث کی راوی ہیں۔ ان کے علاوہ شرعی فتوے علمی مشکلات کا حل، عربی سنرایات اور تاریخی واقعات کا بیان اس پر مستزاد، اور خواتین کے متعلقہ مسائل کی وضاحت کا فریضہ امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوب ادا کیا۔

صحیح بخاری ومسلم میں غسلِ حیض وجنابت کے بارے میں بعض صحابیات رضی اللہ عنہن کا نبی ﷺ سے سوال کرنا، اور آپ ﷺ کا مجسمۂ حیاء ہونے پر ایسے سوالات کا ارشارے کنائے میں جواب دینا، اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سائل خاتون کو الگ لے جاکر تفصیل سمجھانا اس بات کا شاہدِ عدل ہے۔

چنانچہ بخاری ومسلم میں ہے کہ:۔

نبی ﷺ کے پاس کوئی انصاری عورت آئی اور اس نے غسلِ حیض کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''مسک (کستوری) لگا روئی کا ٹکڑا لے کر اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو''۔

اس نے کہا: کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس سے طہارت حاصل کرو''۔

اس نے کہا: کیسے؟ فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سبحان اللہ! طہارت حاصل کرو''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو الگ کھینچ لیا اور اسے بتایا کہ جہاں خونِ حیض لگتا ہے، وہاں وہ کستوری والی روئی لگائیں (تاکہ بدبو کا اثر زائل ہو جائے) نبی ﷺ نے خون نکلنے اور لگنے کی جگہ کی صراحت کرنے میں حیاء محسوس کی، تو اس عورت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت سے بتایا کہ آپ ﷺ کی مراد کیا ہے؟ کیونکہ عورت کو عورت کے ساتھ ایسی صراحت کرنے میں کوئی جھجک مانع نہیں ہوتی۔ ❶

(۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح نے رسمِ تبنیت کے قدیم بت کو توڑا اور نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث پر کاری ضرب لگائی اور اسے باطل ثابت کیا۔

(۳) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنو مصطلق سے تھیں۔ ان کے والد اس طاقت ور قبیلہ کے سردار تھے۔ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نبی ﷺ سے نکاح تک کفر و اسلام کی ہر جنگ میں یہ قبیلہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے والوں میں شامل ہوتا۔ مگر یہ نکاح ایسا بابرکت ثابت ہوا، کہ اس کے بعد نہ صرف اس قبیلہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑنا بند کر دیا بلکہ اپنے آبائی پیشہ قذاقی اور رہزنی کو بھی چھوڑا اور متمدن زندگی اختیار کر لی۔

اس نکاح کی وجہ سے ایک سو گھروں کے سات سو افراد کو قید سے رہائی ملی اور مسلمانوں کا یہ حسنِ سلوک دیکھ کر وہ سب بھی مسلمان ہو گئے۔ اسی نکاح کی برکت کا نتیجہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میں نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ اپنی قوم کیلئے باعثِ برکت کوئی عورت نہیں دیکھی۔ کیا یہ کوئی معمولی فائدہ ہے؟

---

❶ شبہات واباطیل للصابونی ص ۱۵، تعدد الزوجات عبد اللہ ناصح ص ۶۵، مع المفسرین والمستشرقین فی زواج النبی بزینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، لڈاکٹر زاہر عواض الالمعی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اور قوم کا نشانِ جنگ انہیں کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب وہ نشانی یا جھنڈا باہر کیا جاتا تو پوری قوم فوراً اس کے گرد جمع ہو جاتی۔ اور ابوسفیان کے ارشارۂ ابرو کی منتظر رہتی۔ غزوۂ اُحد، حمراء الاسد، بدر الاخریٰ اور غزوۂ احزاب میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لئے ہوئے قائدِ قریش نظر آتا ہے۔ لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے نکاح کر لینے کے بعد ابوسفیان کسی بھی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا بلکہ اس نکاح کے نتیجہ میں تھوڑے ہی عرصہ، اگلے ہی سال خود ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) بھی اسلام کے جھنڈے تلے پناہ لیتے اور مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام لانے سے قبل بھی جب انہیں اس نکاح کی خبر ملی تو انہوں نے نبی ﷺ کے بارے میں بڑی عمدہ شہادت دی اور فرمایا:۔

«هُوَ ذٰلِكَ الْفَحْلُ لَا يُخْدَعُ (لَا يُقْدَعُ) أَنْفُهُ». ❶

''آپ ﷺ ایک ایسا بر ہیں کہ جن کا ہم پلہ کوئی نہیں ہوسکتا''۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے قبل کفار نے مسلمانوں کے خلاف جتنی محاذ آرئیاں کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا پوشیدہ یا ظاہری تعلق ضرور ہوتا تھا، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔

(۵) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن سردارِ نجد کے گھر میں تھیں اور نبی ﷺ کے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نے ملکِ نجد میں امن وآشتی، صلح وسلامتی اور اسلام کی نشر واشاعت میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ

---

❶ الفتح الربانی ۲۲/ ۱۳٤. تعدد زوجات عبد الله ناصح ص ٦٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبل ازیں اہلِ نجد ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ستر واعظین وقاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے اپنے ملک لے جا کر قتل کر دیا۔ اور کئی باران کی طرف سے نقصِ امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ امنِ عامہ اور اصلاحِ معاشرہ کے فوائد کو جاننے والا شخص اس نکاح کو مفید اور باعثِ برکت قرار دینے پر مجبور ہے۔

(۶) اسی طرح ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جن کی عمر نکاحِ نبوی ﷺ میں آنے کے وقت مختلف روایات کے مطابق ۵۰ اور ۶۰ سال کے مابین تھی اور انہوں نے اسلام کی خاطر پہلے حبشہ اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر جب وہ بیوہ ہوئیں تو آپ ﷺ نے نکاح کر لیا کیونکہ ان کے اہلِ خاندان میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔ اور آپ ﷺ انہیں ان قربانیوں کے بعد ان کے غیر مسلم رشتہ داروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ اور انہیں ام المؤمنین ہونے کی سعادت بخشنے میں ان کے ایثار و قربانی کا صلہ دینا بھی مقصود تھا۔ اور پھر آپ ﷺ کے اس حسنِ سلوک، جمیلِ وفاء، اور دعوتِ اسلامی کے محاسن کو دیکھتے ہوئے ان کے کثیر اہلِ قوم مسلمان ہو گئے۔

الغرض نبی ﷺ نے عمرِ شریف کے آخری پہر میں جو متعدد نکاح کئے۔ ان میں ایسی ہی بے شمار ولاتعداد حکمتیں، مصلحتیں، دینی ودنیاوی فوائد اور معاشرتی وسیاسی منافع موجود تھے۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے بعد حصولِ فتویٰ، حلِ مسائل اور استفساراتِ دینیہ کے میدان میں مرجعِ خلائق رہیں۔ خصوصاً عورت جو معاشرے کا نصف ہے، اس کے متعلقہ مسائل اور نبی ﷺ کے ازدواجی تعلقات کی مسنون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیفیت وغیرہ امور میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ».

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ۔ الخبر
وداعیہ متعاون مراکز دعوت وارشاد
الدمام، الظہران، الخبر
(سعودی عرب)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ کی شخصیت علمی و جماعتی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ علاوہ ازیں بہ حیثیت مصنف و محقق بھی آپ متعارف ہیں، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ ان میں کوئی بات ایسی نہیں جو پایہ اعتبار سے ساقط ہو۔ ہر بات علم و تحقیق کے معیار کے مطابق اور صحت واستناد کے اعتبار سے بلند پایہ۔

یہ کتاب بھی مولانا محمد منیر قمر صاحب کی تحریر کردہ ہے اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ سیرت النبی ﷺ کا۔ دوسرا حصہ نبی کریم ﷺ کے فیض یافتگان، یعنی شمع رسالت کے پروانے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ازواج مطہرات کے حالات کا۔

اس کتاب میں بھی فاضل مصنف نے روایات کی صحت و تحقیق کا خصوصی اہتمام کیا ہے، بالخصوص سیرت سے متعلقہ حصہ اول میں۔ جس کی وجہ سے یہ کتاب بھی سیرت کی دوسری کتابوں سے ممتاز ہوگئی ہے۔ صحت و روایات کے التزام و اہتمام کی وجہ سے ہی بہت مشہور واقعات بالخصوص ولادت نبوی ﷺ وغیرہ سے متعلقہ اس میں بار نہیں پاسکے۔

بہرحال یہ کتاب بھی نہایت مفید اور عوام و خواص کے مطالعہ کے لائق ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبہء تحقیق وتالیف وترجمہ

دارالسلام، لاہور